قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

انی تارک فیکم الثقلین

نور علی النور

رسالہ روشنی برادر رسالہ نصیحۃ الشیعہ

...ی جلد بابتہ ۱۹۰۹ء

مرزا عبد السمیع قزلباش ایڈیٹر

مطبع آنتم پرکاش مراد آباد میں چھپوا کر
دفتر رسالہ روشنی سے شائع کیا

سالانہ چندہ (...)

آخری پیام

مین اون معاونین کا شکرگذار ہون جنکی اعانت سے روشنی کی پانچوین جلد تک مین ختم کرسکا مین نے اپنا وطن چھوڑکر اس کام کے لئے اس لئے لکھنؤ رہنا اختیار کیا تھا کہ یہان نشر شریعت کا بہت شور سنتا تھا لیکن سب غلط نکلا - جو چند بزرگوار لکھنؤ مین چندہ دیتے ہین وہ ہرگز شایقا نہ حیثیت سے نہین دیتے - یا میری ذاتی واقفیت کی وجہ سے یا اوس نوعیت سے کہ جیسے دیگر محتاج وسائلین کو کچھ دیدیتے ہین ویسے مجھے ایک سفید پوش قومی فقیر سمجھکر دیدیتے ہین - اتنی اونکی تحریک لیکو بھی مین غنیمت سمجھکر نہایت شکرگذاری کے ساتھ اوسے قبول کرتا ہون لیکن حقیقت مین رسالہ روشنی کی زندگی کا سبب دیگر اضلاع کے شایقین کی توجہ تھی جو زمانہ کی ضرورت کو بمقابلہ صاحبان لکھنؤ کے بہت کچھ زیادہ جاننے والے ہین - بہرحال کچھ نہ کچھ کام چلا ہی جاتا تھا لیکن امسال اوس کی بھی توقع نہین رہی کہ بہت سے ویلو واپس آگئے - مین معترف ہون کہ وقت پر پرچہ نہ شایع ہونا اس کا کوئی سبب ہی لیکن اس کے سبب کو مین کیونکر بیان کرسکون - شاید پانچ چھ بزرگ ہون گے جو پیشگی چندہ بھیجدیتے ہین - قطع نظر اس کے آخری سہ ماہی سال مجریہ کی اونکو پہونچی ہو یا نہ پہونچی ہو - بعض وہ بزرگ ہین جو سہ ماہی دوم یا چہارم بذریعہ ویلیو آنا پسند کرتے ہین - مگر ایسے بزرگوار ونکی ایسی مثال ہے جیسے سیر بھر چانون مین بارہ دانے - بعض ایسے شایق ہین کہ پرچہ کا تقاضا تو بڑے شد و مد سے کرتے ہین - مگر چندہ کا ذکر نہین - بہرحال ایسی حالت مین پرچہ جاری نہین رہ سکتا چھٹی جلد تو مین ختم کرونگا ہی - بخیال وصول ہوجانے پیشگی چندہ کے اون بزرگوارون سے جنکا ذکر اوپر ہوا لیکن سنہ۱۹۱۰ء کی بابت اوننسے بھی عرض ہی کہ وہ پیشگی چندہ نہ بھیجین تا وقتیکہ میری کوئی دوسری تحریر ملاحظہ نہ فرماوین مین خدا کے فضل و کرم پر بھروسہ کرکے یہ کوشش کررہا ہون کہ خاص افراد قوم مین اپنی ایسی سرپرستی سے بقیہ مجلدات چھپوادین - اگر مین کامیاب ہوا تب تو کل جلدین چھپونگا ورنہ چھٹی جلد کے بعد نہایت حسرت و افسوس کے ساتھ رسالہ روشنی ہمیشہ کے لئے اپنے حقیقی معاونین سے جدا ہوگا - اب مین نہایت شکرگذاری کے ساتھ سنہ۱۹۰۹ء کی رسیدوں کا سلسلہ ذیل مین درج کرتا ہون -

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مصنف مخاطب خطبہ شقشقیہ کے چند فقروں پر بحث کرکے اپنی نزدیک نتیجہ نکالی کہ حضرت ابوبکر کا خلیفہ ہونا چاہئے تھا جن سے سب مسلمان راضی ہوتے تھے اور جناب امیر کس طرح مستحق خلافت ہو سکتے تھے جبکہ سب نے چھوڑ دیا اور علی مرتضیٰ کا حضرت ابوبکر سے مقاتلہ نہ کرنے کو تسلیم صحت خلافت حضرت ابوبکر ظاہر کرکے (جس کی حقیقت ہم پانچویں جلد روشنی ۱۸۹۸ء میں دکھا چکے) یہ کہتے ہیں کہ جناب امیر علیہ السلام کو ابوبکر سے لڑنے کا خیال کیوں پیدا ہوتا وہ تو خلافت ابوبکر سے مزاحمت کرنا کبھی ٹھیک نہ سمجھتے تھے۔

اور اس کی سند کے لئے نہج البلاغہ سے ایک کلام جناب امیر کا نقل کرکے یہ ترجمہ کرتے ہیں "یہ جناب امیر علیہ السلام کا کلام ہے جبکہ وفات ہوئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ کی اور عباس اور ابوسفیان نے جناب امیر سے یہ درخواست کی ان سے خلافت کی بیعت کریں۔ اے آدمیوں نجات کی کشتیوں کے ساتھ فتنہ کی موجوں سے بچو۔ اور نفرت کے رستے سے جدا ہو جاؤ۔ اور فخر کا تاج اتار رکھو"

اور فقرہ ہذا کے یہ معنی قرار دیتے ہیں کہ "یعنی ابوبکر کی خلافت میں خلل ڈالنا فتنہ ہے اور نفرت کا طریقہ ہے اس سے پرہیز کرو اور تم کو جو یہ خیال پیدا ہوا کہ خلیفہ عبد مناف کی اولاد میں سے کیوں ہو یہ غرور اور فخر کا طریقہ ہے۔ اس فخر کے تاج کو سر سے اوتار دو اور یعنی تم کو اپنے مقابل میں کم مت سمجھو" مصنف مخاطب نے کلام علی مرتضیٰ کے فقرہ کا ترجمہ نہایت بیہودہ کیا اور اپنے مذاق کی تائید کے لئے نہایت غلط پہلو لیا ہے۔ اور بالخصوص لفظ منافرۃ

کا ترجمہ "نفرت" اس فقرہ مین کہ "اور نفرت کے راستہ سے جدا ہو جاؤ" غلط اور بے محل دانائی سے کیا ہے۔

معنی منافرۃ ثلاثی مزید باب مفاعلت سے ہے جسکا مجرد نفر ہے بیشک نفر کے معنی جدا اور الگ ہو جانے کے ہیں لیکن باب مفاعلت کی خاصیت باہم شریک ہونے کی ہے اس اعتبار سے معنی کلمہ منافرۃ کے جو کلام علی مرتضی میں آیا ہے باہم نفرت کرنے کے ہونگے۔

پس اس فقرہ کے یہ معنے ہوتے ہین "چھوڑ دو راہ آپس مین نفرت کرنے کی"

اور یہ ظاہر ہے کہ آپس مین نفرت نہین ہو سکتی جب تک کہ ایک دوسرے پر اپنا فخر نہ جتاوے۔ اور اس اعتبار سے منافرۃ کے معنے مفاخرۃ کے قرار پاتے ہین۔ چنانچہ نہایہ ابن اثیر مین جو ایک عالم اہلسنت کی مشہور کتاب لغت ہے اسمین صاف لکھا ہے "المنافرۃ المحاکمۃ والمفاخرۃ" پس کلام علی مرتضی مین اس موقع پر منافرۃ کے معنے مفاخرۃ کے ہین اور ترجمہ اُس فقرہ کا یون ہونا چاہیے "چھوڑو راہ مفاخرۃ کی"

اور اس معنے پر فقرہ آئندہ بھی صاف دلالت کرتا ہے "اور اتارڈالو تاج مفاخرۃ کو" جس سے پہلو استدلال مصنف مخاطب کا بالکل باقی نہین رہتا۔

اب مین پورا ترجمہ صحیح اُس فقرہ کلام علی مرتضی کا لکھتا ہون جس پر مصنف مخاطب نے استدلال کیا ہے تاکہ آسانی سے ظاہر ہو جاے کہ اُس کلام علی مرتضی سے کچھ بھی تائید تخیل مصنف مخاطب کی نہین ہوتی ہے اور مصنف مخاطب نے خلاف منشاے علی مرتضیؑ کے استنباط کیا ہے۔

"جبکہ رسولخدا صلعم نے وفات پائی اور عباس اور ابوسفیان بن حرب

نے حضرت کو مخاطب کیا تھا اس باب مین کہ حضرت کے ساتھ بیعت کرین وہ اے لوگو! شق کرو امواج فتن کو کشتی ہاے نجات سے (یعنے اس فتنہ وفساد کے دریا کو کشتی نجات مین بیٹھکر جھیل جاؤ) اور چھوڑدو راہ مفاخرت کو اور تاج مفاخرت کو اوتار ڈالو"

اس فقرہ کے ہرگز یہ معنی نہین ہوسکتے کہ وہ حضرت ابوبکر کی خلافت مین خلل ڈالنا فتنہ ہے" اور نہ یہ مقصود ہے کہ اُس خلافت مین خلل ڈالنا نفرت کا طریقہ ہے اس حیثیت سے کہ خلافت اُنکی صحیح اور جائز تھی -- اور نہ اُس فقرہ سے یہ منشا علی مرتضےٰ کا ظاہر ہوتا ہے کہ وہ علی مرتضےٰ لوگون کو سمجھاتے ہون کہ تمکو جو یہ خیال پیدا ہوا ہے کہ خلیفہ عبدمناف کی اولاد مین سے کیون نہوا۔ بنی تیم مین کیون ہوا یہ غرور اور فخر کا طریقہ ہے اس فخر کے تاج کو سر سے اوتارو اور بنی تیم کو اپنے مقابلہ مین کم ست سمجھو" جیسا کہ مصنف مخاطب استنباط کرتے ہین۔

بلکہ اُس فقرہ کلام علی مرتضیٰ کا یہ مقصود اور منشا ہے کہ بعد وفات پیغمبرؐ جو واقعات پیش آئے اُن سبکو علی مرتضیٰ فتنہ سمجھتے تھے۔ حضرت ابوبکر کا خلیفہ قرار پانا اور حضرت ابوبکر کا مسلمانون کو لقب مانعین زکوٰۃ اور ارتداد کا دیکر قتل کرنا اور مسیلمہ کذاب کا دعوی نبوت کرنا اور جم غفیر کا اُسکے اتباع مین ہوجانا۔ یہ سب واقعات فتنہ تھے۔

چنانچہ علی مرتضےٰ نے جو یہ نصیحت اسی کلام مین فرمائی ہے کہ وہ شق کرو امواج فتن کو کشتی ہاے نجات سے" امواج فتن سے مراد ان تمام واقعات سے ہے اور کشتی نجات سے مراد سکوت کرنے سے ہے جیسا کہ ہم پہلے احادیث دکھا چکے ہین جنکا مقصود یہی ہے کہ وہ زمانۂ فتنہ مین انسان کو سکوت کرنا چاہیے

علی مرتضےٰ کے ارشاد میں ایک کلمہ بھی ایسا نہیں ہے جس سے یہ استنباط ہوسکے کہ وہ خلافت حضرت ابوبکر کو صحیح سمجھتے ہیں اور اس میں خلل ڈالنا فتنہ جانتے ہوں - ہاں خود خلافت حضرت ابوبکر کو امواج فتن فرمایا ہے البتہ حضرت ابوبکر کے خلیفہ قرار دیا جانے کی حالت پر صبر و سکوت پسند فرماتے تھے اسوجہ سے نہیں کہ وہ صحیح خلیفہ قرار پائے تھے بلکہ اسوجہ سے کہ اسلام تازہ تھا اور فتنے برپا ہو چکے تھے کہ حضرت ابوبکر غلط خلیفہ قرار پاگئے تھے اور باہم مسلمانوں کے اور مسلمانوں اہل ارتداد اور کفار کے قتل وقتال شروع ہوگیا تھا اوسوقت اگر علی مرتضےٰ مع اپنے ہمراہیوں اور ساتھ دینے والوں کے حضرت ابوبکرؓ اور اون کے ہاتھ پر بیعت کرنے والوں سے مقابلہ شروع کرتے تو کچھ شبہہ نہیں ہے کہ مسلمان باقی نہ رہتے یا اسقدر کم ہوجاتے کہ مذہب اسلام تباہ اور برباد ہوجاتا -

اسی وجہ سے علی مرتضیٰ نے فرمایا ہے کہ "چھوڑ دو راہ مفاخرت کو اور تاج مفاخرت کو اوتار ڈالو" جسکے صاف معنے یہ ہیں کہ اے لوگو - گو میرے خاندان مین خلافت اور امارت ہمیشہ سے رہی ہے - اور فخر امارت اور خلافت کا میری ذات کے لیئے ہے - لیکن ابوبکر نے جو اسوقت وہ فخر اپنے لیئے وضع کرلیا اور اوسکا قبیلہ کوئی اس فخر کے قابل نہیں ہے -

مگر ایسے زمانہ فتنہ مین جبکہ اوسکی امواج جوش زن ہین تمھاری یہ خواہش کہ میرے ہاتھ پر بیعت کرکے خلافت کی مفاخرت یا باہم (منافرت) فخر حاصل کرنے کے لیئے پیدا کی جاوے ہرگز زیبا نہین ہے نتیجہ جس مین مذہب اسلام اور قومی سلطنت مسلمانوں کی تباہ ہوجاوے گی -

بلکہ زیبا یہ ہے کہ ایسے زمانہ فتن مین مناخرۃ اور منافرۃ فخر حاصل کرنیکے

سے لئے قایم کرنا ناپسندیدہ ہی تاکہ مذہب اسلام اور قومی سلطنت مسلمانوں کی تباہی سے محفوظ رہے ۔ بس اسی بنا پر علی مرتضےٰ نے فرمایا ہے ”چھوڑ دو راہ مفاخرہ یا منافرۃ تحزقایم کرنے کی اور اُتار ڈالو تاج مفاخرت کو“ اور یہ ارشاد تفسیر ہے اُس فقرہ اول کی کہ شق کرو امواج فتن کو کشتی ہاے نجات سے یا یوں کہیے صبر و سکوت اختیار کرو جو کشتی نجات ہے اور اوس کے ذریعہ سے امواج فتن کو چیر کر پار ہو جاوٗگے ۔

ان فقرات کے بعد آیندہ فقرہ کلام علی مرتضےٰ کا مصنف مخاطب یوں ترجمہ کرتے ہیں ”کامیاب ہوا وہ جو اوٹھا قوت بازو کے ساتھ یا اطاعت کی اور راحت دی“

اور اوس پر یہ استدلال کیا ہے ”یعنی کامیابی دو قسم کے لوگوں کو ہے ایک وہ جو قوت کے ساتھ خلافت کا بوجھ اوٹھانے کے لیے کھڑا ہو ۔ دوسرا وہ جس نے اطاعت کی اور کوئی جھگڑا اور فتنہ نہ کیا اور اپنی جان کو اور سب مسلمانوں کو اپنے فتنہ سے راحت دی قوت بازو سے مراد جماعت مہاجرین و انصار کی بیعت ہے جو ابو بکرؓ کو حاصل ہوئی ہے ۔ اس قول میں بھی جناب امیر نے یہ ارشاد کر دیا کہ خلافت میں کامیابی اوس کو ہے جس سے سب نے بیعت کی اور باقی سب مسلمانوں کو اطاعت میں کامیابی ہے اور اب جو شر اور فساد اوٹھائیگا وہ نامراد ہے حاصل یہ ہوا کہ خلافت کا وہ مستحق ہے جو اقوی ہے اور باقی سب مسلمانوں کو اسکی اطاعت چاہیے“

مصنف مخاطب نے یہ ترجمہ بھی کلام علی مرتضےٰ کا ایسا کیا ہے جس سے مقصود و منشاے علی مرتضےٰ میں مصنف مخاطب کو گنجایش اپنے استدلال کی ہو سکے اور استنباط بھی ایسا کیا ہے کہ جو مخالف مقصود و منشا کے ہے

اصل وہ فقرہ یہ ہی۔

اظلم من نفض بجناح او استسلم فاح" ترجمہ صحیح "فلاح (کامیابی یا رستگاری) پائی اُس شخص نے کہ اپنے بازو کی قوت سے اوٹھایا سر کو جھکا لیا (اسی سکوت کیا) تو اُسنے راحت پہونچائی"

اس فقرہ مین جو اصول عام علی مرتضےٰ نے فرمایا ہی اُسکی صحت سے کسیکو انکار نہین ہوسکتا اور نہ اسوقت اُسکی صحت پر بحث ہی۔ بحث یہ ہی کہ اُسکا مصداق کس چیز پر اور کس کے حق مین ہوتا ہی "فلاح پائی اُس شخص نے کہ اپنے بازو کی قوت سے اوٹھا۔ یا سر کو جھکا لیا تو اُسنے راحت پائی" قوت بازو اس کلمہ مین اپنی اندرونی اور ذاتی قوت سے مراد ہی نہ قوت بیرونی اور غیر سے یعنے وہ قوت ذات سے منفصل نہو۔ اور وہ قوت کیا ہی؟ کار کی قابلیت اور قابلیت کسی کار کی پیدا نہین ہوسکتی جب تک کہ حقیقت اُس کار کا علم نہو اور جملہ اُن اوصاف سے وہ عالم متصف نہو کہ جن اوصاف کا اُس کار کے انجام دہی کے لیے ہونا ضرور ہو۔

پیغمبر خداؐ نے جو کار رسالت کو شروع کیا جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ خلافت مسلمانون کی قائم ہوگئی کچھ شبہ نہین ہی کہ آنحضرت باطنی اور ذاتی قابلیت اُس کار کی رکھتے تھے اور اُنکی فکر اور نظر اُس کار مین کوئی اُنکا شریک نہین تھا اور اُن کو حقیقت اُس کار کا ایسا علم کامل تھا جسمین اُنکو ایسا عروج ہوگیا کہ اُنہون نے درجہ معراج پر پہونچکر خاتمہ کردیا اور ختم المرسلین کا لقب حاصل کرلیا۔ اور وہ اس کار کی ایسی قابلیت رکھتے تھے کہ کسی دوسرے مین نہین تھی۔

وہ اس کار کے لیے مجرد اپنی قوت ذاتی کی وجہ سے جو خدا داد تھی مبعوث اور برانگیختہ اور اوٹھ کھڑے ہوے تھے یہی مصداق "کہ فلاح پائی اُس شخص

سے نہ کہ اپنے بازو کی قوت سے اوٹھا ۔

اور فقرہ ثانیہ کی یہ " سر جھکا لیا تو اُس نے راحت پہونچائی " مصداق وہ حالت پیغمبر ہی کہ قبل ہجرت بسبب کفار کی اذیت رسانی اور سختی نشست حد سے متجاوز ہو گئی یہانتک کہ مشورہ قتل پیغمبر کے کفار قطعی آمادہ اور مسلح ہو گئے اور پیغمبر کے گھر کو گیر لیا تو پیغمبر نے اُنکی آزردگی اور آزاد و حملہ کا مقابلہ اور اُنسے مقاتلہ نکرنا پسند لیا اور صبر و سکوت کر کے اپنا سر جھکا لیا اور ہجرت فرمائی اور قتل و قتال کے وقوع نہونے دینے سے راحت پہونچائی اور یہ سر جھکانے اور راحت پہونچانے کا اطلاق اسپر بھی ہو سکتا ہے کہ جن لوگوں نے پیغمبر کی قابلیت اور قوت کے سامنے سر جھکا لیا تھا اور پیغمبر کی ذات اور قوت اُس کا کو قبول کر لیا تھا ۔

اس جگہ ہم یہ بھی کہ سکتے ہیں کہ دو سروں نے اُنکی قابلیت اور قوت کی اطاعت کی تھی خواہ ظاہری طور پر خواہ باطنی طور پر اُن لوگوں نے اُسوقت قتل و قتال نکرنے کی وجہ اور سر جھکا لینے کے باعث راحت پہونچائی اور فتنہ برپا کرنے سے اذیت نہیں پھیلائی ۔

مگر یہ امر نہیں تھا کہ محض لوگوں کے قبول کرنے سے حضرت محمد رسول ہو گئے تھے یا اُنمیں وہ قابلیت اور قوت ذاتی لوگوں کے سر جھکا لینے سے پیدا ہو گئی تھی ۔ نہیں نہیں ۔ وہ قوت و قابلیت باطنی اور ذاتی اُنمیں قدرت نے اول ودیعت کی تھی اور پہر لوگوں نے اُس قوت اور قابلیت کے سامنے سر جھکایا تھا اور اُسکو قبول یا اُسکی اطاعت کی تھی یہ معنی ہیں ارشاد علی مرتضیٰ کے کہ " فلاح پائی اُس شخص نے کہ اپنے بازو کی قوت سے اوٹھا ۔ یا سر جھکا لیا تو اُسنے راحت پہونچائی " ۔

بعد وفات پیغمبرؐ کے کار رسالت ختم ہو چکا تھا۔ لیکن قایم رکھنا۔ اور چلانا اوسکا باقی تھا۔ اسلئے کہ دین اسلام جسکا نتیجہ الٰہی سلطنت مسلمانوں کیواسطے قایم اور رایج اور شایع ہونے والا تھا۔ ضرور ہے کہ بعد پیغمبرؐ کوئی ایسا شخص نایب اور جانشین پیغمبرؐ ہو۔ کہ جو اپنی قوت بازو سے اوس کار کو چلاوے اور اوسمین قوت باطنی اور ذاتی اوس کار کی ہو۔ اور اوس کار کے چلانے مین کوئی اوسکا سہارا نہو اور نہو سکے۔ اور وہ علم حقیقت اوس کار کا رکھتا ہو۔ اور اوس مین وہ اوصاف بذاتہ نہ عیرہ موجود ہوں۔ کہ جنکے وجود سے وہ اوس کام کو چلا سکے۔

جو کوئی غور کرے گا وہ ضرور قائل ہوگا کہ علم اور اوصاف باطنی اور ذاتی علی مرتضیٰؑ کے ایسے تھے جن مین وہ محتاج عیر کے نہین تھے۔ اور وہی اپنے علم اور اوصاف باطنی اور ذاتی کی وجہ سے اوس کار کو جو پیغمبرؐ نے چھوڑا تھا۔ صحیح طور پر اوس کے اصلی مرکز پر چلا سکتے تھے۔ اور وہی ذاتی قوت اور قابلیت کار خلافت کی رکھتے تھے۔

برخلاف اوس کے حالت حضرت ابوبکر کی تھی کہ اون مین ذاتی قوت اور قابلیت اوس کار کی نہیں تھی۔ بلکہ وہ دوسرون کے بھروسہ پر اونہوں نے اوس کار کو قبول کیا تھا جیسا کہ واقعہ سقیفہ بنی ساعدہ سے ظاہر ہے کہ وہ اپنے آپ کو اس کار کے لایق نہ سمجھتے تھے قبول خلافت سے انکار۔ اور حضرت عمرؓ کے ہاتھ پر بیعت کرتے تھے کہ حضرت عمرؓ نے زبردستی اونکو خلیفہ بنایا (تاریخ طبری) اور پھر اونہون نے اپنی سچائی سے جسقدر اونمین قوت اور قابلیت تھی اوس کو اپنے خطبہ مین ظاہر بھی فرما دیا اور یہ بھی بتا دیا کہ ذاتی قوت اور قابلیت اوس کار کی کس مین ہے (علیؑ میں) (دیکھو تاریخ الخلفا علامہ سیوطی)

پس صریح ظاہر ہی کہ حضرت ابوبکرؓ اپنی ذاتی قوت سے اُس کار کے لیے نہین اوٹھے - بلکہ دوسرے لوگون نے اُس کار کے لیے اُنکو اوٹھایا تھا چنانچہ اسی موقع پر مصنف مخاطب خود اس امر کو اِس پیرایہ مین قبول کرتے ہین کہ "قوت بازو سے مراد جماعت مہاجرین اور انصار کی بیعت ہی" حالانکہ قوت غیر بازو اور ذات حضرت ابوبکرؓ کی تھی -

اگر حضرت ابوبکر کے ہاتھ پر بیعت نہوتی تو وہ قوت بازو اور ذات حضرت ابوبکر مین نہوتی - اور چاہیے یہ تھا کہ وہ قوت جس سے حضرت ابوبکرؓ خلیفۂ برحق ہوسکین اُنکے بازو کی قوت اور اُنکی ذاتی قابلیت ہوتی -

کچھ شبہہ نہین کہ حضرت ابوبکرؓ اپنی قوت بازو یعنے قابلیت ذاتی سے خلیفۂ برحق ہوسکتے تھے نہ قوت بیعت اور دوسرون کے بنانے سے -

پس علی مرتضیٰؓ نے جو یہ اصول فرمایا ہی کہ "وہ فلاح پائی اُس شخص نے کہ اپنے بازو کی قوت سے اوٹھا" ایک معیار ہی حضرت ابوبکرؓ کی حالت کے جانچنے کے لیے - اگر وہ اپنے بازو کی قوت سے اوٹھے ہین تو ضرور وہ خلیفۂ برحق ہین اور اگر وہ غیر اپنے بازو کی قوت سے کھڑے ہوے ہین اور دوسرون نے اُنکو خلیفہ بنایا ہی تو وہ کسی طرح خلیفۂ برحق نہین ہوسکتے خود علی مرتضیٰ ہا اور دوسرے لوگ موجودہ اُسوقت بغیر کسی شک وشبہہ کے جانتے تھے کہ حضرت ابوبکرؓ اپنے بازو کی قوت یعنی ذاتی قابلیت کی وجہ سے نہین اوٹھے بلکہ دوسرون کی قوت سے - اور اسوقت تک بھی لوگ دل مین اُنکو ایسا ہی جانتے اور مانتے چلے آتے ہین تو مقصود منشا فقرۂ کلام علی مرتضیٰؓ کا آشکارا ہی کہ حضرت ابوبکر مصداق اس فقرہ کے نہین ہوسکتے کہ "وہ فلاح پائی اُسنے جو اپنے بازو کی قوت سے اوٹھا"

بلکہ علی مرتضیٰؑ نے اپنے کلام بلیغ سے لوگون کو جتایا کہ حضرت ابوبکر چونکہ
اپنے بازو کی قوت سے نہین اوٹھے ہین بلکہ غیر ذاتی قابلیت سے اسلیے وہ
فلاح پانے والے نہین ہین اور مصنف مخاطب نے جو کلام علی مرتضےؑ
کے فقرے سے مقصود بتایا ہو وہ صریح مخالف منشاے صریح علی مرتضیٰؑ کے ہو
اب یہ دیکھنا باقی ہو کہ سر جہکانے اور راحت پہونچانے کی حالت کے
مصداق حضرت ابوبکر ہوسکتے ہین یا کون اور یہ فخر کس کے حصہ مین آتا ہے
یہ فخر حضرت ابوبکر کے حصہ مین اوسوقت آسکتا تہا کہ جب وہ اوس شخص
کے سامنے سر جہکاتے کہ جسمین وہ قوت ذاتی چلانے کار خلافت کی تہی یا
یون کہو کہ وہ اطاعت اوسکی کرتے اور اوسکو خلیفہ مانتے جیسا کہ حضرت محمدؐ
کو رسولؐ مانا اوسوقت وہ اپنے سر جہکانے سے راحت پہونچانے والے ہوتے
کہ مذہب اسلام صحیح طور پر اپنے مرکز پر چلتا۔
اونہون نے بیشک ارادہ کیا کہ ترک خلافت کرین اور علی مرتضےؑ کے حق
خلافت کو قبول کرین لیکن اونکو اوس غلط قوت بعیت دوسرون نے اپنے
اوس ارادہ مین کامیاب نہونے دیا۔
البتہ یہ فخر سر جہکانے کا جس سے مراد صبر و سکوت ہو علی مرتضیٰؑ کو حاصل
ہوا کہ جب حضرت ابوبکر خلاف معیار نہ اپنے بازو کی قوت سے اوٹہے بلکہ
غیرون نے اونکو اپنی قوت بعیت سے اوٹہایا اور علی مرتضےؑ نے بنظر مصلحت
حالت زمانہ کے اونسے قتل و قتال نہ کیا اور صبر و سکوت کرکے اپنا سر جہکایا
جیسا کہ وقت ہجرت پیغمبرؐ نے عمل کیا تہا اور مذہب اسلام کو راحت پہونچائی
اس حقیقت کے ظاہر ہونے کے بعد واضح ہوجاتا ہو کہ مصنف مخاطب
نے جو تعبیر فقرات علیؑ مرتضے کی کی ہو وہ بالکل بناوٹ ہو۔ اپنے بازو کی قوت

سے اوٹھنے کی یہ مراد کسی طرح نہین ہوسکتی کہ وہ قوت جماعت مہاجرین اور انصار کی بیعت ہو" قوت جماعت مہاجرین وانصار کی بیعت جسم وذات حضرت ابوبکرؓ سے جدا تھی اور بازو ہر بشر کا داخل اور شامل جسم وذات اُس بشر کے ہوتا ہی۔

جو شخص ذاتی قابلیت کسی کار کی رکھتا ہوگا اور وہ اُس کار کے کرنیکے لیے اوٹھے اُسکو کہین گے کہ وہ اپنے بازو کی قوت سے اوٹھا۔ مصنف مخاطب نے غیر کے بازو کی قوت کو اپنے بازو کی قوت سے تعبیر کی ہی جو سراسر غلط ہی

بیشک دوسرے قول مین بھی جناب امیرؑ نے یہ فرمایا ہی کہ خلافت کا مستحق وہ ہی جو اقوی ہی اور اعلم ہو جس کا ذکر مصنف مخاطب آئندہ کرینگے لیکن اقوی اور اعلم ہونے کی صفت سے جو استحقاق خلافت کے لیے ہی صریح یہی مراد ہی کہ وہ صفت ذات مین اُس مستحق کے ہو نہ اُس کے غیر مین۔ اور وہ مستحق غیرون کی قوت اور علم پر بھروسہ کرکے اپنے آپ کو اقوی اور اعلم جاننے لگے۔

مصنف مخاطب اُس دوسرے قول علی مرتضیٰؑ پر آئندہ جس جگہ بحث کرینگے اُسی موقع پر ہم بھی حقیقت اُسکی دکھائینگے۔

اس جگہ مصنف جس کلام علی مرتضیٰؑ پر بحث کر رہے ہین اُسکے فقرۂ آئندہ کو یون ترجمہ کرتے ہین "یہ پانی گدلا ہی اور لقمہ ایسا کہ حلق بند ہوتا ہی اُس سے کھانے والے کا"

مصنف مخاطب اس فقرہ کے یہ معنی بیان کرتے ہین "یعنی خلافت مین راحت نہین ہی بلکہ سخت مصیبت ہی اور اُسکے فرائض کا ادا کرنا بہت مشکل ہی اور بہت بڑی جوابدہی کا کام ہی"

لیکن مصنف مخاطب کو اُس فقرہ کلام علی مرتضیٰ کا یون ترجمہ کرنا مناسب تھا وہ یہ پانی بدمزہ ہی اور ایسا لقمہ ہی کہ کھانے والے کے گلے مین اُس وجہ سے اچھو ہوتا ہی"

جب ذائقہ زبان کا درست نہین ہوتا تو پانی بدمزہ معلوم ہوتا ہی اور جب حلق مین قابلیت لقمہ نگلنے کی نہین ہوتی اور کوئی امر عارض ہوتا ہی تو اچھو لگ جاتا ہی - اس فقرہ مین تشبیہ دی گئی ہی خلافت کے چلانے والے سے - یعنی جس کے اپنے بازو مین قوت نہو اور اپنی ذاتی قابلیت نہ رکھتا ہو - اور اس کا کام دزبان اُس کا مذاق نہ رکھتا ہو اور وہ اُس کے قابل نہو اُس کو وہ کار خلافت مثل آب خوشگوار کے گوارا نہین ہو سکتا نہ اُس کے حلق سے لقمہ خلافت فرو ہو سکتا ہی جس سے مراد یہ ہی کہ کار خلافت ٹھیک نہین چل سکتا - اب مین اُسی مراد کو لیتا ہون جو مصنف مخاطب نے اختیار کی ہی - "وہ یعنی خلافت مین راحت نہین ہی بلکہ سخت مصیبت ہی اور اُسکے فرائض کا ادا کرنا بہت مشکل ہی اور بہت بڑی جوابدہی کا کام ہی"

سچ ہی کہ حضرت ابوبکرؓ مین ذاتی قابلیت اور لیاقت کار خلافت نہین تھی ان کے لیے یہ کار ایک مصیبت تھی اور اُس کے فرائض کا ادا کرنا اُنکو بہت مشکل تھا کہ وہ بڑی جوابدہی کا کام تھا - جس کسی مین ذاتی لیاقت کسی کار کی نہوگی اور وہ کام اُس کے سپرد کیا جاوے یا اُس کام کو وہ قبول کرے تو ہرگز وہ اُس کام کو ٹھیک ادا نہین کرسکتا جو کام ایسے لوگون کے سپرد ہوتے ہین یا وہ خود ایسے کام کو اختیار کرتے ہین ہمیشہ وہ کام خراب ہوتے ہین اور پیغمبرؐ نے اپنی زندگی مین

ہر ایک کا تجربہ کر لیا تھا اور [illegible] لیا تھا کہ کون کس کام کے لائق ہے [illegible] جس کا علم اور عمل [illegible] اور اُس کی لیاقت پسندیدہ تھی اُسی کو اپنی مرضی [illegible] اس کار [illegible] کے لئے منتخب کر لیا تھا اور اپنے ارشاد [illegible] اُس کو بتا دیا تھا اور ان تمام امور کی بنیاد آیات قرآنی میں موجود ہیں۔ اور اسی بنا پر علی مرتضیٰ نے فرمایا ہی کہ وہ فلاح پائی اُسنے جو اپنے بازو کی قوت سے اُٹھا اور جس کی قابلیت اور اُس کا مذاق درست نہو گا اُسکو اُس کار خلافت کا پانی بدمزہ معلوم ہو گا اور لقمۂ خلافت کا اُس کے گلے میں پہندہ ہو جاوے گا یعنے اُس سے وہ کام چل نہ سکیگا۔

کچھ شبہ نہیں ہی کہ اس فقرہ تشبیہی کے مصداق حضرت ابوبکر ہیں مصنف مخاطب پھر فقرہ آئندہ اُسی کلام علی مرتضیٰ کا یہ ترجمہ کرتے ہیں (وہ اور پھل چننے والا ایسے وقت میں جو اُن کی پختگی کا وقت نہیں ہی ایسا ہی جیسے کھیتی بونے والا ایسی زمین میں دبوئے) جو اُسکی نہیں تھا اور اس فقرہ سے یہ مستنبط کرتے ہیں کہ وہ اس قول سے ظاہر ہوتا ہی کہ جناب امیر علیہ السلام کو اپنی خلافت حاصل ہونے کا وقت معلوم تھا۔

لیکن اس فقرہ کلام علی مرتضیٰ سے ہرگز یہ مستنبط نہیں ہوتا ہی کہ علی مرتضیٰ کو اپنی خلافت حاصل ہونے کا وقت معلوم تھا اُس فقرہ کا منشا مطلب یہ ہی کہ پختگی سے پہلے پھل توڑنے والے کی حالت ایسی ہو گی کہ جیسے غیر کی زمین میں کوئی زراعت کرے۔ یعنی قبل از وقت پھل کا توڑنا اور دوسرے کی زمین میں زراعت کرنا رائگان ہی پھل کا توڑنا قبل رسیدگی کے خود اُس پھل کو بھی خراب اور ضائع کرنا ہی اور نیز

اُس سے کبھی تمتع حاصل نہیں ہو سکتا اور ایسے ہی کسی کی غیر زمین میں کاشت بیفائدہ ہے جس سے کوئی نفع حاصل نہیں ہو سکتا اور قبل از وقت پھل کا توڑنا یا کسی دوسرے کی زمین میں زراعت کرنا کسی دانا کا کام نہیں ہے اور ایسے کام کرنے والے کو ہر کوئی نادان کہیگا۔

یہ فقرہ بھی تشبیہی ہے حالت خلافت مسلمانان اور حضرت ابوبکرؓ کی خلافت قبول کرنے پر خود مذہب اسلام اور مسلمان تازہ تھے اور خلافت جو قائم ہوئی تھی وہ نارسیدہ تھی اور وہ پختہ نہیں ہو سکتی تھی جبتک کہ بارہ لائق اور اعلم لوگوں کے ہاتھ میں یکے بعد دیگرے نہ رہتی جیسا کہ پیغمبرؐ نے فرمایا ہے کہ جبتک بارہ خلیفہ قریش سے نہویں جس سے مراد ائمہ اہلبیتؑ ہیں دین اسلام عزیز (غالب) نہوگا۔

ایسی خلافت نارسیدہ اور غیر پختہ کا قبول کرنے والا عالم اور دانا ہوتا نہیں ہو سکتا حضرت ابوبکرؓ کے قبول کرنے والے ایسے تھے کہ جیسے قبل از وقت ناپختگی کے پھل توڑنے والے اور بجز اس کے کہ خلافت حق علی مرتضیٰؑ کا تھی زمین غیر میں زراعت کرنے والے۔ یہ مثال علی مرتضیٰؑ نے نہایت وضاحت فرمائی ہے جس سے علانیہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابوبکرؓ کو نہ حق پھل توڑنے خلافت کا تھا کہ وہ پھل ہنوز نارسیدہ اور غیر پختہ تھا اور قابل اُن کے توڑنے کے نہیں تھا کہ جس کو کوئی دانا توڑ نہیں سکتا تھا اور نہ وہ خلافت اُن کی زمین تھی جس میں وہ زراعت کرنے لگے تھے ایسی حالت میں حضرت ابوبکرؓ کی خلافت قبول کرنے کا جو نتیجہ ہو سکتا ہے وہ ظاہر ہے۔

اس فقرۂ کلام علی مرتضیٰؑ سے یہ استنباط مصنف مخاطب کا کہ جناب امیرؑ کو اپنی خلافت حاصل ہونے کا وقت معلوم تھا صحیح بے تعلق ہے۔

مگر مصنف مخاطب اپنے استنباط کی تائید کے لیے یہ کہتے ہیں کہ "یہ روایات کتب شیعہ سے بھی یہ ثابت ہی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ نے اپنی بی بی حفصہ ام المومنین کو راضی کرنے کے لیے یہ بشارت سنائی تھی کہ میرے بعد ابو بکرؓ خلیفہ ہونگے اُن کے بعد تیرا باپ عمرؓ"۔

اور تفسیر صافی سے عبارت نقل کرکے یہ ترجمہ کرتے ہیں "پس فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ و آلہ نے کہ بیشک ابو بکرؓ والی خلافت ہوگا میرے بعد پھر اُس کے تیرا باپ حفصہ نے پوچھا کہ یہ خبر تم کو کسنے دی ہی۔ رسول نے فرمایا کہ مجھے علیم خبیر نے خبر دی ہی"

مصنف مخاطب یہ بھی ظاہر کرتے ہیں کہ "تفسیر صافی میں بحوالہ تفسیر مجمع البیان اور تفسیر عیاشی امام باقر علیہ السلام سے یہی مضمون نقل کیا ہی" اور اُس پر یہ استدلال کرتے ہیں کہ "جس خلافت کی بشارت پیغمبرؐ نے اپنی بی بی کو راضی کرنے کے لیے سنائی وہ خلافت کیونکر ناجائز ہوگی پیغمبرؐ کی یہ شان نہ تھی کہ اپنی بی بی کو ایسی خبر سے خوش کرتے جو مرضی الٰہی کے خلاف ہوتی۔ چونکہ یہ امر تقدیری معلوم ہو چکا تھا اور یہ خبر مشہور ہو گئی تھی اب اگر صحابہ کو یہ حکم ہوا تھا کہ بعد رسولؐ کے علیؑ کو خلیفہ بنائیو تو اُسکے معنی یہ ہوئے کہ تقدیر الٰہی کو پلٹ دیجیو گویا یوں حکم کیا۔

خدا چاہتا ہی کہ دے بعد میرے خلافت ابو بکرؓ کو پھر عمرؓ کو
مگر تم علےؑ کو بلا فصل کیجیو بدل دیجیو حکم قضا و قدر کو"

مصنف مخاطب حاشیہ پر لکھتے ہیں کہ "علی بن ابراہیم قمی کی روایت کا حاصل یہ ہی کہ ایک مرتبہ رسول اللہ اپنی بی بی حفصہ ام المومنین کے

حجرہ میں گئے وہ اُنہین کی نوبت کا دن تھا ماریہ قبطیہ ہی خدمت کے لیے ساتھ تہین حفصہ کسی کام کے لیے گئی تہین اُسوقت مین رسول نے ماریہ سے خلوت کی حفصہ کو اسکی شکایت ہوئی تو رسول اللہ نے فرمایا کہ ای حفصہ تم خفا ست ہو مین نے آئندہ ماریہ کو اپنے اوپر حرام کرلیا اور مین تمسے ایک راز مخفی کہتا ہون اگر اس کا افشا کروگی تو اسد مبہث ناراض ہوگا حفصہ نے پوچہا وہ کیا راز ہی تو رسول اللہ نے فرمایا کہ میرے بعد ابوبکر والی خلافت ہوگا اُسکے بعد عمر حفصہ نے پوچہا تم کو کس نے خبر دی ہی تو رسول اللہ نے فرمایا کہ مجکو علیم خبیر نے خبر دی ہی۔

پس اگر ابوبکر پہلے خلافت کو قبول نہ کرتے تو پیغمبر کی خبر کی تکذیب ہوتی حالانکہ مومنین پر خبر پیغمبر صلعم کی تصدیق واجب ہی۔

مصنف مخاطب نے مسئلہ مرضی الٰہی خوشنودی خدا اور مسئلہ قضاء وقدر اور تقدیر اور مسئلہ جبر و اختیار پر یا تو غور نہین کیا جس کو ہم اپنے رسالجات ردشنی مین بقدر ضرورت بیان کرچکے ہین یا عمداً محض بے محل مغالطہ دینے کے لیے اس موقع پر اُسکی شان ظاہر کی ہی ۔ اور اس امر کو بہی خلط ملط کر دیا ہی کہ پیغمبر جو کسی امر حق کو ظاہر کرتا ہی اُسکی کیا شان ہوتی ہی اور بنظر حالت موجودہ کے لوگون کے خیالات اور طبائع سے آگاہ ہو کر جو کوئی پیشین گوئی کرتا ہی اور کسی واقعہ آئندہ کی خبر دیتا ہی اُسکی کیا صورت ہوتی ہی ۔؟

پیغمبر کا امر حق بیان کرنا ہدایت ہوتی ہی خواہ وہ اصول دین سے متعلق ہو خواہ فروع دین سے اور وہ اُن اوامر و نواہی کو جو خدا کی طرف سی اُسپر پہونچے تبلیغ کرکے اُسکی تعمیل کا حکم دیتا ہی اور یہ امر لوگون کے

فطرۃً اختیار میں رہتا ہی کہ اُن اوامر و نواہی پر عمل کریں یا نہ کریں۔
قرآن میں خدا نے وہ اوصاف بتائے کہ جن اوصاف کی وجہ سے قابلیت اور حق خلافت پیدا ہوئی ہی اور پیغمبر نے اُن اوصاف کا مصداق علی مرتضیٰ کو ظاہر کر کے بتا دیا کہ علی مرتضیٰ کی قابلیت اور حق خلافت کے واسطے ہی ہم اپنے رسالہ جات روشنی میں جا بجا دکھا چکے ہیں کہ۔ قران اور احادیث پیغمبر سے بخوبی واضح ہی کہ مسئلہ خلافت کے متعلق جسقدر امور ضروری تہے خدا اور پیغمبر نے اُس کی ہدایت امت کو کر دی۔ اور خدا کی اور پیغمبر کی جو کچھ مرضی اور خوشنودی تہی اُس کو اور جس کسی میں خلافت کی قابلیت تہی اُس کو بتا اور جتا دیا۔ لیکن یہ امر کہ بعد پیغمبر کے امت رسول جو کچھ خدا اور رسول نے امر خلافت اور اوصاف خلیفہ کے متعلق ہدایت کی تہی اُس کو مانیں یا نہ مانیں اور علی مرتضیٰ کو خلیفہ قبول کریں یا نہ کریں۔ امت کے اختیار میں تہا خواہ موافق مرضی اور خوشنودی خدا اور رسول کے جس کی ہدایت ہو چکی تہی وہ عمل کریں یا اُس سے انحراف اور تجاوز کریں۔ کہ انسان افعال خیر و شر کرنے کا فطرۃً مختار رہی۔ برخلاف ہدایت شان امر حق کے پیشین گوئی کی دوسری صورت ہی۔ کہ پیغمبر بنظر حالت موجودہ زمانہ کے اپنی امت کی عادت اور خصلت اور اُن کی خواہشات پر غور کر کے آگاہ کرتا ہی کہ بعد میرے کیا حالت میری امت کی ہوگی۔ اور خبر دیتا ہی کہ بعد اُس نبی کے کس کس قسم کے واقعات پیش آئینگے۔ خواہ وہ حالت کسی کے لیے اچھی ہو اور کسی کے لیے بری اور وہ واقعات مسرت خیز ہوں یا درد انگیز۔ اور خدا اور رسول کی مرضی اور خوشنودی کے موافق ہوں یا مخالف۔ اور اقتیاز اُس حالت اور اُن واقعات کا کہ وہ خیر ہی یا شر اسی امر پر موقوف ہوتا ہی کہ وہ حالت اور واقعات

آئندہ موافق مرضی اور خوشنودی خدا اور رسول کے ہیں یا نہیں - اگر اپنی حالت امت ایسی بنانے والی ہی اور قوم اپنی نفسون سے اپنے آپ کو متغیر کرنے والی ہی (کہ خدا کسی قوم کو متغیر نہیں کرتا ہی بلکہ اُس قوم کے نفس جیسا کہ خود خدا نے فرمایا ہی) یا ایسے واقعات پیش کرنے والی ہی کہ جو مخالف مرضی اور خوشنودی خدا اور رسول کے ہون ایسی حالت اور واقعات مذموم ہوتے ہین اور جو حالت اور واقعات موافق مرضی اور خوشنودی خدا اور رسول کے ہون وہ ممدوح ہوتے ہین -

ہمکو اس موقع پر اُن بعض پیشین گوئیون اور اخبار آئندہ کے نظر آیاد دلانے کی ضرورت ہی جو حالت اور واقعات مذموم سے متعلق ہین -

پیغمبرؐ نے فرمایا ہی کہ بعد میرے میرے اصحاب احداث دین مین کرینگے اور فتنے برپا ہونگے" ایسی احادیث پیغمبر ہم اپنے رسالہ جات روشنی مین پہلے بعض موقعون پر خود کتب اہل سنت سے لکھ چکے ہین[1] اور کچھ شبہ نہین ہی کہ یہ پیشین گوئیان اور اخبار آئندہ - حالت اور واقعات مذموم سے تعلق رکھتے ہین اور جو لوگ ایسی حالت اور واقعات پیش لاوین وہ کسی طرح ممدوح نہین ہو سکتے -

ایسی پیشین گوئیان اور اخبار آئندہ اسی واسطے پیغمبرؐ نے فرمائی ہین کہ لوگ احداث اور فتنے برپا کرنے سے باز رہین - اور ایسے ارشادات پیغمبر صرف بغرض نہی اور اجتناب کے اُس مذموم حالت اور واقعات سے صادر ہوئے ہین - یہ غرض نہین ہی کہ لوگ بعد پیغمبرؐ کے اُن احداث کو عمل مین لاوین اور ان فتنون کو برپا کرین اور وہ عمل اُنکا صحیح ہوگا اور اُن احداث اور فتنون کا برپا کرنا واجب یا جائز سمجھا جاویگا -

[1] جلد اول

جس روایت کتب شیعہ پر مصنف مخاطب نے استدلال کیا ہی وہ روایت خبر واقعہ آئندہ کی ہی جسمین پیغمبرؐ نے یہ نہین فرمایا کہ وہ واقعہ امر حق ہوگا۔ اور نہ حضرت ابوبکرؓ اور عمرؓ مین اوصاف قابلیت خلافت کے کبھی بیانؔ پیغمبرؐ نے فرمائے نہ اس واقعہ کے خبر دینے کے وقت پس ضرور یہ خبر آئندہ واقعہ مذموم کی ہی۔ اور جب اوصاف قابلیت خلافت کے پیغمبرؐ بارہا علی مرتضیٰؑ مین بتا اور جتا چکے تھے اور خدا کی اور اپنی مرضی اور خوشنودی بہت موقعون پر علی مرتضیٰؑ کے لیے ظاہر کر چکے تھے تو کیسے ہو سکتا ہی کہ خلاف اُسکے حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کو خلافت کا مل جانا قابل مدح ہو بلکہ ہر آئینہ اُس کا اظہار بحیثیت ذم کے ہی۔ اور یہ ارشاد پیغمبرؐ در حقیقت تفصیل اور شرح تھی اسی اخبار آئندہ پیغمبرؐ کی جس مین اُنھون نے فرمایا ہی کہ "بعد میرے میرے اصحاب احداث کرینگے اور بعد میرے فتنے برپا ہونگے"۔ جس مین اجمال تھا کہ کون احداث کرے گا اور کس امر مین احداث کرے گا۔ اور کون فتنے برپا کرے گا اور کس امر کے لیے فتنے برپا ہونگے اُن اخبارات مجمل مین نہ کسی صحابی کا نام تھا نہ اُس چیز کا نشان تھا جس مین کہ وہ صحابہ احداث اور فتنے برپا کرنے والے تھے اور جس چیز مین کہ فتنے اور احداث ہونے والے تھے۔

اس تفصیلی خبر احداث اور فتنے برپا کرنے مین چونکہ نام احداث اور فتنے برپا کرنے والون کے تھے اور اُس خبر کا نشان بھی تھا کہ جس مین احداث اور فتنے ہونے والے تھے اسی واسطے پیغمبرؐ نے بی بی حفصہ کو منع کیا تھا کہ وہ اس خبر کو جو حضرت ابوبکر اور عمر کے لیے مذموم تھی کسی دوسرے پر ظاہر کرکے فاش کرین کہ حضرت ابوبکر اور عمر کو امر خلافت مین خود اُن دونون کی نسبت مذموم خبر ہونا خلاف مصلحت اور اخلاق پیغمبرؐ کے تھا لیکن بی بی حفصہ

صاحبہ کو اس قدر تاب کہان تھی کہ وہ اس خبر کو جس مین بی بی عائشہ صاحبہ
اُن کی بھینلی مقدم تھین کہ اُن کے پدر بزرگوار اول خلیفہ ہو جانے والے
تھے بی بی عائشہ صاحبہ سے چھپاتین۔ ان دونون کی اور اُن کے پدران
بزرگوارون کی خواہش اور آرزو یہی تھی کہ خلافت کسی طرح سے اُن کے ہاتھ
لگ جاوے گو اس مین اُن کا عمل کیسا ہی ہو کہ اُن دونون بیبیون کی خوشی
اسی مین تھی اور اُن دونون کے پدر ان بزرگوار ایسی خبر پر خوش ہونے والے
تھے جن کو کچھ پروا خبر مذموم کی نہین تھی۔ اور اسی خوشی نے پیغمبر کے بھی افشار
خبر پر کچھ اعتنا ہونے دیا اور جب بی بی حفصہ صاحبہ سے بی بی عائشہ صاحبہ
کو اس خبر سے آگاہی ہو گئی تھی تو چاہیے یہ تھا کہ اپنے ابوین کو خلافت کے
لینے سے منع کرتین اور اُن کے بزرگ ابوین کو جب اُس خبر کا علم ہو گیا تھا۔
تو اُن پر بھی لازم تھا کہ وہ خود خلافت کے لینے سے انکار کرتے اور واقعہ
مذموم کو اپنے عمل سے صادر ہونے دیتے کہ یہ امر بالکل اُن کے اختیار مین
تھا۔ خدا اور رسول کو امر خلافت کے متعلق امر و نہی سے جو حکم و ہدایت ضروری
تھا اُس کا اظہار کر دیا گیا۔ فطرتی اختیار جو خدا نے انسان کو عمل خیر اور شر کا
دیا ہی اُس پر صدور فعل کے وقت توجہ کرنے کا انسان مختار ہی لیکن حکیم صانع
کی حکمت مقتضی اس کی نہین ہوتی کہ خلاف فطرت انسان کو کسی عمل خیر یا
شر سے روکے۔ کہ ایسی توجہ طرف امر محال کے ہوتی ہی اور فعل محال کی طرف
توجہ عبث ہی جس کو کوئی حکیم دانا پسند نہین کر سکتا ہی۔

پیغمبر نے اس روایت مین جو خبر دی ہی جسکا ترجمہ مصنف مخاطب نے کیا ہی

ان ابا بکر یلی الخلافۃ بعدی ثم بعدہ ابوک	بعد فرمایا رسول نے کہ بے شک ابوبکر والی خلافت ہوگا میرے بعد

پھر اُس کے بعد تیرا باپ (عمرؓ) والی خلافت کی جگہ ترجمہ ہونا چاہیے تھا۔ کہ مل جاویگی خلافت ابوبکر کو۔ اور والی خلافت کے بھی یہ معنی ہیں کہ بادشاہ ہو جانا یا متصرف ہو جانا پادشاہت پر۔ پیغمبرؐ نے اپنے اس ارشاد میں کوئی کلمہ ایسا نہیں فرمایا کہ بی بی عائشہ کے باپ یا بی بی حفصہ کے باپ اوصاف خلافت یا اوس کا استحقاق رکھتے ہیں بلکہ پیغمبرؐ نے جو کلمہ اپنے اس ارشاد میں فرمایا ہے وہ اس واقعہ کے سوال کا جواب ہو سکتا ہی کہ ”اے پیغمبرؐ آپ کے بعد کون بادشاہ سلطنت مسلمانوں کا ہوگا“ اُس کا یہ جواب ہی کہ ”بے شک ابوبکرؓ والی خلافت ہوگا میرے بعد اور بعد اُس کے عمرؓ“ جس سے ظاہر ہی کہ تعلق اُس کا ایک واقعہ کے اظہار سے ہی اور وہ ارشاد پیغمبرؐ خبر ایک واقعہ آئندہ کی ہی۔

پیغمبرؐ کا یہ کلمہ ارشاد ”کہ بعد میرے بے شک ابوبکر والی خلافت ہوگا اور بعد اُس کے عمرؓ“ جواب اس سوال کا نہیں ہو سکتا کہ ”اے پیغمبرؐ استحقاق خلافت کے لیے کیا اوصاف ہیں اور بعد آپ کے کون مستحق ولایت خلافت کا ہی“ جس سے ظاہر ہو جاتا ہی کہ پیغمبرؐ کا وہ ارشاد متعلق استحقاق ولایت بادشاہت کے نہیں ہی۔ بلکہ وہ خبر ایک واقعہ مذموم کی ہی جس سے لوگوں کو پرہیز کرنا لازم تھا۔

جیسا کلمہ خبر ظہور ایک واقعہ کا اس روایت میں ہی ویسا ہی کلمہ اوس روایت میں ہی جس کو صاحب تفسیر صافی نے تفسیر مجمع البیان سے نقل کیا ہی اور جس کا ذکر مصنف مخاطب کرتے ہیں۔ وہ فقرہ یہ ہی کہ ”جب پیغمبرؐ نے حرام کر لیا ماریہ قبطیہ کو اپنے اوپر اُس وقت خبر دی پیغمبرؐ نے حفصہ کو اَنَّه يملك من بعده ابوبكر و عمر“ بے شک بات یہ ہی کہ مالک ہو جاوینگے

بعد اُس پیغمبرؐ کے ابوبکر و عمرؓ بے شبہ یہ خبر ایک ایسے واقعہ کی تہی جو خوش کرنے والی بی بی حفصہ کو اور مغموم کرنے والی پیغمبرؐ کو تہی لیکن وہ واقعہ مذموم یون ہی پیش آنے والا تہا اس لیے پیغمبرؐ مجبور رہتے تھے کہ جو کچھ واقعہ پیش آنے والا ہو اُس کی خبر دین گو وہ پیغمبرؐ کو مغموم اور غنیمۂ اہلبیت پیغمبرؐ کو مسرور کرنے والا ہو۔

یہ واقعۂ مذموم پیغمبرؐ کو مغموم اور غیر اہلبیت پیغمبرؐ کو مسرور کرنے والا اس وجہ سے تہا کہ وہ شرح واقعات احداث دین اور فتنے برپا کرنے کی ہے۔ کیا ان احداث صحابہ سے جو دین اسلام مین پیدا اور مسلمانون مین فتنے بعد پیغمبرؐ برپا ہوں پیغمبر معصوم نہین ہو سکتے تہے۔ نہین وہی لوگ اُن احداث اور فتنے سے مسرور اور اُس سے ذاتی تمتع عزت اور دولت کا حاصل کر سکتے تہے جو خلاف پیغمبرؐ راہ چلنے والے ہوں۔ ایسے احداث اور فتنے برپا ہونے کی تفصیل امر خلافت اور خلفاء مابعد نبیؐ کے لیے کتب اہلسنت مین موجود ہی جسمین حالات اور واقعات مذموم کی خبر پیغمبرؐ نے دی ہی اور مجلدات سابق مین ہم بہت کچھ روایات لکھہ چکے ہین۔

تفسیر کبیر مین تحت سورۂ قدر کی اس آیت کے

لیلۃ القدر خیر من الف شھر ۚ } لیلۃ القدر بہتر ہی ہزار مہینہ سے قاسم سے بسلسلہ رواۃ یہ روایت ہی

راوی کہتا ہی کہ مین نے حسن بن علیؑ سے کہا کہ اے سیاہ کرنے والے منہہ مسلمانون کے تونے قصد کیا اُس کی طرف اور بیعت کی تونے تقدیم کر کے اُنکی بیٹے معاویہ کی۔ پس فرمایا اُن علیہ السلام نے۔ بے شک رسول اللہ نے دیکہا اپنے خواب مین بنی امیہ کو کہ اُچہلتے ہین ایک بعد

ایک کے - اور ایک روایت مین ہی کہ - کودتے ہین اوپر منبر اُس (پیغمبر) کے دونا پسند دل کا - اور ناگوار گذرا وہ اوپر اُس (پیغمبر) کے پس نازل کیا اسد نے انا انزلناہ فی لیلۃ القدر اس قول تک خیر من الف شہر - یعنی مالک ہوئے تھے بنی امیہ واسطے جس ہزار مہینہ کے بنی امیہ مالک ہونے اُس سے بہتر ہی ایک رات قدر کی جو ہم نے نازل کی ہی علی اور ائمہ اہلبیت کے لیے) قاسم کہتا ہی پس حساب کیا ہم نے مالک ہونے بنی امیہ کا تو وہ ہزار مہینہ ہین "

یہ یاد رکھنا چاہیے کہ حضرت عثمان بنی امیہ کے مسن سردار اور اول خلیفہ ہین جب اہل سنت نے دیکھا کہ بنی امیہ کی مثال ایسے جانوروں سے دی گئی ہی جو بعض حرکات انسانون کی سی کرتے ہین اور درحقیقت انسان نہین ہین اور اُن کی مملکت پیغمبر پر شاق گذری ہی اور وہ خوش ہوتے ہین اُس امر سے جو پیغمبر کو ناپسندیدہ ہوا ہی اور اُن کو اپنا خلیفہ اور امیر بنایا ہی تب اُن کی مدح کی حدیثین وضع کرنی شروع کر دین - چنانچہ اس حدیث سے باطل اور وضعی ہونا اس روایت کا ظاہر ہو جاتا ہی جو اہل سنت کے یہان منقول ہوئی ہی " بہتر زمانہ یا لوگ یا امت میری وہ سب جو میرے زمانہ سے نزدیک ہون - پھر وہ لوگ ہین جو اُن سے متصل ہون پھر وہ لوگ ہین جو اون سے متصل ہون - یعنی پھر وہ لوگ ہین جو والی ہون اُنکے بعد پھر وہ لوگ ہین جو والی ہون اُنکے بعد (واضح رہے کہ اصل لفظ عربی یلونہم ہی جسکے معنے پہنچنے والی کے بتائے اُسی اعتبار سے کہ جس اعتبار سے مصنف مخاطب نے وے ان یلے " کا ترجمہ روایت کتب شیعہ سے اسی بحث مین کیا ہی کہ ابوبکر والی خلافت ہوگا " اور جسکی مراد یہ ہی کہ مل جاوے گی خلافت ابوبکر کو "

مخفی نہ رہے کہ اصل مصداق علی اور بلونہ سو کا ولی اور ولایت ہی -) اس
حدیث کے اعتبار سے خلفاے اربعہ اور بنی امیہ اور بنی عباس خلیفہ برحق
قرار پاتے ہین - اور درحقیقت اہلسنت اسی حدیث وضعی کے اعتبار
سے فضل ہر ایک صحابی و تابعین صحابی اور تبع تابعین کے قائل ہوئے ہین
(اہل سنت کی اصطلاح مین تابعین اُنکو کہتے ہین جنہون نے کسی صحابی
پیغمبر کو دیکھا ہو اور جس نے اُس صحابی کے دیکھنے والے کو دیکھا ہو اُن کو
تبع تابعین کہتے ہین -)

جامع الاصول مین جہان تذکرہ عبد الملک بن مروان کا جو خلفاے
بنی امیہ سے تہا لکہا ہی - وہان یہ کہا ہی "وہ قرشی اموی تابعین مین سے
مدینہ کے اور اُس کے فقہا ر سے تہا اُسنے شام مین سکونت اختیار کی اور
دیکہا تہا اُسنے عثمان بن عفان کو" اسکے پیچہے یہ مضمون چہپا ہی یہ تحقیق
سنا مین نے بارہا بے شک بنی امیہ مذمت کیے گئے ہین بضرورت اسلام
اور اعتراف خاص وعام کے اور تحقیق کثرت سے آیات اور اخبار صریحہ اُنکے
بارہ مین وارد ہوئے ہین اور بہت حرکات اور نشان قبیحہ اُنسے صادر
ہوئے ہین ایک آیت یہ ہی -

"وما جعلنا الرؤيا التي اريناك الا فتنة للناس والشجرة الملعونة في القرآن"

اور نہین کردانا ہم نے خواب کو ایسے کہ دکہائے ہم نے تجکو مگر فتنہ (آزمائش) ہی لوگون کے واسطے اور درخت ملعونہ قرآن مین (اسسے وہ خواب پیغمبر (جسکا ذکر حضرت امام حسن علیہ السلام سے اوپر نقل ہوا ہی) اور درخت ملعونہ جو قرآن مین ہی فتنہ ہی لوگون کے لیے "

اور احادیث سے ایک وہ حدیث ہی جو کشاف مین ہی "بیشک دیکھا پیغمبر صلے اللہ علیہ و آلہ و اصحابہ و سلم نے خواب مین کہ تحقیق اولاد حکم کی دست بدست گھماتے ہین منبر اُس (پیغمبرؐ) کو جیسے کہ دست بدست گھماتے ہین لونڈے گیند کو۔ اور شارحین نے کہا ہی کہ اولاد حکم سے مراد خاندانی بچون حکم سے ہی اور وہ جدا علی حضرت معاویہ اور یزید کا تھا اور جو کچھ اُنھون نے حسنؑ اور حسینؑ سے کیا وہ تفسیر اس خواب کی ہی"

اور صاحب تفسیر نیشاپوری نے جو روایت عطا مین ہی یہ نقل کیا ہی کہ "بیشک رسول اللہ صلے اللہ علیہ و آلہ و اصحابہ وسلم نے دیکھا خواب مین بنی امیہ کو کہ کودتے ہین اوپر منبر اُس (پیغمبرؐ) کے کودنا بندرون کا پس برا معلوم ہوا یہ اُس پیغمبرؐ کو"

اور بیان شجرہ ملعونہ مین ابن عباس سے یہ روایت لی ہی کہ "شجرۂ ملعونہ بنی امیہ ہین۔ اور اس روایت کو تفسیر کبیر مین کچھ زیادتی کے ساتھ فخر رازی نے بھی نقل کیا ہی"

ابن ماجہ نے یہ روایت لی ہی۔ راوی کہتا ہی کہ "درمیان اس کے کہ ہم پیغمبرؐ کے پاس بیٹھے تھے ناگاہ ایک جوان[1] بنی ہاشم سے سامنے آیا پس جس وقت اُنھون نے دیکھا اُس کو ڈبڈبا آئین دونون آنکھین اُس پیغمبرؐ کی اور متغیر ہو گیا رنگ اُس پیغمبرؐ کا۔ راوی کہتا ہی کہ مین نے کہا کہ مین نے کبھی آپ کے چہرہ کو ایسا نہین دیکھا کہ ہمکو ناخوشی ہو پس فرمایا اُس پیغمبر نے کہ ہم اہلبیت ہین کہ اختیار کیا اللہ نے واسطے ہمارے آخرت کو اوپر دنیا کے اور بیشک اہلبیت میرے قریب ہی کہ دیکھین گے بعد میرے بلائے شدید کو اور حالت پٹپک دیے جانے کو یہان تک کہ آوے

[1] نام جوان بنی ہاشم عمداً ترک کیا گیا ہی مگر یقیناً وہ مرد اہلبیت پیغمبر سے ہوگا جیسا کہ آئندہ مضمون روایت سے ظاہر ہی۔

ایک قوم مشرق کی طرف سے جن کے ساتھ سیاہ جھنڈے ہونگے اور مانگیں گے وہ خیر (بھلائی) کو پس وہ اُن کو نہ دی جائے گی پس وہ کشت و خون کرینگے اور نصرت پائینگے پس دیا جائے گا اُن کو جو کچھ کہ وہ مانگتے تھے پس نہیں قبول کرینگے وہ اُس کو یہان تک کہ وہ حوالہ کردین اُس (خلافت فی الارض) کو طرف ایک مرد کے میرے اہلبیت سے پس بھر دیگا وہ اُس کو عدل سے جیسے کہ بھر دیا ہوگا اُنہون نے اسکو جور سے"

اور حاکم نے صحیح یہ حدیث لی ہی کہ پیغمبر صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ بے شک اہل بیت میرے کو قریب ہی کہ وہ دیکھین بعد میرے امت کے ہاتھ سے قتل اور پراگندہ ہونا اور بے شک شدید ترہماری قوم سے ہمارے واسطے بغض ہی بنی امیہ اور بنی مغیرہ اور بنی مخزوم کا"

بیضاوی نے اپنی تفسیر مین نقل کیا ہی کہ خواب مین دیکھا رسول اللہ ؐ نے ایک گروہ کو بنی امیہ سے چڑھتے ہین منبر پر اُس (پیغمبرؐ) کے اور کودتے ہین وہ اُس پر کودنا بندرون کا۔ اور فرمایا کہ وہ حصہ اُن کا ہی دنیا سے دیا گیا اُن کو بدلے اُن کے اسلام کے۔ اور اس بنا پر مراد قول خدا کی کہ ؏ مگر فتنہ ہی واسطے لوگون کے اس سے ہی کہ جو کچھ احداث کیا اُنہون نے اپنے زمانہ مین اور و الشجرۃ الملعونۃ فی القران۔ عطف ہی اوپر رویا (خواب) کے"

ان اخبارات آئندہ اور پیشین گوئیون پیغمبرؐ سے جو صحت کے ساتھ اہل سنت کے یہان منقول ہوئے ہین صاف ظاہر ہی کہ پیغمبرؐ نے اپنی امت کو آگاہ کیا تہا کہ بنی امیہ پیغمبرؐ کے منبر پر اوچھل کود لگاوینگے اور وہ مالک اُس خلافت کے ہو جاوینگے جس کو پیغمبرؐ بعد اپنے چھوڑنے والا تہا۔ اور وہ اخبار اور پیشین گوئیان پیغمبرؐ کی از روے آیات قرآنی کے

ہتین۔ اور جیسے کہ پیغمبرؐ نے اس واقعہ آئندہ کی خبر دی تھی ویسے ہی وقوع مین آیا۔

پس بنی امیہ کے لیے بشارت اور خوشخبری اُس خلافت کی (جو سلطنت چھوڑی ہوئی) پیغمبرؐ کی تھی موافق مذاق مصنف مخاطب کے مصداق ہو سکتی ہی کہ جس مین بنی امیہ اور خلافت کے لے لینے مین اور متصرف ہونے مین حضرت عثمان داخل ہین بلکہ اُن کی وجہ سے بنی امیہ مین خلافت کی بنیاد پڑی ہی اور اُن کے بعد درحقیقت دست بدست بنی امیہ کو ملتی رہی ہی کہ بعد حضرت عثمان کے حضرت معاویہ نے اپنے آپ کو خلیفہ مستقل قرار دیا۔ اور اُن کے بعد حضرت یزید اور حضرت مروان اعلی درجہ کے خلیفہ اور مالک خلافت ہوئے وہان تک کہ جب اُس خاندان سے خلافت بنی عباس نے نکالی اور خود مالک ہوئے۔

لیکن درحقیقت یہ اخبار آئندہ اور پیشین گوئی پیغمبرؐ کی بنی امیہ کے لیے بشارت اور خوش خبری نہین ہو سکتی کیونکہ اُن اخبار سے اُن کی مذمت اور اُس واقعہ کے مذموم ہونے کی خبر ہی جس سے اُن لوگون کو اجتناب کرنا لازم تھا۔ اور بنی امیہ کی اور اُس واقعہ کی مذمت اسی وجہ سے ہی کہ وہ خلافت اور سلطنت حق اہلبیت پیغمبرؐ تھا اور اہل بیت پیغمبرؐ اُس کی قابلیت رکھتے تھے اور بنو امیہ اُس کی نہ قابلیت رکھتے تھے نہ اُن کا حق تھا اور باوجود اس کے خلاف مرضی خدا و رسول وہ اس خلافت پر تصرف کرنے اور خلافت کے والی اور مالک بن جانے والے تھے اسلیے اُن کی مذمت اور اُس واقعہ کے مذموم ہونے کی خبر دی گئی ہی ایسے اخبار اور پیشین گوئی سے بنو امیہ کی خلافت جس کے اول خلیفہ

حضرت عثمان مین جائز نہین ہو سکتی بلکہ صریح ناجائز اور مذموم ہی۔ اور نہ ایسی خلافتون کے وقوع مین آنے سے جس کے وقوع کی خبر دی جا چکی ہی یہ لازم آتا ہی کہ یہ امر تقدیری ایسا تہا کہ حکم خدا یون ہی تہا خلاف ما سبقے تقدیر الٰہی کا پلٹ دینا یا حکم قضا وقدر کا بدل دینا تہا یا مجرد اُس کے وقوع سے وہ امر وقوعی تقدیری یا تقدیر الٰہی یا حکم قضا و قدر سمجہا جاوے اور اُس سے وہ واقعہ جائز قرار پاوے۔

جن امور مین کہ انسان مختار ہی اُس کے لیے خود اعمال اُس کے مقدر ہو جاتے ہین خلافت کے لے لینے مین خود اُن کا اختیار تہا چاہتے لیتے چاہتے نہ لیتے اور معاویہ یا یزید کی طرح چہوڑ دیتے یہ ظاہر کر کے کہ وہ خلافت حق اہلبیت پیغمبرؐ ہی اور دیگر مسلمانون کو بہی لازم تہا کہ بنو امیہ کو خلیفہ قبول نہ کر لیتے بلکہ سب مسلمانون کو لازم تہا کہ متفق ہو کر اہل بیت پیغمبرؐ کو خلیفہ قبول کرتے لیکن جن بنو امیہ نے خلافت کو لے لیا اور جن مسلمانون نے اُن کو خلیفہ قبول کیا اُنہون نے (خلاف مرضی اور خوشنودی خدا کے جو ظاہر ہو چکی تہی) اپنے اختیار سے ایسا عمل کیا جو مذموم تہا اور عمل قابل مدح کو اختیار نہین کیا اس لیے وہ فعل اور عمل اُنکا مذموم قرار پایا۔

جو کفار کہ عہد پیغمبرؐ مین ایمان نہین لائے یا اب تک ایمان نہین لاتے ہین اُن کی نسبت یہ کہا جا سکتا ہی کہ یہ امر تقدیری تہا اور ہی اور حکم خدا یون ہی تہا اور ہی۔ اور خلاف اُس کے ہونا تقدیر الٰہی کا پلٹ دینا یا حکم قضا و قدر بدل دینا ہی یا اُن کا ایمان نہ لانا تقدیر الٰہی اور حکم قضا و قدر ہی اور وہ امر اُن کے لیے جائز ہی جس کا نتیجہ یہ ہو گا کہ وہ کسی سزا کے قابل

دنیا اور آخرت میں قرار نہ پاوینگے۔ اور جو کوئی اُن سے سزا کی وعید کرے یا اُن کو سزا دے وہ ظالم ہی۔

پیغمبرؐ نے جو اخبار احداث اور فتن کے بالاجمال فرمائے ہیں عیسے اس کی تفصیل اہل سنت کے یہان بنوامیہ کے لیے امر خلافت کے متعلق جیسے حضرت عثمان پیشرو اُن کے ہین خود پیغمبرؐ سے لی گئی ہی جو اُس واقعہ سے علاقہ رکھتی ہی جس کو پیغمبرؐ نے بعد اپنے وقوع مین آنا ظاہر فرمایا ہی یعنے بنوامیہ کی خلافت بعد پیغمبرؐ احداث اور فتنہ ہی۔ ویسے ہی کتب شیعہ مین وہ روایات ہین جنمین پیغمبرؐ نے تفصیلا احداث اور فتنہ کو بیان فرمایا ہی کہ بعد میرے والی اور متصرف اور مالک خلافت ابوبکرؓ اور عمرؓ ہو جاوینگے کسی احداث اور فتنہ کو تفصیل سے فرمانا پیغمبرؐ کا بشارت اور خوشخبری احداث اور فتنے برپا کرنے والون کے لیے نہین ہوسکتی۔ بلکہ وہ احداث اور فتنے خود احداث اور فتنے ہی ہونگے نہ کچھ اور۔

اب مین یہ بتاتا ہون کہ حضرت ابوبکرؓ اور عمرؓ کا خلافت و سلطنت رسولؐ کا لے لینا اور اُس کو رسولؐ کے اہلبیتؑ سے نکالنا کیونکر احداث اور فتنہ قرار پاتا ہی۔

یہ ظاہر ہی کہ امارت قوم اور حفاظت اور اہتمام خانہ کعبہ خاندان رسالت مین[له] مدت سے چلا آتا تھا اور باعتبار معاملہ ملکی کے بھی وہ حق اہلبیت پیغمبرؐ قرار پا گیا تھا۔ اگر پیغمبرؐ ایسی رائے رکھنے والے ہوتے یا اُن کی ایسی مرضی ہوتی کہ وہ حق خلافت اہل بیت پیغمبرؐ سے نکل جاوے یا پیغمبرؐ کے اہل بیت اُس حق سے محروم ہو جاوین تو صریح ہی کہ ایسا امر قطعی بداخلاقی حق مین اُن کے اہلبیتؑ کے تھی۔

[له] دیکھو صفحہ ۳۲۳ جلد پنجم رسالہ روشنی

(یہ یاد رکھنا چاہیے کہ پیغمبرؐ کی مرضی خدا کی مرضی اور خوشنودی کے موافق تھی) جو کوئی ایسا مسئلہ مذہب اسلام میں قبول کرنے والا ہوگا کہ پیغمبرؐ اپنے اہلبیت کو اُن کے حق سے محروم کرنے والے تھے وہ پیغمبرؐ کو بداخلاق اور مذہب اسلام میں بداخلاقی کے مسائل ماننے والا ہوگا۔

اسی بنا پر اوصاف امامت علی مرتضیٰؑ میں دیکھ کر پیغمبرؐ نے بتا اور جتا دیا تھا کہ کار خلافت پیغمبرؐ بعد پیغمبرؐ بنفس نفیس علی مرتضیٰؑ جو داخل اہل بیت پیغمبرؐ ہیں اور اہلبیت پیغمبرؐ چلانے والے ہیں۔ یہ بھی ضرور تھا کہ وقت وفات پیغمبرؐ وہ امام خلافت معین اور موجود ہو تاکہ وقت وفات رسولؐ سے وہ امام اپنے کام میں مشغول ہو اور جو امور کہ وقت وفات رسولؐ سے وقوع میں آویں اُن کو طے اور اُن کا انصرام اور جو جرائم لوگوں سے سرزد ہوں اُن کا تدارک کرے۔

چنانچہ سب سے پہلے جو امام کا کام تھا وہ یہ تھا کہ پیغمبرؐ کی تجہیز و تکفین میں مشغول ہوئے اور قرآن کو جمع اور مرتب کرے جس کے احکام رعایا پر نافذ ہو سکیں۔

اگر یہ امر قبول کیا جاوے کہ وقت وفات رسولؐ امام معین اور موجود نہو اور بعد وفات رسول امام اور جانشین اُس کا معین اور پیدا کیا جاوے تو اس میں بڑی قباحت لازم آتی ہے۔ کہ وقت وفات رسولؐ سے وقت تعیین خلیفہ تک امت رسولؐ بے سردار کے رہیگی۔ اور کوئی پیغمبرؐ کی تجہیز و تکفین کا کرنے والا اور اس مدت میں جو واقعات اور جرائم پیش آویں اُن کا طے اور انصرام اور تدارک کرنے والا نہوگا۔ اور نہ کوئی ذمہ دار اُن امور اور واقعات کے تدارک کا ہو سکتا ہے۔ اسقدر مدت

تک ہر متنفس کا نفس حاکم رہے گا اور اُس خلیفہ مابعد کو کوئی حق تدارک اُس مدت کے بابت نہ ہوگا ۔

دیکھو وقت وفات پیغمبرؐ سے حضرت ابوبکر کے سقیفہ بنی ساعدہ مین سعین اور کل امت رسول مین مسلم اور مقبول ہوئے خلیفہ تک کسقدر زمانہ گذرا اور اُس وقت سے حضرت ابوبکر کو منصب کار خلافت پیدا ہوا اگر علی مرتضیٰ عین وقت وفات رسول فکر اور تدبیر تجہیز و تکفین پیغمبرؐ کی نکرتے تو بآسانی سمجھ مین آسکتا ہے کہ پیغمبرؐ کی لاش کا کیا حال ہو جاتا ؟

اور ایسے ہی جمع قرآن اور اُس کی تکمیل ترتیب جس نوعیت سے کیگئی جو عہد حضرت عثمان مین ختم اور تمام ہوئی اور اُسپر غور کامل اور علم تمام نہونے کے باعث اجراے احکام خداوندی مین کیا کیا دشواریان اور مشکلین پیش آئین جس کو علی مرتضیٰؑ حل کرتے رہے اور جہان علی مرتضیٰؑ سے نہ پوچھا یا جہان اُن کو دخل کا موقع نہ ملا یا جہان اُن کی بات کو نہ مانا گیا وہان کیا کیا خطائین اور غلطیان ہوئین ؟

کل امت کو لازم تھا کہ عین وقت وفات رسولؐ کے جبکہ علی مرتضیٰؑ (جس کو پیغمبرؐ اپنا امام اور جانشین اور چلانے والا کار خلافت کا بتا یا اور جتا گئے تھے) موجود تھے تو کوئی دوسری فکر اور تدبیر خلیفہ اور امام بنانے کی نہ کی جاتی جس کی کوئی ضرورت نہین تھی لیکن جب لوگون نے حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ کو اور بعد شہادت علی مرتضیٰؑ کے بجائے اہلبیت پیغمبرؐ کے بنی امیہ اور بنی عباس کو خلافت بتائے اور جتائے اور مرضی اور خوشنودی خدا اور رسول کے خلیفہ بنایا ۔ اور خلافتین اُنہون نے لے لین اور اہل بیت پیغمبرؐ کے ساتھ وہ سلوک کیے جس کی پیغمبرؐ نے خبر

دے گئے تھے اور جس کی تصدیق علمائے اہلسنت نے کی ہی اور کتب تواریخ اہلسنت جس سے مالامال ہین۔ تو یہ تمام خلافتین احداث اور فتن نہین تو کیا ہی؟ اور کیا کتب فریقین مین جو احادیث اور روایات منقول ہوئے ہین اُن سے ان خلافتون کے وقوع مین آنے سے پورا ہونا پیشین گوئی کا جو احداث اور فتن کے متعلق پیغمبر فرما گئے تھے لازم نہین آتا ہی۔ اس حقیقت کے ظاہر ہونے بعد بے حقیقتی استدلال مصنف مخاطب کی صریح واضح ہو جاتی ہی اور صاف نمایان ہو جاتا ہی کہ پیغمبر نے جو خبر حضرت ابوبکر اور حضرت عمرؓ کے خلیفہ ہونے کی دی تھی وہ بشارت اور خوشخبری نہین تھی بلکہ خبر احداث او فتنے بپا کرنے کی تھی وہ امر تقدیری صحابہ اور خلفاے بنی امیہ اور بنی عباس کا تھا۔

اشعار

یہ مرضی خدا و پیمبر کی تھی — کہ بعد نبیؐ ہو خلیفہ علیؑ
مگر فتنہ تھا اور احداث تھا — خلافت ابوبکرؓ کو جو ملی
خلافت عمرؓ اور عثمان کی — اُسی فتنہ کی چال پر وہ چلی
وہ فتنہ ہوا اُن کے احداث سے — کہ آئندہ کو راہ جس کی کھلی
عمل سے وہ احداث اُن کے ہوا — اسی سے وہ تقدیر اُن کی بنی
مقدر ہوا اُن کا یہ اس لیے — کہ مرضی حق کی رعایت نہ کی
مقدر بدل جاتا اُن کا جو کرتے — رضائے خدا کی اگر پیروی

نہ احداث ہوتے نہ کچھ فتنہ ہوتے
سبھی چین سے اپنی قبرون مین سوتے

مصنف مخاطب بعد استدلال کے اُس روایت پر جس مین پیغمبر صلعم

سے نے خبر واقعہ مذموم کے لیے بی بی تنفرہ کو دی تھی اسی تعبیر واقعہ (توڑنے والا
پھل کا بغیر وقت کے مثل زراعت کرنے کے ہے غیر کی زمین میں) کلام
علی مرتضیٰ سے یون استنباط کرتے ہیں کہ جناب امیرؑ کو بھی یہ مضمون (تعبیر
واقعہ خلافت) معلوم تھا اسی لیے اُنہوں نے کہا کہ اس وقت میں ہماری
خلافت طلب کرنا قبل از وقت ہے ویسا ہی جیسے پھلوں کی تیاری سے
پہلے کوئی شخص پھل توڑنے کا ارادہ کرے تو وہ اسیطرح ناکام رہتا ہے
جیسے کوئی شخص ایسی زمین میں کھیتی کرے جس میں اسکا حق نہیں کہ کھیتی
سے اُس بونے والے کو فائدہ نہ ہوگا یعنی اس وقت مستحق خلافت ابوبکرؓ
ہیں اُن کی خلافت میں ہم کو دخل دینا ایسا ہی ہے جیسے کہ دوسرے کی زمین
میں کھیتی کرنا اور جب کہ جناب امیرؑ کو یہ معلوم تھا کہ ابھی میری خلافت کا
وقت نہیں ہے پھر کیا وجہ جو وہ یہ سوچتے تھے کہ دست بریدہ سے لڑوں
یا صبر کروں ۔

لیکن یہ استنباط مصنف مخاطب کا کسی طرح صحیح نہیں ہو سکتا۔ جناب
امیرؑ کو یہ مضمون بیشک معلوم تھا کہ جس کی خبر پیغمبرؐ نے دی تھی کہ بعد پیغمبرؐ
اصحاب احداث اور فتنے بپا کرینگے اور خلافت پہ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت
عمرؓ متصرف ہو جاوینگے ایسی حالت میں کہ خلافت ابھی مستقل حالت کو نہیں پہنچی
ہوگی اور مذہب اسلام اور مسلمان تازہ ہونگے اور ارض خلافت حضرت
ابوبکرؓ کی نہیں ہوگی اور اس وجہ سے علی مرتضیٰ نے حضرت ابوبکرؓ کی نسبت
یہ تشبیہ دی ہے کہ وہ پھلوں کی تیاری سے پہلے کسی شخص کا پھل کو توڑنا ایسے
وقت میں کہ اس کے توڑنے کا وقت نہ آیا ہو ایسا ہی ہے جیسے کسی غیر
کی زمین میں زراعت کرنا جس سے مراد علی مرتضیٰ کی یہ ہے کہ حضرت ابوبکرؓ

کو استحقاق تصرف اور تسلط کا خلافت پر نہین تہا کیا باعتبار اس کے کہ خلافت بوجہ پختہ نہ ہوجانے کے ایسی تہی کہ حضرت ابوبکر قابلیت اُس پر تصرف کی نہین رکہتے تہے اور کیا باعتبار اس کے کہ وہ خلافت اُن کی زمین نہ تہی جس کا نتیجہ یہ ہی کہ حضرت ابوبکرؓ نے خلافت کو بہی ضرر پہونچایا اور خود بہی اُس سے کہ حق تمتع نہین رکہتے تہے کچہ تمتع جائز حاصل نہین کیا۔ حضرت ابوبکر کے خلافت قبول کر لینے سے مسلمانون کی سلطنت کو یہ ضرر پہونچا کہ اُن لوگون کے ہاتہہ مین خلافت نہ آنے اور نہ رہنے سے جو قابلیت اور حق اُس کا رکہتے تہے سلطنت مسلمانون کی اور مذہب اسلام تمام روے زمین پر قائم بوجہ ہمارے نہ ہوسکا۔ اور اہل حق اور قابلیت رکہنے والون خلافت کی محرومی کی بنیاد قائم ہوئی۔ اور امت رسول مین ہر کسی کو حوصلہ اور جرأت حصول خلافت کا بڑھ گیا اور اہل بیت پیغمبر ضعیف و ناتوان ہوگئے۔ درحقیقت علی مرتضیٰ نے یہ تشبیہ اپنے حق مین نہین دی ہی بلکہ حضرت ابوبکر کے حق مین دی ہی اور علی مرتضیٰ کا وہ ارشاد تشریح ہی اُن احادیث پیغمبر کی جن مین اُنہون نے اعداء اور فتنہ بپا کرنے اور حضرت ابوبکرؓ اور عمرؓ کے خلافت پر متصرف ہوجانے کی خبر دی تہی اور یہ تشبیہ صریح ہی کہ حضرت ابوبکرؓ کے متعلق ہی کہ اُس کے اوپر کا فقرہ یہ ہی کہ یہ پانی بدمزہ ہی اور ایسا لقمہ ہی کہ کہانے والے کے گلے مین اٹکتا ہی جس کا اطلاق صاف و صریح حضرت ابوبکرؓ پر ہوتا ہی۔ جیسا کہ اوپر بیان ہوا۔

علی مرتضیٰؑ نے جیسا کہ اپنے دیگر خطبون اور کلامون مین فرمایا ہی کہ حضرت ابوبکر مستحق خلافت نہین تہے ویسا ہی اس کلام مین ظاہر کیا ہی اور علی مرتضیٰ برابر فرماتے رہے ہین کہ خلافت میرا حق ہی اور مین اُس کا مستحق ہون پہر

اُس فقرۂ کلام علی مرتضیٰ کے یہ معنی کیسے ہو سکتے ہیں کہ مستحق خلافت ابو بکرؓ ہیں اور ارض خلافت اُنکی ہی"۔

علی مرتضیٰؑ کو بموجب ارشادات پیغمبرؐ کے صرف استحقاق خلافت اپنے لیے اور واقعہ حضرت ابو بکر اور عمرؓ کے خلیفہ ہو جانے کا معلوم تھا۔ اور پیغمبرؐ کے کسی ارشاد سے ہرگز یہ نہیں پایا جاتا ہی کہ علی مرتضیٰؑ کبھی از روے واقعہ خلیفہ ہو سکیں گے یا نہیں یا اُن کے خلیفہ ہونے کا کون وقت ہوگا اور ایسی خبر دے بھی نہیں سکتے تھے کہ جسکا ظہور مطابق واقعہ کے ہو کہ علی مرتضیٰؑ کی کسی وقت بلا خلش خلافت قائم نہیں ہوئی۔ اور جبکہ پیغمبرؐ استحقاق خلافت علی مرتضیٰؑ اور اپنے اہلبیت کے لیے بتا اور جتا چکے تھے اور بعد اپنے ہر زمانہ کے لیے علی مرتضیٰؑ اور اپنے اہل بیت کے واسطے حق اور قابلیت ظاہر کر چکے تھے تو پھر کوئی خاص وقت خلافت کا علی مرتضیٰؑ اور اہلبیت کے لیے معین نہیں فرما سکتے تھے نہ ایسے فرمانے کی ضرورت تھی۔ اور نہ کوئی ایسا علم جس سے پیغمبرؐ نے آگاہ نہ کیا ہو علی مرتضیٰ کو ہو سکتا تھا۔ اور نہ علی مرتضیٰؑ کے کسی کلام سے ایسا علم اُن کا ظاہر ہو سکتا ہی۔

پس علی مرتضیٰؑ کا سوچنا اس بات کو کہ دست بریدہ سے لڑوں یا صبر کروں نہایت ضروری تھا کہ حضرت ابو بکر کا خلافت قبول کرنا احداث اور فتنہ اور واقعہ مذموم تھا جس کے خلاف خلافت کو علی مرتضیٰ اپنا حق جانتے تھے۔ ایک جہت سے اُس فتنہ و احداث کو فرو اور دور کرنا روا تھا اور دوسری جہت سے کہ بیعت حضرت ابو بکرؓ کے ہاتھ پر ہو چکی تھی اور وہ خلیفہ بن بیٹھے تھے اور مسلمان جدید اور مذہب اسلام تازہ تھا اور اہل کفر و ارتداد کی شورش تھی حضرت ابو بکرؓ پر حملہ کرنا اور مسلمانوں کا قتال خلاف مصلحت وقت تھا جس میں سلطنت

مسلمانوں کے تباہ اور برباد ہو جانے کا سخت اندیشہ تھا۔ اور یہ مسئلہ ایسا اہم اور مشکل تھا جس کے لیے سوچنا لابد تھا اور اس کے کسی پہلو کا اختیار کرنا کچھ آسان نہ تھا۔ علی مرتضیٰ کا سا ہی نفس پاک متحمل اسکا ہو سکتا تھا کہ اس خلافت پر حملہ نہ کر کے صبر کیا جائے جنکے دل و دماغ میں ذرہ برابر شائبہ طمع خلافت کا نہ تھا۔ صرف سچی محبت دین اسلام کی لگن تھی جس نے ان کو اس حملہ سے باز رکھا۔ اور دین اسلام کو تباہ ہونے سے بچا لیا۔ یہ عمل علی مرتضیٰ کا حقیقی معجزہ ہی جو دوسرے کسی انسان سے نہیں ہو سکتا تھا۔ دوسرا انسان طمع خلافت میں پھنس جاتا اور کچھ پروا تباہی اور بربادی اسلام کی نہ کرتا۔

مصنف مخاطب اسی کلام علی مرتضیٰ کے فقرہ آئندہ کا یوں ترجمہ کرتے ہیں کہ "اب میں دعوی کرونگا تو کہیں گے کہ حکومت کا حریص ہی اور جو ساکت رہونگا تو کہیں گے کہ موت سے ڈر گیا" اور اسکا یہ مطلب بیان کرتے ہیں کہ "جب تمام مہاجرین و انصار ابوبکرؓ سے بیعت کر چکے اسکے بعد اگر میں دعوی کروں تو سب لوگ یہ کہیں گے کہ حکومت کا حریص ہی یہ اسوجہ سے کہتے کہ بعد انعقاد خلافت ابی بکرؓ کے جناب امیرؑ کا دعوی کسی حجت شرعی کے ساتھ نہ ہوتا یہ بھی دلیل نص امامت کے باطل ہونے کی ہی ورنہ اگر نص امامت موجود ہوتی تو سب لوگ یہی کہتے کہ بموجب نص رسول کے دعوی ہی حریص ملک کیوں بتاتے اگر دعوی سے ساکت رہوں تو کہیں گے کہ موت سے ڈر گیا"۔

لیکن مصنف مخاطب نے اس فقرہ کا ترجمہ پورے طور پر ٹھیک نہیں کیا ٹھیک ترجمہ یہ ہو "پس میں اگر کچھ کہوں تو لوگ کہیں گے کہ انھوں نے ملک کی طمع کی اور سکوت کروں تو لوگ کہیں گے کہ موت سے ڈر گیا"۔

وہ الفاظ جنکا ترجمہ مصنف مخاطب نے کیا ہی "اب اگر میں دعوی

کروں " فان اقل " میں اس کا ترجمہ دعوی کرنے کا کسی طرح نہیں ہو سکتا - بلکہ اسکا ترجمہ صاف یہی ہوتا ہے " پس اگر میں کچھ کہوں " جس سے مراد یہ ہے کہ " اگر میں ملک خلافت پر اپنے حملہ کا ارادہ کسی حجت سے ظاہر کروں تو کہیں گے کہ ملک کی طمع کی اور اگر سکوت کروں تو کہیں گے کہ موت سے ڈر گیا " مراد اسکی " اگر میں کچھ کہوں " جو میں نے یہ لی ہے کہ " اگر میں کسی حجت سے ملک خلافت پر حملہ کا ارادہ ظاہر کروں " اُس مراد کی صحت پر یہ آخر مضمون فقرہ کا حجت ہے " اور اگر سکوت کروں تو کہیں گے کہ موت سے ڈر گیا " یہ ظاہر ہے کہ موت سے خوف کا الزام اُسی حالت میں لگایا جاسکتا ہے جبکہ حملہ کا ارادہ نہ کیا جاوے - مجرد دعوی سے خوف کا الزام پیدا نہیں ہو سکتا ہے -

پس ظاہر ہے کہ دعوی کرنے کی مراد اُس فقرہ سے جیسا کہ مصنف مخاطب لیتے ہیں ہرگز پیدا نہیں ہو سکتی اور نہ وہ مراد مطابق واقعہ کے ہو سکتی ہے کیونکہ نتیجہ اس فقرہ کا موافق مذاق مصنف مخاطب کے یہ ہوگا کہ علی مرتضی نے دعوی خلافت نہیں کیا حالانکہ یہ امر خلاف واقعہ ہے - علی مرتضیٰ بعد تجہیز و تکفین پیغمبر صلعم کے اُسی زمانہ میں اظہار اپنے حق اور بغیر حملہ بطلان انعقاد خلافت حضرت ابو بکرؓ کا برابر کرتے رہے ہیں - اور ایسی کوشش جس میں خونریزی کی نوبت نہ آنے پاوے حصول خلافت کے لیے جس پر غیر اہل حق نے تصرف کر لیا تھا ہمیشہ جاری رکھی ہے جس سے کوئی انکار نہیں کر سکتا کتابت میں جو لفظ " فان اقل " پایا جاتا ہے کچھ تعجب نہیں ہے کہ وہ لفظ غلطی کتابت سے بجائے " فان احمل " یعنی اگر حملہ کروں میں " پڑھا گیا ہے - کہ مضمون مابعد جو الزام حرص ملک اور خوف موت سے متعلق ہے اسی پر دلالت کرتا ہے

اقوال اور افعال علی مرتضیٰؑ سے ظاہر ہے کہ علی مرتضیٰؑ خلافت حضرت ابوبکر کو قابل حملہ جانتے تھے مگر حملہ نہیں کیا اور اُس حملہ کے کرنے اور نہ کرنے سے جو اعتراض اور الزام علی مرتضیٰؑ پر لگایا جا سکتا تھا اُس کو اس فقرہ مین اپنے کلام کے رفع فرماتے ہین ۔ بس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ علی مرتضیٰؑ انعقاد خلافت حضرت ابوبکرؓ کو یقینی صحیح نہین جانتے تھے بلکہ اُس کو خلاف امر حق کے احداث اور فتنہ سمجھتے تھے جیسا کہ شروع کلام مین اُسی زمانہ کو امواج فتن فرمایا اور قرار دیا ہے اگر خلافت کو اپنا حق نہ سمجھتے تو ہرگز اظہار اپنے حق کا نہ کرتے اور خلافت حضرت ابوبکرؓ کی احداث اور فتنے اُن کے نزدیک اگر نہوتی تو ہرگز اُس کو قابل حملہ کے قرار نہ دیتے ۔ گو کسی دوسرے سبب سے حملہ وقوع مین نہ آتا ۔ اور یہ فرمانا علی مرتضیٰؑ کا کہ لوگ مجکو حریص ملک کہین گے دلالت کرتا ہے اس امر پر کہ خلافت پر اُنکا حق تھا اور وہ اُس کو اپنا حق جانتے تھے اور حضرت ابوبکر کا حق نہین سمجھتے تھے لیکن چونکہ طلب حق مین شائبہ طمع مضمر تھا اسلیے اُسوقت درگذر کی اور لوگون کو اطمینان دلا دیا کہ علی مرتضیٰؑ مین وصف رذیلہ طمع نہین ہے ۔ اگر علی مرتضیٰؑ خلافت حضرت ابوبکر کو صحیح اور اُنکا حق جانتے تو نہایت خوشی اور طیب خاطر سے خود اور تمام بنی ہاشم بلا توقف حضرت ابوبکر کے ہاتھ پر بیعت کر لیتے اور کسی وقت یہ فرما دیتے کہ خلافت اُنکی صحیح ہے ۔ یہ نہوتا کہ اُنکی خلافت کو قابل حملہ جانتے ۔

جب یہ امر علانیہ ہے کہ علی مرتضیٰؑ ملک خلافت کو اپنا حق جانتے تھے اور علاوہ اُس کے جو حضرت ابوبکر پر انعقاد خلافت ہوا اُسکو قابل حملہ تصور کرتے تھے تو ضرور ہے کہ ایسا اُنکا جاننا اور سمجھنا واجبی تھا اور وہ ایسا نہین جان سکتے تھے اور نہ سمجھ سکتے تھے جبتک کہ از روے قرآن اور ارشاد پیغمبرؐ کے اُن کو علم نہو اسلیے کہ اُن سے بہتر بعد پیغمبرؐ کے کسی کو علم قرآنی اور علم پیغمبری نہین تھا ۔ اور اسی سے

لازم آتا ہی کہ وہ علم علی مرتضیٰ کا بابت حق خلافت کے اپنے لیے نصی تہا نہ غیر کے لیے۔ اور جس کسی نے اُس علم حق خلافت کو نصی نہ مانا۔ وہ درحقیقت علی مرتضیٰ کے علم حق کی تکذیب کرنیوالا ہی جس سے تکذیب رسول و خدا کی لازم آتی ہی اور نتیجہ نہیں ہوتا کہ علی مرتضیٰ جو خلافت کو اپنا حق نہ غیر کا جانتے تہے وہ حجت شرعی تہی۔

لیکن جو لوگ کہ الزام حرص ملک علی مرتضیٰ پہ لگانے والے ہو سکتے ہین وہ اُن کے قول اور فعل کو حجت شرعی نہ ماننے والے اور نصوص کی غلط تاویل کرنے والے ہونگے۔ جس پر آخر کار علی مرتضیٰ کو جنگ کرنی پڑی اور جس کی خبر پیغمبر دے گئے تہے کہ تجکو تنزیل قرآن پر جنگ کرنی پڑی اور تجکو تاویل قرآن پر جنگ کرنا ہوگا۔ علی مرتضیٰ کے کلام مین اُنہین لوگون کی طرف یہ اشارہ ہی کہ جو لوگ بحالت حملہ کے ایسا کہنے والے ہو سکتے تہے کہ علیؑ ملک کا حریص ہی یا بحالت حملہ نہ ہونے کے اس بات کے قائل ہوے کہ علیؑ موت سے ڈر گیا جو لوگ حضرت ابوبکر سے بیعت کر چکے تہے۔ ایسے لوگ وہی ہو سکتے تہے کہ جو غلط تاویل نص کی کرنے والے اور علی مرتضیٰ کے دعوی کو حجت شرعی پر مبنی نہ سمجھنے والے تہے۔ لیکن جو لوگ کہ جناب امیرؑ کے دعوی کو حجت شرعی پر مبنی جاننے والے اور نص امامت کی غلط تاویل کرنے والے تہے۔ وہ اسکے قائل نہین ہو سکتے تہے کہ علی مرتضیٰؑ حریص ملک کے ہین یا موت سے ڈر گئے ایسے لوگون سے وہ کلام علی مرتضیٰؑ متعلق نہین ہی نہ ایسے لوگون کی طرف وہ خطاب علی مرتضیٰ کا ہی۔ اُس کلام علی مرتضیٰؑ مین صرف اُنہین لوگون سے خطاب ہی جو حضرت ابوبکر سے بیعت کر چکے تہے اور جو نص امامت کی غلط تاویل کرنے والے اور دعوی علی مرتضیٰؑ کو حجت شرعی پر مبنی نہ سمجھنے والے تہے مصنف مخاطب نے مطلب کلام علی مرتضیٰؑ کے بیان مین جو یہ کہا ہی

"سب لوگ یہ کہیں گے کہ حکومت کا حریص ہے" اور اُس سے استنباط عدم حجت شرعی اور ابطال نص امامت کرتے ہیں۔ صریح خلاف کلام علی مرتضیٰ کے ہے اُس میں کوئی لفظ ایسا نہیں جو دلالت کرتا ہو اس امر پر کہ کل لوگ ایسا کہنے والے ہونگے۔ اُس کے اصلی الفاظ یہ ہیں "یقولوا حرص علی الملک" کہیں کے کہنے والے کہ حرص کی ملک پر۔ پس علی مرتضیٰ کا یہ ارشاد متنبہ کرنے والا ہے اُن لوگوں کو کہ جو علی مرتضیٰ پر بوجہ حملہ کے غلط الزام حرص ملک کا لگانے والے ہوتے۔ اور جب حملہ حرص ملک کی وجہ سے نہ سمجھا جاتا تو خواہ مخواہ حملہ محض طلب حق کے لیے قرار پاوے گا اس کلام علی مرتضیٰ کا صاف نتیجہ یہ ہوتا ہے۔ کہ ملک خلافت میرا حق ہے جس کے لیے نص ہو چکی ہے اور میرا دعویٰ حجت شرعی پر مبنی ہے اگر طلب حق کے لیے میں حملہ کروں تو جو لوگ بیعت کر چکے ہیں اور نص امامت کی غلط تاویل کرنے والے ہیں اور حجت شرعی کو نہیں مانتے وہ یہ کہیں گے کہ "علی ملک پر حرص کرتا ہے" علی مرتضیٰ کی طینت مقدس اور سیرت طاہرہ ایسی تھی کہ وہ اپنے کسی فعل میں ذرہ برابر بھی شائبہ نفسانیت انسانی کے روادار نہیں ہو سکتے تھے۔ یاد کرو وہ مشہور واقعہ جبکہ علی مرتضیٰ اپنے ایک کافر دشمن کو مغلوب کر کے اُس کے سینہ پر سوار ہو کر چاہتے تھے کہ اُس کے سر کو بدن سے جدا کریں تو اُس دشمن نے آپکے روے مبارک پر اپنا تھوک پھینکا۔ اُس وقت فوراً علی مرتضیٰ نے اُسکو قتل سے چھوڑ دیا۔ اور فرمایا۔ کہ اگر اسوقت میں اُس کو قتل کرتا تو وہ قتل میری نفسانیت پر محمول ہوتا اور خالصۃً للہ وہ قتل نہ سمجھا جاتا جس پیغمبر سے تم نے فضیلت "کرم اللہ وجہہ" کی پائی "حضرت ابو بکر" امر حق خلافت میں علی مرتضیٰ سے مخالفت کرنے والے تھے۔ غیر ممکن تھا کہ علی مرتضیٰ ایسا

کہ حضرت ابوبکر نے سبقت کی جس میں کہنے والے یہ کہہ سکتے کہ علی مرتضیٰ تو بیعت طلب ہے
اس لفظ سے یہ کہا جاسکتا ہے کہ بمقابلہ اُس کا فرق شمار کے حضرت ابوبکر مجتہد...
ودانست دین اسلام کے تھے لیکن سیرت پاکیزہ اور طینت علی مرتضیٰ میں اس قدر
فرق ہے کچھ فرق اندازہ نہیں آسکتا۔

دوستان را کجا کنی محروم ✿ تو کہ با دشمنان نظر داری

فی الحقیقت علی مرتضیٰ کو آنکے پاکیزہ طینت اور مقدس زندگی نے مگر اُس
فعل سے روکا ہے جس میں شائبہ نفسانیت اور حرص کا پیدا ہو۔ اُن سے بچنے
کے لیے علی مرتضیٰ نے حملہ سے اجتناب کیا ہے اور حملہ نکرنے کی وجہ کو بیان فرمایا ہے
جس کے سمجھنے کے لیے دل تعصب سے صاف ہونا چاہیے ورنہ اُس کلام سے
اُنکے ویسے ہی استنباط غلط نکلیں گے جیسے کہ نص امامت کی غلط تعبیر کی ہے

بعد اس کلام کے کہ اگر میں کچھ کہوں (اسے بہ نسبت اظہار حق کرون)
تو کہیں گے کہ ملک کا حریص ہے اگر میں ساکت رہوں تو کہیں گے کہ موت سے
ڈر گیا" اس فقرہ آخر میں جو غلط الزام لگانے والوں کی طرف سے بیان فرمایا
ہے اُس کو خود علی مرتضیٰ یوں رفع فرماتے ہیں اور اُس غلط الزام کے عائد
کرنے والوں کو یہ تنبیہ کرتے ہیں جس کا مصنف مخاطب نے یہ ترجمہ
کیا ہے۔

" افسوس ہے بعد ان سب باتوں کے (صحیح ترجمہ بعد چون و چرا کے)
قسم ہے خدا کی کہ ابن ابی طالب زیادہ محبت رکھنے والا ہے موت کے ساتھ
بچہ سے جو اپنی ماں کے پستان کے ساتھ محبت رکھتا ہوگا اور اُس کی مراد
مصنف مخاطب یہ بتاتے ہیں۔ کہ میں طالب خلافت سے جو میرا سکوت ہے وہ
ہرگز اس وجہ سے نہیں کہ مجھکو موت کا خوف ہو لوگوں کے خیالات پر افسوس ہے

جو میری نسبت ایسا گمان کرین مین تو اپنی موت کا ایسا مشتاق ہون کہ بچہ بہی ماں کے دودہ کا ایسا مشتاق نہین ہوتا پہر مین موت سے کیون ڈرتا بلکہ میرا سکوت اس وجہ سے ہی کہ ابو بکر کی خلافت مین مزاحمت کرنا فتنہ ہی اور میری خلافت کا ابہی وقت نہین آیا ہے

پہر مصنف مخاطب اُس پر یہ استدلال کرتے ہین کہ اب انصاف فرمایئے کہ جناب امیر کو تو اپنی شجاعت کا ایسا دعوی تہا پہر وہ اپنے ہاتہہ کو دست بریدہ کیون کہتے یا کوئی اُن پر یا اُن کے اہلبیت پر ظلم کرتا تو اُنکو سکوت کی کہان تاب ہوتی ہے

مصنف مخاطب نے جو شروع مین مراد اُس فقرہ کی بیان کی ہی اُس مضمون سے مجکو اتفاق ہی صرف ایک لفظ حملہ کا اُس مین اضافہ ہونا چاہیے۔ یعنے طلب خلافت سے (بذریعہ حملہ کے) جو میرا سکوت ہی وہ ہرگز اس وجہ سے نہین کہ مجکو موت کا خوف ہو۔ لوگون کے خیالات پر افسوس ہی جو میری نسبت ایسا گمان کرین۔ مین تو اپنی موت کا ایسا مشتاق ہون کہ بچہ بہی ماں کے دودہ کا ایسا مشتاق نہین ہوتا۔ پہر مین موت سے کیون ڈرتا ہے اس مضمون مراد مین حملہ کا لفظ ہم اس لیے اضافہ کرتے ہین کہ واقعات ہمکو یہ دکہاتے ہین کہ علی مرتضیٰ نے طلب خلافت کے لیے اظہار رغبت اور دلیل کا کیا ہی۔ البتہ طلب خلافت کے لیے حملہ نہین کیا۔ لیکن آخر مین مصنف مخاطب نے جو وجہ مزاحمت نکرنے کی یہ ظاہر کی ہی کہ علی مرتضیٰ کا سکوت اس وجہ سے ہی کہ ابو بکر کی خلافت مین مزاحمت کرنا فتنہ تہا اور اُنکی خلافت کا وقت نہین آیا تہا ہے یہ مراد مصنف مخاطب کی کسی طرح صحیح نہین ہو سکتی کیونکہ یہ وجہ نہ کلام علی مرتضیٰ سے پیدا ہو سکتی ہی نہ نتایج واقعات

اُس کی تائید کرتے ہین ۔

جب یہ امر مسلمہ ہی جیسا کہ کتب فریقین سے پہلے ظاہر ہو چکا ہی کہ علی مرتضیٰؑ خلافت کو اپنا حق جانتے تھے اور اپنے استحقاق خلافت کا اظہار اور سعی مناسب برابر ہر زمانہ مین کرتے رہے اور بغیر حملہ کے طلب خلافت کی کوشش مین کبھی کوتاہی نہین کی ۔ اور نہ کبھی حضرت ابوبکرؓ یا دوسرونکی خلافت کے صحیح ہونے کو قبول کیا ۔ اور علانیہ حضرت ابوبکر اور دوسرون کے خلیفہ ہو جانے پر اعتراض فرماتے رہے تو صریح ہی کہ علی مرتضیٰ انعقاد خلافت ابوبکر اور غیرون کے خلیفہ ہو جانے کو فتنہ جانتے تھے اور جب خود اُس خلافت اور اُسکے بہنون خلافتون کو فتنہ جانتے تھے تو کیسے یہ امر تسلیم کیا جا سکتا ہی کہ علی مرتضیٰؑ حضرت ابوبکرؓ کی خلافت مین مزاحمت کرنا فتنہ جانتے تھے ۔ حالانکہ علی مرتضیٰؑ اُسنے حضرت ابوبکرؓ کی خلافت مین بذریعہ اظہار اپنے استحقاق کے اور از روے کوشش طلب اپنے حق کے مزاحمت کی ۔ البتہ اُس اظہار استحقاق اور کوشش طلب حق کے بعد حملہ نہین کیا ۔ اور یہ امر ظاہر ہی کہ اظہار استحقاق اور کوشش طلب حق کے ذریعہ سے مزاحمت کی وجہ جداگانہ اور بذریعہ حملہ کے طلب حق نہ کرنے کے لیے وجہ جداگانہ تھی ۔ اور چونکہ علی مرتضیٰ نے مزاحمت خلافت حضرت ابوبکر مین بذریعہ اظہار استحقاق اور کوشش طلب اپنے حق کے کی تھی اور صرف حملہ طلب خلافت کے لیے نہین کیا تھا اور اُس حملہ کے نہ کرنے سے جو غلط الزام علی مرتضیٰؑ پر لگایا جا سکتا تھا صرف اُس کو اس موقع پر اپنے اُس فقرۂ کلام سے رفع فرمایا ہی ۔ کہ میرا سکوت حملہ سے بوجہ خوف موت کے نہین ہی ۔ اس فقرہ مین اظہار وجہ سکوت کا حملہ سے مطلق نہین ہی ۔ بلکہ انکار اس وجہ سے ہی جو کچھ لوگ غلط وجہ سکوت کی حملہ سے بنا

کرنے والے تھے اس تقریر سے جیسے غلطی مراد مصنف مخاطب کی نسبت فقرہ کلام علی مرتضیٰؑ کے ظاہر ہوتی ہی - ویسے ہی اُنکا استدلال غلط قرار پاتا ہی -

شجاعت امر دیگر ہی اور حملہ کرنا امر دیگر ہی - علی مرتضیٰ کو صرف دعوی شجاعت کا نہین تھا بلکہ وہ وصف اُن مین فطرتی تھا - لیکن وصف شجاعت کو کام مین لانے کے لیے ضرور ہی کہ اُس کے موقع اور محل کو اور اُس سے جو نتیجہ پیدا ہو اُس کو پیش نظر رکھا جاوے اور اگر یون بے سوچے اور سمجھے شجاعت کو کام مین لایا جاوے تو وصف شجاعت اپنی حد سے تجاوز کر کے درجہ تہور پر پہونچ جاتا ہی جو مذموم ہی خصوص جبکہ شائبہ طمع خلافت اُس مین شامل ہوجاتا تو وصف شجاعت اپنے اعتدال پر قائم نرہتا لیکن با وصف موجود ہونے فطرتی وصف شجاعت کے علی مرتضیٰؑ نے جو حملہ خلافت حضرت ابوبکر پر نہین کیا وہ نتیجہ اُس پیش بینی اور دور اندیشی کا تھا کہ جو بعد حملہ کے لازم آجاتا ادہر بیعت خم غدیر سے جو پیغمبر نے کرائی تھی اور لوگون کا علیؑ کو مثل اپنے پیغمبر نے ولی قرار دیا تھا اُس سے نکث و انحراف کر کے سقیفہ بنی ساعدہ مین حضرت ابوبکر کے ہاتھ پر بیعت کر کے خلیفہ بنایا اسکو علی مرتضیٰ نے دست بریدہ ہونا فرمایا جو نہایت ٹھیک تھا - اور اس حالت کا پیش رکھنا ضروری تھا اگر اُس امر کو پیش نظر رکھ کے اور بغیر سوچے سمجھے مجرد شجاعت پر بھروسہ کر کے حملہ کرتے تو ضرور اندیشہ تھا کہ وصف شجاعت جو ممدوح ہی اپنی حد سے متجاوز ہو کر درجہ تہور مذموم پر (جیسے کہ جلتی آگ مین بے سوچے سمجھے کود پڑنا) پہونچ جاتا - اور وصف رذائل طمع خلافت اُس کو لاحق ہوجاتا اُدہر یہ نتیجہ بھی اُس وقت حملہ کا خطرناک تھا کہ علی مرتضیٰ اُس حملہ مین غالب ہوتے یا مغلوب مگر مذہب اسلام اور مسلمان دونون کمزور ہو کر ضرور تباہ اور برباد ہوجاتے اور وہ

حالت موجودہ بھی مذہب اسلام اور مسلمانون کی باقی نہ رہتی جس حیثیت اور نوعیت سے زمانہ خلافت حضرت ابوبکر مین اُنکی توقع ہوسکتی تہی۔

اور اُس ناقص حالت اسلام اور مسلمانون کی اصلاح بذریعہ پند ونصیحت کے ہوسکتی تہی۔ جیسا کہ باوجود سخت مخالفت خلافت ہر زمانہ کے ائمہ اہل بیت اصلاح مذہب اسلام خراب شدہ اور مسلمانون نقص گرفتہ کے کرتے رہے۔ جس اصلاح کی بدولت اس وقت مذہب اسلام کامل اور صحیح کرورون مسلمانون مین موجود ہی جو روے زمین کے ہر حصہ مین آباد ہین اور سبکو یقینی اصلی معجزہ ائمہ اہل بیتؑ کا کہنا روا ہی۔

اس میری تقریر سے علی مرتضیٰؑ کے فقرہ کی مراد ظاہر ہو جاتی ہی کہ باوصف وصف شجاعت کے علی مرتضیٰؑ نے حملہ خلافت حضرت ابوبکرؓ پر کیون نہ کیا اور کیون اُنہون نے اپنے آپ کو دست بریدہ فرمایا۔ اُنکا حملہ نہ کرنا بوجہ خوف موت کے نہین تہا اور گو بیعت خم غدیر کو بیعت سقیفہ بنی ساعدہ نے قطع کر دیا تہا لیکن علی مرتضیٰؑ اگر اُسوقت حملہ کرتے تو کچہ شبہ نہین ہی کہ مذہب اسلام اور مسلمان اور مسلمانون کی خلافت سب تباہ و برباد ہو جاتی۔ اور اُس وقت علی مرتضیٰؑ پر یہ الزام لگایا جاتا کہ طمع خلافت نے اصل مذہب اسلام اور مسلمانون اور اُن کی بادشاہت کو تباہ و برباد کر دیا۔ جیسا کہ اب حملہ نہ کرنے سے خوف موت کا الزام لگایا جاتا ہی اور علی مرتضیٰ کی بے استحقاقی کا حق خلافت سے قیاس کیا جاتا ہی۔

اُس فقرہ کے بعد جو فقرہ کلام علی مرتضیٰ مین ہی اُس کا ترجمہ مصنف مخاطب یون کرتے ہین۔

یہ بلکہ مجہے معلوم ہین ایسی پوشیدہ باتین کہ اگر مین اُن کو ظاہر کرون تو

تم اس طرح تڑپو جیسے گہرے کنوین مین رسیان تڑپتی ہین ؛؛ اور اس کی مراد یہ بیان کرتے ہین ؛؛ یعنی تم مجھے دعوی خلافت کی ترغیب دیتے ہو مگر مجھے آئندہ کے حالات ایسے معلوم ہین کہ اگر مین تم پر ظاہر کرون تو تم ایسے تڑپ جاؤ جیسے رسی گہرے کنوین مین تڑپتی ہی وہ باتین شاید یہ تین کہ ابوبکرؓ کے بعد جو خلافت لیگا وہ قتل ہوگا اُن کے بعد جو خلیفہ ہوگا وہ قتل ہوگا اُن کے بعد مین خلیفہ ہون گا مین بہی قتل ہونگا پس ابوبکر تو خلافت لے چکے اب اُس کے بعد تم خلافت کی میرے لیے کوشش کرتے ہو حالانکہ اُس کا نتیجہ قتل ہوگا اور جو چیز باعث قتل ہو اُس سے تو بچنا چاہیے نہ کہ اُس کو طلب کرنا ؛؛

علی مرتضیٰؑ نے اس فقرہ مین یہ بہی تو ارشاد فرمایا ہی کہ مجکو ایسا علم مکنون حاصل ہوا ہی کہ اگر مین اُس کو ظاہر کرون تو تم ایسے مضطرب ہو جاؤ گے جیسے گہرے کنوین مین لنبی رسی مضطرب ہوتی ہی جس کی مراد یہ ہی کہ بعد پیغمبرؐ جو فتنہ اور احداث ہونے والے ہین اور جو جور و ستم اہلبیت پیغمبرؐ پر گذرنے والے ہین جن پر اہلبیت پیغمبرؐ صبر کرین گے وہ امور مجکو معلوم ہین اگر اُن کو ظاہر کرون تو تم مضطرب ہو جاؤ گے۔ اس ارشاد کی یہ مراد کسیطرح نہین ہو سکتی جو مصنف مخاطب لیتے ہین وہ مراد ایک ایسی مراد ہی جسکے حقیقی ہونے پر خود مصنف مخاطب کو بہی اطمینان نہین ہی چنانچہ وہ یہ کہتے ہین کہ وہ باتین (پوشیدہ جس کو سنکر وہ لوگ جن سے علی مرتضیٰ خطاب فرما رہے ہین مضطرب ہو جاوین) شاید یہ تہین کہ ابوبکرؓ کے بعد جو خلافت لے گا وہ قتل ہوگا اور اُن کے بعد کا خلیفہ بہی قتل ہوگا اُنکے بعد مین خلیفہ ہونگا مین بہی قتل ہونگا ؛؛ اول تو یہ مراد دعوی خلافت

کی ترغیب سے متعلق نہین ہو سکتی بلکہ ترغیب حملہ سے مطابق ہوتی ہی - اور علی مرتضیٰؑ نے دعوی خلافت علانیہ برابر کیا ہی صرف حملہ نہین کیا - دوسرے اگر اُس فقرہ سے وہ مراد لی جائے تو علی مرتضیٰ بزمانہ حیات حضرت ابو بکر کے ضرور اُن کو بغیر قتل کے زندہ خلافت سے ہٹا دیتے اس لیے کہ اگر اُن کو یہ پوشیدہ امر معلوم ہوا تہا کہ حضرت ابو بکر کے مرنے کے بعد جو تین خلفا ہونگے جنکے آخری خود علی مرتضیٰؑ ہونگے قتل ہو جاوینگے تو اُن کو یہ بہی ضرور معلوم تہا کہ حضرت ابو بکر کی زندگی مین اگر کوئی خلیفہ مقرر ہو جاویگا تو سلسلہ قتل خلفا کا وقوع مین نہ آئے گا - کیونکہ تین خلفاء کا قتل ہونا موقوف اُسی حالت پر تہا کہ جب بعد وفات حضرت ابو بکر کے وہ خلفا یکے بعد قتل دیگرے خلافت کو قبضہ مین لین - اور اگر مصنف مخاطب کو یہی مراد یعنی منظور خاطر تہی تو بعد قتل علی مرتضیٰؑ کے ذکر خلافت بنی امیہ اور بنی عباسیہ کا بہی اپنی مراد مین کرنا ضرور تہا کہ علی مرتضیٰؑ کے مخاطب کلام اُس وقت حضرت ابو سفیان اور حضرت عباس تہے جو مارے خوشی کے دیر تک مثل لمبی رسی کے جو گہرے کنوین مین چہوڑنے کے وقت تڑپتی ہی تڑپتے رہتے -

تیسرے جو مراد مصنف مخاطب نے ظاہر کی ہی اُس سے زمانہ حضرت ابو بکر مین نتیجہ طلب خلافت نہ کرنے کا خوف موت علی مرتضیٰ کے لیے پیدا ہوتا ہی -

چنانچہ بتصریح مصنف مخاطب نے آخرکار لکہا ہی کہ جو چیز باعث قتل ہو اُس سے بچنا چاہیے نہ کہ اُس کو طلب کرنا - حالانکہ علی مرتضیٰؑ نے خود اپنے اسی کلام مین اِسی فقرہ سے اوپر اپنی رغبت طرف موت

کہ ایسی ظاہر فرمائی ہے جیسے بچہ اپنے ماں کے پستان کی طرف رغبت کرتا ہے اور بوجہ خوف موت کے حملہ خلافت پر نہ کرنے سے صاف انکار کیا ہے اور جو لوگ علی مرتضیٰؑ پر الزام خوف موت کا حملہ خلافت پر نہ کرنے سے لگانے والے ہوں اُن کو علی مرتضیٰؑ نے متنبہ فرمایا ہے۔ لیکن مصنف مخاطب کی جرأت قابل تماشا ہے باوصف تنبیہ علی مرتضیٰؑ کے کلام علی مرتضیٰؑ کے فقرہ کی ایسی مراد لیتے ہیں جس سے جھٹلانا علی مرتضیٰؑ کا لازم آتا ہے یعنی علی مرتضیٰؑ تو یہ فرماتے ہیں کہ مجھکو رغبت طرف موت کے ایسی ہے کہ جیسے بچہ کو پستان مادر کی طرف اور مصنف مخاطب فقرہ کی مراد یہ بتاتے ہیں کہ بوجہ علم قتل ہو جانے کے طلب خلافت نہیں کی۔ درحقیقت علیؑ مرتضیٰ کے اس فقرہ کی مراد صاف و صریح یہ ہے جیسا کہ تمام اُس کلام علیؑ مرتضیٰ سے متبادر ہے۔ یعنی تم ای عباس اور ابوسفیان مجھکو خلافت پر حملہ کرنے کی کیا ترغیب دیتے ہو مجھکو ایسے پوشیدہ راز معلوم ہوئے ہیں کہ اگر میں حملہ کرونگا تو مذہب اسلام اور سلطان اور مسلمانوں کی بادشاہت قومی برہم درہم ہو جاوے گی کہ اہل ارتداد جدا مذہب اسلام پر اور مرتدین مسلمانوں اور اُن کی قومی خلافت پر حملہ کر رہے ہیں اور زکوٰۃ کے متعلق جدا جنگ و جدل باہم مسلمانوں کے ہو رہا ہے اور جب سلطان اور سلطنت مسلمانوں کی اور مذہب اسلام میرے حملہ سے تباہ و برباد ہو جاویگا (جس کی خبر پیغمبر مجھکو دے گئے ہیں اور وصیت (نصیحت) صبر کی فرما گئے ہیں) تب تم لوگ دیر تک ایسے تڑپو گے جیسے لمبی رسی گہرے کنوئیں میں تڑپتی ہے یعنے تم کو قومی سلطنت مسلمانوں کی تباہی کا مدت تک افسوس رہے گا۔

اس کلام علی مرتضیٰؑ پر بحث اور غلط اُس کے معنی اور مراد ظاہر کرنے کے بعد جسکی حقیقت ہماری تقریر سے عیان ہو گئی مصنف مخاطب یہ دعوی کرتے ہیں "کہ جناب امیرؑ کو ابو بکر سے لڑنے کا کیون خیال پیدا ہوتا وہ تو اپنے بیعت کرنے سے پہلے ہی ابو بکر کی اطاعت کو اپنے ذمہ واجب سمجھتے تھے" اور اس دعوی کی تائید کے لیے نہج البلاغة سے کلام علی مرتضیٰؑ کو سند لاتے ہین وہ اصل فقرہ اور ترجمہ مصنف مخاطب یہ ہی۔

الذلیل عندی عزیز حتے اخذ الحق لہ والقوی عندی ضعیف حتی اخذ الحق منہ	عاجز آدمی میرے نزدیک زبردست ہو تاکہ اُس کا حق اوروں سے لے کر دلاؤن اور زبردست میرے نزدیک

ضعیف ہو تاکہ اُس سے حق لون"

یہ ترجمہ ٹھیک نہین ہی۔ ذلیل کا ترجمہ عاجز اور عزیز کا ترجمہ زبردست غلط کیا ہی۔ ذلیل کا ترجمہ خوار کا ہی اور عاجز ناتوان کو کہتے ہین اور عزیز کا ترجمہ برتر ہی اور زبردست قوی کو کہتے ہین جیسا کہ خود مصنف مخاطب نے دوسری جگہ اسی فقرہ مین قوی کا ترجمہ زبردست کیا ہی۔ ٹھیک ترجمہ کل فقرہ کا یہ ہی "خوار میرے نزدیک برتر ہی تاکہ لون مین حق اُس کے لیے اور زبردست میرے نزدیک کمزور ہی تاکہ لون مین حق اُس سے" اپنے ترجمہ پر مصنف مخاطب یہ استدلال کرتے ہین۔

"جب جناب امیرؑ کی یہ حالت تھی تو پھر وہ کسی زبردست سے کیون درتے اور اپنے ہاتھہ کو دست بریدہ کیون کہتے اور اگر خلافت کو اپنا حق سمجھتے تو کیون چھوڑ دیتے"؟

دوسرا فقرہ کلام علی مرتضیٰؑ کا یہ ہی "رضینا عن اللہ قضاءہ وسلمنا الیہ

سلہ شرح میثم مطبوعہ طہران جزو دہم۔

اس کا یہ مطلب بیان کرتے ہیں مصنف مخاطب یہ ترجمہ کرتے ہیں وہ ہم اللہ کی تقدیر پر راضی ہیں اور جو اللہ کا حکم ہو اُس کو تسلیم کرتے ہیں انتہیٰ

اس ترجمہ میں قضا کا ترجمہ مصنف مخاطب نے تقدیر کیا ہی حالانکہ قضا سے مراد یہ ہی کہ وہ جو کچھ جاری ہو جائے یا گذر جائے اور اپنے اُس ترجمہ سے مصنف مخاطب یہ مراد لیتے ہیں وہ یعنی مجھکو معلوم ہی کہ اللہ نے پہلے خلافت ابوبکرؓ کے لیے مقرر کی ہی ہم اللہ کی اس تقدیر پر راضی ہیں اگر ہم کو پسند نہیں انتہیٰ

تیسرے فقرہ کلام علی مرتضیٰؑ کا مصنف مخاطب نے یہ ترجمہ کیا ہی کہ کیا تو یہ سمجھتا ہی کہ میں رسول پر جھوٹ بولتا ہوں واللہ میں نے سب سے پہلے اُن کی تصدیق کی تو اب میں سب سے پہلے اُن پر جھوٹ بولنے والا نہ ہونگا اور اس کے معنی یہ بیان کرتے ہیں وہ کہ یعنی رسول مجکو یہ خبر دے گئے ہیں کہ پہلے خلافت حق ابی بکرؓ ہی میں یہ خبر سچی بیان کرتا ہوں ہرگز جھوٹی نہیں انتہیٰ

چوتھے فقرہ کا مصنف مخاطب نے یہ ترجمہ کیا ہی کہ جب میں نے اپنے معاملہ میں غور کیا تو یکایک یہ معلوم ہوا کہ میری اطاعت میری بیعت کرنے سے پہلے تھی اور یکایک یہ معلوم ہوا کہ عہد میری گردن میں غیر کا تھا انتہیٰ

اس ترجمہ میں جو مصنف مخاطب نے یہ لکھا ہی کہ میری اطاعت میرے بیعت کرنے سے پہلے تھی وہ یہ ترجمہ ہی — فاذا طاعتی سبقت بیعتی کا حالانکہ اُس کا ترجمہ یہ ہوتا ہی کہ اطاعت میری سبقت لے گئی ہی میری بیعت پر انتہیٰ

مصنف مخاطب جناب امیرؑ کا مطلب یہ بیان کرتے ہیں کہ بعد وفات رسولؐ کے جب میں نے اپنے معاملہ میں غور کیا تو یکایک مجکو یہ معلوم ہوا کہ بیعت کرنے سے پہلے ہی ابوبکرؓ کی اطاعت مجھپر واجب تھی شاید اسکی وجہ

یہ ہوکہ رسولؐ خبر دے گئے تھے کہ ابو بکر خلیفہ برحق ہونگے انکی اطاعت کیجیو چنانچہ اس سے پہلے جناب امیرؑ نے فرمایا کہ میں رسولؐ پر جھوٹ نہ بولونگا۔ اور یکایک مجھے یہ بھی معلوم ہوا کہ غیر کا یعنی ابو بکر کا عہد میری گردن میں ہے یعنی مہاجرین وانصار نے ابو بکر سے بیعت کرلی تھی اس وجہ سے یہ عہد میرے ذمہ بھی واجب ہوگیا تھا اس لیے کہ بیعت کے وقت جو لوگ موجود ہوں انکی بیعت اُن پر بھی لازم ہوجاتی ہی جو اُس وقت موجود نہ ہوں۔"

مصنف مخاطب یہ بھی ظاہر کرتے ہیں کہ "اگر یہ مانا جائے کہ جناب امیرؑ نے بیعت میں تاخیر کی تھی تو وہ تاخیر اس وجہ سے نہ تھی کہ وہ ابو بکرؓ کی اطاعت کو واجب نہ سمجھتے ہوں بلکہ بطور دوستانہ شکایت کے تھی اور اس تاخیر میں کوئی حرج نہیں سمجھا تھا اس لیے کہ مقصود بیعت یعنے عہد اطاعت قبل بیعت حاصل تھا۔"

مصنف مخاطب نے جن فقرات کو اُس کلام علی مرتضیٰؑ سے لیا ہی جو نہج البلاغۃ میں مندرج ہیں یہ مناسب معلوم ہوتا ہی کہ اُس پورے کلام علی مرتضیٰؑ کا ترجمہ اس موقع پر لکھا جائے تاکہ اُس سے خود بخود ظاہر ہوجائے کہ اُن فقرات سے وہ مراد ہرگز نہیں ہوسکتی کہ جو مصنف مخاطب نے لی ہی۔ گو وہ کل کلام جو نہج البلاغۃ میں سید رضیؒ نے منتخب کیا ہی خود ایک جزو کلام طویل علی مرتضیٰؑ کا ہی کہ اُنھوں نے بعد واقعہ نہروان کے جس میں خوارج مغلوب اور تہ تیغ ہوچکے تھے ارشاد فرمایا ہی اور اُس میں اُس حالت کا ذکر کیا ہی جو وقت وفات رسول اللہ سے اُس وقت تک جبکہ وہ کلام ارشاد فرمایا ہی گذر چکی تھی۔ جیسا کہ شارح ابن میثم اور ابن ابی الحدید نے لکھا ہی ترجمہ پورے اُس کلام کا جو نہج البلاغۃ میں لیا گیا ہی یہ ہی اور جو جا حصہ کہ مشتمل

(حصہ اول) پس امر خدا کے ساتھ مین نے قیام کیا جس وقت کہ وہ لوگ بد دل ہو گئے اور گویا ہوا مین جس وقت کہ وہ کلام مضطرب کرتے تھے۔ اور اُٹھا ہوا مین جس وقت کہ وہ لوگ دبک گئے۔ اور چلا مین ساتھ نور خدا کے جس وقت کہ وہ ٹھہر گئے۔ اور تھا مین اُن سب مین آواز مین پست تر اور سابقہ مین سب سے اعلی۔ پس لے اُڑا مین عنان قضیہ کو۔ اور تنہا مین نے مسابقہ کی گھوڑ دوڑ مین بازی جیتی۔"

(حصہ دوم) مثل پہاڑ کے کہ نہین حرکت دے سکتی ہین اُس کو زور شور کی ہوائین اور اُس کو جگہ سے ہٹا نہین سکتین آندھیان اور نہین تھا مجہ مین کوئی عیب کہ جس کے باعث سے مجہ کو کوئی عیب لگا سکے اور نہ کوئی برا کہنے کی بات جس کے سبب سے کوئی کہنے والا کچہ کہہ سکے۔ اور ذلیل میرے نزدیک عزیز ہے اُس وقت تک کہ مین اُس کے لیے حق کو لے لون اور قوی میرے نزدیک ضعیف ہے اُس وقت تک کہ مین اُس سے حق کو لے لون۔"

(حصہ سوم) ہم راضی ہین خدا سے جو کچہ اُس کی قضا جاری ہوئی اور تسلیم کیا ہمنے اُس کے لیے اُس امر کو۔ آیا تو دیکھتا ہے مجھے کہ مین رسول خدا صلعم پر جھوٹ باندہونگا واللہ البتہ مین پہلا وہ شخص ہون کہ جس نے اُن حضرت کی تصدیق کی ہے پس مین پہلا اُن لوگون مین کا نہونگا کہ جنھون نے اُن حضرت پر جھوٹ باندھا۔"

(حصہ چہارم) پس مین نے جو اپنے امر پر نظر کی تو ناگاہ دیکھا طاعت میری میری بیعت پر سبقت لے گئی ہے۔ اور ناگاہ دیکھا مین نے کہ عہد میرے غیر کا میرے گلے مین ہے۔"

اس ارشاد علی مرتضیٰؑ سے ظاہر ہے کہ اُس کا پہلا حصہ متعلق ہے اپنے امور سے جن کو علی مرتضیٰؑ نے معرض افتخار مین اور اظہار مین اپنی فضیلت

گئے تمام صحابہ رسول اللہ اور مسلمانوں پر بسبب کمال اطاعت خدا اور رسولؐ کے جو
علی مرتضیٰ علیہ السلام سے وقوع میں آئی فرمایا ہے۔ اور اُس حصہ کلام میں سے مصنف
مخاطب کوئی فقرہ اپنی غرض کا نکال سکے جسے اپنے لیے لے سکتے اور نہ اُس حصہ
میں سے کوئی فقرہ لے سکتے ہیں جس کی مراد کو مصنف مخاطب اپنے مذاق کے موافق
بیان کر سکیں۔ جس سے یہ نتیجہ لازمی پیدا ہوتا ہے کہ مصنف مخاطب علی مرتضیٰ
کے افتخار اور فضیلت کے تسلیم کرنے میں ناچار آگئے ہیں۔ اور درحقیقت
علی مرتضیٰ نے اپنے مفاخر و افتخار میں جس جس شان سے اپنی فضیلت اُس حصہ
کلام میں ظاہر فرمائی ہے اُس سے کوئی مسلمان جس کے دل میں ذرہ برابر بھی ایمان
ہوگا اُس کلام کی صداقت سے انکار نہیں کر سکیگا۔ اور جب افتخار علی مرتضیٰ
کا اور اُن کی فضیلت تمام صحابہ اور مسلمانوں عہد پیغمبر پر قابل تسلیم ہو جاویگا
کہ جس کا بمجبوری قبول کرنا ہر ایک مسلمان پر لازم آتا ہے کہ جس کو واقعات زمانہ
عہد رسولؐ اور سوانح عمری علی مرتضیٰ ثابت کرتے ہیں تب حصص آئندہ کلام
علی مرتضیٰ کے جن میں سے بعض فقرات کے مصنف مخاطب نے غلط معنے
اور مراد قرار دی ہے خود بخود حقیقت معنی اور مراد اُن حصص کلام علی مرتضیٰ
کی ظاہر ہو جاوے گی۔

دوسرے حصہ کلام علی مرتضیٰ کے شروع میں شامل ہے اُن کی اُس
فضیلت کے استحکام کی کہ مثل پہاڑ کے کسی طرح سے جس کو جنبش نہو سکے
اور جس کو کوئی عیب اور امر مذموم نہ توڑ سکے۔ اس حصہ کلام کے اخیر میں جو
یہ فقرہ علی مرتضیٰ نے فرمایا ہے جس کو مصنف مخاطب لیتے ہیں یعنی کہ ذلیل
آدمی میرے نزدیک عزت والا ہے تا کہ اُس کے لیے حق لوں اور زبردست
میرے نزدیک کمزور ہے تا کہ اُس سے حق لوں ؂ وہ متعلق سیرۃ علی مرتضیٰ

سے کے ہی جس مین آنحضرت علیہ السلام نے اظہار اپنی سیرۃ کا فرمایا ہی اُس انکار سے کہ لوگ ہدایت پاکر سیرۃ علی مرتضیٰ کا اتباع کرین کہ وہ سیرۃ درحقیقت ماخذ اصول قانون عدل کی ہی۔ اور یہ سیرۃ یعنی علی مرتضیٰ نے عموماً اُسی محل اور موقع کے لیے بیان فرمائی ہی جبکہ درمیان دو شخصون کے کسی حق کا تنازع ہوا اور ایک نے دوسرے کا حق چھین لیا ہو یا دبا لیا ہو اور علی مرتضیٰ درمیان اُن دو شخصون کے شخص ثالث بمحل عدالت اور موقع عدل مین ہون۔ جس کا مدعا یہ ہی کہ حقدار جو اپنا حق چھن جانے سے یا دب جانے سے خوار ہو گیا ہو اُس کی حمایت کی جاوے اور اُس کو بوجہ حق کے زبردست سمجھا جاوے اور ناحقدار جس نے کسی کا حق لے کر برتری حاصل کی ہو اُس کی رعایت نکیجاوے اور اُس کو ناچیز اور حقیر سمجھنا چاہیے۔

مگر اس مین کچھ شبہ نہین ہو سکتا ہی کہ یہ اصول قانون عدل جو اپنے کلام مین علی مرتضیٰ نے اپنی سیرۃ کے لحاظ سے بیان فرمایا ہی اُس کی تعمیم مین خود علی مرتضیٰ کی حالت خاص شامل ہی بلکہ اُن کی حالت خاص سے اصولاً اُس کی تعمیم ہو گئی ہی۔ اور اُن کی حالت خاص کو بمقابلہ حضرت ابوبکرؓ کے جب سمجھا جاتا ہی جیسا کہ خود مصنف مخاطب نے اُس کلام علی مرتضیٰؑ کو باہم علی مرتضیٰؑ اور حضرت ابوبکرؓ کے متعلق کیا ہی تو صاف یہ صورت پیدا ہوتی ہی کہ منصب خلافت کو علی مرتضیٰؑ اپنا حق بہ سبب اُس فضیلت اور برتری کے جس کا بیان حصہ اول مین کیا ہی اور اُس فضیلت اور برتری کے استحکام کو مثلاً اسی دوسرے حصہ کلام کے شروع مین ظاہر فرمایا ہی سمجھتے تھے جس کو حضرت ابوبکرؓ نے حاصل کر لیا تھا اور جس کے حصول سے حضرت ابوبکرؓ بظاہر برتر اور زبردست ٹھہر گئے تھے۔ اور لوگ بوجہ متصرف ہو جانے حضرت ابوبکرؓ

کے حق علی مرتضیٰؑ پر جو علی مرتضیٰؑ کو ذلیل اور کمزور اور حضرت ابوبکرؓ کو عزت والا اور قوی جانتے تھے اُنہیں خیالات کے باطل اور غلط قرار دینے کے لیے علی مرتضیٰؑ نے یہ فرمایا ہی کہ وہ ذلیل آدمی میرے نزدیک عزت والا ہی تاکہ اُس کے لیے حق لوں - اور زبردست میرے نزدیک کمزور ہی تاکہ اُس سے حق لوں " باعتبار اُس واقعہ کے جو تصرف خلافت کے متعلق گذرا صاف اور صریح کلام علی مرتضیٰؑ سے یہی سمجھے جا سکتے ہیں کہ حق خلافت علی مرتضیٰؑ کا تھا اور تصرف حضرت ابوبکرؓ سے علی مرتضیٰؑ ذلیل اور حضرت ابوبکرؓ عزت والے اور علی مرتضیٰؑ کمزور اور حضرت ابوبکرؓ زبردست سمجھے نہیں جا سکتے اور اس معنی اور مراد سے اس امر کا کچھ تعلق نہیں ہو سکتا ہی جیسا کہ مصنف مخاطب کہتے ہیں کہ جناب امیرؑ کسی زبردست سے کیوں ڈرتے اور اپنے ہاتھ کو دست بریدہ کیوں رکھتے - اور اگر خلافت کو اپنا حق سمجھتے تو کیوں چھوڑ دیتے اُس کلام علی مرتضیٰؑ کی طرف اس خاص حالت میں جبکہ اُس کلام کو حالت حضرت ابوبکرؓ اور علی مرتضیٰؑ سے متعلق کیا جاوے یہ مراد ہو سکتی ہی کہ جو فضیلت اور برتری علی مرتضیٰؑ کو حاصل تھی اور جو سبب اُس کے خلافت حق علی مرتضیٰؑ کا تھا حضرت ابوبکرؓ نے جو اُس حق کو لے لیا اُس سے نہ علی مرتضیٰؑ خوار سمجھے جاتے ہیں اور نہ حضرت ابوبکرؓ زبردست اُسی فضیلت اور برتری میں جو علی مرتضیٰؑ کو حاصل تھی یعنی اُسی فضیلت اور برتری کی وجہ سے جو حق خلافت علی مرتضیٰؑ کو حاصل تھا یعنے نہ علی مرتضیٰؑ کی فضیلت اور برتری میں کچھ کمی ہو سکتی تھی نہ اُن کے حق میں کچھ نقصان آسکتا تھا نہ حضرت ابوبکرؓ کی کچھ بڑائی اُس سے ثابت ہو سکتی تھی نہ اُن کے لیے حق خلافت پیدا ہو سکتا تھا - کوئی شیعہ اس بات کا قائل نہیں ہی کہ حضرت ابوبکرؓ سے علی مرتضیٰؑ ڈر گئے تھے اور اس وجہ سے اُنہوں

نے حضرت ابوبکر سے خلافت نہیں سے لی تھی اس کلام علی مرتضیٰ سے کسی طرح مفہوم ہوتا ہے۔ پس بحث مستعفٰی مطلب کی اس امر پر مبنی ہے کہ خود اپنی طرف سے ایک امر غلط قرار دیتے ہیں اور خود ہی اس کو صحیح مانتے ہیں۔

ہاں علی مرتضیٰ نے خلافت حضرت ابوبکر پر عمل نہیں کیا اور اُسکے وجوہ خود علی مرتضیٰ نے فرمائے ہیں جو ہمارے ماسبق مضمون میں ظاہر ہو چکے ہیں منجملہ اُنہیں وجوہ کے ایک وجہ یہ بھی تھی کہ امت رسول نے بیعت علی مرتضیٰ سے جو خم غدیر پر ہوئی تھی نکث کر کے سقیفہ بنی ساعدہ میں حضرت ابوبکر پر بیعت کی اور اس وجہ سے علی مرتضیٰ نے اپنے آپ کو دست بریدہ فرمایا۔ یہ قول علی مرتضیٰ کا جو خطبہ شقشقیہ[1] میں ہاتھ کٹ جانے اور بینائی اُس اقوام علی مرتضیٰ کا نہیں ہو سکتا جو اس کلام زیر بحث میں اظہار حق کے متعلق ہے کیونکہ اظہار حق اور اور بات ہے اور اُس حق کو بذریعہ حملہ کے حاصل نہ کرنے کے لیے وجہ بیان کرنا اور امر ہے۔ دوسری مصلحت اور دوسرا نتیجہ جیسے کہ پہلے ظاہر ہو چکی ہیں حق کے طلب کرنے میں صبر یا تدبر کرنا کچھ سبب نہیں ہو سکتا ہے اور اُس سے اپنے حق کو ساقط کر دینا یا دعویٰ کا ترک کرنا لازم نہیں آ سکتا ہے بلکہ صبر اور تدبر کرنا طلب حق میں بسبب دوسری مصلحتوں کے ایک فعل صواب تھا کہ جس میں طمع خلافت بھی نہیں سمجھی جا سکتی تھی۔ افسوس ہے کہ ایسا عمدہ عمل علی مرتضیٰ کا کہ جو ہر کسی بشر سے ظہور میں نہیں آ سکتا تھا دوسری نوعیت سے سمجھا جائے۔

تیسرا حصہ زیر بحث کلام علی مرتضیٰ کا متعلق اُس واقعہ کے ہے کہ علی مرتضیٰ جو اخبار پیغمبر بیان فرماتے تھے خواہ وہ کسی کی ذات سے متعلق ہوں خواہ پیشین گوئی آئندہ سے اور لوگ انہیں شک کرتے تھے۔ لوگوں کے اُس

[1] دیکھو جلد چہارم بدعنی بحث خطبہ شقشقیہ۔

شک رفع کرنے کے واسطے وہ ارشاد علی مرتضیٰ ؑ نے فرمایا ہی اُسی حصہ سے یہ فقرہ مصنف مخاطب لیتے ہین۔

"رضینا عن اللّٰہ قضاہ وسلمنا لہ امرہ" { ترجمہ ہم اللہ کی قضا پر راضی ہین اور تسلیم کرتے ہین جو کچہ خدا کا امر ہو۔

قضائے الٰہی پر راضی ہونا اور اُسکے امر کو تسلیم کرنا یہ ایک اعلیٰ درجہ ہی مدارج عرفان کا کہ جس پر خاص اولیاء اللہ پہونچتے ہین اور جو کوئی مصیبت اس دنیا مین خاصان خدا کو پیش آتی ہی وہ اُس کی بطیب خاطر برداشت کرتے ہین اور جادۂ تحمل سے قدم اُن کا نہین ڈگتا۔ اور جس مین امتحان اُن خاصان خدا کا ہوجاتا ہی اُس موقع پر یہ کلمہ اُن کی زبان سے نکلتا ہی۔

ایسے کلمہ سے حقیقت کسی امر باطل کی جو وقوع مین آجاوے لازم نہین آیا کرتی ہی۔

علی مرتضیٰ ؑ سید العارفین اور سردار اولیاء اللہ تہے یہ کلمہ بہی اُنہون نے ایسے ہی موقع پر فرمایا ہی کہ جو موقع اُن کے لیے سخت تر مصیبت اور امتحان کا تہا اور وہ مصیبت یہ تہی کہ پیغمبر ؐ جو اخبار فرماگئے تہے کہ بعد اُنکے کیا کیا فتنے برپا ہونگے اور صحابہ پیغمبر ؐ احداث کرینگے اور اہل بیت پیغمبر ؐ کو کیا کیا اذیتین امت کے ہاتہ سے پہونچینگی جن کو موقع بہ موقع خود اہلسنت کی کتابون سے ہم اپنے رسالہ جات مین دکہا چکے ہین۔ اور ابن ابی الحدید اور ابن میثم شارحین نے بہی احداث اور ملاحم کا ذکر کیا ہی۔

علی مرتضیٰ ؑ اُنہین اخبارات اور علم پیغمبر ؐ کے بموجب جو علی مرتضیٰ کو حاصل ہوا تہا اظہار ایسے امور کا فرماتے تہے جن کی عام طور پر لوگ تصدیق نہین کرتے تہے چنانچہ خود اسی حصہ کلام مین علی مرتضیٰ ؑ فرماتے ہین میؐ آیا تو دیکہتا

ہو جیسے کہ میں رسول خدا پر جھوٹ باندھونگا واللہ ہرگز نہیں میں پہلا وہ شخص ہوں کہ جس نے اُن حضرت کی تصدیق کی ہے پس میں پہلا اُن لوگوں میں کا ہونگا کہ جنہوں نے آنحضرت پر جھوٹ باندھا تھا۔

پس ظاہر ہے کہ امت اسماع فرمودہ رسول کی جب تصدیق نہ کرے اور علی مرتضیٰ کی صداقت بیانی پر شک لاوے تو اس سے زیادہ علی مرتضیٰ کے لیے کون موقع مصیبت کا ہوسکتا ہے۔ اسی مصیبت کے سبب سے جو اذیت امت رسول کے ہاتھ سے علی مرتضیٰ کو پہنچی اور جس کی علی مرتضیٰ نے برداشت کی اسی کے متعلق علی مرتضیٰ فرماتے ہیں کہ ہم قضائے خدا پر راضی ہیں اور اس کے امر کو تسلیم کرتے ہیں یعنی خدا کی راہ میں جو مصیبت اور اذیت ہم کو پہونچتی ہے اُس کو ہم گوارا کرتے ہیں۔ یہ کلمہ کہ علی مرتضیٰ نے وقت برداشت مصیبت اور اذیت کے فرمایا ہے جس کو ایسے موقع پر خاصگان خدا فرمایا کرتے ہیں۔

یہی کلمہ حضرت امام حسین علیہ السلام نے معرکہ کربلا میں ایسے ہی موقعوں پر جبکہ امت رسول نے اُن کی ہدایت کو نہ مانا اور اُن کے حق کو قبول نہ کیا اور اُن کے اعوان و انصار کو قتل کیا اور خود امام علیہ السلام کو زخمی اور مجروح کیا ہے تو چند بار فرمایا ہے رضینا بقضاء اللہ و تسلیما لامرہ تھا۔ لاکھوں ہزاروں شیعہ ہر سال عاشورا کے دن بیادگاری امام مظلوم وقت بجاآوری اعمال عاشورا کے خاص اس کلمہ کو بھی عملاً پڑھتے ہیں۔

کیا کوئی اس بات کا قائل ہو سکتا ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام کے اس کلمہ کے فرمانے سے یہ لازم آگیا کہ حضرت امام حسین ناحق پر تھے

اور یہ بگڑ ہی پڑتا ہے - اور اللہ نے خلافت یزید کے لیے مقرر کردی تھی اور حضرت امام حسین علیہ السلام اس پر راضی ہوگئے تھے اور اُن کو کچھ شکایت نہیں رہی تھی حالانکہ مرتے دم تک اُنہوں نے بیعت یزید سے انکار کیا ہی - ایسے ہی علی مرتضیٰؑ نے جو وہ کلمہ ارشاد فرمایا ہی اور اُس کے مصنف مخاطب یہ معنے بتاتے ہیں کہ " اللہ نے خلافت ابوبکرؓ کے لیے مقرر کی ہی ہم اللہ کی اس تقدیر پر راضی ہیں - ہرگز ہم کو شکایت نہیں " کسی طرح یہ معنے جو مصنف مخاطب نے بیان کیے ہیں صحیح قرار نہیں پاسکتے -

ہم کو اس میں کچھ عذر نہیں ہی کہ یہ کلمہ علی مرتضیٰؑ کا معاملہ خلافت حضرت ابوبکرؓ سے متعلق سمجھا جاوے لیکن تعلق اُس کا خواہ مخواہ اسی نوع سے ہوگا کہ علی مرتضیٰؑ کے نزدیک خلافت حضرت ابوبکرؓ کی مذہب اسلام میں ایک مصیبت تھی اس وجہ سے کہ خلاف مرضی خدا و رسولؐ کے امت رسولؐ نے ایسے شخص کو خلیفہ قبول کیا تھا کہ جس میں وہ اوصاف نہ تھے جن کو خدا و رسولؐ نے بیان فرمایا تھا اور غیر قابل اور غیر مستحق کو خلیفہ مقرر کر دیا گیا تھا اور علی مرتضیٰؑ خلاف اُس کے جو کچھ ازروے قرآن اور اخبار پیغمبرؐ بیان کرتے تھے اُس کی صحت پر لوگوں کو شک ہوتا تھا - کچھ شبہ نہیں ہو سکتا کہ اس سے زیادہ علی مرتضیٰؑ کے نزدیک کوئی مصیبت نہیں ہو سکتی تھی جس سے سخت اذیت علی مرتضیٰؑ کے قلب اور روح کو پہونچی لیکن علی مرتضیٰؑ نے اپنے غیظ و غضب کو روکا جس کو صبر کہتے ہیں اور اُس مصیبت عظیم اور اذیت شدید کو جس کا اشارہ خطبہ شقشقیہ میں بھی ہی برداشت کیا اور اسی مصیبت اور اذیت کی برداشت کی حالت سے یہ فقرہ متعلق ہو سکتا ہی کہ ہم [illegible] اُس کو بھی مانتے ہیں اور اُس کے امر کو تسلیم کرتے ہیں [illegible]

سکے واقع ہونے سے اور اس سے اذیت پہونچنے سے ہم کو کچھ شکایت نہیں ہو کہ خاصگان خدا کا ایسے ہی موقعون پر امتحان ہوتا ہی اور جس سے ہرگز یہ لازم نہین آسکتا کہ وہ واقعہ جس سے وہ مصیبت ظہور مین آئی اور خاصگان خدا کو اذیت پہونچی صحیح اور مطابق مرضی خدا کے تھا۔ اس بنا پر لزوم اس امر کا قرار نہین پا سکتا کہ اللہ نے پہلے خلافت ابوبکرؓ کے لیے مقرر کی تھی اور علی مرتضیٰؑ اور اہلبیت پیغمبرؐ اس کی صحت اور جواز پر راضی ہوگئے تھے۔ کسی امر کو حق قبول کرنا اور چیز ہی اور کسی امر ناحق پر صبر و سکوت کرنا اور چیز ہی۔

خلیفہ برحق وہ ہو سکتا ہی جو مطابق ہدایت خدا و رسولؐ کے قبول کیا جائے اور جو امتیاز اور اوصاف خدا و رسولؐ نے قرار دیے ہین اُس مین وہ امتیاز اور اوصاف موجود ہون۔ ایسے خلیفہ کو کہہ سکینگے کہ مطابق مرضی خدا اور رسولؐ کے ہی لیکن برخلاف اُس کے لوگ جس کسی کو خلیفہ مقرر کرلین اور وہ خلیفہ قرار پا جاوے اُس کی نسبت یہ نہین کہا جا سکتا کہ بموجب تقدیر الٰہی کے یعنے موافق اُس اندازہ کے ہی جو خدا نے کیا تھا بلکہ صاف یہ کہا جائیگا کہ بموجب تقدیر بندگان خدا کے ہی کہ جس کو بندگان خدا نے اپنے اندازے سے مقرر کیا ہی اور یہی فرق ہی باہم خلیفۃ اللہ اور خلیفۃ الناس کے یعنی درمیان اُس خلیفہ کے کہ جو منجانب اللہ ہو اور اُسکے جو منجانب لوگون کے ہو۔ اور جن لوگون کا یہ اعتقاد ہو کہ خدا اور اُسکے رسولؐ نے کوئی ہدایت دربارہ تقرر خلیفہ کے نہین کی وہ کیسے کہہ سکتے ہین کہ حضرت ابوبکرؓ کی خلافت اول خدا نے کی تھی وہ مجبور ہین اس امر کے کہنے پر کہ بغیر اور بلا مرضی خدا کے اُس کے بندہ مختار ہین جس کو چاہین خلیفہ مقرر کرلین اور کچھ شبہ نہین ہی کہ بغیر ہدایت خدا اور رسولؐ کے بندگان خدا اور امت رسولؐ جو کچھ محض اپنی خواہش سے عمل مین

لاوینگے اُس مین خطا ہوگی اور مجرد کسی امر کے واقع ہوجانے کو تقدیر الٰہی سمجھا جائے تو کفر کا وقوع اور شیوع گو کسی زمانہ مین ہو تقدیر الٰہی اور صحیح سمجھا جائیگا

حضرت ابوبکرؓ کی خلافت مجرد واقع ہوجانے سے اگر تقدیر الٰہی اور صحیح سمجھی جائے تو کوئی وجہ نہین ہی کہ بمقابلہ حضرت امام حسین علیہ السلام کے یزیدؔ کی خلافت کو کیون نہ کہا جائے کہ تقدیر الٰہی تھی اور بموجب اس تقدیر کے وہ خلافت صحیح ہی اور کلمۂ حضرت امام حسین علیہ السلام سے یہ مراد کیون نہ لیجائے کہ اللہ نے خلافت یزید کے لیے مقرر کی ہی ہم اللہ کی اس تقدیر پر راضی ہین ہرگز ہم کو شکایت نہین ؟؟

یقین کرنا چاہیے کہ یہ رضا و تسلیم جو علی مرتضیٰؑ اور حسنین علیہما السلام نے ظاہر کی ہی وہ مصیبت اور اذیت کی برداشت پر ہی جو راہ خدا مین اُن کو برداشت کرنا پڑا نہ حضرت ابوبکرؓ اور یزیدؔ کی صحت خلافتون کے قبول پر-

علی مرتضیٰؑ نے اُسی حصہ کلام مین اس فقرہ کے بعد کہ ہم قضاے خدا پر راضی ہین اور اُس کے امر کو ہم نے قبول کیا ہی اور جس سے راہ خدا مین مصیبت اور اذیت کی برداشت مراد ہی جو یہ فرمایا ہی- آیا تو دیکھتا ہی کہ مین رسول خدا صلعم پر جھوٹ باندھونگا واللہ ہر آئینہ مین پہلا وہ شخص ہون کہ جس نے آنحضرت کی تصدیق کی ہی پس مین پہلا اُن لوگون مین کا نہ ہونگا کہ جنھون نے آنحضرت پر جھوٹ باندھا" اس کے یہ معنے نہین ہوسکتے جیسا کہ مصنف مخاطب کہتے ہین یعنی رسول مجکو یہ خبر دے گئے ہین کہ پہلے خلافت حق ابی بکرؓ ہی مین یہ خبر سچی بیان کرتا ہون ہرگز جھوٹی نہین ؟؟

یہ معنی صحیح اسلیے نہین ہوسکتے کہ اس فقرہ کلام علی مرتضیٰؑ سے ظاہر ہی کہ حضرت جو کچھ فرماتے تھے لوگ اُس مین شک کرتے تھے اور آمادہ تکذیب

علی مرتضیٰ کے تھے پس ہم کو یہ دیکھنا چاہیے کہ وہ کلام علی مرتضیٰ کا جس میں لوگ شک کرتے تھے اور آمادہ تکذیب علی مرتضیٰ کے تھے اُن لوگوں کے خیالات کے موافق تھا یا مخالف۔ ظاہر ہو کہ وہ ارشاد علی مرتضیٰ مخالف اُن لوگوں کے خیالات کے تھا۔

اگر اُن لوگوں کے خیالات کے موافق ہوتا تو وہ لوگ ارشاد علی مرتضیٰ میں شک نہ کرتے اور اُن کے کلام کی تکذیب پر آمادہ نہ ہوتے اور اس سے کوئی انکار نہیں کر سکتا کہ اُن لوگوں کے خیال میں خلافت حضرت ابو بکرؓ کی برحق اور صحیح تھی۔ لہذا یہ لازم آتا ہو کہ علی مرتضیٰ اخبار و احادیث پیغمبرؐ کے موافق اُس خلافت کو ناحق اور غیر صحیح ظاہر فرماتے تھے اور وہ لوگ علی مرتضیٰ کے ارشاد میں جو مخالف اُن کے خیالات کے تھا شک کرتے تھے اور آمادہ تکذیب علی مرتضیٰ کے ہوتے تھے۔

پس اُس کلام علی مرتضیٰ کے سوا اس کے اور کچھ معنے نہیں ہو سکتے کہ رسولؐ آگاہ فرما گئے ہیں کہ خلافت حق علیؑ و اہل بیت پیغمبرؐ ہی اور سوائے ان کے جو کوئی خلافت قبول کرے یا امہ رسول کسی غیر کو خلیفہ قرار دے وہ ناحق اور مذہب اسلام میں فتنہ ہی۔ اور یہ خبر میں سچی بیان کرتا ہوں ہرگز جھوٹی نہیں ہی۔ اور یہ معنی کسی طرح سے صحیح نہیں ہو سکتے کہ رسولؐ مجکو خبر دے گئے ہیں کہ پہلے خلافت حق ابی بکرؓ ہی میں یہ خبر سچی بیان کرتا ہوں ہرگز جھوٹی نہیں ہی کیونکہ علی مرتضیٰ مخالف صحت خلافت ابو بکرؓ کے اخبار رسولؐ بیان کرتے تھے اور لوگوں کے خیال بتائید صحت خلافت حضرت ابو بکرؓ کے تھے۔

چوتھے حصہ کلام علی مرتضیٰ میں جو عین فقرہ منقولہ بالا کے بعد ہی جسکے معنی ابھی بتائے گئے ہیں۔ یہ فقرہ ہی پس میں نے جو اپنے امر پر نظر کی تو

ناگاہ دیکھا کہ طاعت میری ... میری بیعت پر سبقت لے گئی ہی۔ اور ناگاہ دیکھا میں نے کہ عہد میرے غیر کا میرے گلے میں ہی جس کی صریح مراد یہ ہی کہ جب میں نے اپنے امر پر نظر کی تو بات تو یہ تھی کہ طاعت میری میری بیعت پر سبقت لے گئی تھی۔ یعنے میں نے رسول کی اطاعت کہ جو عین اطاعت خدا تھی اس درجہ پر کی تھی کہ وہ اطاعت میری سبقت لے گئی تھی اس بات پر کہ لوگ میرا اتباع کریں یا یہ بات تھی کہ میری اطاعت لوگوں پر میرے ساتھ بیعت کرنے سے سابق ہی واجب ہوگئی تھی لیکن باوصف اس شان صریح موجودگی بات یہ ہوگئی کہ عہد اپنے غیر کا اپنے گلے میں پایا۔ یعنی غیر کی سلطنت اور خلافت کا اتباع میری گردن میں پڑگیا۔ جس سے غرض یہ ہی کہ لوگوں نے دوسرا خلیفہ اسلام بادشاہ سلطنت قومی مسلمانوں کا بنا لیا اور مجکو انکا تبع قرار دیا۔ بجاے اس کے کہ میرا حق بوجہ اطاعت خدا اور رسول کے یہ تھا کہ مجکو لوگ خلیفہ اور بادشاہ مذہب اسلام قبول کرتے۔ اور میری اطاعت اپنے اوپر واجب جانتے اور میرے ہاتھ پر بیعت کرتے کہ میری اطاعت میری بیعت سے سبقت لے گئی تھی۔

جس میں اشعار اور اظہار حق خلافت کا اپنے لیے اور انکار حق خلافت کا غیر کے لیے ہی۔ بجاے اس صاف و صریح مراد کے مصنف مخاطب جو یہ مطلب جناب امیرؑ کا قرار دیتے ہیں کہ بیعت کرنے سے پہلے ہی ابوبکر کی اطاعت مجھ پر واجب ہی۔ صریح غلط ہی کیونکہ کلام علی مرتضیٰؑ سے وجوب اطاعت ابوبکر کا علی مرتضیٰ پر کسی طرح مفہوم نہیں ہو سکتا نہ اُس سے بیعت کرنا علی مرتضیٰؑ کا حضرت ابوبکر کے ہاتھ پر واضح ہوتا ہی چنانچہ وہ اصلی فقرہ یہ ہی فنظرت فی امری فاذا طاعتی سبقت بیعتی ... کا لفظی ترجمہ یہ ہی ...

اپنے معاملہ میں نظر کی تو یکایک یہ معلوم ہوا کہ طاعت میری - (اسے میں نے جو اطاعت خدا اور رسول کی کی تھی) سبقت لے گئی ہی یا میری اطاعت جو خدا و رسول ؐ نے لوگون پر واجب کردی ہی - میری بعیت پہ (اسے میرے ساتھہ بعیت کرلیے پر) "سبقت لیگئی ہے"

معنف مخاطب جو یون ترجمہ کرتے ہین کہ یکایک یہ معلوم ہوا کہ ..

میری اطاعت میری بعیت کرنے سے پہلے تھی" ہرگز ٹھیک نہین ہی - کیونکہ یہ ایک غلط مضمون ہوتا ہی کہ مین نے جو اطاعت کی ہی وہ میری بعیت کرنے سے تھی - اس لیے کہ علی مرتضیٰ ؑ نے حضرت ابو بکرؓ کی کبھی اطاعت نہین کی اور انکار بعیت سے کیا -

اور اگر یون کہا جائے کہ مجکو اطاعت کرنا بعیت کرنے سے پہلے چاہیے تہا تو اس کے واسطے اصل فقرہ مین الفاظ نہین ہین جو الفاظ کہ اصل فقرے مین ہین اُس کے صرف یہی معنے ہوسکتے ہین کہ میری اطاعت جو مینے کی ہی یا جو لوگون پر واجب ہوگئی ہی وہ سبقت لے گئی ہی میری بعیت پر لینے میرے ساتھہ بعیت کرنے پر -

اور اگر اس فقرہ کا وہ مفہوم ہوتا جو معنف مخاطب ترجمہ مین پیدا کرنا چاہتے ہین تو وہ اصل فقرہ یون ہوتا "فاذا کانت علی طاعۃ غیرؔ قد سبقت علی بیعتی" پس ناگاہ تہا مجہپر اطاعت کرنا غیر اپنے کا بالتحقیق سبقت لے گئی ہی اوپر بعیت میری کے "

معنف مخاطب اپنے مفہوم کو جب تک کہ اصل فقرہ عربی مین نہ بڑہاوین تب تک ترجمہ مین وہ مفہوم پیدا نہین ہوسکتا -

پہر قول جناب امیرؑ کا (اُسی قول کے ساتھہ جس کا ذکر ابہی ہوا) بیشک

یہ ہی جیسا کہ مصنف مخاطب کہتے ہین "یکایک مجھے یہ بھی معلوم ہوا کہ [illegible]
ابو بکر کا عہد میری گردن مین ہی"

ان دونون قول کا مفہوم صحیح ہم اوپر بیان کر چکے ہین کہ امر تو کچھ ہونا چاہیے تھا اور ہو گیا کچھ یعنے حق ناحق ہو گیا مگر مصنف مخاطب [illegible] کہتے ہین "یعنی مہاجرین و انصار نے ابو بکر سے بیعت کر لی ہی اس وجہ سے یہ عہد میرے ذمہ بھی واجب ہو گیا تھا اس لیے کہ بیعت کے وقت جو لوگ موجود ہون انکی بیعت انپر بھی لازم ہو جاتی ہی جو اسوقت موجود نہون"

جس اعتبار سے مصنف مخاطب نے یہ مراد ظاہر کی ہی افسوس ہی کہ اسکے خلاف اصول ہونے کی وجہ سے ہم اس سے اتفاق نہین کر سکتے اول یہ اصول عامہ ہی کہ جس عہد مین جو لوگ شریک ہون انہین پر پابندی اس عہد کی لازم ہوتی ہی نہ ان لوگون پر کہ جو اس عہد مین نہ شریک ہون طلب کیے گئے ہون نہ انکو اطلاع دی گئی ہو کہ کوئی عہد قومی ہونے والا ہی نہ انکی طرف سے وکلاء اور سفیر ہون یا انکے عوض انکی اجازت سے رائے دینے والے یا یون کہو کہ قوم کی طرف سے جماعت اہل الرائے یا اہل حل و عقد ہون۔

جن مہاجرین اور انصار نے حضرت ابو بکر سے بیعت کر لی تھی انکا عہد اگر صحیح ہو تو باعتبار اسکے کہ وہ عہد بیعت انہون نے کیا تھا انکی تعمیل انپر واجب ہو لیکن علی مرتضیٰ جو نہ اس عہد مین شریک تھے نہ انکی اجازت سے کوئی انکے عوض رائے دینے والا تھا نہ وقت [illegible] [illegible] انکو اطلاع دی گئی نہ [illegible]

حل و عقد کا تو کہیں کی طرف سے رہا۔ تو وہ پابند کسی عہد مہاجرین اور انصار کے
ہرگز نہیں ہو سکتے تھے اور نہ وہ اُنکے عہد کو اپنے ذمہ واجب جان سکتے
تھے نہ مصنف مخاطب نے کوئی سند کسی آیت یا حدیث سے دی کہ بیعت
کے وقت جو لوگ موجود ہوں اُنکی بیعت اُن پر بھی واجب ہو جاتی ہی جو اسوقت
موجود نہوں نہ جمیعت اور انتخاب کرنے والا مجمع اہل الرائے اور اہل حل و عقد
کا ہو۔

مین پوچھتا ہوں کہ جو کفار خدمت مین پیغمبر کی موجود ہو کر اور مسلمان
ہو کر یعنے پیغمبر کی اطاعت اور فرمانبرداری قبول کر کے عہد بیعت کرتے
تھے تو وہ عہد بیعت اُن لوگون کے ذمہ بھی واجب ہو جاتا تھا جو اسوقت
موجود نہون یہ سوال تو اصول عامہ کی شکل پر تھا۔ لیکن خاص صورت تمثیلاً
اس واقعہ کی یہ ہی کہ پیغمبر کسی امر کا ارشاد فرماتے اور کچھ مسلمان اُسکے خلاف
بغیر اطلاع اور طلب اور شرکت دوسرے مسلمانون کے کوئی عہد کسی سے
کرتے تو آیا وہ عہد دوسرے مسلمانون کی گردن مین پڑ سکتا ہی اور وہ عہد
اُن دوسرے مسلمانون پر واجب العمل ہو سکتا ہی۔؟

جا ہو یون فرض کرو کہ اپنے زمانۂ حیات مین کوئی امر پیغمبر نے بیان
نہ فرمایا ہو یا کسی امر کی ہدایت نہ کی ہو اور کچھ مسلمان خود بخود اپنی طرف
سے کوئی عہد باہم کر لیں تو وہ عہد اُن مسلمانون پر کہ جو اُس عہد مین نہ شریک
تھے نہ موجود نہ اُنکے عوض کوئی رائے کا دینے والا نہ وہ طلب کیے گئے ہوں
[illegible] دی گئی ہو نہ وہ مجمع اہل الرائے اور اہل حل و عقد کا ہو۔ واجب
[illegible]

[illegible] کہ ہر کوئی [illegible] سے سکتا [illegible]

سقیفہ بنی ساعدہ میں حضرت ابوبکرؓ کے تقرر کے بارہ میں جو کچھ جس حیثیت سے کہ ہوا بسلسلہ گفتگو ہونا چاہیے تھا کہ وفات رسول (صلعم) کی خبر سنکر جیسے حضرت ابوبکرؓ اور عمرؓ مسجد نبوی میں آنا شروع ہو گئے تھے ویسے ہی لوگ جمع ہوتے جاتے اور سقیفہ بنی ساعدہ میں جو انصار اکٹھا ہو گئے تھے انکو بھی مسجد نبوی میں بلا لیا جاتا تاکہ اول سب تجہیز و تکفین نبیؐ میں شریک ہو سکتے۔

بعد قبض روح پیغمبرؐ سب سے پہلے جو کام ہونا چاہیے تھا وہ کفن اور دفن پیغمبرؐ کا تھا لیکن اس کام کا مقدم ہونا وہی سمجھ سکتا تھا کہ جو بعد پیغمبرؐ امام ہو اور تمام کام عملی جو مذہب اسلام سے متعلق تھے انکا بجا لانے والا ہو یعنی خلیفۂ رسول اور بادشاہ اسلام سمجھا جا سکتا ہے۔

حضرت ابوبکرؓ اور عمرؓ تجہیز اور تکفین پیغمبرؐ کو مقدم نہ سمجھکر اور تجہیز و تکفین پیغمبرؐ کو ترک کر کے اور علی مرتضیٰ جو کار تجہیز و تکفین پیغمبرؐ میں مشغول تھے انکے اس کار کو سمجھکر کہ امام اپنا کام کر رہا ہے سقیفہ بنی ساعدہ کو واسطے طے کرنے امر خلافت کے تشریف لے گئے جسکا یہ نتیجہ ہے کہ حضرت ابوبکرؓ اور عمرؓ نے علی مرتضیٰ کا امام ہونا قبول کر کے سب سے پہلے امام سے اس امر میں اختلاف کیا کہ پیغمبرؐ کا کفن و دفن مقدم ہے یا خلیفہ کا مقرر کرنا۔

حضرت ابوبکرؓ کو جب وفات پیغمبرؐ کی خبر ہوئی تھی تو وہ جنازہ نبیؐ پر حاضر ہوئے اور انکے چہرۂ مبارک کو دیکھکر بوسہ دیا اور انکی موت کا اطمینان کر کے باہر تشریف لائے اور حضرت عمرؓ کو کہ جو سنکر موت رسولؐ کے تھے اور برہنہ تلوار کو گھما کر یہ فرماتے تھے کہ جو کوئی نبی کی موت کا قائل ہوگا اسکا سر اڑا دونگا یہ آیت پڑھکر موت پیغمبرؐ کا یقین دلایا۔

وما محمد الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل افائن مات او قتل انقلبتم علی اعقابکم ؕ

ترجمہ " اور نہین ہے محمد مگر رسول تحقیق کہ گذر گئے ہین پہلے اُس سے بہت رسول پھر کیا اگر پیغمبر مر جائے یا قتل ہو جائے پھر جاؤ گے تم اولٹے پاؤن "

اس آیت مین نبی کی وفات کا ہر طرح سے ذکر تھا خواہ بستر پر موت ہو خواہ میدان جنگ مین قتل ہو۔ حضرت عمرؓ نے اس آیت کو سنکر فرمایا یہ آیت مجکو یاد نہین رہی تہی مگر حضرت ابوبکرؓ کے یاد دلانے سے موت پیغمبرؐ کا اُنکو یقین ہو گیا۔

جب موت پیغمبرؐ کا حضرت ابوبکر کو اطمینان اور حضرت عمر کو یقین ہو گیا تھا تو اُنکو لازم تہا کہ وہ تا تجہیز اور تکفین پیغمبر جنازۂ پیغمبرؐ پر حاضر رہتے اور لاش پیغمبرؐ کو چھوڑ کر چلے نہ جاتے۔

پیغمبرؐ کی جان اور جسم دونون رسولؐ ہوتے ہین جان محمدؐ کو بہی روح رسول کہتے تہے اور جسم محمدؐ کو بہی جسم پیغمبرؐ کہتے تہے۔ روح رسول جب جسم پیغمبرؐ مین تہی اُسوقت بہی پیغمبرؐ کو چھوڑنا نہین چاہیے تہا اور جب روح پیغمبر جسم رسولؐ مین نہین تہی اُسوقت جسم پیغمبرؐ کو بہی چھوڑنا نہین چاہیے تہا۔

مگر حضرت ابوبکر اور عمر حیات پیغمبرؐ مین بہی میدان جنگ مین چھوڑ چھوڑ کر چلے گئے اور بعد ممات بہی جسم پیغمبرؐ کو چھوڑ کر چلے گئے

افسوس ہے کہ آیت ذکر ممات پیغمبرؐ حضرت ابوبکرؓ کو تو پہلے سے یاد تہی اور وقت مرگ پیغمبرؐ انہون نے حضرت عمر کو تازہ یاد کرائی لیکن یہ دونون بزرگوار بہول گئے تہے مضمون اس آیت کا "اگر پیغمبر مر جائے یا قتل ہو جائے پھر جاؤ گے تم اولٹے پاؤن "

فی الحقیقت علی مرتضیٰؑ منجانب خدا قابلیت امامت کی رکھتے تھے — جنہوں نے در حیات پیغمبرؐ بھی میدان جنگ مین پیغمبرؐ کو چھوڑا نہ بعد وفات اُنکی جسم کو —

حضرت ابوبکر و عمر کو نہین چاہیے تھا کہ علی مرتضیٰؑ سے اختلاف کرتے وہ کفن و دفن پیغمبرؐ کو مقدم سمجھتے اور لاش پیغمبرؐ کو چھوڑ کر سقیفۂ بنی ساعدہ کو نہ چلے جاتے اور جنازۂ نبی پر حاضر رہتے اور جسقدر مہاجرین و انصار خبر وفات پیغمبرؐ سنکر جمع ہوتے وہ سب عزت شرکت دفن نبی کی حاصل کرتے —

بعد اُسکے بموجودگی علی مرتضیٰؑ و بنی ہاشم اور دیگر مہاجرین و انصار کے اگر کسی کو یہ شبہہ ہوتا کہ پیغمبرؐ علی مرتضیٰؑ کو امامت نہین کر گئے ہین اور وہ ان مین قابلیت کار خلافت کی نہین ہے تو اس امر کو طے کر لیتے کہ بعد پیغمبرؐ کون خلیفہ مقرر ہونے کے قابل ہے اور اس امر کے طے کرنے سے پہلے تمام مسلمانون علی الخصوص تمام سرداران قبائل عرب کو اطلاع دیتے کہ وہ کسی روز جمع ہو کر بالاتفاق اس امر کو طے کرین کہ بعد پیغمبرؐ کون خلیفہ مقرر کیا جاوے لیکن امر تقرر حضرت ابوبکرؓ کا خلافت پر نہایت عجلت کے ساتھ کار مقدم تجہیز و تکفین پیغمبرؐ کو چھوڑ کر بلا لحاظ کسی اصول کے کہ جسکا ہونا ایک عظیم عملی کارروائی کے لیے ضروری تھا عمل مین لایا گیا —

جن لوگون نے کہ اُسوقت حضرت ابوبکر کے ساتھ بیعت کی اُنکا عہد علی مرتضیٰؑ کی گردن مین ڈالنا یا اُنکے عہد کا علی مرتضیٰؑ کے ذمہ لازم ہونا جیسا کہ مصنف مخاطب قرار دیتے ہین سوا مصنف مخاطب کے اور کسی کی سمجھ مین نہین آسکتا —

بلکہ میری سمجھ مین تو جو وہ لوگ ہین کہ جنہون نے اُسوقت حضرت ابوبکر

سے عہد بیعت کیا تھا پابند اپنے اُس عہد کے نہین رہ سکتے کہ وہ عہد بے اصول ہونے کی وجہ سے باطل اور ناجائز تھا ایسی حالت مین کلام علی مرتضیٰ ؑ کے یہ معنے بیان کرنا کہ غیر کا یعنے ابو بکر کا عہد میری گردن مین ہی اور مہاجرین اور انصار کی بیعت سے یہ عہد میرے ذمہ بھی واجب ہو گیا سراسر غلط اور غیر صحیح ہی۔

نہ علی مرتضےٰ ؑ اس معنی مین وہ کلمہ فرما سکتے تھے اور جو کلمہ کہ اُنھون نے فرمایا ہی نہ اُسکے وہ معنے ہو سکتے ہین۔ بلکہ اُنکے ارشاد کے وہی معنے ہین کہ کچھ کا کچھ اور حق کا ناحق ہو گیا۔ یعنے کہ میری اطاعت جو خدا اور رسول ؐ کی کر چکا ہون سبقت لے گئی ہی میرے ساتھ بیعت کرنے سے۔ اور ناگاہ عہد غیر کے لیے میری گردن مین پڑ گیا۔

واسطے غیر کے عہد کا علی مرتضےٰ کی گردن مین پڑنے سے مراد یہ ہی کہ مین اُس غیر کو حملہ کر کے بوجہ دیگر مصلحتون کے جنکو اُنھون نے دوسرے موقعون پر فرمایا ہی دفع نہین کر سکتا اور اُنکو اُنکی حالت پر چھوڑ کر صبر کرتا ہون اور اس حیثیت سے عہد واسطے غیر کے میری گردن مین پڑ گیا۔

علی مرتضےٰ نے ہرگز یہ نہین فرمایا جیسا کہ مصنف مخاطب کہتے ہین کہ میری بیعت سے پہلے ابو بکر کی بیعت مجھپر فرض ہو گئی اور اُنکا عہد میری گردن پڑ گیا جس کی حقیقت ہم ابھی اوپر دکھا چکے اور نہ اُس سے یہ ثابت ہو سکتا ہی جیسا کہ مصنف مخاطب قصد کرتے ہین کہ تا خیر بیعت بطور دوستانہ شکایت کے تھی۔

اور اسی مضمون کو مصنف مخاطب یون ادا کرتے ہین کہ اگر یہ مانا جائے [illegible] بیعت مین تاخیر کی تھی تو وہ تاخیر ا[illegible] سے نہ تھی کہ وہ ابو بکر

کی اطاعت کو واجب نہ سمجھتے ہون بلکہ بطور دستانہ شکایت کے تہی اور اس تاخیر مین کوئی ہرج نہ سمجہا تہا اس لیے کہ مقصود بیعت یعنی عہد اطاعت قبل بیعت حاصل تہا ۔

یہ مضمون بطور دفع دخل کے مصنف مخاطب نے باعتبار روایات اپنے بیان کی کتب کے بیان کیا ہو کہ بیعت علی مرتضیٰؑ کے بارہ مین اہل سنت کے بیان مختلف روایات وارد ہوئی ہین جن مین سے بعض کا یہ مقصود ہو کہ بوجہ سطوت خلافت کے علی مرتضیٰؑ سے بلا تاخیر بیعت لی گئی اور بعض روایتون سے اہل سنت نے یہ مقصد نکالا ہو کہ بوجاہت حضرت فاطمہ زہرا صلوات اللہ علیہا کے تا زندگی اُنکے علی مرتضیٰؑ سے بیعت طلب کرنے پر اصرار نہین کیا گیا تہا بعد وفات جناب سیدہؑ علی مرتضیٰؑ نے بیعت کی ۔ لیکن ہم موقع بموقع ان ہر قسم کی روایات کی حقیقت دکہلا چکے ہین ۔

جن روایات سے بذریعہ قہر و استیلا کے علی مرتضیٰؑ کا واسطے بیعت کے طلب کرنا یا بلا تاخیر اُنکا بیعت کرنا ظاہر کیا گیا ہو وہ روایات بغرض اثبات قہر و استیلا کے وضع کی گئی ہین تاکہ حق خلافت قہر و استیلا کی وجہ سے پیدا ہو جائے لیکن ناواقف تہے اس امر سے کہ مسئلہ قہر و استیلا بیرون سلطنت حق پیدا کرتا ہو وہ مضامین انکی دوسری قسم کے روایات کے باہم مخالف اور مختلف ہونے کے قابل اعتماد کے نہین ہین ۔

اور جن روایات سے کہ بعد وفات جناب فاطمہؑ کے بتاخیر بیعت کرنا کا بیان کیا جاتا ہو منجملہ اُنکے جو روایت صحیح بخاری مین ہو اُس سے معلوم حضرت ابوبکر اور علی مرتضیٰؑ کے ما بین صلح اور بیعت ۔

[illegible]

حملہ نہ کرین اور حضرت ابو بکر طلب بیعت کے ارادہ سے باز آئین ۔ در خلاف روایت صحیح بخاری کے دوسری روایتین اس قسم کی جس مین ذکر بیعت علی مرتضیٰ کا ہے معتمد نہین ہو سکتین ۔

شیعہ از روئے تحقیق برابر اسکے قائل ہین کہ علی مرتضےٰ نے بیعت حضرت ابو بکر سے نہین کی اور نہ کسی اور خلیفۂ وقت سے ۔ اور نہ حضرت امام حسنؑ نے معاویہ بن ابی سفیان سے اور نہ حضرت امام حسین نے یزید بن معاویہ سے ۔ البتہ علی مرتضیٰؑ نے باکراہ خلافت خلفائے ثلاثہ کو اُنکی حالت پر چھوڑا اور حملہ نکرکے اُنکو سہنے دیا اور اسی شان سے کہا جا سکتا ہے کہ علی مرتضےٰ نے اتباع اُنکی خلافتون کا کیا جیسے سلطنت غیر عادل کا اتباع اہل عدل ہمیشہ کیا کرتے ہین یقین کرنا چاہیے کہ اگر علی مرتضےٰ اطاعت حضرت ابو بکر کو واجب سمجھتے ہوتے تو ممکن نہین تھا کہ وہ ایک لحمہ بھی اُنکے ہاتھہ پر بیعت کرنے سے توقف کرتے کیونکہ وہ تمام امور جو شرعاً واجب ہون فوراً بلا تاخیر عمل مین لانے والے تھے ۔ اور تعمیل امر واجب مین تاخیر شکایت دوستانہ متصور نہین ہو سکتی بلکہ اپنے حق مین دشمنی ہے جسکی توقع علی مرتضےٰ سے غیر ممکن ہے ۔ اور اگر علی مرتضےٰؑ بیعت حضرت ابو بکر کو واجب نہین سمجھتے تھے تو تاخیر بیعت کے کچھہ معنی نہین ہو سکتے ۔

اور جب مصنف مخاطب یہ قرار دیتے ہین کہ علی مرتضےٰ اطاعت حضرت ابو بکر کو واجب سمجھتے تھے تو اُسکے مخالف جو نتیجہ بیعت نہ کرنے کی حالت مین پیدا ہوتا ہے وہی نتیجہ تاخیر بیعت مین پیدا ہوگا ۔ معقول انسان امر واجب کو بیجا نہین کر سکتے ۔

مصنف مخاطب کس قدر ضعف سے دفع دخل کرتے ہین کہ علی مرتضےٰ امر واجب کی تعمیل کا تاخیر کا الزام عائد کرنا چاہتے ہین لیکن وجہ اُسکی یہ ہے کہ وہ

[illegible] دیگر ان صحابہ اور مسلمانون کے سمجھتے ہین کہ جو امر واجب کو [illegible]
[illegible] والے تہے جسکا اثر علی مرتضیٰ کے افضل الناس ہونے
[illegible] قبول نہین کر سکتے ہان اہل سنت مین سے جسکا جی
[illegible] کہ مصنفات مخاطب بجاے ادعاے نصیحت شیعون
[illegible] نصیحت کرنے لگے ہین۔

[illegible] حضرت ابو بکر سے جناب امیرؑ کو لڑنے کا خیال پیدا ہونے
[illegible] ہین لو جناب امیرؑ ابو بکر کی خلافت کو خلافت حقہ سمجھتے
[illegible] کہ جسطرح خلفاے ثلاثہ کی خلافت حق تہی اسیطرح
[illegible] جس ذریعہ سے انکو خلافت حاصل ہوئی تہی اسی ذریعہ
سے [illegible] مہاجرین اور انصار نے جس شرط پر انسے بیعت کی تہی انہین نے
اسی شرط پر [illegible] جسطرح انکی اطاعت سب پر واجب تہی اسیطرح میری ""

[illegible] البلاغہ کی شرح ابن میثم سے خط جناب امیرؑ موسومہ معاویہ کے فقرات
نقل کرکے یون ترجمہ کیا ہے اور اخیر فقرہ کی جو عبارت چہوڑ دی ہی اسکا ترجمہ
خط ہلالی مین ہم لکہ دین گے وہ جناب امیرؑ نے خط لکہا تہا معاویہ کو کہ بیشک
مجہسے انہین لوگون نے بیعت کر لی جنہون نے ابو بکرؓ اور عمرؓ اور عثمانؓ سے
بیعت کی تہی اسی شرط پر جس شرط پر کہ انسے بیعت کی۔ اب نہ کسی حاضر کو جائز
ہی کہ کسی اور کو پسند کرے اور نہ غائب کو یہ اختیار ہی کہ اسکو رد کرے۔ اور
نہین ہی شوری مگر مہاجرین اور انصار کے لیے۔ پس اگر وہ جمع ہو کر کسی کو امام
مقرر کر دین تو وہی اللہ کی رضامندی ہی۔ پہر اگر نکلے انکے امر سے کوئی نکلنے
والا خلیفہ پر طعن کرکے یا خود طریقۂ بدعت اختیار کرکے تو اسکو پہیر دو اسی بیعت
کی طرف جس سے وہ نکلتا ہی۔ پہر اگر وہ انکار کرے تو اس سے لڑو اس سبب

سے کہ اُسنے مومنین کے طریقہ کے خلاف طریقہ اختیار کیا اور پہیر دیا اُسکو حق سے اللہ نے۔ اور مین قسم کہاتا ہون اپنی جان کی ای معاویہ اگر تو اپنی ہوا کو چہوڑکر اپنی عقل سے غور کرے تو قتل عثمان کے اتہام مین تو مجکو سب آدمیون سے زیادہ بری پائیگا اور البتہ تو جان لیگا کہ مین ایک گوشہ مین تہا اُس سے "مگر یہ کہ گناہ ڈہونڈہے تو پہر اپس گناہ ڈہونڈہ تو جو کچہ کہ ظاہر ہو تجکو"

مصنف مخاطب نے شروع مین جو یہ ترجمہ کیا ہی کہ "وہ اُنہین لوگون نے بیعت کی جنہون نے ابو بکرؓ اور عمرؓ اور عثمانؓ سے بیعت کی تہی۔ اُسی شرط پر جس شرط پر اُنسے بیعت کی تہی" لفظ شرط صحیح نہین ہی اصل عبارت مین لفظ "علیٰ ما" ہی جسکا یہ ترجمہ ہوتا ہی "اُسی طرح پر" یعنے بیعت کی مجہسے قوم کے اُنہین لوگون نے کہ جنہون نے بیعت کی ابو بکرؓ اور عمرؓ اور عثمانؓ سے اُسیطرح پر نہ بیعت کی تہی اُنہون نے اُنسے جسطرح پر یعنے جیسے کہ اُن تینون کو خلیفہ قبول کرنے کے لیے جن لوگون نے بیعت کی تہی ویسے ہی مجکو خلیفہ قبول کرنے کے لیے اُنہا لوگون نے مجہسے بیعت کی ہی۔

اور باقی مضمون ترجمہ مین جہان کہین جو پیرایہ بنوع دیگر اختیار کیا ہی اُسکا فرق اُس ترجمہ سے نمایان ہوجائیگا جہان آئندہ ہم ترجمہ لکہین گے۔

مصنف مخاطب اپنے ترجمہ کے مضمون بالا سے یہ استدلال کرتے ہین "وہ جملہ جناب امیرؑ نے اول یہ فرمایا کہ جن لوگون نے ابو بکر اور عمر اور عثمان سے بیعت کی تہی اُنہین لوگون نے مجہسے بیعت کی ہی پس جسطرح وہ تینون امام برحق تہے اسیطرح مین امام برحق ہون اور جسطرح اُنکی امامت سے کسی بیعت کرنے والے یا غائب کو انکار کرنا یا بغاوت کرنا یا کسی دوسرے کو امام مقرر کرنا جائز نہ تہا اُسیطرح میری امامت سے انکار جائز نہین"

"پھر جناب امیرؑ کو یہ تردد کیوں ہوتا کہ ابوبکر سے لڑوں یا نہ لڑوں۔ اگر جناب امیرؑ ابوبکر سے لڑتے تو ابوبکر کے مقابلہ میں اُنکی وہی حالت ہوتی جو جناب امیرؑ کے مقابلہ میں امیر معاویہ کی ہوئی"

"پھر جناب امیرؑ نے فرما دیا کہ امام مقرر کرنے کا اختیار مہاجرین اور انصار کو ہی جسکو وہ امام بنائیں اُسی سے اللہ راضی ہے۔ اس سے ثابت ہو گیا کہ امامت کے لیے نص نہ تھی بلکہ امامت بیعت مہاجرین و انصار سے حاصل ہوتی تھی۔ خلفاء ثلاثہ کو مہاجرین و انصار نے امام بنایا تھا پس اللہ اُنکی امامت سے راضی تھا۔ مہاجرین و انصار جسکو امام بنائیں پھر اُس سے جو کوئی مخالفت کرے اور سمجھانے سے نہ مانے اُس سے مومنین کو لڑنا چاہیے پس اگر جناب امیرؑ ابوبکر کی مخالفت کرکے اُنسے لڑتے تو تمام مومنین کو جناب امیرؑ سے لڑنا واجب ہوتا"

"مہاجرین اور انصار جسکو امام بناتے ہیں اُسپر طعن کرنا بھی جائز نہیں جو طعن کرے وہ بھی باغی ہے اور اُس سے لڑنا جائز ہے"

"جناب امیرؑ نے جو یہ فرمایا (قاتلوہ علی اتباعہ غیر سبیل المومنین وولاہ اللہ) اُسمیں اس آیت کی طرف اشارہ ہے"

"ومن یشاقق الرسول من بعد ما تبین له الهدیٰ ویتبع غیر سبیل المومنین نولہ ما تولی ونصلہ جہنم وساءت مصیرا"

"اور جو شخص مخالفت کرے رسولؐ کی ہدایت ظاہر ہو جانے کے بعد اور اتباع کرے غیر طریقۂ مومنین کا پھیرینگے ہم اُسکو جدھر کو پھرا اور ڈالینگے ہم اُسکو جہنم میں اور وہ بُرا ٹھکانا ہے"

اور فاضل میثم کی شرح سے حوالہ دیتے ہیں کہ "جناب امیرؑ کے خط میں —

(ولاہ اللہ سے آگے تک (ما تولی) اور اسکے بعد پوری آیت نہیں ہی اور پورا خطبہ نقل ہی جسمین پوری آیت مذکور ہی"

مصنف مخاطب اپنی طرف سے یہ بھی لکھتے ہین کہ وہ رضی سے اپنی عادت خیانت کے بموجب خط کا فقط ایک ٹکڑا نقل کیا اور اس آیت کے باقی لفظ بھی حذف کر دیئے"

اسکے بعد مصنف مخاطب یہ استنباط کرتے ہین کہ جناب امیر نے جو یہ فرمایا تھا کہ مہاجرین وانصار کے بنائے ہوئے امام سے جو مخالف ہو اُس سے لڑو اس دعوے کی دلیل مین یہ آیت ذکر کی اس سے ثابت ہوا کہ جناب امیر نے اُن مہاجرین اور انصار کو جنہوں نے ابو بکر اور عمر اور عثمان کو امام بنایا مومن مانا یہ وہی لوگ ہین جنکو حضرات شیعہ مرتد کہتے ہین اسکے علاوہ جناب امیر نے اس آیت کے ذکر سے یہ بھی ثابت کر دیا کہ ابو بکر اور عمر اور عثمان امام المومنین تھے اسیطرح مین بھی امام المومنین ہون"

مصنف مخاطب یہ بھی حجت کرتے ہین کہ اس آیت مین جہنم کی سزا اُس شخص کے لیے مذکور ہی جو حق ظاہر ہو جانے کے بعد رسول کی اور طریقہ مومنین کی مخالفت کرے اور جناب امیر نے اس آیت کو اس شخص پر صادق کیا جو ابو بکر اور عمر اور عثمان اور علی سے باغی ہو پس ثابت ہوا کہ جو شخص ابو بکر اور عمر اور عثمان اور علی کا مخالف ہو وہ رسول کا بھی مخالف ہی اور اسکی سزا جہنم ہی"

آخرکار مصنف مخاطب یہ نتیجہ نکالتے ہین کہ وہ شیعون کے مقابلہ مین جو اہلسنت کا مذہب ہی وہ سب اس کلام معجز نظام سے ثابت ہو گیا اور چونکہ جناب امیر نے اسکے ثبوت مین قرآن کی آیت بھی ذکر کر دی تھی لہذا یہ بات

پس ثابت ہو گیا کہ اہلسنت کا مذہب ثقلین کے مطابق ہے اور شیعون کا مذہب ثقلین کے مخالف ہے۔

ای حضرات شیعہ یاد رہے کہ قیامت کے دن یہی قول تیر حجت ہوگا

جب روز جزا حساب ہوگا — اس قول کا کیا جواب ہوگا
محشر مین نجات اُسے ملے گی — جو تابع بو تراب ہوگا

پھر مصنف مخاطب علماے شیعہ کو اس قول کی تاویل مین سخت عاجز جانکر اُنکا قول یون ظاہر کرتے ہین کہ وہ جو لوگ نص امامت کو نہین مانتے تھے اُنکے سامنے جناب امیر نے اپنی خلافت کے ثابت کرنے کے لیے ایسے طریقہ سے استدلال کیا کہ جو اُن کو مسلم تھا مگر جناب امیر کو مسلم نہ تھا۔ اور علماے شیعہ کی تاویل کو بوجوہ باطل کرنے کا قصد کرتے ہین۔

وجہ اول۔ جناب امیر نے اس قول کو قرآن سے ثابت کیا اور جو مضمون قرآن سے ثابت ہو وہ بیشک اُنکا مذہب ہے۔

دوسرے۔ اس کلام مین کوئی ایسا قرینہ نہین جس سے سمجھا جاے کہ یہ قول جناب امیر کو مسلم نہ تھا۔ اگر امیر معاویہ کو الزام دینے کے لیے ایسا لکھا تھا تو اتنا لکھدینا کافی تھا کہ جن لوگون نے خلفاے ثلاثہ سے بیعت کی تھی اُنہین لوگون نے مجھسے بیعت کی تھی شوریٰ کا اختیار مہاجرین اور انصار کو اور اُنکے امام بنانے ہوے سے باغی ہونے والے سے لڑنا اور یہ قرآن کی آیت سے اسکو ثابت کرنا قرائن اس امر کے ہین کہ جناب امیر کے نزدیک یہی حق تھا۔ کوئی قرینہ خلاف معنی ظاہر کے نہین بلکہ معنی ظاہر کے قرائن موجود ہین پھر ظاہر کلام کو چھوڑنا ظلم ہے اور ظاہر قول کا یہی ہوتا ہے کہ کہنے والے کے نزدیک

حق یہی ہی جو کہ رہا ہی - یہ امر فصاحت اور بلاغت کے خلاف ہی کہ کہنے والا اپنے مذہب کے خلاف کوئی بات کہے اور اُسمین کوئی ایسا اشارہ نہ کردے کہ یہ قول اُس کہنے والے کے نزدیک حق نہین بلکہ اُسکی تائید کردے - جناب امیرؑ کمال فصاحت اور بلاغت مین بے نظیر تھے اُنکے کلام مین ایسے عیب کو کیونکر دخل ہو سکتا ہی -

تیسرے - اگر جناب امیرؑ کو الزامی دلیل پیش کرنا منظور تھی تو اُسکے ساتھہ نص امامت بھی ضرور ذکر کردیتے اور یون لکھتے کہ رسولؐ نے بھی مجھی کو امام بنانے کا حکم کیا ہی اور مہاجرین اور انصار نے بھی مجھسے بیعت کی ہی پس دونون طرح حق امامت مجھی کو حاصل ہی - دونون دلیلون سے استدلال نہایت قوی ہوتا - ضعیف استدلال پر کیون اکتفا کیا - جناب امیرؑ نے یہ بھی خیال نہ کیا کہ لوگون کو یہ شبہہ ہوگا کہ جناب امیرؑ کے لیے نص نہ تھی -

چوتھے - جناب امیرؑ کے دوسرے قول سے بھی تائید ہوتی ہی جب لوگون نے بعد حادثۂ عثمان کے اُن کو خلیفہ بنانا چاہا تو جناب امیرؑ نے فرمایا کہ مجھے چھوڑ دو کسی اور کو خلیفہ بنالو - اس سے بھی ظاہر ہوگیا کہ خلیفہ بنانا اُنہین لوگون کا کام تھا جس سے وہ بیعت کرتے وہی خلیفہ ہوتا - اس کلام کے آخر مین جناب امیرؑ نے یہ فرمادیا کہ جسکو تم خلیفہ بناؤگے مین مثل تمہارے یا شاید تم سے بھی زیادہ اُسکی اطاعت کرونگا"

جو کلام علی مرتضیؑ کا مصنف مخاطب نے نقل کیا ہی اُسکے معنے اور مراد مین مصنف مخاطب نے اپنی عادت کے موافق تحریف کی ہی اگر وہ علی مرتضیؑ کے اس کلام کے معنی اور مراد کی تہ کو پہونچ گئے ہین -

اور کچھ شبہہ نہین ہی کہ علی مرتضیؑ نے اپنے اسی کلام بلیغ مین بتادیا ہی کہ

امامت کے لیے نص ہوتی ہی اور وہ نص حضرت نبی سے پہنچی ہی شیعہ متقدمین کے واسطے۔ اور یہ بھی بتا دیا ہی کہ امام منصوص سے ہونا ضرور ہی اُسکا قتل کرنا از روے نص لازم ہوے۔ اور نہ کچھ امر حق تھا نہ کچھ اٹھا سکا اسکے دلیل قطعی اور الزامی پیدا ہوتی تھی سب عجب اس کلام میں موجود ہی جبکہ اُسکے اصلی معنی اور مراد کی تشریح ہم کرینگے تب ظاہر ہو جائیگا کہ مصنف مخاطب کا نہ کوئی استدلال قائم رہ سکتا ہی اور نہ علماے شیعہ کے قول کا جواب ہو سکتا ہی۔

سید رضی نے کتاب نہج البلاغہ واسطے قائم اور باقی رکھنے فن بلاغت کے تالیف کی ہی اور جیسا کہ مصنف مخاطب اسی بحث میں قبول کرتے ہیں کہ جناب امیرؑ کمال فصاحت اور بلاغت میں سب سے نیچے تھے ۱۱

ایسے ہی تمام امت پیغمبر قبول کرتی چلی آتی ہی کہ علی مرتضے قدرتاً فصیح اور بلیغ تھے۔ اس لیے سید رضی مجبور تھے کہ اس کتاب فن بلاغت میں جناب علی مرتضےؑ کے کلام خواہ وہ تحریری ہوں یا تقریری جمع کریں۔ اور بہت کچھ حصہ اس کتاب کا متفرق طور پر دوسری کتابوں میں مروی اور منقول ہو چکا ہی جس سے اُنہوں نے اُسکو لیا ہی۔

چنانچہ ابن ابی الحدید نے اپنی شرح میں اس کتاب (خط) علی مرتضیٰؑ کی نسبت لکھا ہی کہ ارباب سیر نے اُسکا ذکر کیا ہی اور ہمارے شیوخ متکلمین اُسکو حجت میں لائے ہیں اور جیسے کہ پورا یہ خط شارح ابن میثم نے اپنی شرح میں منقول کیا ہی ویسے ہی پورا یہ خط شارح ابن ابی الحدید نے اپنی شرح میں نقل کیا ہی جو ابن میثم سے مقدم ہی۔

سید رضی نے یہ کتاب نہج البلاغہ مذہبی شان سے جمع نہیں کی ہی کہ جسمیں

پورے مضامین احادیث اور روایات کا جمع کرنا لازم ہوتا بلکہ انہون نے اپنے نزدیک جس کلام تحریری اور تقریری علی مرتضیٰ سے جسقدر لینا مناسب سمجھا ہی اُسکو لیا ہی اور زیادہ لحاظ اس بات کا رکھا ہی کہ وہ مضامین جو عقائد کسی فرقہ اسلام کو ناگوار ہون ترک کیے جائین تاکہ اُنکی یہ کتاب ہر فرقہ کے مسلمانون کو فن بلاغت مین فائدہ پہونچاوے —

مصنف مخاطب نے جو سید رضی کی نسبت یہ لکھا ہو کہ بہ مقتضی عادت اُنکی عادت خیانت کے بموجب خط کا فقط ایک ٹکڑا نقل کیا اور اُسکے باقی فقرے حذف کر دیے نہایت نازیبا ہی لیکن جب وہ خود علی مرتضیٰ کی نسبت اُنکے فضائل کے کم کرنے مین اور دوسرون سے چھوٹے درجہ پر قائم کرنے مین کوشان ہین تو اُنکو سید رضی کی نسبت جو علی مرتضیٰ سے چند پشتون کے بعد نسل مین ہین کسی ناحق الزام دینے مین اور بجاے حسن صواب کے عیب لگانے مین کیا باک ہو سکتا ہی —

سید رضی نے کلام زیر بحث علی مرتضیٰ کا جو انتخاب کیا ہی اگرچہ اُسمین لفظ آیت (ما تولی) کہ جس سے نشان آیت معلوم ہو جاے ترک نہین کیا مصنف مخاطب جو لفظ (ما تولی) کا ترک کرنا ظاہر کرتے ہین غلط ہی — شرح ابن ابی الحدید اور شرح ملا فتح اللہ صاحب شیرازی مین وہ لفظ آیت درمیان کلام منقولۂ سید رضی کے موجود ہی — البتہ شرح ابن میثم مطبوعۂ طہران مین وہ لفظ آیت کلام منقولہ نہج البلاغہ سے بہ سہو کاتب متروک ہو گیا ہی —

وقت شرح کے خود ابن میثم کے کلام مین وہ لفظ آیت داخل کلام منقولہ نہج البلاغہ موجود ہی — مصنف مخاطب کو جنکے سامنے شرح ابن میثم تھی چاہیے تھا کہ وہ بیان شرح ابن میثم سے خیال کر لیتے کہ وہ لفظ آیت سید رضی نے ترک

نہیں کیا اور نہ سنت کو ... ہی ہے نہیں ہو سکتا اسلیے کہ علی مرتضیٰ کا تمام کلام ہمیشہ مشتمل ... میں آیات قرآنی اور مقتبس قرآن سے ہوا کرتا ہے - اور علماء خود بخود بیان کرتے ہیں کہ کلام علی مرتضیٰ کا ماخذ کون آیت قرآن اور حدیث رسولؐ ہے منصوص ... آیت ... اس کلام علی مرتضےٰ میں موجود ہے کہ جو نہج البلاغہ میں سید رضی نے منقول کیا ہے - اور پورا وہ خط علی مرتضےٰ کا مع پوری آیت کے کتب سیر میں موجود ہے جہان سے سید رضیؒ نے لیا ہے پس الزام خیانت سید رضیؒ پر اہل سنت صاحب سے زیادہ بیجا ہے -

قبل اسکے کہ ہم کلام زیر بحث علی مرتضےٰؑ کے معنے بیان کرین یہ بہی مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اُس خط کا پورا ترجمہ لکہدین اور کلام زیر بحث پر خط کہینچدین تاکہ معلوم ہو جاسے کہ جو مضمون خط کا سید رضی نے ترک کیا ہے وہ اہلسنت کے استدلال کے لیے مفید ہے یا متبعان حضرت معاویہ کے لیے مضر -

(خط علی مرتضیٰ بنام معاویہ)

اور لیکن بعد اسکے بیشک بیعت میری ای معاویہ لازم ہو گئی ہے تجہکو درحالیکہ تو شام مین ہے اسواسطے کہ تحقیق امر یہ ہے کہ بیعت کی ہے مجہسے قوم نے کہ انہین لوگون نے جنہون نے ابو بکر اور عمر اور عثمان سے بیعت کی تہی اُسی طرح پر جسطرح پر اُن سے بیعت کی تہی - پس نہ کسی حاضر کو یہ جائز کہ کسی اور کو اختیار کرے اور نہ واسطے غائب کے یہ ہو سکتا ہے کہ اُسکو رد کرے - اور نہین ہے شوری مگر واسطے مہاجرین اور انصار کے - پس اگر اجتماع کرین وہ کسی پر اور نام رکہین اُسکا امام تو ہو گی وہی رضاے خدا - پہر اگر نکلے اُنکے امر سے کوئی نکلنے والا از روے طعن یا بدعت کے تو پہیر دو اُسکو طرف اُسی چیز کے جس سے کہ وہ نکل گیا ہے پس اگر وہ انکار کرے جنگ کرو اُس سے اس سبب سے کہ اُسنے اتباع کیا ہے

غیر راہ مومنین کی پہیر دیا ہے اُسکو اللہ نے (ترجمہ) ... جہنم واصل کرینگے ہم اُسکو اور وہ برا ٹہکانا ہے ... بیعت کی میری پہر توڑ دیا اُن دونون نے میری بیعت کو اور تہا توڑنا اُن ... کا مثل ارتداد اُن دونون کے پس جہاد کیا مین نے اُن دونون سے ... بات پر یہانتک کہ آیا حق اور ظاہر ہوا امر اللہ کا ... تہے پس داخل ہو تو اے معاویہ اُس امر مین کہ داخل ہوے ہین اُسمین مسلمان پس تحقیق کہ میرے نزدیک محبوب ترین امور تیرے بارے مین عافیت ہے مگر یہ کہ تو بلا کو لیکر خود ہی پیش آئے۔ پس اگر تو اُسکو لیکر پیش آیا تو جنگ کرونگا مین تجہسے اور مدد چاہونگا مین اللہ سے تیرے مغلوب ہونے کی۔ اور تحقیق کہ تو نے جہگڑا کیا قتل عثمان مین پس داخل ہو تو اُس امر مین کہ جسمین لوگ داخل ہوے پہر محاکمہ کر قوم کا (مراد قوم سے وہ لوگ ہین جنکو معاویہ قاتل ... کا جانتا تہا) مین تجہکو اور اُس قوم کو کتاب خدا پر اوتہالونگا (اور تیرے اور اُس قوم کے درمیان مین موافق کتاب خدا کے حکم ہونگا) اور یہ بات جسکا تو ارادہ کرتا ہی اُس قسم سے ہے کہ جیسے بچہ کو دودہ چہوڑنے کے لیے دہوکا دیتے ہین۔

اور قسم ہے مجہکو اپنی زندگی کی اے معاویہ ہر آئینہ اگر غور کرے تو اپنی عقل سے ... خواہش نفسانی سے البتہ پائیگا تو مجہکو زیادہ بری لوگون مین کا خون عثمان سے اور ہر آئینہ جان لیگا تو کہ بیشک اُس سے مین الگ تہلگ تہا۔ مگر یہ کہ تہمت ... تو مجہپر کہ جو مین نے نہ کیا ہو۔ پس جو کچہ تیرے خیال مین آئے ... مجہپر لگا اور جان تو کہ تو اُن رہا شدہ لوگون مین سے ہے کہ جنکو خلافت حلال نہین ہے اور نہ اُن مین شوری پیش ہو سکتا ہے۔ اور تحقیق کہ بہیج دیا مین نے ... پاس ... اُن لوگون کے پاس جو تیرے آگے ہین جریر بن عبد اللہ کو ... اور وہ

اہل بیان اور بہ تبرت سے ہی ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم"

اس ترجمۂ کل مضمون خط علی مرتضےٰ سے ظاہر ہوتا ہی کہ سید رضیؒ نے جسقدر اس خط سے مضمون نہج البلاغہ مین نقل کیا ہی اُسی پر کوئی استدلال مصنف مخاطب یا اُنکے ہم خیال کر سکتے ہین — اور جسقدر مضمون کہ سید رضیؒ نے اُس خط سے ترک کیا ہی اُسپر مصنف مخاطب یا اُنکے ہم خیال کسی قسم کا استدلال پیدا نہین کر سکتے — اگر سید رضی کوئی مضمون مفید استدلال مصنف مخاطب یا اُنکے ہم خیالون کا متروک کرتے تو سید رضی پر الزام خیانت ناروا نہوتا — لیکن خود مصنف مخاطب بقیۂ مضمون خط علیؑ مرتضی سے جسکو سید رضی نے ترک کیا ہی کوئی امر مفید اپنے پیدا نہ کر سکے — ایسی حالت مین صرف زبان سے یہ کہدینا کہ وہ سید رضی نے اپنی عادت کے موافق خیانت کی" شایان نہ تہا —

اب مین مصنف مخاطب کی وہ خیانت فی المعنی والمراد کلام زیر بحث علی مرتضےٰ مین دکہاتا ہون جو اُنہون نے اپنے استدلال کے لیے کی ہی — اور اس بحث مین جو طریقہ کہ مصنف مخاطب نے اختیار کیا ہی وہ کوئی تازہ نہین ہی بلکہ تحریف فی المعنے والمراد کی اُنکی عادت ہوگئی ہی جیسا کہ اسوقت تک اُنکے حملون اور ہمارے دفاعون سے ظاہر ہی —

کلام زیر بحث مین علی مرتضےٰؑ نے صرف یہ فرمایا ہی کہ "وہ قوم کہ جیسے لوگون نے بیعت کی تہی ابو بکر اور عمر اور عثمان کے ساتہ جسطرح سے اپنے خلیفہ قبول کرنے کے لیے اُسیطرح مجہسے بیعت کی ہی"

یہ ارشاد اُنکا مطابق واقعہ کے ہی اور کچہ شبہہ نہین کہ یہ واقعہ خود جناب علیؑ مرتضی کو مسلم تہا اور تمام مسلمانون کو یہ واقعہ تاریخی اسوقت تک مسلم

جاتا ہی۔ لیکن یہ بیان اس واقعہ کے علی مرتضےٰ سے یہ نہیں ثابت ہوتا کہ حضرت ابوبکر کی خلافت حقہ تہی۔ نہ یہ کہا ہی کہ جسطرح خلفاے ثلاثہ کی خلافت حق تہی اسیطرح میری خلافت بہی حق ہی۔ نہ یہ ارشاد کیا ہی کہ جس ذریعہ سے اُن کو خلافت حاصل ہوئی تہی اُسی ذریعہ سے مجکو خلافت حاصل ہوئی ہی یا جو ذریعہ حصول خلافت کا اُن تینون کے لیے ہوا وہ صحیح اور مطابق شریعت کے تہا یا اُنکی اطاعت سب پر واجب تہی یا یہ کہ جسطرح وہ تینون امام برحق تہے اسیطرح مین امام برحق ہون۔ یا اُن تینون کی امامت سے کسی بیعت کرنے والے یا غائب کو انکار کرنا یا بغاوت کرنا یا کسی دوسرے کو امام مقرر کرنا جائز نہ تہا۔

اس دو واقعہ بیعت کے بیان کرنے سے یہ لازم نہیں آسکتا ہی کہ حضرت علی مرتضےٰؑ خلافت ابوبکرؓ کو خلافت حقہ سمجہتے ہون یا اُنکی خلافت برحق تہی یا اُنکی اطاعت سب پر واجب تہی یا وہ تینون امام برحق تہے یا کسی بیعت کرنے والے یا غائب کو انکار کرنا یا اُنپر حملہ کرنا یا کسی دوسرے کو امام مقرر کرنا جائز نہ تہا۔

یہ امر فراموش نہین کرنا چاہیے کہ کسی امر کا وقوع مین آنا یا کسی واقعہ کو تسلیم کرنا اور امر ہی اور کسی امر کا جائز یا صحیح طور پر وقوع مین آنا یا کسی واقعہ کی صحت اور جواز کو قبول کرنا اور چیز ہی۔

اور جب بیان اُن امور کا کلام علی مرتضیٰؑ مین موجود نہین ہی جن امور کو مصنف مخاطب اپنے استدلال مین بیان کرتے ہین تو خلاف ظاہر اور صریح کلام کے معنے اور مراد کی حیثیت سے اضافہ کرنا اُن امور کا قطعی تحریف فی المعنی والمراد ہی۔

لیکن مین خود اسی کلام علی مرتضیٰ سے بتادونگا کہ کلام علی مرتضےٰ
مین جو بیان بیعت خلفاے ثلاثہ اور علی مرتضےٰ کا ہی اُس سے بیشک یہ
لازم آتا ہی کہ علی مرتضیٰ حضرت ابو بکر کی خلافت کو خلافت حقہ نہین سمجہتے تہے
اور ذریعہ حضرات خلفاے ثلاثہ کی خلافت کے حصول کا نا جائز اور غیر صحیح
خلاف نص قرآنی اور مسئلہ شریعت کے تہا جو نص قرآنی سے علی مرتضےٰ
نے استنباط کرکے اپنے اسی کلام مین بیان فرمایا ہی۔ اور ذریعہ اپنے
حصول خلافت کا موافق نص قرآنی اور مسئلہ شریعت جو اپنے اسی کلام
مین آیت قرآنی سے بیان فرمایا ہی صحیح اور جائز قرار دیتے تہے اور اپنی اطاعت
سب پر واجب بتلاتے تہے۔ اور اُن تینون کو امام برحق نہین اپنے آپ کو
امام برحق جانتے تہے۔ اور کسی بیعت کرنے والے یا غائب کو اُن تینون کی
امامت اور خلافت سے انکار یا اُنپر حملہ کرنا اور کسی دوسرے کو امام مقرر کرنا
جائز قرار دیتے تہے اور صرف اپنی امامت سے کسی بیعت کرنے والے
یا غائب کو انکار یا بغاوت یا تقرر امام دیگر اپنے موسوم خلافت ہونے
کے بعد غیر صحیح اور نا جائز بتلاتے تہے۔

میرے اس سخن سے دیکہنے والون کو نہایت تعجب ہوگا لیکن جب وہ
میری تقریر آئندہ پر غور کرینگے تو انکا وہ تعجب بآسانی رفع ہو جائیگا۔ اور وہ
تقریر آئندہ کچہہ میری تقریر نہین ہی بلکہ خود علی مرتضیٰ کا ارشاد ہی اور وہ ارشاد
اُنکا وہ فقرہ ہی جسمین ذکر شوریٰ مہاجرین اور انصار کا ہی جو مابعد اُس فقرہ
کے ہی جسمین بیان واقعہ بیعت خلفاے ثلاثہ اور خود علی مرتضیٰ کی بیعت کا
ذکر ہی اور وہ فقرہ ذکر شوریٰ مہاجرین اور انصار وہی ہی جسکو خود مصنف تحفہ
نے بہی نقل کرکے ترجمہ کیا ہی۔

نہ اور سوا ے اسکے نہین ہی کہ شوری واسطے مہاجرین اور انصار کے ہی۔ پس اگر مجتمع ہوجائین وہ اور کسی کا امام نام رکھدین تو ہوگا وہ کام خوشنودی خدا کا۔"

علی مرتضےٰ نے اس فقرہ مین ایک مسئلہ مذہب اسلام کے لیے بیان فرمایا ہی کہ جب مہاجر اور انصار مجتمع ہوکر کسی کا امام نام رکھدین یا یون کہو کہ کسی کو یہ کہدین کہ یہ امام ہی تو یہ امر موجب خوشنودی خدا ہی۔ علی مرتضیٰ نے اس مسئلہ کے بیان کرنے مین جو الفاظ اور مضمون ظاہر کیا ہی اُسکے ظاہر الفاظ اور باطن مضمون علانیہ بتا رہے ہین کہ کل مہاجر اور انصار کہ وہ اہل حل و عقد اور اہل الراے امت محمدیہ مین سمجھے گئے ہین مجتمع ہوکر بالاتفاق کسی کو یہ کہدین کہ یہ امام ہی وہ اُنکا اجتماع اور اتفاق خوشنودی خدا ہی۔

اگر کل مہاجر اور انصار کے مجتمع اور متفق ہونے سے اس مسئلہ مین مقصود نہوتا تو کلام علی مرتضیٰ مین ضرور اشعار اسکا ہوتا کہ اگر بعض یا اکثر یا غالب یا کثیر مہاجر اور انصار متفق ہوکر کسی کو امام قبول کرین تو بہی وہ امام قرار پاجائیگا اور اس امر کے بیان کرنے کی بہی ضرورت تہی کہ درصورت عدم اجتماع اور اتفاق کے یا اختلاف کے کیا ہونا چاہیے۔

مگر جب مقصود کلام علی مرتضےٰ سے قید اجتماع اور اتفاق کل مہاجر اور انصار کی مانی جاے اور جسکا ماننا باعتبار الفاظ اور مضمون کلام کے ضروری ہی۔ تو ضرورت اُسکے خلاف کے بیان کرنے کی باقی نہین رہتی ہی کیونکہ باعتبار فن بلاغت کے جب اس مسئلہ مین اجتماع مہاجرین اور انصار سے اتفاق کل مہاجر اور انصار کا سمجہا جاے۔ تو اسی مسئلہ کے خلاف یہ مسئلہ لازمی طور پر پیدا ہوجاتا ہی کہ اگر کل مہاجر اور انصار مجتمع نہون یا اتفاق نکرین

اور اختلاف کرین تو وہ شخص جسکو امام قبول کرنے مین کل مہاجر ور انصار مجتمع نہون یا متفق نہون یا اختلاف کا اتفاقی شخص نہ امام ہوگا نہ خدا اُس غیر اجتماعی اور غیر اتفاقی کل مہاجرین اور انصار سے یا اختلافی امر سے راضی ہوگا بلکہ خلاف خوشنودی خدا کے ہوگا۔

اس مسئلہ مین اجماع اور اتفاق مہاجرین اور انصار کی جو قید اور شرط ہی اُسکا اصول یہ ہی کہ اگر کل مہاجر اور انصار جمع نہون تو غیر شریک مہاجر اور انصار کی رائے سے وہ مجمع کچھہ فائدہ نہین اوٹھا سکیگا۔ اور موجودہ مجمع مہاجرین اور انصار کا بغیر شرکت اُن مہاجرین اور انصار کے کہ جو اُس مجمع مین شریک نہوان امر حق طی نہین کر سکتے اور جو کچھہ کہ وہ طی کرین وہ ناقص رہیگا۔ کاملیت حقیت امام قرار دینے کی اسیوقت ہوسکتی ہی کہ جب کل مہاجر اور انصار مجتمع ہون۔ کیونکہ جو مہاجر اور انصار شریک مجمع نہون ممکن ہی کہ وہ ایسی رائے رکھتے ہون کہ جسکے ظاہر ہونے کے بعد موجودہ مہاجرین اور انصار اپنی رائے اور عندیہ کو تبدیل کردین۔

اور اگر کل مہاجر اور انصار جمع بہی ہون اور باہم اُنکے اتفاق نہو اور اختلاف واقع ہو یعنی کچھہ مجمع کسیکو امام موسوم کرے اور کچھہ مجمع کسی دوسرے کو تو ایک عہد واحد مین دو امام ہوجائینگے اور اُن کے باہم اختلاف کی وجہ سے فساد برپا ہوجائیگا اور وہ موجب رضائے الٰہی نہین ہوسکتا۔

کل مہاجرین اور انصار کے مجتمع ہوکر بالاتفاق کسی ایک کے امام موسوم کرنے کی ضرورت اسوجہ سے ہی کہ کل مہاجر اور انصار بالاتفاق جس کسیکو امام موسوم کرینگے وہ ضرور ہی کہ بموجب قرآن اور قول و فعل رسولؐ کے ہوگا۔ یعنی قرآن مین جو اوصاف امام واجب الطاعت کے بتلائے گئے ہین اور پیغمبرؐ نے جنکی تفسیر اپنے قول اور فعل سے کرکے جتا دیا ہی۔ (دیکھو بحث مسئلہ امامت کی

جلد دوم رسالہ روشنی صفحہ ۲۷ سے) اُنکو امام موسوم کرسکتے ہیں اور اسی عبارت سے ایسا شخص امام منصوص موجب خوشنودی خدا ہوگا۔

اور ایسے ہی اجتماع اور ایسے ہی اتفاق کل مہاجرین اور انصار کو کہ جس سے امام موسوم ہو اور اس شخص کو جو ایسے اجتماع اور اتفاق سے مہاجرین اور انصار امام موسوم کیا جاے علی مرتضےٰ نے موجب خوشنودی خدا بیان فرمایا ہی۔

اسی وجہ سے کہ ایسا اجتماع اور اتفاق اور اس سے کسی کا امام موسوم ہونا نصی ہی چنانچہ علی مرتضےٰ نے اپنے اسی کلام میں صاف اشارہ آیت قرآنی کی طرف فرمایا ہی اور اسی سے ظاہر ہی کہ امامت کے لیے نص تھی اور وہ امامت منصوص باجتماع اور اتفاق کل مہاجر اور انصار کے حاصل ہو جاتی ہی۔

جو مسئلہ شوری مہاجرین اور انصار کا امامت کے لیے علی مرتضےٰ نے ارشاد فرمایا اُس سے مطابق کرکے از روے واقعات تاریخی مسلہ کے دیکھو کہ امامت اور خلافت خلفاے ثلاثہ کی اس مسلہ کے موافق تھی یا مخالف سا اور علی مرتضےٰ کی امامت اور خلافت اس مسلہ کے مطابق تھی یا نہیں؟

حضرت ابو بکر جو سقیفہ بنی ساعدہ میں خلافت اور امامت منعقد ہوئی کوئی انکار نہیں کرسکتا کہ اسوقت تمام مہاجر اور انصار موجود نہیں تھے یہانتک کہ علی مرتضیٰ کو نہ اطلاع ہوئی اور نہ وہ شریک تھے مہاجرین میں صرف حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ تھے۔

زید بن خطاب بھائی حضرت عمر کے اور عباس بن ربیعہ اور عبد الرحمن بن عوف اور طلحہ بن عبید اللہ اور عثمان بن عفان اور زید بن حارثہ اور عبد اللہ بن مسعود اور بلال وغیرہ جنکو ممتاز مہاجرین سمجھا گیا ہی اُنکا بھی اُس مجمع میں پتہ نہیں ہی۔

البتہ بہ نسبت مہاجرین کے انصار کا زیادہ مجمع تھا لیکن کل انصار موجود نہیں تھے

مثل جابر بن عبد اللہ ابو ایوب نامآوردن انصار کے تاہم انصار موجودہ نے حضرت ابوبکر کی امامت اور خلافت پر اتفاق نہین کیا۔ وہ انصار مین سے اپنا ایک امیر بنانا چاہتے تھے۔ اور سعد بن عبادہ کو نامزد کرتے تھے۔ اور پھر بعض انصار نے علی مرتضیٰ کا امام ہونے کے لیے نام لیا۔ اور حضرت سعد بن عبادہ سردار انصار تا دم مرگ حضرت ابوبکر کے بلکہ حضرت عمر کے بھی خلیفہ اور امام ہونے سے منکر رہے اور لوگ انکار نے انکی جان کھوئی۔ اور انتہا در یہ کی یہ بات ہے کہ خود حضرت عمر نے امامت اور خلافت حضرت ابوبکر کو فلتہ فرمایا ہے یعنی وہ بغیر سوچے سمجھے امام اور خلیفہ مقرر ہو گئے اور ناس خلافت اور امامت کے شر سے خدا نے بچا لیا" جس سے صاف یہ مراد ہے کہ بغیر شوری کامل کے وہ خلافت اور امامت عمل مین آگئی تھی۔

خلافت اور امامت حضرت عمر کا بھی حال ہر کسی پر ظاہر ہے کہ انکے لیے بھی کل مہاجر اور انصار موجودہ کا اجماع اور اتفاق نہین ہوا تھا۔ صرف حضرت ابوبکر نے انکا استخلاف کیا اور حضرت عثمان نے اسکا کتبہ لکھا۔ اسحضرت طلحہ اور دیگر صحابہ نے حضرت ابوبکر کی اس تجویز پر خود حضرت ابوبکر کے سامنے قبل انکی وفات کے حاضر آکر اعتراض کیا کہ ایسے سخت اور درشت طبیعت شخص کو امت رسول پر خلیفہ مقرر کرتے ہو خدا کے سامنے کیا جواب دو گے۔ اور اسی بنا پر کہ یہ خلافت بھی اجماع اور اتفاق مہاجرین سے منعقد نہین ہوئی تھی علی مرتضیٰ نے فرمایا ہے کہ "یہ خلافت بھی مین پہلی خلافت کی تھی"

انعقاد خلافت حضرت عثمان کا بھی کسی سے مخفی نہین ہے کہ حضرت عمر نے چھ شخصونکو معین کر دیا تھا کہ جن کے بعض پر اطلاق مہاجر اور انصار کا بھی نہین ہو سکتا ہے۔ اور کچھ مہاجر اور بہت انصار زمرۂ اہل شوری مین شامل نہین کیے

اور پہلے دن اہل شوریٰ نے علی مرتضیٰ کو نامزد کیا کہ درحقیقت اوسیوقت وہ امامت کے لئے موسوم ہوئے لیکن علی مرتضیٰ سے یہ شرط چاہی گئی کہ وہ سیرۃ شیخین پر عمل کریں جسکو اونہوں نے قبول نہیں کیا کہ وہ خلاف قرآن اور سنت رسول کسی اور کی سیرۃ پر عمل کرنے کا اقرار نہیں کر سکتے تھے اور اسی جگہ پر یہ امر ظاہر ہی کہ قرآن اور سنت رسول کے خلاف سیرۃ شیخین کی تھی جسکے عمل پر علی مرتضیٰ سے شرط کیجاتی تھی اگر سیرۃ شیخین مطابق قرآن اور سنت رسول کے ہوتی تو اونکی سیرۃ پر عمل کرانے کی شرط کی نہ ضرورت تھی اور نہ علی مرتضیٰ کو اسکے انکار کی کوئی وجہ ہو سکتی تھی - اور نیز وہ شرط خلاف وصیت حضرت عمر کے تھی کہ حضرت عمر نے وصیت شوریٰ میں کوئی ایسی قید اور شرط نہیں لگائی تھی وصیت کے تعمیل کرنے والونکو ہرگز جائز نہیں تھا کہ وہ مضمون وصیت میں ایک شرط اضافہ کرکے تحریف کریں - جب علی مرتضیٰ نے شرط عمل سیرۃ شیخین کو قبول نہیں کیا تو حضرت عثمان بموجب وصیت علانیہ تحریف شدہ کے خلیفہ اور امام بنائے گئے جنہوں نے شرط سیرہ شیخین کو خلاف علی مرتضیٰ کے قبول کرلیا - اور علی مرتضیٰ نے اُسیوقت باعلان حضرت عثمان کے امام اور خلیفہ ہونے سے اختلاف کیا حضرت عمر نے جو تعین اشخاص کا شوریٰ کے لئے کیا تھا یہ امر خود غلط طریقہ اور خلاف اوس مسئلہ شوریٰ کے ہی جو علی مرتضیٰ نے فرمایا تھا - حضرت عمر کو چاہیے تھا کہ وہ صرف اسقدر فرماجاتے کہ کل مہاجرین و انصار مجتمع اور متفق ہوکر کسی کو امام قبول کریں - کچھ شبہ نہیں کہ جو مسئلہ شوریٰ مہاجرین اور انصار کا علی مرتضیٰ نے فرمایا تھا اُس کے موافق یہ تینوں امامتیں اور خلافتیں وقوع میں نہیں آئی ہیں - ایسی خلافتیں اور امامتیں حق نہیں ہو سکتیں وہ علی مرتضیٰ اونکو برحق جان سکتے تھے - بعد قتل حضرت عثمان کے جو علی مرتضیٰ کو امامت اور خلافت کے لیے نامزد کیا گیا

لاریب وہ مطابق اسی مسئلہ شوری مہاجرین اور انصار سے ہی کہ علی مرتضی نے
بیان فرمایا ہی - پس مہاجر اور انصار اسی ایک جلسہ مین جمع اور متفق علی مرتضی
کے لیے ہوئی ہے - جسوقت کہ مسجد نبوی مین مہاجرین اور انصار اور دیگر مسلمان
جمع ہوئے اور علی مرتضی کو بلایا گیا تھا کہ مجمع مین اس امر کو قبول کرین کہ جسکی
خواہش اونسی کی گئی تھی - جسوقت کہ علی مرتضی تشریف لائے اور ممبر مسجد
نبوی پر قدم رکھا اور حضار مجمع پر نظر ڈالی تو دیکھا کہ طلحہ اور زبیر اس مجمع مین
نہین ہین چنانچہ علی مرتضی نے اونکو طلب کیا جب وہ حاضر آئے تب بعد
گفتگوی مناسب اور ضروری کے علی مرتضی نے اس امر کو جسکی تکلیف آنکو
دی گئی تھی قبول کیا - جس سے ظاہر ہوتا ہی کہ آنکو کوئی طمع خلافت کی نہین تھی -
اگرچہ بامام منصوص ہونی کی وجہ سے وہ خلافت فی الارض سمجھتے تھے بعد اسکے
علی مرتضی کے ہاتھ پر بیعت ہوئی - اور علی مرتضی باجماع اور اتفاق کل مہاجرین
اور انصار موجودہ کے امام اور خلیفہ قبول کیے گئے -

اسی موقع پر ذہن نشین کرلینا چاہیئے کہ اگرچہ واقعہ بیعت حضرت ابوبکر
اور حضرت عمر اور حضرت عثمان کا اور واقعہ بیعت علی مرتضی کا متحد
ہی لیکن شان اس واقعہ کی جداگانہ ہی کہ حضرات خلفاء ثلاثہ کے ہاتھ
پر جو بیعت ہوئی جسوقت کہ وہ امام اور خلیفہ بنائے گئے اوسوقت اجماع
اور اتفاق مہاجرین اور انصار کا وقت شوری کے ناقص تھا اور جسوقت
کہ علی مرتضی کے ہاتھ پر بیعت کی گئی اوسوقت اجماع اور اتفاق مہاجرین
اور انصار کا کامل تھا - پس علی مرتضی نے کلام زیر بحث مین جو ارشاد
فرمایا ہی کہ بیشک جسے اون لوگون نے بیعت کی جنھون نے ابوبکر اور عمر اور
عثمان سے بیعت کی تھی اسیطرح پر کہ جسطرح پر اون سے بیعت کی تھی

اوسکی مراد صرف یہ ہوسکتی ہی کہ مجرد وقوع بیعت مین کوئی فرق نھین تھا گو اجتماع اور اتفاق مہاجرین اور انصارین وقت شوری کے نقصان اور کمال ہو یعنی بیعت اونکے ہاتھ پر بھی ہوئی اور انکے ہاتھ پر بھی ہوئی صرف ناقص اور کامل ہونے شورے کا فرق تھا۔

اس اعتبار سے مجرد وقوع بیعت کی حجت حجت الزامی ہی ہوسکتی ہی۔

یعنی اے معاویہ جب تو ناقص شورے مہاجرین اور انصار کی بیعت کو قبول کرچکا ہی تو کیا وجہ ہی کہ تو کامل شورے مہاجرین اور انصار کی بیعت کو قبول نہ کرے۔

ایسی حالت مین علماء شیعہ جو یہ کہتے ہین کہ جناب امیر نے اپنی خلافت کے ثابت کرنے کی لیئے ایسے طریقہ سے استدلال کیا جو معاویہ اور گروہ معاویہ کو مسلم تھا تو غور کرنا چاہیئے کہ علماے شیعہ کیا بیجا کہتے ہین۔

اور بنظر اسکے کہ مطابق مسئلہ شوری مہاجرین اور انصار بیان فرمودہ علی مرتضیٰ کے خلافت اور امامت خلفاء ثلاثہ کی واقع نھین ہوئی کہ شورہ ناقص تھا۔

اور خود علی مرتضیٰ کی نامزدگی اس مسئلہ کے مطابق عمل مین آئی۔

کہ شوری کامل تھا مین یہ کہتا ہون کہ علی مرتضیٰ حضرت ابوبکر کی خلافت کو خلافت حقہ نھین سمجھتے تھے اور ذریعہ خلفاء ثلاثہ کی خلافت کے حصول کا ناجائز اور ذریعہ اپنے حصول خلافت کا جایز قرار دیتے تھے اور اپنی اطاعت سب پر واجب جانتے تھے۔

اور اون تینون کو امام برحق نھین بلکہ اپنے آپ کو امام برحق جانتے تھے اور کسی بیعت کرنے والے یا غائب کو خلفاء ثلاثہ کی بیعت سے انکار

یا اُنپر حملہ کرنا اور کسی دوسرے کو امام مقرر کرنا جائز سمجھتے تھے اور اپنی امامت سے کسی بیعت کرنے والے یا غائب کا انکار یا اپنی نامزدگی کے بعد تقرر امام دیگر جائز نہیں قرار دیتے تھے۔

یقین کرنا چاہیے کہ مسئلہ شوری مہاجرین اور انصار کا جو علی مرتضیٰ نے فرمایا ہی وہ "پس اگر مجتمع ہو جائیں اور نام رکھدیں اُسکا امام" یعنی اُسکا امام ہونا قبول کرلیں اور کہدیں کہ یہی امام ہے اُسکی مراد اپنے نفس نفیس سے ہے۔ پس بوجہ اسکے کہ انعقاد خلافت و امامت حضرت ابو بکر پر خلاف مسئلہ شوری فرمودہ علی مرتضیٰ ناقص طور پر وقوع میں آیا تھا۔

جناب امیر نے حضرت ابو بکر کو قابل حملہ سمجھا اور غور کیا کہ ابو بکر سے لڑیں یا بوجہ دیگر امور کے اُنسے نہ لڑیں گو دوسرے وجوہ سے آخرکار انہوں نے لڑنا پسند نہیں کیا۔ لیکن بوجہ اسکے کہ انعقاد خلافت حضرت ابو بکر پر ناقص شوری مہاجرین اور انصار سے ہوا تھا اسلیئے علی مرتضیٰ اُنپر حملہ کر سکتے تھے۔

اور اگر جناب امیر حضرت ابو بکر سے لڑتے تو ابو بکر کے مقابلہ میں اُنکی وہ حالت ہرگز نہوتی جو جناب امیر کے مقابلہ میں امیر معاویہ کی ہوئی۔ اس لیے کہ حضرت ابو بکر کی نامزدگی بذریعہ ناقص شوری مہاجرین اور انصار کے وقوع میں آئی تھی اور علی مرتضیٰ کی نامزدگی بذریعہ کامل شوری مہاجرین و انصار کے عمل میں آئی تھی۔

اور کچھ شبہ نہیں ہے کہ جو امامت بذریعہ بیعت ناقص شوری مہاجرین و انصار کے حاصل ہو وہ منصوص نہیں ہو سکتی اور نہ ایسی امامت ... [illegible] ... ہو سکتا ... جو کوئی بذریعہ ناقص شوری کے مہاجرین و انصار کے ... [illegible] ... کرنا چاہیے کیونکہ ... [illegible]

مقصود آیت جس سے استنباط کرکے علی مرتضیٰؑ نے مسئلہ شریعت بیان فرمایا
امام موسوم کیا گیا ہے۔

پس اگر جناب امیرؑ ابو بکر سے لڑتے تو تمام مومنین کو جناب امیر سے
لڑنا ہرگز واجب نہوتا بلکہ حرام ہوتا۔ کیونکہ حضرت ابو بکرؓ کا تقرر بذریعہ اقرار
شوریٰ مہاجرین و انصار کے عمل میں آیا تھا جو جائز نہ تھا اور اُس سے علی مرتضیٰ
کی مخالفت حق ہوتی۔ اور علی مرتضےٰ سے جو کوئی لڑتا وہ مرتکب فعل حرام کا
ہوتا۔ اور جو کوئی بذریعۂ ناقص شوریٰ مہاجرین اور انصار کے امام بنایا جاے
اُسپر طعن کرنا قطعی جائز بلکہ واجب ہے اور جو کوئی طعن کرے وہ باغی نہیں قرار
پا سکتا بلکہ وہ ناصر امر حق کا مثاب ہوگا اور خود اُس سے ہی کسیکو لڑنا حرام ہے۔

علی مرتضیٰؑ نے اپنے کلام زیر بحث میں بعد ذکر مسئلہ شوریٰ مہاجرین اور
انصار کے جو یہ فرمایا ہے کہ وہ پھر اگر نکلے اُنکے امر سے کوئی نکلنے والا خلیفہ پر
طعن کرکے یا خود طریقۂ بدعت اختیار کرکے تو اُسکو پھیر دو اُسی بیعت کی طرف
جس سے وہ نکلتا ہے۔ پھر اگر وہ انکار کرے تو اُس سے لڑو اس سبب سے کہ
اُسنے مومنین کے طریقے کے خلاف طریقہ اختیار کیا اور پھیر دیا اُسکو حق سے اللہ نے
اسکے معنے اور مراد صریح یہ ہیں کہ جب کل نہ جزو مہاجرین اور انصار شوریٰ
کے وقت مجتمع اور متفق ہوکر کسی کو امام نامزد کردیں جو موجب خوشنودی خدا
کا ہوگا۔ سے پھر نکلے امر سے یعنی اُن کل نہ جزو مہاجرین و انصار مجتمعاً و متفقاً کے شوریٰ
سے باہر ہو جاے تو اُسکے لیے وہ حکم ہے کہ جو علی مرتضےٰؑ نے اپنے کلام میں
فرمایا ہے۔ اور جبکہ وہ شوریٰ ناقص ہو نہ کامل تو وہ نہ موجب خوشنودی خدا
ہو سکتا ہے نہ اُسپر اطلاق اُس حکم کا آسکتا ہے کہ جو علی مرتضیٰؑ نے فرمایا ہے۔
علی مرتضےٰؑ نے اپنے اس کلام میں جس آیت کی طرف اشارہ کیا ہے کہ جسکے شبیہ

رسول خدا نے علی مرتضیٰ کے لئے مشورے کل انہ جزو مہاجرین وانصار مجتمعہ اور متفقہ سے
ہمیں ہدایت جب ہم دے کے لیے خواہ وہ مہاجرین اور انصار مجتمعہ اور متفقہ میں
ہیں یا ضمیر اُنکا جو حکم بیان فرمایا ہی اُسکا ماخذ یہی آیت ہی جسکو مصنف مخاطب
نے نقل کیا ہی اور ہم بھی اوپر لکہ آئے ہیں — اور علی مرتضیٰ کا ارشاد اُسی
آیت سے مقتبس ہی —

مگر یہی آیت ہی جسکا ہمنے مسئلہ امامت کی بحث مین کہ قرآن مین ہی یا نہین
ذکر کیا ہی دیکھو صفحہ ۸ — رسالہ نمبر جلد ۲ اور جسکو امام شافعی تین سو
مرتبہ قرآن کے اوراق مین اول سے آخر تک غور اور فکر کے
بعد اس آیت پر پہونچے اور یہ شرف استدلال خاص اُنہین کے واسطے کیا گیا ہی
مجکو اسمین بہت شبہہ ہی کہ اپنی تلاش سے امام شافعی اس آیت پر پہونچے
ہون بلکہ میرا گمان یہ ہی کہ اُنہون نے گو کوشش بلیغ اور کئی سال تک قرآن کو
ٹٹولا مگر اُنکا ذہن اس آیت کی طرف استدلال کے لیے منتقل نہین ہوا — الا
یہ آیت مکتوب علی مرتضیٰ مین موجود تھی اور اُس مکتوب کا کل ارباب سیر نے
ذکر کیا ہی جیسا کہ شارح ابن ابی الحدید نے لکہا ہی کہ وہ ذکر کیا ہی اُسکا کل ارباب
سیر نے اور ہمارے شیوخ متکلمین اپنی کتابون مین صحت اختیار اور طریقہ امامت
پر حجت لائے ہین —

امام شافعی کو بھی اُسی مکتوب مین یہ آیت نظر پڑگئی ہی اور اُسکو اُنہون نے
اپنا اجتہاد قرار دیدیا ہی — مگر میرا یہ طریقہ نہین کہ جیسے مصنف مخاطب نے سید رضی
کی نسبت خیانت کا بیجا الزام لگا دیا ہی امام شافعی کی نسبت مین بھی کوئی الزام
لگا دون —

مین اسی پر بحث کرتا ہون کہ امام شافعی سے اس آیت کے معنے اور مراد

قرار دیتے ہیں اور متکلمین شیعہ معترض ہیں کہ نام علی مرتضیٰ کے مفہوم میں اور شرح
اُنکے مصنف مخاطب سے غلطی ہوئی ہی اور بتنگ معنے اور مراد اور مفہوم
مطابق اُس مسئلہ کے نہیں ہی کیونکہ خود علی مرتضےٰ نے اس آیت سے اقتباس
کرکے بیان فرمایا ہی۔

مقصود اس آیت کا یہ ہی کہ جو کوئی پیغمبرؐ کی مخالفت کرے بعد اسکے کہ ہدایت
اُسکی ظاہر ہو گئی ہو اور پیروی کرے غیر راہ مومنین کی وہ جہنمی ہی"

اور امام شافعی نے بہی جو مقصد آیت کا ظاہر کیا ہی وہ ٹہیک ہی کہ "اتباع غیر
سبیل مومنین کا حرام ہی کہ خداوند عالم نے پیروی غیر سبیل مومنین اور مخالفت
رسولؐ کو جمع کیا ہی"

لیکن سبیل مومنین کے فہم میں کہ وہ کیا ہی امام شافعی سے غلطی ہوئی ہی۔
اُنہوں نے اور جس کسی نے کہ اُنکا اتباع کیا یا جس کسی کی اُنہوں نے تائید کی
یہ سمجھ لیا کہ حضرت ابوبکر پر جو سقیفہ بنی ساعدہ میں انعقاد خلافت ہوا اور اُسوقت
جو وہ امام یا خلیفہ بنائے گئے اور پہر اُنکو دوسرے مومنین جنہوں نے کہ اُنکو
قبول کیا وہی اجماع ہی اور وہی سبیل مومنین ہی۔

حالانکہ مومنین کے لیے سبیل کا مقرر ہونا قبل اسکے کہ مومنین اُسپر چلیں
پہلے معین ہونا چاہیے جیساکہ اسی آیت میں موجود ہی کہ "جو شخص مخالفت کرے
رسولؐ کی ہدایت ظاہر ہو جانے کے بعد اور اتباع کرے غیر راہ مومنین کا" جس
سے صاف ظاہر ہی کہ ہدایت پہلے ظاہر ہو چکی ہو اور وہ سبیل پہلے معین
ہو چکی ہو کہ جسکا اتباع مومنین کو واجب ہی۔

علی مرتضیٰ نے اسی آیت سے اقتباس فرماکر جو مسئلہ شوریٰ مہاجرین اور
انصار کا فرمایا ہی اُس سے یہ امر ظاہر ہو جاتا ہی کہ راہ کا معین ہونا اول امر ہی اور

اُسپر چلنا اور نہ چلنا آخر امر ہی۔ جیسا کہ وہ فرماتے ہین کہ سوا اسکے نہین ہی کہ شوریٰ واسطے مہاجرین اور انصار کے ہی پس اگر مجتمع ہوجائین وہ اور نام رکھین کسی کا امام تو جسکی مراد یہ ہی کہ کل مہاجر و انصار مجتمع اور متفق ہو کر کسی کو امام قبول کر لین۔ اُسی کا اتباع کل مومنین کو کرنا چاہیے یعنے مہاجرین و انصار مجتمع اور متفق ہو کر جو سبیل اور طریقہ مومنین کے چلنے کے لیے قبول کر لین اُسی سبیل اور طریقہ پر مومنین کو چلنا چاہیے۔ یہ صورت ہوئی امر اول سا ہ معین ہو سکنے کی لیکن اُس سبیل معینہ پر اگر کوئی نہ چلے کہ جو داخل صورت امر آخر ہی اُسکے لیے علی مرتضےٰؑ نے یہ فرمایا ہی کہ وہ پھر اگر باہر ہو جائے اُنکے (مرسکہ مہاجرین و انصار مجتمع و متفقہ کے امر شورے سے) کوئی باہر ہو جانے والا طعن کر کے۔ یا خود طریقہ بدعت اختیار کر کے تو اُسکو پھیرو اُسی کی طرف جس سے وہ نکلتا ہی پھر اگر وہ انکار کرے تو اُس سے لڑو اس سبب سے کہ اُسنے مومنین کے طریقہ کے خلاف طریقہ اختیار کیا اور پھیر دیا اُسکو اسنے حق سے ۔

پس کچھ شبہہ نہین کہ علی مرتضےٰؑ نے آیت قرآنی سے اقتباس کر کے جو سبیل مہاجرین اور انصار کا بیان فرمایا ہی درحقیقت وہ تفسیر اُسی آیت کی ہی اور بمقابلہ تفسیر علی مرتضےٰؑ کے نہ قول امام شافعی کا ذکر اُنکو کچھ مسلمانون نے امام بنا دیا ہی اور نہ قول متکلمین معتزلہ کا اور نہ بیان ہمارے مصنف مخاطب کا قابل اعتماد اور لائق قبول ہی۔

اگر کل مہاجر و انصار مجتمع اور متفق ہو کر کسی کو کہتے کہ یہ امام ہی کیا ایسا اجماع اور اتفاق کلی ضرور موافق نص کے ہوتا جس سے عمل کسی کو بدا قرار نہ پاتا جسکا اتباع واجب ہوتا اور مومنین کے چلنے کے لیے وہی راہ ہوتی اور اُس سے انحراف حرام سمجھا جاتا اور اُسی کو اجماع کہہ سکتے لیکن اجماع کل مہاجرین و انصار

ے۔ اور اُنکے اتفاق سے نہ خلافت اور امامت حضرت ابوبکرؓ کی واقع ہوئی اور نہ حضرت عمرؓ کی اور نہ حضرت عثمانؓ کی۔ اسلیے وہ آیت یا کلام علی مرتضیٰ زیر بحث حجت اجماع واسطے خلافتوں اور اماموں حضرات ثلاثہ کے ہرگز نہیں ہو سکتی بلکہ اُسی آیت اور ارشاد علی مرتضیٰ کے مخالف وہ خلافتیں اور امامتیں باطل ہیں۔

البتہ وہی آیت اور وہی کلام علی مرتضیٰ جس میں بیان مسئلہ شوریٰ مہاجرین وانصار کا ہے۔ اور جو تفسیر آیت ہے اور جسکے مطابق کامل طور پر نہ ناقص طور پر حضرت علی مرتضیٰ امام اور خلیفہ قبول کیے گئے امامت اور خلافت علی مرتضیٰ کے لیے نص ہے۔ اور اسی بنا پر یہ کہا جاتا ہے کہ امامت اور خلافت کے لیے قرآن میں نص ہے اور وہ نص سوائے علی مرتضیٰ کے اُنکے غیر کے لیے نہیں ہو سکتی ہے۔ پس خلافت اور امامت علی مرتضیٰ کی منصوص ہے اور اُنکے غیر کی غیر منصوص۔

اور اسی سے ظاہر ہو گیا کہ امامت کے لیے نص تھی اور مہاجرین اور انصار مجتمعہ اور متفقہ کا کسی کو امام قبول کرنا ہی حکماً نص ہے اسلیے کہ کل مہاجرین و انصار کی نسبت قیاس نہیں کیا جا سکتا کہ وہ خلاف نص اجماع اور اتفاق کریں۔

ہاں خلافت اور امامت حضرات خلفائے ثلاثہ کے لیے نہ کوئی نص تھی اور نہ اجماع اور نہ اتفاق جزوی مہاجرین اور انصار کا حکماً نص ہو سکتا ہے۔ اور جناب امیرؑ کا اُسوقت اُن کل مہاجرین اور انصار کو مومن ماننا لازم آ سکتا کہ جب کل مہاجرین و انصار مجتمع اور متفق ہو کر امام موسوم کرتے اور خلاف مقصود آیت اور مسئلہ شوریٰ مہاجرین اور انصار فرمودہ علی مرتضیٰ کے کہ جو تفسیر آیت کی ہے جس کسی نے ابوبکرؓ و عمرؓ اور عثمانؓ کو امام بنایا اُس کسی کو کیونکر لازم آ سکتا ہے کہ علی مرتضیٰ نے مومن مانا۔

اور اگر شیعہ ایسے لوگوں کو مرتد کہتے ہیں تو وہ راضی ہو سکتے ہیں اسکے ترک کرنے پر اگر انکو کوئی یہ بتادے کہ ایسے لوگوں کو جو آیت اور مسئلہ شوریٰ تفسیر آیت فرمودہ علی مرتضیٰؑ کو نہ مانے اور اُسکے برخلاف عمل کرے اُسکو کیا کہنا چاہیے۔

اور جناب امیرؑ نے اس آیت کے ذکر سے ہرگز یہ ثابت نہیں کر دیا کہ ابوبکرؓ اور عمرؓ و عثمانؓ امام المومنین تھے اسی طرح میں بھی امام المومنین ہوں بلکہ یہ ثابت کر دیا کہ ابوبکرؓ اور عمرؓ اور عثمانؓ امام المومنین نہیں ہو سکتے کہ انپر سب مہاجرین اور انصار مجتمع اور متفق نہیں ہوئے تھے البتہ میں امام المومنین ہوں کہ مجھپر تمام مہاجرو انصار مجتمع اور متفق ہوئے یعنی مجکو بلا اختلاف تمام مہاجرین اور انصار نے قبول کیا۔

بیشک اس آیت میں جہنم کی سزا اس شخص کے لیے مذکور ہے جو حق جاننے کے بعد رسولؐ کی اور طریقہ مومنین کی مخالفت کرے۔ مگر جناب امیرؑ نے اس آیت کو اُس شخص پر صادق نہیں کیا جو ابوبکرؓ اور عمرؓ اور عثمانؓ کا باغی ہو کیونکہ ابوبکرؓ اور عمرؓ اور عثمانؓ اور انکے متبعین نے حق ظاہر ہو جانے کے بعد طریقہ مومنین کی مخالفت کی یعنی قرآن میں اوصاف امام کے بتادیے تھے اور پیغمبرؐ نے اپنے قول اور فعل سے امام کو جتا دیا تھا اور تمام مہاجرین اور انصار نے مجتمع اور متفق ہو کر ابوبکرؓ اور عمرؓ اور عثمانؓ کو خلیفہ قبول نہیں کیا تھا بلکہ ناقص طریقہ اختیار کیا گیا جو خلاف آیت اور مخالف رسولؐ اور اُس طریقہ مومنین کے تھا کہ جو خدا اور رسولؐ نے بتایا تھا۔ پس جو شخص ابوبکرؓ اور عمرؓ اور عثمانؓ کا مخالف ہو وہ رسول کا موافق ہے اور اُسکی جزا بہشت ہے۔

البتہ جناب امیرؑ نے اس آیت کو اُس شخص پر صادق کیا ہے جو علی مرتضیٰؑ

باغی ہوا سلیے کہ جو اوصاف امام کے قرآن مین بتائے گئے ہین اور پیغمبر نے علی کا امام ہونا بتا دیا تھا اور تمام مہاجر وانصار نے مجتمع اور متفق ہو کر علی کا امام ہونا قبول کر لیا پس جو شخص کہ علی کا مخالف ہو وہ رسول کا اور خدا کا بھی مخالف ہی اور اُسکی سزا جہنم ہی۔

بنظر اس تحقیق کے جو دکھائی گئی شیعون کے مقابلہ مین اہلسنت کا مذہب اس کلام معجز نظام سے ہرگز ثابت نہین ہو سکتا اور جناب امیر نے جو اس مسئلہ کے ثبوت مین قرآن کی آیت کا ذکر کیا بلاشبہہ اس سے ثابت ہو گیا کہ اہلسنت کا مذہب ثقلین کے خلاف ہی نہ وہ ہلتے آیت قرآنی کو مانتے ہین نہ ارشاد علی مرتضیٰ کو۔ البتہ شیعون کا مذہب ثقلین کے موافق ہی جو دونون کو مانتے ہین۔

ای حضرات اہلسنت یاد رہے کہ قیامت کے دن یہی قول تمپر حجت ہوگا۔ کہ جس قول کے معنے اور مراد کی تم دنیا مین تحریف کرتے ہو۔ اور دین دنیا مین شیعون کے لیے یہی قول علی مرتضیٰ اُسکے اصلی معنے اور مراد مین حجت ہی۔

رباعی

جب روز جزا حساب ہوگا اس قول کا کیا جواب ہوگا
محشر مین نجات اُسے ملے گی جو تابع بوتراب ہوگا

مین نے یہ رباعی مصنف مخاطب کی اس موقع پر چھین لی ہی کہ مین اُسکے لیے اجازت معنوی سمجھتا ہون۔

جو حقیقت اور حقیقت معنی اور مراد کلام علی مرتضیٰ کی ہمنے ظاہر کی اُس سے صریح ظاہر ہی کہ مصنف مخاطب نے عمداً یا غلطی سے وہ معنی اور مراد قرار دیتے

جو کلام علی مرتضیٰؑ کے مقصود کے خلاف ہین اور اس وجہ سے کوئی استدلال مصنف مخاطب کا اُنکے حق مین قائم نہین رہ سکتا۔

اسی ہماری تحقیق سے یہ بھی ظاہر ہی کہ علماے شیعہ نے جو یہ ظاہر کیا ہی کہ جناب امیرؑ نے اپنی خلافت کے ثابت کرنے کے لیے ایسے طریقہ سے استدلال کیا جو اُنکے مخالفون کو مسلم تھا۔ ایسا بیان کرنا علماے شیعہ کا بھی صحیح ہی کیونکہ وہ بیان اُنکا مجرد وقوع بیعت سے بطور حجت الزامی کے صحیح اور قابل قبول پایا جاتا ہی۔ اور مصنف مخاطب نے جو اُسکے ابطال مین وجوہ لکھے ہین وہ خود غلط مفہوم معنی اور مراد کلام علی مرتضیٰؑ اور غلط استنباط پر مبنی ہین۔

یہ سچ ہی کہ جناب امیرؑ نے اپنے قول کو قرآن سے ثابت کیا اور جو مضمون قرآن سے ثابت ہو وہ بیشک اُنکا مذہب ہی۔ لیکن قرآن سے اور ارشاد علی مرتضیٰؑ سے یہ ثابت ہوا کہ خلافتین اور امامتین خلفاے ثلاثہ کی بوجہ نقصان شورے کے ناواجب الاطاعت تھین اور امامت اور خلافت علی مرتضیٰؑ کی بوجہ کامل ہونے شوری کے واجب الاطاعت تھی۔

جب ہم قبول کرتے ہین کہ علی مرتضیٰؑ نے جو کچھ ارشاد فرمایا وہ اُنکو مسلم کیا بلکہ وہ ارشاد اُنکا تفسیر آیت قرآنی تھا۔ اور جو مسئلہ شورے مہاجرینؓ انصار کا بیان کیا وہ نصی ہی۔ اور ہم بظاہر قول علی مرتضےٰؑ کو چھوڑتے ہین نہ کوئی اُسکی تاویل کرتے ہین بلکہ صاف و صریح جو معنے اُسکے ہین وہی معنے لیتے ہین کہ ہر گاہ شوری کل مہاجرین و انصار کے مجتمعاً متفقہ سے کسی کو امام قبول کرنا چاہیے تو ایراد مصنف مخاطب کا باقی نہین رہتا۔

ہم یہ بھی قبول کرتے ہین کہ اسی پر علی مرتضیٰؑ کو اعتقاد نہین یقین تھا

لیکن چونکہ مقصود یہ تھا کہ الزام دینے کے سبب صرف اتنا لکھدینا کافی تھا کہ جن لوگون نے خلفائے ثلاثہ سے بیعت کی تھی انہین لوگون نے مجھسے بیعت کی ہے۔ الزام دینے کی ضرورت فقط اتنے قول سے پوری نہین ہوتی تھی بلکہ شوری کا مسئلہ علی مرتضیٰ کو ظاہر فرمانا ضروری تھا کہ مجتمعہ اور متفقہ شوری مہاجرین اور انصار سے جو کوئی امام قبول کیا جائے وہ واجب الاطاعت ہے اور اُس سے اللہ راضی ہے اور جو اُس سے باغی ہو اُس سے لڑو تاکہ حقیقت عدم صحت بیعت خلفائے ثلاثہ کی اور صحت بیعت علی مرتضیٰ کی کھل جاوے۔

اور پھر قرآن کی آیت سے اُسکو ثابت کرنا لازم تھا تاکہ اُنکے مسئلہ بیان کرنے سے لوگون کو یقین ہوا اور سمجھین کہ اس مسئلہ صحیح کے مطابق خلفائے ثلاثہ کی امامت اور خلافت ناقص ہوئی اور خود علی مرتضیٰ بذریعہ کامل شوری مہاجرین اور انصار کے جسمین کل مہاجر اور انصار متفق تھے قبول کیے گئے۔ اور جانین کہ واجب الاطاعت کسکی اور کونسی امامت اور خلافت ہوتی ہے۔ اور خلفائے ثلاثہ کے ساتھ شان بیعت اور علی مرتضیٰ کی ساتھ شان بیعت مین کیا فرق ہے اور لوگ اپنی غلطی سے متنبہ ہون کہ ناقص شوری کی بیعت والون کو تو امام اور خلیفہ واجب الاطاعت قبول کر لیا گیا تھا اور کامل شوری کی بیعت والے کو واجب الاطاعت قبول نہین کیا جاتا۔ اور لوگ کسی وقت یہ نہ کہنے لگین کہ شوری کا مسئلہ علی مرتضیٰ نے کیون بیان نہین کیا کہ شوری کی رو سے مین امام منتخب کیا گیا ہون جس سے اللہ راضی ہے اور جو مجھسے باغی ہو اُس سے لڑو علی مرتضیٰ نے مسئلہ شوری بیان کر کے خلفائے ثلاثہ کی حالت اور اپنی حالت کیون نہ دکھائی اور یہ تنبیہ لوگون کو کیون نہ کی کہ جب بمجرد وقوع بیعت کو واجب الاطاعت ہوتے ہو تو کیا وجہ ہے کہ ناقص شوری کی بیعت والون کو مانو

اور کامل شوریٰ کی بیعت والے کو نہ مانو۔

اور کچھ شبہہ نہیں کہ ظاہر کلام کے یہی معنی اور مراد ہیں اور ظاہر کلام کو چھوڑنا علم ہے اور بیشک ظاہر ہر قول کا یہی ہوتا ہے کہ کہنے والے کے نزدیک وہی معنی ہیں جو ظاہر ہوتے ہیں۔ اسمین کچھ شبہہ نہیں کہ جناب امیرؑ کمال فصاحت اور بلاغت مین بینظیر تھے اور اُن کے کلام فصیح اور بلیغ کے صاف و صریح یہی معنے ہوتے ہین جو پہلے بیان کیے۔ اور جو مصنف مخاطب اُس کلام فصیح اور بلیغ کے معنی مین تحریف کرتے ہین اگر وہی معنے لیے جائین تو کلام علی مرتضیٰ مین عیب کو دخل ہوتا ہے کہ اُنھون نے ایسے اہم مسئلہ کے ظاہر کرنے مین نہ صورت غیر متعدد و غیر متفقہ مہاجر اور انصار کو بیان کیا نہ اکثر یا غالب یا کمتر یا اختلافی حالت کا ذکر کیا جس کے ترک بیان سے مسئلہ مہمل ہوتا ہے اور جو شان علی مرتضیٰ سے نہایت بعید ہے۔ البتہ مصنف مخاطب کو اس کلام بلیغ کے خلاف مقصود صریح معنی ظاہر کرنے کے لیے عمدًا یا مغالطہ کا موقع ملا ہے۔

بیشک جناب امیرؑ نے اپنے ابتدائی کلام مین جہان ذکر بیعت خلفاے ثلاثہ کا اور اپنی بیعت کا کیا ہے وہان اُنکو دلیل الزامی پیش کرنا منظور تھا اُسی نوعیت سے جیسا کہ میری تقریر سے ظاہر ہو چکا ہے۔ مگر اُسکے ساتھ نص امامت کا بھی ذکر کر دیا ہے۔ جہان مسئلہ شوریٰ مہاجرین اور انصار کا بیان فرمایا ہے اسلیے کہ اجماع اور اتفاق کل مہاجر اور انصار کا خلاف نص محال تھا۔ اور جب حضرت علی مرتضیٰ ہر زمانہ مین حق خلافت اور امامت اپنے لیے ظاہر فرماتے رہے ہین اور مہاجرین اور انصار سے خواہش کرتے رہے ہین کہ مجھکو امام اور خلیفہ قبول کرنا چاہیے۔ اُنکا ایسا ارشاد کسی کی سمجھ مین آ سکتا ہے کہ خلاف مرضی خدا اور اُسکے رسول کے تھا۔

اور کچھ شبہہ نہین ہی کہ ہر نوع کا ذریعہ منصوص خلافت کے ثبوت بحق علی مرتضی کے تہا اور اُن ذرایع متعددہ کو وہ اپنے حق مین جانتے تہے جیسا کہ اُنہون نے وقتاً فوقتاً ہر موقع مناسب اور ضروری پر اُسکا اظہار کیا ہی۔ تو اس موقع پر ہر ذریعہ منصوص کی تصریح کی جیسا کہ مصنف مخاطب چاہتے ہین کیا ضرورت تہی۔ بلکہ یہ موقع مقابلہ معاویہ کے صرف اس بات کی ضرورت رکہتا تہا کہ وقوع بیعت سے اپنے ہاتہ پر حجت لائین۔ اور صحیح منصوص مسئلہ شوری کا بیان کرکے اُس کے مطابق مخالفون کو قائل کرین۔

درحقیقت علی مرتضیؑ نے اس موقع پر بہی از روے نص حق امامت اپنے لیے ظاہر فرمایا ہی کہ کل مہاجرین اور انصار نے مجہسے بیعت کی اور کل مہاجرین و انصار کے شوری کامل سے مین خلیفہ اور امام قبول کیا گیا ہون جنکا اجماع اور اتفاق خلاف نص نہین ہوسکتا ہی۔ مگر اس حجت نصی مین دلیل الزامی بہی ضرور لازم آتی ہی۔

علی مرتضیؑ نے مجرد الزامی دلیل پیش نہین کی ہی بلکہ کامل شوری مہاجرین اور انصار کی حجت نصی اپنے واسطے ظاہر فرمائی ہی۔ اُنہون نے کسی ضعیف استدلال پر اکتفا نہین کیا بلکہ یہ موقع ایسا تہا کہ جسکے لیے ایسی حجت نصی کی ضرورت تہی جسمین دلیل الزامی بہی موجود ہو اور یکسخن مین دونون دلیلون کو جمع کر دیا ہی جسکے دیکہنے سے ہر کسی کو یقین ہو جاتا ہی کہ جناب امیر کے لیے نص تہی اور جسکو اُنہون نے بشکل اجماع اور اتفاق مہاجرین و انصار کے ظاہر فرمایا ہی اور جسمین مخاطب مخالفوں کے لیے دلیل الزامی بہی تہی۔

البتہ جن لوگون کی آنکہون پر تعصب کی عینک لگی ہوئی ہی وہ اس کلام منصوص کے معنے کو دیکہہ نہین سکتے۔ یا معاودہ سرمن کے معنی مین خلط کر دیا ہے کے

ہیں اُسکے معنے اور مقصود کو تحریف کرتے ہین۔

آخر مین مصنف مخاطب اُسی معنے اور مراد کی تائید مین جو اس قول علی مرتضے مین مصنف مخاطب لیتے ہین دوسرے قول علی مرتضے کو تائید مین لاتے ہین یعنے جب لوگون نے بعد حادثہ عثمانؓ کے اُنکو خلیفہ بنانا چاہا تو جناب امیر نے فرمایا کہ مجھے چھوڑ دو اور کسی اور کو خلیفہ بنالو اور جس کو تم خلیفہ بناؤگے مین مثل تمہارے یا شاید تمسے بہی زیادہ اُسکی اطاعت کرونگا۔

یہ وہی قول ہی جسپر پہلے مصنف مخاطب استدلال کرچکے ہین اور جسکی حقیقت اور مراد ہم پہلے دکہا چکے ہین۔ (صفحہ ۲۲۴ - جلد ۴ - رسالہ رشدی) اور جس سے ظاہر ہوگیا ہی کہ خلیفہ نائب رسول اور امام اور اولی الامر بنالینا لوگون کا کام نہین ہی البتہ لوگ جس کسی کی گردن مین اپنا کام ڈالدین وہ پادشاہ بن جائیگا اور جب اُس کلام علی مرتضیٰ کو اس کلام علی مرتضیٰ کے ساتھ ملاکر پڑہا جاے تو یہی معنے ہونگے کہ جو کوئی بغیر اجماع اور اتفاق کل مہاجرین اور انصار کے کچہہ ہی قبول کیا جاے وہ قبول ہونا اُسکا صحیح قرار نہین پاسکتا گو باعتبار وقوع کے وہ کچہہ ہی قبول کرلیا جاے۔

مصنف مخاطب ایک اور خطبہ نہج البلاغہ کے فقرات کو پیش کرتے ہین اور جسکے ایک فقرہ کا یہ ترجمہ کیا ہی "اے لوگو بیشک زیادہ حقدار آدمیونکا خلافت کے لیے وہ ہی جو اُن سب مین خلافت پر قوت زیادہ رکہتا ہو اور امور خلافت مین احکام الٰہی کو سب سے زیادہ جانتا ہو"

انپر مصنف مخاطب یہان استدلال کرتے ہین کہ اس سے ظاہر ہوگیا کہ جناب امیر خلافت کے زیادہ حقدار نہ تہے انکا ہاتہ کٹا ہوا تہا اور انہون نے تصریح کردی ہی کہ انکا علم عثمانؓ سے زیادہ نہین ہی اور فریقین کو مسلم ہی کہ شیخین

علم بھی عثمان سے کم نہ تھا - اور شیخین کا علم بھی جناب امیرؑ کے علم سے کم ہوگا - اس صورت مین ابوبکر قوی بھی تھے اور اعلم بھی - پس زیادہ حقدار خلافت کے بھی وہی تھے - جناب امیرؑ کے اس قول سے بھی نص امامت باطل ہوئی"

لیکن یہ استنباط مصنف مخاطب کا غلط ہی اور اُسکی بنا بھی غلط ہی - اس فقرہ مین درحقیقت علی مرتضےٰؑ نے ایک مسئلہ استحقاق خلافت کے لیے بیان فرمایا ہی اور جسکی بنا منصوص ہی - اور وہ مسئلہ یہی فرمایا ہی کہ "امر خلافت کے لیے وہی شخص احق الناس ہی کہ جو اُن لوگون مین قوی تر ہو امر خلافت پر اور عالم تر ہو حکم خدا کا امر خلافت مین"

اور کچھ شبہہ نہین ہی کہ علی مرتضیٰؑ نے قوی تر اور عالم تر ہونے کا اشارہ دونون اس ارشاد مین جو بنیاد حق خلافت کے لیے ہی اپنی ذات مقدس کے لیے فرمایا ہی - اور کوئی انکار نہین کرسکتا کہ علی مرتضےٰؑ بعد وفات پیغمبرؐ کل صحابہ اور مسلمانون مین قوی تر اور عالم تر تھے - اور یہ امر ہم اپنے رسالہ جات روشنی مین متعدد جگہ ذکر کرچکے ہین[1] جس سے انکار کرنا بہت مشکل ہی -

شجاعت اور علم عقلاً و نقلاً اصل بنیاد حق خلافت کے لیے ہی - خدا نے قرآن مین طالوت کے لیے فرمایا ہی کہ "زیادہ دی ہی اُسکو خدا نے کشادگی بیچ علم اور جسم کے یعنی علم اور شجاعت مین - اور قتل کیا داؤد نے جالوت کو اور دی اُسکو خدا نے پادشاہی اور حکمت اور سکھایا خدا نے اُسکو جس چیز کو کہ چاہتا ہی"

اور یہی اصول عقلاً ہر زمانہ کے حکما قرار دیتے چلے آتے ہین - اور کچھ شبہ نہین کہ جب تک کسی مین اعلیٰ درجہ کی قوت شجاعت اور اعلیٰ درجہ کا علم

[1] رسالہ روشنی صفحہ ۲۱۳ جلد ۲ - اور صفحہ ۴۶۵ جلد ۴ -

کاملیت کے ساتھ ہو قدرت سیاست تمدن کی اُس کسی میں قبول ... کی جا سکتی
اور بغیر اقوی الناس یعنی اشجع الناس اور اعلم الناس ہونے کے کیسے کوئی شخص
عمل کر سکتا ہی کہ کس موقع پر کیا ہونا چاہیے اور کس کیفیت سے کیا ... بالاہم
ہی اور کس موقع پر جنگ ہونا چاہیے اور کس موقع پر صلح — اور کس ... پر
احکام خدا کا اصول اور فروع دین کے مطابق عمل کیا جا سکے گا — ...
حدود خدا اور اُسکے عمل کی حفاظت ہو سکے گی —

اور یہی دونوں امور یعنی اقوی اور اعلم ہونا عقلاً خلافت کے لیے لازمی ہیں
اور انہیں دونوں امور کو خدا نے قرآن میں قصہ حضرت طالوت اور داؤد میں
بتصریح فرمایا ہی — اور علی مرتضیٰ ؑ کے اس مسئلہ کے بیان کرنے میں نص قرآنی ماخذ
قرار پاتی ہی —

اور چونکہ بعد پیغمبر ص اس دونوں وصف نصی کا سوائے علی مرتضیٰ ؑ کے
اور کوئی مصداق نہیں ہو سکتا ہی اسلیے یقین کرنا چاہیے کہ ان اوصاف نصی کا
علی مرتضیٰ ؑ نے صرف اپنے آپکو اس مسئلہ کے ظاہر فرمانے کے وقت مصداق
سمجھا ہی — کہ ان دونوں وصف نصی کے بعد پیغمبر وہی مصداق تھے —

اور جناب امیر ؑ کے ارشاد کا جسپر اوپر بحث ہو چکی ہی ہرگز یہ مقصود نہیں کہ
اُنکا علم علم عثمان سے زیادہ نہیں ہی — اُسکے معنی اور مراد وہی ہیں جو ہمنے اُسی[1]
موقع پر بیان کیے ہیں — کہ جب طریقہ عمل حضرت عثمان کا امر خلافت میں خراب
اور قابل شکایت ہو گیا تھا اور لوگوں نے علی مرتضیٰ کو گھیرا تو علی مرتضیٰ
حضرت عثمان کے سمجھانے کے لیے گئے ہیں اور راستے شریعت کے کھلے
ہوئے اور نشان دین کے قائم تھے اور حضرت عثمان اُسکے خلاف عمل میں لاتے

[1] دیکھو جلد ۵ رسالہ روشنی صفحہ ۲۱۵ —

ستے اُسکی نسبت علی مرتضیٰؑ نے فرمایا ہی کہ بیشک تم جانتے ہو اُسکو کہ جانتے ہین ہم اُسکو - علی مرتضیٰ کا مقصود یہ تہا کہ ای عثمان دیدہ و دانستہ خلاف شریعت عمل کرتے ہو —

پیغمبرؐ نے علیؑ کی نسبت فرمایا ہی کہ علیؑ ساتھ قرآن کے ہی اور قرآن ساتھ علیؑ کے — اور اقضیٰ تم مین علیؑ ہی — اور مین شہر علم ہون اور علیؑ اُسکا دروازہ ہی جو کوئی اسکی تکذیب کرنے والا ہو وہ علی مرتضےٰ کے اُس قول سے یہ معنے لے سکتا ہی کہ اُنکا علم عثمان سے زیادہ نہین ہی — اور نہ یہ فریقین کو مسلم ہی کہ شیخین کا علم بہی عثمانؓ سے کم نہ تہا — بلکہ مسلم یہ ہی کہ خلفاے ثلاثہ کا علم مساوی نہین تہا کسی کو کوئی امر معلوم تہا اور کسی کو کوئی امر اور کوئی امر کسی کو بہی اُن مین سے معلوم نہین تہا — اور علی مرتضیٰ کو کل امور معلوم تہے —

پس شیخین کا علم جناب امیرؑ کے علم سے کیسے کم نمونا سمجھا جا سکتا ہی جیسا کہ خود قول اور فعل خلفاے ثلاثہ سے ظاہر ہو چکا ہی — پس اس صورت مین نہ حضرت ابوبکر اقوی تہے نہ اعلم — وہ زیادہ حقدار خلافت کے کیسے سمجھے جا سکتے ہین اور اس قول جناب امیرؑ سے کہ جسمین مسئلہ حق خلافت کے لیے بیان کیا ہی صراحۃً نص امامت ظاہر ہی کہ خود وہ مسئلہ نص صریح قرآنی سے ماخوذ ہی —

مصنف مخاطب نے جو اپنے استدلال مین بنظر فقرہ خطبہ شقشقیہ کے ذکر ہاتہ کٹے ہونے جناب امیرؑ کا کیا ہی اس غرض سے کہ جناب امیرؑ زیادہ قوت رکہنے والے نہ سمجھے جائین — مین یہ سمجہتا ہون کہ مصنف مخاطب کی اس موقع پہ قطع دست علی مرتضےٰؑ سے یہ مراد نہین ہوگی کہ درحقیقت اُنکا ہاتہ کٹ گیا تہا — بلکہ مصنف مخاطب کا یہ مقصود ہوگا کہ بسبب بیعت ہو جانے کے ہاتہ پہ حضرت ابوبکرؓ کے علی مرتضےٰؑ کو زیادہ قوت خلافت پر نہین تہی —

مین اس امر کو کہ علی مرتضےٰ نے جو اپنے آپکو دست بُریدہ فرمایا اُسکے کیا معنی ہین اور حضرت ابو بکر کی خلافت پر جن وجوہ سے حملہ نہین کیا بہ تشریح پہلے بیان کرچکا ہون[1]- لیکن اس امر کو کہ حضرت ابو بکر کی خلافت کو بعد بیعت کے جو اُنکے ہاتھہ پر ہوئی زیادہ قوت ہوگئی اس موقع پر استدلال کے لیے کچھہ مفید نہین ہی- اسلیے کہ جو مسئلہ علی مرتضےٰ نے بیان فرمایا ہی اُسمین اُس قوت کا ذکر ہی کہ جو قبل بیعت ہونے کے ہو یعنی جسوقت کوئی خلیفہ قرار دیا جاے اُسوقت وہ شخص قدرت خلافت کرنے کی رکھتا ہو- اور وہ قدرت خلافت کرنے کی اُسمین سب سے زیادہ ہو-

بادشاہ مقرر ہو جانے کے بعد قوت ہو جانا اور امر ہی اور قبل بادشاہ ہونے کے قدرت بادشاہت کرنے کی رکھنا اور امر ہی- اور یہی امر یعنے قدرت خلافت کرنے کی رکھنا حجت خلیفہ مقرر ہونے کے لیے ہی- جیسا کہ علی مرتضےٰ نے فرمایا ہی-

اور اس بنا پر حضرت ابو بکر کی خلافت کو بعد بیعت کے اُنکے ہاتھہ پر قوت ہو جانے سے حضرت ابو بکر کے حق خلافت کو کچھہ فائدہ نہین پہونچ سکتا جب تک کہ اُنمین قوت خلافت کرنے کی سب سے زیادہ قبل خلیفہ مقرر ہونے کے ثابت نہو- دیکھو حضرت یزید کو کسقدر قوت بعد خلیفہ قرار پانے کے ہوگئی تہی لیکن وہ قوت حق خلافت کے لیے وجہ نہین ہوسکتی

اور اگر مصنف مخاطب کا اپنے استدلال مین علی مرتضےٰ کے دست بریدہ ہونے سے یہ مقصود ہی کہ حضرت ابو بکر مین قوت خلافت کرنے کی سب سے زیادہ اُسیوقت تہی جبکہ وہ خلیفہ قبول کئے گئے تو یہ مقصود اُسوقت صحیح قرار پا سکتا ہی کہ جب دست بریدہ ہونے کی یہ مراد پہلے ثابت ہی جاے

[1] جلد ۵ روشنی صفحہ ۳۱۵-

کہ علی مرتضےٰ مین قوت خلافت کرنے کی اُسوقت کم تہی۔ اور ایسا ثابت کرنا محال ہی۔ کیونکہ عین وقت وفات پیغمبرؐ تک ہر کسی کو اشجع الناس اور اعلم الناس ہونا علی مرتضیٰؑ کا مسلم ہی۔

اب جو کوئی کہ عین بعد قبض روح پیغمبرؐ اور قبل تجہیز و تکفین پیغمبرؐ علیؑ کی زیادہ قوت جسمانی اور علمی کا زوال یا نقصان ثابت کرنے کا ارادہ کرے اُسکی نسبت امت رسولؐ جو کچہہ کہے سو کہے مگر مین یہ کہتا ہون کہ اُسکو کوئی سبب قوی ضرور بیان کرنا ہوگا۔ سو ایسا امر تاریخ مذہب اسلام تو میری نگاہ سے تو نہین گذرا اور مصنف مخاطب کی بہی رحلت ہو چکی ہی اگر اُنکا کوئی اور ہم خیال وجہ فوری زوال یا نقصان قوت علی مرتضےٰؑ کا بیان کرے تو مین اُسکا نہایت ممنون ہونگا۔ کیونکہ مین اسوقت تک برابر تاریخی واقعات مین یہی پاتا چلا آتا ہون کہ ہر زمانہ خلافت مین علی مرتضیٰؑ کی علمی قوت سے مدد لی گئی ہی اور خلافت اول مین قوت جسمی سے بہی۔

علی مرتضےٰؑ نے جو اس مسئلہ مین اقوی اور اعلم ہونے کی حجت نصی حق خلافت کے لیے بیان فرمائی ہی اُسکے حضرت ابو بکر پر منطبق کرنے کے لیے ایسا طریقہ مصنف مخاطب نے اپنے استدلال مین اختیار کیا ہی کہ جس سے وہ دشواری پر دشواری مین پہنس گئے ہین۔ نہ وہ یہ ثابت کرسکتے ہین کہ علی مرتضیٰ سے حضرت ابوبکر اقوی اور اشجع اور زیادہ قدرت رکہنے والے امور خلافت مین تہے نہ یہ ثابت کرسکتے ہین کہ ابوبکر اعلم احکام خدا کے اور زیادہ تر استنباط کرنے والے مسائل شریعت کے آیات قرآنی اور ارشادات نبوی سے بمقابلہ علی مرتضےٰؑ کے تہے۔ نہ یہ ثابت کرسکتے ہین کہ علی مرتضیٰ کے اقوی الناس اور اعلم الناس ہونے مین عین وقت وفات

رسول فوراً نقصان آگیا تھا ۔ نہ اسکی تردید کر سکتے ہین کہ غلبہ قوت علمی علی مرتضےٰ کا ہر زمانۂ خلافت مین اور قوت جسمی کا شروع خلافت حضرت ابو بکر مین وقت ارتداد کے مسلم ہو چکا ہی ۔

بمقابلہ مصنف مخاطب کے شارح ابن ابی الحدید معتزلی نے ایسا طریقہ اختیار کیا ہی کہ اُسنے اپنے آپکو ان دشواریون مین نہین پھنسایا ۔

علی مرتضیٰ نے اس مسئلہ مین حق خلافت کے لیے جو اقوی اور اعلم ہونیکی قید لگائی ہی اُس سے حضرات خلفاے ثلاثہ کی خلافتین غیر صحیح قرار پاتی ہین اسوجہ سے کہ ان تینون زمانہ مین اقوی اور اعلم علی مرتضے موجود تھے اور بحالت موجود ہونے اقوی اور اعلم کے حضرات خلفاے ثلاثہ غیر اقوی اور غیر اعلم کو خلافت کے لیے قبول کیا گیا ۔

ابن ابی الحدید نے اس ایراد سے اپنے آپکو محفوظ رکھنے کے لیے اور حضرات خلفاے ثلاثہ کی خلافتون کے صحیح قرار پا جانے کے لیے ایک اور پہلو نکالکر یہ کہا ہی کہ وہ یہ فرمانا علی مرتضے کا کہ احق الناس امامت کے لیے وہ شخص ہی کہ جو اقوی ہو نہین خلافت پر اور اعلم ہو نہین حکم خدا کا امور خلافت مین ۔ یہ منافی نہین ہی مذہب ہمارے اصحاب بغدادین کا کہ صحت امامت مفضول کی اُنکے مذہب مین ہی ۔ اسواسطے کہ علی مرتضیٰ نے امامت غیر اقوی کو فاسد نہین فرمایا ۔ لیکن یہ فرمایا ہی کہ اقوی احق ہی ۔ اور ہمارے اصحاب منکر نہین ہین اس بات کے کہ علی مرتضے احق تھے امامت کے لیے اُن لوگون سے کہ جو اُنسے متقدم ہوے جسکے ساتھہ ہی وہ صحت امامت متقدمین کے بھی قائل ہین اسواسطے کہ کچھ منافات نہین ہوتی ہی درمیان احق ہونے کسی کے اور درمیان صحت امامت غیر اُس احق کے ۔

لیکن یہ کاکت اس سخن کی خود اُسی سخن سے ظاہر ہی اور ایسا سخن کلام صحیح و بلیغ علی مرتضےٰ کا قبول نہیں ہونے دیتا۔ کسی کام کے لیے مفضول کو قبول کرنا درجہ تنزل کا قبول کر لینا ہی۔ اور فطرت انسانی ہمیشہ ترقی چاہتی ہی۔ خلاف فطرت انسانی کے درجہ تنزل کو قبول کرنا اور اُس قبول کو صحیح سمجھنا ابن ابی الحدید یا اُنکے ہم خیال پسند کریں مگر مین عقلاً اسکو پسند نہیں کر سکتا ہون۔

سوال۔ مجانین اور فاتر العقل کے بنی نوع انسان مین کوئی فرد ایسی نہیں ہی کہ جسمین بمقابلہ ایک دوسرے کے درجہ قوت اور علم کم و زیادہ نہو یا مساوی ہو اور جب اُنمین سے کسی ایک کو سردار بنانا منظور ہو کہ جسکی سب اطاعت کرین اور وقت سردار قبول کرنے کے اُن سب مین کسی کی افضلیت کا خیال نہ رکھا جاے تو سب سے آخر درجے کے مفضول کے لیے سردار بننے کا حق پیدا ہو جائیگا۔ اور کل قوم مین جو سب سے مفضول ہو سردار قرار پا جائیگا ابن ابی الحدید یا اُن کے ہم خیال ایسے سردار کے سامنے اپنا سر جھکائین مگر ہمارا تو سلام ہی۔

جسوقت علی مرتضےٰ نے یہ مسئلہ حق خلافت کا بیان فرمایا ہی اُسوقت حالت زمانہ امت پیغمبر کی طرف سے یہ سوال کرتی تھی کہ جب مسلمانونکی قوم کے لیے کسیکو خلیفہ یعنی بادشاہ بنانا منظور ہو تو اپنی قوم مین سے کسکو خلیفہ قبول کیا جاے۔

اُسکے جواب مین علی مرتضےٰ فرماتے ہین کہ وہ شخص احق ہی قبول کیے جانے کا جو اُن سب مین قوی تر ہو خلافت کے کرنے پر اور اعلم تر ہو احکام خدا کا بیچ خلافت مین۔"

پس اسی مسئلہ سے یہ بات پیدا ہوتی ہی کہ اقوی اور اعلم کی خلافت صحیح ہی اور اسکے غیر کی جس مین کل مفضول بمقابلہ اُس افضل کے شامل ہے باطل ہی۔ اور علی مرتضےٰ کو ہرگز ضرورت اس امر کی نہین تھی کہ وہ بعد فرمانے ایسے کلام بلیغ کے یہ بھی فرماتے کہ امامت غیر اقوی کی فاسد ہی کہ ایسا بیان فضول اور داخل عیب بلاغت کے تہا۔

مین قبول کرتا ہون کہ ابن ابی الحدید نے درمیان ہونے کسی کے احق اور درمیان صحت امامت غیر احق کے فرق بتانے کے وقت اقوی سے مراد احسن سیاست اور اعلم سے مراد اکثر علم اور اگرچہ اگر تعبیرون سے جو مقتضاے علم ہون لی ہی۔ لیکن اس مراد سے کوئی امر مفید اُن کے سخن کے لیے پیدا نہین ہوسکتا اسلیے کہ ترک اولی خالی زلت او خطر سے نہین ہی اور قبول حسن بمقابلہ احسن کے قبیح ہی۔

اور اگر علی مرتضےٰ کے نزدیک خلافت مفضول فاسد ہوتی تو وہ ضرور بحالت ترک کیے جانے افضل کے قبول کیے جانے مفضول کا اور اسکی صحت امامت کا بیان فرماتے کہ مسئلہ جواز ایسے بیان کا مشتاق رہتا تہا اقوی اور اعلم قوم کو تمام قوم پہچانتی ہوتی ہی اسمدہ اقوی اور اعلم ہی سو قسو نہیر اظہار بہی اپنی اعلی درجہ کی قوت اور علم کا فخر کرتا رہتا ہی جسکے قبول کر لینے مین کوئی دشواری پیش نہین آسکتی۔

اور اگر متعدد اشخاص دعوے اقوی اور اعلم ہونے کا کرتے تو مہاجرین اور انصار جنکو اہل الرائے یا اہل حل و عقد کہا جاتا ہی مجتمع اور متفق ہوکر اُنمین سے کسی ایک کو امام موسوم کر سکتے تہے۔ لیکن بحالت ترک افضل کے اگر مفضول کا خلافت اور امامت کے لیے قبول کرنا صحیح ہوسکتا تو اُس کے انتخاب

کے لیے عجب تماشا نظر آتا کہ اُس افضل کے سوا کل قوم کا ہر فرد بشر دعویدار مفضولیت کا ہوتا۔ اور بالآخر انتہائے درجہ مفضولیت پر پہونچکر مجانین اور فاتر العقل مین سے افضل کا انتخاب کیا جاتا بلکہ پوری تکمیل صحت امامت مفضولوں کی اُسوقت ہوسکتی تھی کہ جب کسیکو جنون اور فتور عقل دوری نہو بلکہ مستمر ہو اور انہین ہی قدامت کا لحاظ زیادہ کیا جائے۔

میرے نزدیک اگرچہ ابن ابی الحدید اُن دشواریون مین نہین پہنسے مین کہ جن دشواریون مین مصنف مخاطب اور اُنکے ہم خیال پہنسے ہین۔ لیکن ابن ابی الحدید اور اُنکے ہم خیالون نے جو طریقہ اختیار کیا ہی وہ اپنی دشواری مین اُن دشواریون سے کم نہین ہی جن مین مصنف مخاطب اور اُنکے ہم خیال پہنسے ہین۔ اور ہر ایک نے ہر ایک کے دشوار طریقہ پر نظر کرکے دوسرے کے طریقہ کو چھوڑا ہی۔

لیکن جب اُن دونون کے طریقہ پر بمقابلہ ارشاد علی مرتضےٰؑ کے نظر کیجاتی ہی تو دونون کے طریقہ دشوار گذار نظر آتے ہین اور اُنپر چلنا غیر ممکن معلوم ہوتا ہو اور صراط مستقیم موافق ارشاد علی مرتضیٰؑ کے وہی دکھائی دیتی ہی جو شیعون کا مسلک ہی۔ کہ اقوے اور اعلم کا خلافت کے لیے قبول کیا جانا صحیح ہی اور غیر اقوے اور غیر اعلم کا قبول کیا جانا خلافت کے لیے باطل اور فاسد ہی۔

پھر مصنف مخاطب اُسی خطبہ کا آئندہ فقرہ نقل کرکے یہ ترجمہ کرتے ہین کہ "پھر اگر فتنہ کرے کوئی مفسد تو اُسپر عتاب کیا جائے اور اگر نہ مانے تو اُس سے قتال کیا جائے"۔ اور کہتے ہین کہ فاضل میسم نے اسکی شرح مین لکھا ہی کہ "وہ حکم اُس باغی کا ہی جو انعقاد بیعت کے بعد امام سے بغاوت کرے"۔

کچھ شبہہ نہین کہ علی مرتضےٰؑ نے اس اپنے ارشاد مین جو حکم فرمایا ہی اور جو

شرح کہ ابن میثم نے کی ہی یہ حکم بمقابلہ اُسی خلیفہ اور امام کے ہی کہ جو سب مین اقوی اور اعلم ہونے کی وجہ سے باجتماع اور اتفاق اُن لوگون کے خلیفہ اور امام قبول کیا گیا ہو جو اُسکے قبول کرنے کا حق رکھتے ہون — اور اُسکا تقرر باضابطہ عمل مین آیا ہو اور ایسے ہی خلیفہ اور امام سے بغاوت کرنے والے کے لیے وہ حکم ہی—

مصنف مخاطب پھر فقرۂ آئندہ خطبہ کا یہ ترجمہ کرتے ہین کہ "اور قسم ہی مجکو اپنی جان کی کہ اگر امامت کے لیے یہ حکم ہو کہ جب تک سب آدمی حاضر نہون اُسوقت تک منعقد نہو تو نہو گا خلافت کا کوئی طریقہ"

اور اسکی تصریح یون کرتے ہین کہ "جناب امیر اپنی جان کی قسم کھا کر فرماتے ہین کہ اگر خلافت کے لیے یہ شرط ہوتی کہ جب تک کل آدمی حاضر ہو کر بیعت نہ کرین اُسوقت تک بیعت منعقد نہو تو انعقاد خلافت کی کوئی صورت ہی نہین اسلیے کہ سب کا جمع ہونا مشکل ہی—"

مصنف مخاطب نے فقرہ کلام علی مرتضےٰ کے ترجمہ مین جو یہ ترجمہ کیا ہی کہ "جب تک سب آدمی حاضر نہون" اس مین لفظ "سب آدمی" ترجمہ ہی لفظ "عامة الناس" کا یہ ترجمہ صحیح نہین ہی — بلکہ صحیح ترجمہ اُسکا "عام لوگ" ہی

پس کل مضمون فقرہ کلام علی مرتضےٰ کا ترجمہ یون ہوتا ہی کہ "اور قسم ہی مجکو اپنی جان کی کہ اگر امامت کے لیے یہ حکم ہو کہ جب تک عام لوگ حاضر نہون اُس وقت تک منعقد نہو تو نہو گا خلافت کا کوئی طریقہ"

اور مصنف مخاطب نے جو تصریح کی ہی اُسمین بجاے کل آدمی کے عوام الناس لکھنا چاہیے تھا — کہ درحقیقت خلافت بیعت خواص سے منعقد ہو جاتی ہی نہ عوام سے جیسا کہ علی مرتضےٰ کے فقرہ آئندہ مین ذکر ہی جسکا مصنف

مخاطب یہ ترجمہ کرتے ہین وہ اور لیکن اہل اسکے حکم کرتے ہین اسپر جو بیعت خلافت سے وقت غائب تہا۔

اور اسکے معنی یہ بیان کرتے ہین کہ وہ جو لوگ بیعت کرچکے انہین کا حکم اسپر بہی جاری ہوگا جو اسوقت موجود نہ تہا۔ ہمکو نہ اس فقرہ کے ترجمہ پر کچہہ بحث ہے نہ اسکے معنی بیان کرنیکی کسی شرح کی ضرورت ہی۔

مصنف مخاطب نے پہر فقرہ آئندہ کا یہ ترجمہ کیا ہی وہ پہر حاضر کو یہ اختیار نہین کہ بیعت سے رجوع کرے اور غائب کو یہ اختیار نہین کہ کسی اور کو پسند کرے۔

لیکن اس فقرہ کا ترجمہ مصنف مخاطب کو اسطرح کرنا چاہیے تہا کہ وہ پہر نہین جائز ہی واسطے حاضر کے یہ کہ پہر جائے (اپنی بیعت کو توڑ دے) اور نہین چاہیے غائب کو یہ کہ کسی اور کو اختیار کرے (اہل الرائے نے مجتمع ہوکر بالاتفاق جس کسی کو خلیفہ اور امام قبول کر لیا ہی غائب کو بہی لازم ہی کہ اسی کو قبول کرے اسکے خلاف کسی اور کو قبول نہ کرے)۔

ان تمام فقرات اور اسکے معنی اور ترجمے سے ظاہر ہی کہ کوئی استدلال سود مند مصنف مخاطب کے لیے پیدا نہین ہو سکتا ہی۔ تاہم مصنف مخاطب یون استدلال کرتے ہین کہ وہ اس قول مین تو جناب امیرؑ نے قسم کہا کر فرما دیا کہ خلافت کے لیے بعض کی بیعت کافی ہی سب کا حاضر ہونا ضرور نہین۔ کیا حضرات شیعہ کے نزدیک یہ قسم بہی جناب امیرؑ کی جہوٹی تہی۔

پہر مصنف مخاطب اپنے استدلال کی یہ تائید بہی کرتے ہین کہ وہ اس سے پہلے جناب امیرؑ کا یہ قول بہی ہم نقل کر چکے ہین کہ فاسق کی خلافت بہی جائز ہی وہ قول خوارج کے مقابلہ مین تہا جو امامت کے بالکل منکر تہے۔

اور آخرکار یہ نتیجہ نکالتے ہین کہ "پس جو مضمون جناب امیر علیہ السلام نے امیر معاویہ کے نام خط مین لکھا تھا وہی مضمون اُنکے اور اقوال سے بھی ثابت ہی۔ اب کوئی شبہہ باقی نہین کہ جناب امیرؑ کا یہی مذہب تھا اور شیعون کا مذہب جناب امیرؑ کے مذہب کے خلاف ہی"۔

لیکن یہ تمام استدلال مصنف مخاطب کا غلط ہی اور کلام علی مرتضیٰ سے ہرگز وہ امر جیسا کہ مصنف مخاطب کہتے ہین مستنبط نہین ہوتا۔

علی مرتضیٰ نے یہ فرمایا ہی کہ "اگر امامت منعقد ہوتی عامۃ الناس کے حاضر ہونے پر تو اُسکے انعقاد کی کوئی سبیل نہو سکتی۔ لیکن اہل انعقاد امامت کے حکم کرتے ہین غائب پر اور حاضر کو نہین چاہیے کہ اُس سے پھرے اور نہ غائب کسی اور کو اختیار کرے" جسکی صاف مراد یہ ہی کہ اہل الرائے اور اہل حل وعقد امامت کے کہ جو خاص لوگ ہین وہ مجتمع اور متفق ہوکر کسی کو امام قبول کرلین وہی عامۃ الناس کے لیے امام ہوجائیگا۔ اُس سے کسی کو انحراف کرنا نہین چاہیے۔ خواہ وہ عامۃ الناس حاضر ہون یا غائب۔ جسکا نتیجہ یہ ہوتا ہی کہ عقد امامت کے لیے خاص لوگون کا حاضر ہونا ضرور ہی عامۃ الناس کا حاضر ہونا ضرور نہین ہی۔ اُسکی مراد یہ نہین ہوسکتی کہ خلافت کے انعقاد کے لیے بعض خواص کی بیعت کافی ہی سب خواص کا حاضر ہونا ضرور نہین۔ بیشک۔ انعقاد امامت جملہ اہل حل وعقد کی حاضری پر موقوف ہی کہ جو خاص لوگ ہین البتہ عام لوگونکا حاضر ہونا انعقاد امامت کے لیے ضرور نہین ہی۔

جناب امیرؑ نے جو کچھہ فرمایا ہی اور جسپر لوگون کو یقین دلانے کے لیے قسم کہائی ہی شیعہ اُسکو سچ جانتے ہین لیکن جو معنے کہ مصنف مخاطب نے

[illegible] ہیں اُسکا مطلب نہیں سمجھتے ہیں۔

اب [illegible] ہم خیال ارشاد علی مرتضٰی کو جو [illegible] کے
ولیکن علی مرتضٰی نے اپنے ارشاد کی صداقت پر یقین دلانے کے لیے
قسم [illegible] قبول نہیں کرتے اور اُسکے صاف و صریح معنی میں تحریف کرتے
ہیں۔

قول علی مرتضٰی سے جو [illegible] ثابت ہو چکی [illegible] ہرگز یہ امر واضح نہیں
کہ فاسق کی خلافت بھی جائز ہی بلکہ خوارج جو یہ کہتے تھے کہ حکومت کسی
کی جائز نہیں اُسکے مقابلہ میں علی مرتضٰی نے فرمایا ہی کہ [illegible] ہی کہ لوگوں
کے لیے کوئی امیر نیک ہو یا بد [illegible] اور اُس کلام سے امیر [illegible] کا نفع اور
[illegible] کا ظاہر [illegible] اُس کلام کے ہرگز یہ معنی نہیں ہیں کہ فاسق کی خلافت
جائز ہی

[illegible] امیر معاویہ کے نام خط میں لکھا تھا وہی
مضمون [illegible] اقوال سے بیشک ثابت ہی اور کوئی شبہہ باقی نہیں کہ
[illegible] کے ارشادات کے موافق شیعوں کا مذہب ہی۔ اور اہلسنت
کا مذہب قطعی اُسکے خلاف ہی۔

شیعوں کا مذہب [illegible] دیگر اقوال علی مرتضٰی کے موافق ہی اور اہلسنت
کا خلاف [illegible] ہی [illegible] مضمون اسی خطبہ سے جو زیر بحث ہی اور جسکو
[illegible] نے ترک کر دیا ہی شیعوں کا مذہب صحیح اور اہلسنت
کا مذہب غیر صحیح قرار پاتا ہی۔

[illegible] نے یہاں تک اس خطبہ سے لیا ہی اُسکا آخر فقرہ ناتمام

[illegible] سن [illegible]

یہ ہی کہ یہ حاضر کو جائز نہیں ہی کہ انعقاد امامت سے جو اُسکے اہل انعقاد کرین) پھرے اور نہ غائب کسی اور کو اختیار کر سکتا ہی۔

یہ فقرہ اس مضمون پر تمام ہوتا ہی ... حال یہ ہی کہ بیشک ... والا ہو سکتا ہون دو شخصون سے ایک وہ شخص کہ ادعا کرے ایسی چیز (امر امامت) کا جو نہیں ہی واسطے اُسکے (یعنی حق واسطے اُسکے) دوسرے وہ شخص کہ منع کرے ایسے شخص کو کہ جو اُس امامت پر ہو (یعنی مانع طاعت ہو اور اقتثال امر امام کا نکرے)۔

بقیہ مضمون اس فقرہ سے ظاہر ہی کہ علی مرتضےٰؑ ایسے شخص سے قتال جائز سمجھتے تھے کہ جو استحقاق امامت کا نرکھتا ہو۔ اور ظاہر ہی کہ حضرات خلفائے ثلاثہ بمقابلہ علی مرتضےٰؑ کے اقوے اور اعلم نہین تھے۔ پس یہ حضرات جو بے ضابطہ امام بن بیٹھے اور منصب امامت قبول کر لیا وہ اُنکا حق نہین تھا اسلیے کہ وہ حق احق الناس کا تھا اور احق الناس وہ ہو سکتا تھا جو اقوی اور اعلم ہو اور یہ صفتین اُس عہد مین صرف علی مرتضیٰؑ مین تھین۔ اور سواے علی مرتضےٰؑ کے اور کسی مین یہ صفتین نہین پائی جاتی تھین۔ اور اُن تینون کا امام اور خلیفہ بن جانا بھی باجتماع مہاجرین اور انصار اور اہل الراے جزو ہی کے ہوا نہ کلی کے۔

پس غیر علی مرتضےٰؑ پر جو انعقاد امامت اور خلافت کا ہوا وہ بے قاعدہ اور بخلاف مسئلۂ فرمودۂ علی مرتضےٰؑ کے ہوا اور اسی بنا پر علی مرتضےٰؑ کو اُنسے قتال جائز تھا (جیسا کہ آخر حصہ فقرہ مذکورہ اسی خطبہ مین ہی)

اور اسی وجہ سے حضرت ابو بکرؓ کی نسبت علی مرتضےٰؑ نے سوچا تھا کہ اُنپر حملہ کی جرأت کرون یا نہین؟ جیسا کہ خطبہ شقشقیہ مین فرمایا ہی۔ لیکن

علی مرتضےٰ پر اُن سے ایسا قتال جائز تھا نہ واجب اسلیے بوجوہ دیگر کہ جس مین دین اسلام تباہ ہوتا تھا ایسی حالت مین علی مرتضےٰ کو لازم نہین تھا کہ وہ امر جائز پر عمل کرتے پس انہون نے امر جائز پر عمل نہ کرکے صبر فرمایا دوسرے اُس شخص سے علی مرتضےٰ قتال جائز جانتے تھے کہ جو مانع طاعت امام ہوا اور اُسکے حکم کو نہ مانے۔

اسمین اشارہ ارباب جنگ جمل اور ارباب صفین اور نہروان کی طرف ہی کہ باوصف اسکے کہ علی مرتضےٰ باقاعدہ امامت اور خلافت کے لیے قبول کیے گئے۔ اور ارباب جنگ جمل اور صفین اور نہروان اطاعت علی مرتضےٰ سے امتناع کرتے تھے اور علی مرتضےٰ کے حکم کو نہین مانتے تھے اور اُن سے جنگ کرنے کے لیے کوئی امر مانع نہین تھا اسلیے علی مرتضےٰ نے اُنسے جنگ کرنا ضرور سمجھا۔

مصنف مخاطب نے اس مضمون کو اپنے فقرہ منقولہ سے اسی غرض سے ترک کیا ہی کہ مضمون اس فقرہ کا علانیہ ایسا موافق مذہب شیعہ کے اور خلاف مخالف کے ہی کہ جسمین مصنف مخاطب یا اُنکے ہم خیال کچھہ تحریف معنی کی بہی نہین کرسکتے تھے۔

بقیہ مضمون اسی خطبہ کا ہم ذیل مین ترجمہ کرتے ہین جس سے ظاہر ہوگا کہ اُس سے مذہب شیعہ کسقدر موافق ہی اور مذہب مخالف شیعہ کس قدر مخالف ہی۔

پہر علی مرتضےٰ فرماتے ہین کہ اے بندگان خدا تمکو پرہیزگاری کی نصیحت کرتا ہون کیونکہ پرہیزگاری بہتر اُن تمام نصیحتون سے ہی جنکے ساتھ بندے نصیحت کیے جاتے ہین اور بہتر انجام امور ہی خدا کے نزدیک اور

بالتحقیق کھل گیا وہ امر جو درمیان تمہارے اور اہل قبلہ کے اور نہیں
پرورش کریگے اس غلطی کو مگر صاحبان بصیرت اور صاحبان صبر اور واقف حق کے
واسطے اسلیے ہیں پس جو تم کو حکم دیا ہو اسپر چلو جیسا کہ کیے جاؤ اور رک جاؤ اس سے جس سے باز رہو
اس سے کہ منع کیے جاؤ - اور جلدی نہ کرو کسی امر کرنے میں جب تک کہ
تفتیش اسمین نہ کر لو کیونکہ ہمارے لیے ہر امر کے ساتھ تبدیلیاں ہین
جسکو نا پسند کرتے ہو تم - آگاہ ہو کہ تحقیق یہ دنیا جسکی ترجیح کی تمنا رکھتے ہو
تم اور اسمین رغبت کرتے ہو اور صبح اسکی تم کو غضبناک کرتی ہے اور خوش
بھی کرتی ہے گو تمہارا گھر نہیں اور نہ وہ منزل ہے جسکے لیے تم پیدا کیے گئے ہو
اور نہ وہ ایسی چیز ہے جسکی طرف تم بلائے گئے ہو - آگاہ رہو کہ نہ وہ تمہارے
لیے باقی رہیگی اور نہ تم اسپر ہمیشہ رہوگے اگرچہ تمکو اسنے دھوکے مین
ڈال رکھا ہے پس تحقیق مین سے اسنے اسکے شر اور بدی کی خطرناکی ظاہر کر دی تمکو پس
چھوڑ دو اسکے دھوکے کو بسبب اسکے حذر دلانے کے اور طمع کرنے
اسکے کو بوجہ خوف دلانے اسکے کے (یعنی وہ دنیا خود ہی حذر اور خوف
دلاتی ہے) اور سبقت کرو دنیا مین اس گھر کی طرف جسکے لیے تم بلائے گئے
ہو اور پھیر لو اپنے دلون کو اس (دنیا) سے اور ہرگز تم مین سے کوئی نہ
نہ کرے جیسے کہ لونڈیاں کرتی ہین دنیا کی چیز کے نہ دستیاب ہونے پر اور
تم پورا کرنا چاہو اپنے اوپر نعمت خدا کا صبر کے ساتھ جو خدا کی اطاعت پر
کیا جائے اور اس محافظت کے ساتھ جسکو کتاب خدا نے محفوظ رکھا
(یعنی کتاب خدا نے جو حفاظت تمہاری کی ہے اسکے ذریعہ سے اپنی محافظت
کرو) آگاہ ہو کہ نہ ضرر پہونچائیگا تمکو ضائع کرنا دنیا کی کسی شی کا بعد اسکے کہ
تمنے حفاظت ستون دین کی کر لی - آگاہ رہو نہ نفع دیگا تمکو جسکی تمنے محافظت

کر اور نہ ہو سی سے (دستشنی ہن کو ضائع کرے) خدا ہمارے اور تمہارے قلوب کو پھیرے حق کی طرف اور ڈالدے ہمارے اور تمہارے دلوں میں صبر۔

یہ خطبہ علی مرتضیٰ نے اس وقت فرمایا ہے جبکہ بعد قتل حضرت عثمان کے صحیفہ تبدیل کیے گئے ہیں اور باہم اہل قبلہ کے جنگ شروع ہوگئی ہے جیسا کہ مضمون خطبہ سے ظاہر ہے۔ اور مسلمان احکام خدا کے جاننے میں یا قرآن سے مسائل کے استنباط میں عاجز ہوکے [illegible] پیمانہ ہو چکے تھے۔

علی مرتضیٰ کے اسی قسم کے خطبوں کی وجہ سے امام شافعی قائل ہوگئے ہیں کہ اگر علی مرتضیٰ نہ ہوتے تو احکام اہل بغی سے کچھ بھی پہچانا نہ جاسکتا

اس واجب التعظیم راوی سے علی مرتضیٰ کے علم و فضل کا اندازہ بمقابلہ غیروں کے اہل نظر کی نگاہ میں بخوبی ہوسکتا ہے۔ کہ اگر علی مرتضیٰ نہ ہوتے تو مذہب اسلام بغیر بیان ایک رکن عظیم کے ہوتا۔ علی مرتضیٰ ہی وہ شخص تھا کہ جسنے اپنے علم سے تکملہ مذہب اسلام کا کیا۔

علی مرتضیٰ نے اس خطبہ میں مذہب اسلام کے مستقیم کرنے کے لیے ہدایت اور اپنے پند و نصائح سے مسلمانوں کو راہ راست پر لانے کی کوشش فرمائی ہے۔ بعد پیغمبرؐ جو واقعات پیش آئے تھے اُن کو پیش نظر رکھ کے حقیقت ہر ایک کی مع اسکے کہ مسلمانوں کو کیا کرنا چاہیے دکھائی ہے۔

پہلے علی مرتضیٰ نے پیغمبرؐ کی مدح پر شہادت دی ہے کہ وہ امین وحی تھے تاکہ لوگوں کو یقین ہو کہ پیغمبرؐ تنزیل من اللہ سے کچھ تحریف اور

تبدیلی نہین کرتے تہے اور اُنسے اُنہین کچہہ خطا نہین ہوتی تہی جو نتیجہ عصمت ہی۔ اور غرض اس ارشاد سے یہ تہی کہ لوگ قرآن کے صحیح منزل من اللہ ہونے مین ذرہ بہر شبہہ نکرین۔

پہر پیغمبرؐ کے ختم المرسلین ہونے کے مدح ظاہر کی ہی کہ بعد اس پیغمبرؐ کے کوئی اور پیغمبرؐ آنے والا نہین ہی اور ضرور ہی کہ بعد اُسکے مذہب اسلام کے قائم رکہنے کے لیے کہ تازہ ہی اور اُسکے چلانے کے لیے تاکہ پختہ ہو جاے کوئی اُسکا جانشین ہوا اور وہ جانشین کیا اوصاف رکہتا ہو جنکی وجہ سے وہ خلافت پیغمبرؐ کا احق الناس ہو۔

پہر پیغمبرؐ کو بصفت بشیر و نذیر یاد کیا ہی تاکہ لوگ جان لین کہ موافق احکام خدا کے عمل کرنے سے رحمت خدا کے مستحق ہون گے اور مخالف احکام خدا کے عمل مین لانے سے سزاوار عذاب ہون گے۔

پس بعد ذکر پیغمبرؐ کے سب سے پہلے اُس شخص کے ذکر کی ضرورت تہی کہ جو مستحق پیغمبرؐ کی جانشینی کا ہی۔ اور اُسکا وصف یہ فرمایا کہ خلافت پیغمبرؐ کا احق الناس وہ کوئی ہی کہ اُس امر خلافت کے لیے سب مین قوی تر ہو یعنی قدرت سیاست اہلیت کے ساتہہ رکہتا ہو تاکہ کامل تر جاننے والا ہو مواقع خلافت اور اُسکی کیفیتون کا اور کیفیت تدبیر مدن اور حرب کا اور اسی سے لازم آتا ہی اشجع الناس ہونا اُسکا۔

دوسرا وصف یہ فرمایا ہی کہ اعلم ہو حکم خدا کا نیابت رسولؐ کے بارہ مین یعنی اصول اور فروع دین کا بڑا جاننے والا ہو۔ تاکہ ہر عمل اُسکے محل پر کرے جس سے یہ لازم آتا ہی کہ شدید تر ہو حفاظت کرنے والا مراعات حدود خدا کا اور اُسپر عمل کرنے والا۔ اور یہ امر لازم کرتا ہی کہ وہ اُن لوگون مین اعدل تر

غور کرنا چاہیے کہ کیا یہ اوصاف سوا علی مرتضیٰؑ کے کسی اور [illegible] کے

جو مقام نیابت رسولؐ پر قدم رکھے۔

یقین کرنا چاہیے کہ یہ اوصاف [illegible]

علی مرتضیٰؑ جانتے تھے کہ کسی اور میں یہ اوصاف نہیں ہیں اور اگر وہ کسی

اور میں یہ اوصاف جانتے تو قسم بخدا کہ [illegible]

نام بتا دیتے۔ اور کسی اور کا نام نہ بتلانے سے صریح [illegible] اپنے نفس

کی طرف جسکو خدا نے نفس رسولؐ کہا ہے۔ اور یہ [illegible] تصریح [illegible]

پس مسلمانوں کو لازم تھا کہ ایسے ہی شخص کو بعد پیغمبرؐ کے پیغمبرؐ کا نائب

قبول کرتے۔ اگر ایسے شخص کو جس کسی نے نائب پیغمبرؐ کا نہ مانا اور جس کسی نے

کہ اُسکو قبول نہ کیا سمجھ لینا چاہیے کہ پیغمبر بشیرؐ کی بشارت رحمت کا کہاں

اور پیغمبر نذیرؐ کی نذارت عذاب کا کہاں موقع ہوگا۔ کہ اس طرح سے ذکر

وقت مادح رسولؐ کے شروع خطبہ میں علی مرتضیٰؑ نے ذکر فرمایا ہے۔

پھر علی مرتضیٰؑ نے اُنہیں اوصاف والے کے نائب پیغمبرؐ کے قبول

ہو جانے والے کے بارہ میں یہ مسئلہ فرمایا ہے "پھر اگر فتنہ کرے کوئی فتنہ پرداز

تو اُسپر عتاب کیا جاوے اور اگر وہ نہ مانے تو اُس سے قتال کیا جاوے"

لیکن یہ مسئلہ اُسی حالت سے منطبق ہوگا کہ جب اقوی اور اعلم نائب

رسولؐ قبول کیا جاوے اور نہیں تو نہیں۔ جسکا یہ نتیجہ ہے کہ علی مرتضیٰؑ کے

خلیفہ قبول ہونے کے بعد عمل اس مسئلہ پر ہوگا نہ اُنکے غیر خلیفہ قبول ہو جانے

کی حالت میں۔

بلکہ اُنکے غیر کے خلیفہ قبول ہو جانے پر حملہ جائز ہے کہ اُس حملہ پر اطلاق

فتنہ کا نہ ہوگا کیونکہ انعقاد خلافت غیر اقوے اور اعلم یہ خود فتنہ ہے گو کسی

دوسری وجہ ہے حملہ نہ کیا جاوے۔
اور خطبہ شقشقیہ مین جو ارادہ حملہ کا خلافت حضرت ابو بکر پر جناب تعزیٰ؟
نے فرمایا ہی یہ امر باہم مطابق ہی کہ اس خطبہ مین جہان کہ پندو نصایح فرمائے
مین یہ ارشاد کیا ہی کہ تم جلدی نہ کرو کسی امر مین جب تک کہ تفتیش کر لو
کہ ہمارے لیے ہر امر مین جسکو تم ناپسند کرتے ہو تبدیلی ہی الخ
یعنے جب کوئی غیر شخص خلیفہ قبول کیا جاے تو بنظر حالت موجودہ کے
اُسکے لیے یعنے اُسپر حملہ کرنے نہ کرنے کے لیے حکم دیگر ہی اور جب مستحق
خلیفہ کیا جاے اور اُسمین لوگ فتنہ پردازی کرین تو اُسکے لیے حکم دیگر ہی
اور ہر موقع پر اُسکا حکم وہی جانتا ہی جو اُن موقعون کو پہچانتا ہی کہ ایسا علم
صاحبان بصیرت اور صبر کو ہوتا ہی۔
اور جس سے مراد یہ ہی کہ حضرت ابو بکر پر حملہ نکرنا دانائی تھی گو وہ بغیر
احق ہونے کے خلیفہ قبول کیے گئے اور اُس موقع پر صبر کرنا ضرور تھا کہ
مذہب اسلام تباہ و برباد ہو جاتا اور ارباب جمل اور صفین سے اور خوارج
سے قتال دانائی ہی کہ اُن لوگون نے ایسے شخص کے خلیفہ ہو جانے کے
بعد جو مستحق خلافت تہا سرکشی کی اور جن پر اطلاق بغاوت الازم آگیا اور
جنسے جنگ کرنے مین اندیشہ تباہی اسلام کا یا اور کوئی امر مانع نہ تہا
بلکہ اُنسے قتال موافق قرآن کے تہا۔
بعد بیان مسئلہ استحقاق خلافت پیغمبر کے علی مرتضےٰ نے مسئلہ انعقاد
خلافت کا بیان فرمایا ہی جسکی تصریح ہم اوپر کر چکے ہین اور جس سے ظاہر ہی
کہ مسئلہ انعقاد خلافت کے بموجب حضرت ابو بکر پر انعقاد خلافت صحیح نہین
ہوا البتہ خود علی مرتضےٰ پر انعقاد خلافت مطابق مسئلہ کے واقع ہوا ہی

اور اُسی کے ساتھ علی مرتضےٰ نے تصریح سے فرمادیا ہو کہ دو شخصوں سے مین لڑ سکتا ہون - ایک اُس شخص سے جو دعوے کرے اُس چیز کا جسکا وہ حق نہین رکھتا یعنے حضرت ابو بکر کہ خلیفہ بن بیٹھے جسکا وہ حق نہین رکھتے تھے -

دوسرے اُس شخص سے کہ جو روکے اُس چیز کو جو اُسپر واجب ہو چکی ہے یعنے قتال باغیون سے کہ جنپر اطاعت امام واجب تھی) جسمین اشارہ طرف جنگ جمل اور صفین اور نہروان کے ہی -

پہر اسکے بعد تمام نصائح علی مرتضےٰ نے فرمائے ہین - جسکی ابتدا پرہیزگاری سے کی ہو یعنے انسان کو ہر امر بد سے بچنا لازم ہی -

پہر واقعہ حرب کا درمیان اہل قبلہ کے ذکر کرکے بتایا ہو کہ صاحبان بصیرت اور صبر اور اہل علم ہی متحمل اسکے ہو سکتے ہین جو مواقع حق کو جانتے ہین - اس فقرہ مین اہل صبر کا لفظ بہت غور طلب ہو کہ کس موقع کو زیر نظر رکھکے اُس کلمہ کے فرمانے کی ضرورت ہوئی ہی -

جہان تک خیال کیا جاتا ہو وہ موقع سوائے خلافتون حضرات خلفائے ثلاثہ کے اور کوئی نہین ہو سکتا - جنکو علی مرتضےٰ صحیح نہین سمجھتے تھے لیکن دوسرے وجوہ کے پیش نظر ہونے کے باعث اُن سے قتال بھی نہین کر سکتے تھے اور صبر کرلیتے تھے -

صبر کے معنی ہین غصہ کو پی جانا جسکی مراد یہ ہوئی کہ علی مرتضےٰ کو اُن خلافتون کے انعقاد پر غصہ تو بہت آتا تھا مگر غصہ کو پی جاتے تھے - اور ایسے غصہ کے پی جانے والون کی نسبت اس خطبہ مین فرمایا ہو کہ وہ متحمل ایسے موقعون کے ہوتے ہین

اور اُسکے ساتھہ یہ تذکرہ یا ہو کہ حالت کے تغیر سے امر بدل جاتا ہی پس ہر حالت کے حکم کی ہمیشے تفتیش کر لو۔ پھر دنیا اور اُسکی آرزو اور طمع کی مذمت کی ہی اور اُسکے حصول کو خطرناک ظاہر فرماکر ہدایت کی ہی کہ دنیا کے ضائع ہونے سے کچھہ ضرر نہین ہو سکتا جبکہ دین کی حفاظت ہو چکی ہی کتاب خدا کے بموجب اور ستون دین کا قائم ہو چکا ہی۔ لیکن دنیا کچھہ نفع نہین دے سکتی اگر دین ضائع ہو جاے ؎

مقصود اس ہدایت سے یہ ہی کہ دین مین جو طریقے مقرر کر دیے گئے ہین اُسکے بموجب لوگون کو چلنا چاہیے اگر اُن طریقون پر چلنے سے کچھہ دنیا ضائع ہو جائے تو کچھہ پروا نہین کرنی چاہیے اسلیے کہ دین کے طریقون پر چلنے سے وہی دنیا ضائع ہو سکتی ہی جو خلاف طریقون دین کے چلنے سے حاصل ہو۔ اور اُسکے ضائع ہونے سے کچھہ ضرر نہین پہونچ سکتا ہی اور وہ دنیا جو خلاف طریقون دین پر چلنے سے حاصل ہو کچھہ نفع نہین پہونچا سکتی۔

علی مرتضےٰ نے جو یہ کلیہ فرمایا ہی اُسکی مثال اُنکی نگاہ مین وہی تینون خلافتین تہین کہ جو خلاف طریقون دین کے حاصل کی گئی تہین جنکا نتیجہ یہ ہوا کہ اُنکے اعتقاد مین اختلاف ہونے کی وجہ سے اور غیر مستحق کے خلفا قرار پانے کے سبب سے خلافت صحیح بہی قائم نہو سکی۔ اور باہم مسلمانون کے دروازہ حرب کا کہل جانے سے سلطنت قومی مسلمانون کی ضعیف اور آخرکار تباہ ہو گئی۔ اور تمام روے زمین پر کسی وقت پہیل نہ سکی۔

اگر اقوی اور اعلم کو احق الناس مسلمان مستحق سمجھکر بالاتفاق اول ہی خلیفہ مقرر کرتے کہ یہی طریقے دین کے تہے تو کبہی نہ غیر مستحق کو حوصلہ خلافت کا پیدا ہوتا نہ باہم مسلمانون کے جنگ ہوتی نہ تمام روے زمین پر مذہب اسلام

پہلے سے ... ترک ... [illegible]

پھر مصنف مخاطب جناب امیر علیہ السلام کو ابوبکر سے لڑنے کا خیال پیدا نہ ہونے کے لیے آنحضرت سے استدلال کرتے ہیں کہ جناب امیر جانتے تھے کہ حضرت کی حیات میں ابوبکر خلیفہ بنایا ہوا اور رسول کا قول ہے کہ حق ہمیشہ جماعت کی طرف ہے"

اور مصنف [illegible] سے ارشاد رسول نقل کرکے یہ ترجمہ کرتے ہیں کہ "بیشک میری امت متفرق ہوگی بہتر فرقہ پر اکہتر فرقے ہلاک ہونگے اور ایک فرقہ نجات پائیگا۔ لوگوں نے پوچھا کہ یا رسول اللہ وہ فرقہ کونسا ہوگا رسول صلعم نے فرمایا جماعت جماعت جماعت ہے"

اس ترجمہ پر ہمکو کچھ عذر نہیں ہوا مگر شروع میں ترجمہ یون ہونا چاہیے کہ "بیشک میری امت قریب ہے کہ متفرق ہوگی" کیونکہ اصل لفظ عربی یہ ہیں "ان امتی ستفترق"

مصنف مخاطب ارشاد پیغمبر مندرجہ بالا سے یون استدلال کرتے ہین کہ "اس بیان سے بخوبی واضح ہوگیا کہ جناب امیر نے ابوبکر سے لڑنے کا ہرگز خیال نہ کیا ہوگا"

یہ روایت خصال مین اسطرح مروی ہوئی ہے کہ بات کہی ہمسے ابو احمد شافعی نے فرغانہ مین کہا کہ بات کی ہمسے مجاہد بن اعین بن داود نے کہا بات کی ہمسے محمد بن فضل نے کہا بات کی ہمسے ابن لہیعہ نے اُسنے سعید بن ابی ہلال سے اُسنے انس بن مالک سے کہا اُسنے کہ فرمایا رسول اللہ صلعم نے بیشک بنی اسرائیل متفرق ہوے عیسیٰ کے بارہ مین اکہتر فرقون پر پس ہلاک ہوے ستر فرقے اور نجات پائی ایک فرقے نے اور تحقیق امت میری قریب ہے کہ متفرق

مگر پہلے خاص طور پر اعلیحضرت سپہر شوکت صاحب عالم پرنس مرزا محمد
... الدین حیدر بہادر دام اقبالہ و جناب خان بہادر نواب حاجی
... مرزا شجاعت علی بیگ صاحب قزلباش رئیس مرشد آباد کا دلی احسانمندی کے ساتھ
شکر گزار ہوں کہ دونوں بزرگوار نے اپنی عالی ہمتی سے پچاس پچاس روپیہ بنظر امداد عطا فرمائے
خدا اونکی توفیقات عالیہ میں برکت عطا کرے ۔ والتسلیم

تعداد رقم	نام معاونین	نمبر شمار
سے ر	جناب سید عوض علی صاحب پنشنر ڈپٹی کلکٹر	۱
سے ر	از سرکار آصف الدولہ شجاع الملک نواب سید زین العابدین خان بہادر فیروز جنگ	۲
سے ر	جناب سید ہادی حسین صاحب وکیل ۔	۳
سے ر	جناب مولوی سید ہادی علی صاحب آنریری مجسٹریٹ	۴
سے ر	جناب سید منیر حسن صاحب تعلقدار اودھ	۵
سے ر	جناب مولوی سید نظیر حسین صاحب مدرس ۔	۶
سے ر	جناب مولوی سید غلام حیدر صاحب ۔ خان بہادر ریٹائرڈ سب جج	۷
سے ر	جناب مولوی سید تجمل حسین صاحب سب جج ۔	۸
عہ	جناب نواب سید صفدر نواب صاحب بہادر دام اقبالہ	۹
سے ر	جناب سید محمد تقی صاحب تعلقدار	۱۱
سے	جناب سید شریعت حسین صاحب انسپکٹر	۱۲
سے ر	جناب سید خلیفہ محمد کاظم صاحب جج ۔	۱۲
عہ	جناب سید مددعلیشاہ صاحب سابق صدر تعلقہ دار ۔ مع القابہ	۱۳
سے ر	جناب سید علیجان صاحب ہیڈ کلرک جیل ۔	۱۴
سے ر	جناب سید امید علیشاہ صاحب نقوی البخاری	۱۵
سے ر	جناب مولوی حاجی سید جعفر حسین صاحب ممبر کونسل	۱۶
عہ	از سرکار حکیم مرزا محمد رضا خان بہادر ترسی نجف	۷

۱۸	جناب آغا قاسم حسین صاحب قزلباش اسٹامپ فروش	سے
۱۹	جناب مرزا رشید علی بیگ صاحب کمشنر نیلام	سے
۲۰	جناب شیخ سخاوت علی صاحب سب رجسٹرار	سے
۲۱	جناب سید صادق علی صاحب ڈپٹی انسپکٹر	سے
۲۲	جناب حکیم میر سجاد حسین صاحب	سے
۲۳	جناب سید ظہور الحسن صاحب نائب تحصیلدار	سے
۲۴	از سرکار نواب میر دوست علیخان بہادر بالقابہ رضوی	دیئے
۲۵	جناب سید ملازم حسین صاحب وثیقہ نویس	سے
۲۶	جناب سید فدا حسین صاحب واصلباقی نویس	سے
۲۷	جناب مرزا عبد علی صاحب پنشنر انجینیر (بقایا غایت ۲۴ء)	۱۲
۲۸	جناب اشرف علی صاحب عرف منا صاحب - (ایضاً)	
۲۹	جناب سید محمد صاحب	سے
۳۰	جناب سید امیر کاظم صاحب	سے
۳۱	جناب سید محمد حسین صاحب	سے
۳۲	جناب سید محمد منیر صاحب اہلکار سررشتہ	سے
۳۳	جناب مولوی سید حشمت علی صاحب وکیل	سے
۳۴	جناب سید فدا حسین صاحب اور سیر ( ) (۳۵) جناب سید حسین صاحب وکیل	سے
۳۶	جناب نواب مولوی زوار علی صاحب نقاد ( ) (۳۷) جناب مولوی مبارک علی صاحب جج	سے
۳۸	جناب مولوی سید محب علی صاحب ہیڈ کلرک سررشتہ (سے) (۳۹) جناب سجاد حسین صاحب ہیڈ کلرک سررشتہ	سے
۴۰	جناب سید ایوب حسین صاحب سب انسپکٹر	سے
۴۱	جناب سید احمد علیشاہ صاحب اہلکار پولیس	سے
۴۲	جناب سید مختار حسین صاحب مختار (باقی آئندہ)	سے

مرزا عبدالتقی - قزلباش - ایڈیٹر رونق

انی تارک فیکم الثقلین

نور علی نور

رسالہ روشنی یا اور رسالہ نصیحۃ الشیعہ

جلد ششم سنہ ۱۸۹۹ع چماہی دوم

باہتمام

مرزا عبد النقی قزلباش

اڈیٹر رسالہ روشنی

مطبع مطلع الانوار شہر لکھنؤ میں چھپا اور
دفتر رسالہ روشنی چوک لکھنؤ سے شائع ہوا

ملاحظہ طلب

سالگذشتہ جب مین عشرہ محرم کے لئے مرادآباد کو گیا تھا۔ تو ارادہ یہ تھا کہ بعد محرم جلد واپس آکر چوماہی اول ۹۹ھ کے نمبر شایع کرونگا لیکن وطن ہونچکر ایسے مخمصون مین پھنس گیا کہ چھٹکارہ ہی نملا تیرھوین رجب کو مع الخیر واپس آیا اور چوماہی اول کے نمبر جنکو مرادآباد مین چھپوالیا تھا ارسال خدمت کئے۔ اب چوماہی دوم کے نمبر بھی حاضر خدمت کرتا ہون اور امید کرتا ہون کہ یہ نمبر پہونچتے ہی اس جلد ششم ۹۹ھ کی بابت معاونین زرچندہ بھیجدینگے۔ تاکہ آخری چوماہی کے نمبر بھی جلد بھیج سکون یا مجھکو اجازت دینگے کہ بذریعہ ویلو پارسل بھیجدون۔ اور

جن بزرگوار ونکے ذمہ ۹۸ھ جلد پنجم کا بھی چندہ ہنوز باقی ہی اگر وہ بھی موجودہ حالت رسالہ پر نظر کرکے رحم فرماوین اور زرچندہ بھیجدین تو بڑی عنایت ہو۔

یہ امر بھی قابل اطلاع ہی کہ بعض بعض احباب نے اس امر کو کہ قوم کے اولوالعزم لوگون کے بھروسہ پر اور اس امید پر کہ وہ بقیہ مجلدات چھپوا دینگے اور بالفعل رسالہ کو دشمنی کی اشاعت موجودہ عنوان سے بند کردیجائے پسند نہین کیا بلکہ انہون نے مجھے بہت کچھ امید دلائی۔ لہذا مینے اپنی وہ رائے واپس لی۔ اور حسب دستور اب رسالہ شایع ہوتا رہیگا۔ جن احباب نے اس موقع پر میری ہمت بندھوائی انکا عموماً۔ اور جناب نواب سید نصیر حسین خان صاحب رئیس پٹنہ کا خصوصاً دلسے شکر گذار ہون کہ جناب ممدوح نے اب بھی بہت کچھ مدد دی اور آئندہ بھی اعانت کا مستحکم وعدہ کرلیا ہے۔

خاکسار

مرزا عبد التقی قزلباش

ہو جائے ۷۲ فرقوں پر ہلاک ہونگے اس میں ۷۱ فرقے اور نجات پائے گا ایک فرقہ تو لوگوں نے عرض کیا کہ اے رسول اللہ وہ کونسا فرقہ ہوگا فرمایا آپ نے الجماعت یعنی ایک گروہ ؎

مصنف خصال نے اپنا یہ اجتہاد لکھا ہے کہ "الجماعۃ سے مراد الجماعۃ اہل الحق ہی اگرچہ وہ قلیل ہوں اور تحقیق کہ نبیؐ سے روایت ہوئی ہی کہ انھوں نے فرمایا کہ اکیلا ایک مومن حجت ہے اور مومن اکیلا جماعت ہے ؎

دیگر علماء شیعہ اس روایت کی بابت یہ بھی کہتے ہیں کہ "راوی اس کے ابواحمد شافعی علماء اہل سنت سے ہیں اور سلسلۂ سند میں اس حدیث کے کل عامہ ہیں ابو لبیعہ اور سعید بن ابو ہلال رواۃ صحاح ستہ ہیں اور انکی قدح کتاب تقریب التہذیب میں جو تصنیف ابن حجر عسقلانی سے علم رجال میں ہی۔ موجود ہے انس بن مالک کی کیفیت بغض علیؑ کے ساتھ اور اس کا قصہ مشہور ہی۔ اور سند روایت میں اس حدیث کی امام اہلبیتؑ سے کوئی راوی نہیں ہی اسلیے ایسے رواۃ کے بیان پر شیعوں کو اطمینان نہیں ہو سکتا اور نہ ایسی حدیث شیعوں پر کچھ حجت ہو سکتی ہے مگر مجھکو کچھ ضرور نہیں ہے کہ میں اس حدیث کی صحت سے انکار کروں مقصود اس حدیث کا صرف یہ ہے کہ پیغمبرؐ نے یہ فرمایا ہے کہ میری امت ۷۳ فرقے پر متفرق ہو جائیگی ۷۱ فرقے اس میں ہلاک ہونے والے ہیں اور ایک فرقہ نجات پانے والا ہے اور اس ایک فرقے کو بتایا ہی کہ وہ ایک جماعت ہی اور جماعت کا اطلاق ہر گروہ پر ہو سکتا ہی کہ وہ کل ۷۳ فرقے ایک ایک جماعت ہے انھیں میں سے آپ نے جو ایک جماعت کو نجات پانے والا فرمایا ہی وہ وہ آنحضرت کے ذہن میں تھا۔ اس کا [illegible]

[illegible]

خاص پہچان اُس نجات پانے والے گروہ کی بیان نہیں ہوئی ہے اور اسی وجہ سے ہر گروہ منجملہ ۷۲ گروہ کے اپنے آپ کو یہی کہتا ہے کہ ہمارا گروہ نجات پانے والا ہے اور ہر گروہ یہ کوشش کرتا ہے کہ وہ نجات پانیوالی جماعت ثابت ہو جاوے مگر اس میں شک نہیں کہ وہ جماعت اہل حق ہی۔ پس اس حدیث سے استدلال مصنف مخاطب کا ہرگز مستنبط نہیں ہو سکتا ہی بلکہ مصنف مخاطب نے خلاف مضمون حدیث کے استدلال کیا ہے اس حدیث سے نہ یہ ظاہر ہوتا ہے کہ رسولؐ کا یہ قول ہے کہ حق ہمیشہ اس جماعت کی طرف ہے کہ جو جماعت کثیر ہو چنانچہ مصنف کتاب خصال نے اپنے اجتہاد کے وقت مخالف بیان مصنف مخاطب کے پیغمبرؐ سے یہ روایت ظاہر کی ہی کہ اکیلا مومن حجت ہی اور اکیلا مومن جماعت ہے" اور نہ اس حدیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ جناب امیرؑ جانتے تھے کہ صحابہ کی جماعت نے ابوبکرؓ کو خلیفہ بنایا ہے اور یہ امر ظاہر ہے کہ کل جماعت صحابہؓ مہاجرین و انصار نے یا اہل حل و عقد اور اہل الرائے نے حضرت ابوبکر کو خلیفہ بنایا پس خلافت واقعہ جناب امیرؑ کی نسبت جاننا اُس امر کا کیسے سمجھا جا سکتا ہی۔؟

مصنف مخاطب نے اس حدیث پیغمبرؐ پر استدلال کرنے کے وقت یہ غلطی کی ہے کہ اُنھوں نے یہ سمجھ لیا کہ صحابہ کی جماعت نے حضرت ابوبکر کو خلیفہ بنایا ہے۔ حالانکہ سقیفہ بنی ساعدہ میں ابتداءً حضرت ابوبکرؓ کو دو تین صحابہ نے خلیفہ بنایا اور موجودہ انصار ابتداءً مہاجرین میں سے کسی کے خلیفہ بنانے سے مختلف تھے اور سعد بن عبادہ انصاری کو خلیفہ بنانا چاہتے تھے۔ اور گو بعد کو آہستہ آہستہ دوسرے مسلمانوں نے حضرت ابوبکرؓ کو خلیفہ قبول کر لیا کہ جن عوام مسلمانوں کو حق انعقاد خلافت کا نہیں تھا بلکہ وہ حق کل

مہاجرو انصار مجتمع اور متفق کا یا اہل حل و عقد کا اور اہل الرائے کا تھا جنمین سے علی مرتضیٰؑ جو اعلیٰ ترین مہاجر اور اہل الرائے اور ناصر پیغمبرؐ تھے اور دیگر بنی ہاشم اور سردار انصار اور مالک بن نویرہ اور بعض دیگر مسلمان برابر مخالف رہے اور اگر فرض کیا جائے کہ آخر درجہ پر سوائے دو تین مہاجر اور انصار بغیر رضا کے اور سب نے حضرت ابو بکرؓ کو خلیفہ قبول کر لیا تو بھی بموجب ارشاد پیغمبرؐ کے انعقاد خلافت حضرت ابو بکرؓ پر صحیح قرار نہین پا سکتا اس لیے کہ جماعت نے اُس طریقہ کو قبول نہین کیا۔ بموجب ارشاد پیغمبرؐ کے وہ طریقہ صحیح اُسوقت ہو سکتا ہی کہ جب جماعت اُسکو قبول کرلے۔

علی مرتضیٰؑ نے جو اپنے کلامون مین جس پر ابھی اوپر بحث ہو چکی ہے مہاجرین اور انصار کے اجتماع اور اہل الرائے کی حاضری پر مسئلہ انعقاد خلافت کا بیان فرمایا ہے اُس مسئلہ کا علم علی مرتضیٰؑ کو اسی حدیث پیغمبرؐ سے یقین کرنا چاہیے کہ ہوا ہے۔ ارشاد پیغمبرؐ مین جو تکرار سے نجات پانیوالے فرقے کو "الجماعت" فرمایا گیا ہے اُس سے وہی فرقہ مراد ہو سکتی ہی کہ جس مین شان اجتماع مہاجرین اور انصار اور اہل الرائے حل و عقد کی موجود ہو۔ اور جس فرقے مین کہ یہ شان نہین پائی جائیگی (اور ہم اوپر دکھا چکے ہین کہ یہ شان خلافتون خلفائے ثلثہ مین نہین تھی) تو ایسا فرقہ نجات پانیوالا نہین ہو سکتا جو ارشاد پیغمبرؐ مین مقصود ہی اور جیسا کہ پیغمبرؐ کا منشا اُن کے ارشاد سے ظاہر ہے۔ اور جس کو صراحت سے علی مرتضیٰؑ نے اپنے کلام اور خطبون مین فرمایا ہے۔

اور اگر ارشاد پیغمبرؐ مین فرقہ نجات پانے والے سے ایسی جماعت سے مراد لی جائے جیسے کہ مصنف مخاطب لیتے ہین۔ تو کیا وجہ ہے کہ بعد قتل حضرت

عثمان فرقہ بی بی عائشہ اور حضرت طلحہ اور زبیر جنگ جمل والا اور فرقہ خوارج نہروان والا اور فرقہ حضرت معاویہ جنگ صفین والا اور بعد قتل علی مرتضیٰؑ فرقہ حضرت معاویہ حضرت امام حسن علیہ السلام ابن رسول اللہ سے جنگ اور قتال کرنیوالا اور فرقہ حضرت یزید حضرت امام حسین علیہ السلام ابن رسول اللہ کو قتل اور خاندان رسالت کو تاراج کرنے والا جماعت مراد نہ لیجائے؟ اور وہی جماعت نجات پانے والی نہ سمجھی جائے؟ اور فرقہ علی مرتضیٰؑ اور حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین علیہم السلام ہلاک ہونے والا فرقہ نہ سمجھا جائے؟ کیونکہ جیسے مصنف مخاطب انعقاد خلافت خلفائے ثلاثہ بعض صحابہ کے سبب سے صحیح سمجھکر اُس فرقہ کو جماعت نجات پانے والی قرار دیتے ہیں ویسے ہی جنگ جمل اور جنگ صفین اور جنگ نہروان اور حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین علیہما السلام سے مقابلہ اور مقاتلہ کرنیوالے فرقوں میں بعض صحابہ اور تابعین صحابہ موجود تھے۔

یہ تو میں دکھا چکا کہ حدیث پیغمبرؐ میں جو فرقہ نجات پانے والا جماعت کا فرمایا گیا ہے اُسکا اطلاق اُن فرقوں جماعت پر نہیں ہوسکتا کہ جو خلافتوں خلفاء ثلاثہ کو یا حق خلافت اور امامت بی بی عائشہ اور طلحہ اور زبیر کو یا خلافت حضرت معاویہ اور حضرت یزید کو قبول کرنیوالے تھے۔

اب مجکو یہ دکھانا باقی ہے کہ شیعہ فرقہ دوستدار اہل بیت والے کا اطلاق قطعی اُس جماعت پر آتا ہے جسکو پیغمبرؐ نے نجات پانیوالا فرمایا ہے تمام واقعات تاریخی مذہب اسلام سے اور احادیث پیغمبرؐ سے جو توضیح آیات قرآنی ہیں یہ امر ہر ایک مسلمان کے ذہن نشین ہوتا ہے کہ جو خصوصیت یگانی اور عزت صحبت اور وقعت علم اور شجاعت علی مرتضیٰؑ کی پیغمبرؐ کی نگاہ میں تھی

وہ کسی اور کی نہین تھی۔ اور اس نظر و پیغمبرؐ سے مہاجرا ور انصار اور تمام مسلمان علی مرتضیٰؑ کی بلند مرتبہ گی کو ہرامر مین جو خلافت کے لیے لازمی امر ہی دلمین قبول کیے ہوے تھے۔ اور بعد پیغمبرؐ ہر زمانہ خلافت مین خواہ وہ زمانہ عہد خلافتون حضرات خلفاے ثلاثہ کا ہو یا خود عہد خلافت علی مرتضیٰؑ کا۔ علی مرتضیٰؑ نے جس جس وقت اظہار حق خلافت کا اپنے اور اہلبیت پیغمبرؐ کے لیے کیا اُس سے کسی مہاجر یا انصار نے یا کسی اہل الراے اور حل وعقد نے یا کسی دیگر جماعت مسلمانون نے انکار نہین کیا۔ اس حیثیت سے کہ علی مرتضیٰؑ مین وہ اوصاف افضلیت حق خلافت کے لیے نہین ہین۔ جب جب ایسے موقع پیش آئے ہین علی مرتضیٰؑ کی تقریر اور خطبات کو سُن کر ہر کوئی ساکت اور حیران ہو گیا ہی اور ہر کسی نے اپنے سکوت اور حیرت سے اُسکو تسلیم اور قبول کر لیا ہی جس امر پر کہ دلی اجتماع مہاجرین اور انصار کا رہا ہی اُسی امر کو شیعہ دوستدار اہلبیت اسوقت تک قبول کرتے چلے آتے ہین۔ پس اب غور کرنا چاہیے کہ جماعت امت نے دلمین جب علی مرتضیٰؑ کی افضلیت اور احق خلافت ہونا قبول کیا اور اُسی کو فرقہ شیعیان علیؑ اور دوستداران اہلبیت قبول کرتا چلا آتا ہے تو ایسی جماعت حقیقی وہی جماعت ہوئی یا نہین جس کو نجات پانے والا پیغمبرؐ نے فرمایا ہی؟۔ لیکن اُس جماعت اُمت سے جس نے دلمین علی مرتضیٰؑ کا افضل اور احق ہونا قبول کیا تھا دو ٹکڑے ہو گئے۔ ایک حصہ ایسا ہو گیا کہ جس نے ظاہر مین خلاف باطن علی مرتضیٰؑ کا افضل ہونا اور احق ہونا عملاً قبول نہ کیا۔ اور دوسرا حصہ ایسا رہا کہ جو علی مرتضیٰؑ کا افضل اور احق الناس ہونا ظاہر مین موافق باطن کے عملاً وقوع مین لانے کو لازمی جانتے تھے اور لازم جانا۔ اول الذکر ٹکڑا اپنے

عمل خلاف باطن کے سبب سے اُس جماعت سے خارج ہوگیا جنمین پھر بسبب اختلاف امور دیگر اور امر اصلی خلافت کے کسی نے کسی وجہ سے کسیکو اور کسی نے کسی وجہ سے کسیکو امیر اور خلیفہ قبول کرکے فرقہاے متعدد پر متفرق ہوگئے اور وہ ٹکڑا ثانی اُس جماعت مین داخل رہا۔ کہ جو علی مرتضیٰؑ کو افضل اور احق الناس ہونا باطن مین بھی جانتے ہین اور ظاہر مین بھی اُس کے واقع کرنیکو واجب سمجھتے ہین۔

مخالف شیعہ دوستداران اہلبیتؑ کے وہ لوگ ہین کہ جو اُس فرقہ جماعت مین شامل ہوگئے کہ جنھون نے خلاف باطن علی مرتضیٰ کا احق اور افضل ہونا عملاً قبول نہ کیا۔ اور شیعہ دوستداران اہل بیتؑ نے اپنے مخالفون کو خلاف باطن عمل کرنے کی وجہ سے منافق کے لقب سے پکارا خواہ وہ لقب خلاف حقیقت ہو یا نہو۔

پس فرقہ شیعہ دوستداران اہلبیت اُسی جماعت مین داخل ہین کہ جسکا اطلاق حدیث پیغمبرؐ مین نجات پانے والی جماعت پر ہے اور اُس فرقہ کے مخالف دوسرے فرقون مین ہین جو نجات پانے والون کے خلاف ہین۔

اس بنا پر جناب امیرؑ کو حضرت ابو بکرؓ سے لڑنے کا خیال ضرور ہونا چاہیے تھا۔ کہ علی مرتضیٰؑ جانتے تھے کہ بعض حصہ جماعت امت نے متفرق ہوکر خلاف باطن حضرت ابو بکرؓ کو خلیفہ بنا یا ہے۔ حالانکہ رسولؐ کا قول ہے کہ فرقہ نجات پانے والا جماعت ہی۔ اور جماعت کا اطلاق اُسی امر کی نسبت سمجھا جاسکتا ہے کہ جو دلمین اُس جماعت کے ہو۔ نہ وہ کہ دل مین کچھ ہو اور ظاہر مین وہ جماعت کیساتھ اور کرے کچھ۔ دوسرا طریقہ فرقہ شیعہ کے منطبق ہونے کا اُس جماعت پر جسکو پیغمبرؐ نے نجات پانے والا فرمایا ہے یہ

ہی کہ پیغمبرؐ نے اپنی امت یعنی گروہ عام مسلمانان کی نسبت یہ فرمایا ہے کہ ٭ قریب ہے کہ وہ بہتر گروہ پر جدا ہو جائیگی۔ اکثر ہلاک ہونگے اور ایک فرقہ خلاصی۔ رہائی۔ برارت (نجات) پانے والا ہوگا جب لوگون نے پوچھا کہ وہ فرقہ کونسا ہوگا آپ نے فرمایا کہ الجماعت الجماعت الجماعت٭

جماعت کے معنی بھی گروہ ہونے کے ہین اور الف لام جو پیغمبرؐ نے لفظ جماعت پر داخل کر کے فرمایا ہے اُس سے اُس تعریف گروہ عام مسلمانون مین تخصیص کی ہے اور اس موقع پر الف لام سواے معہود ذہنی کے نہ استغراق کا سمجھا جا سکتا ہے نہ عہد خارجی کا اور الف لام معہود ذہنی کے سواے اسکی کچھ مراد نہین ہو سکتی کہ وہ جماعت نجات پانے والی پیغمبرؐ کے ذہن مین تھی۔ اب تلاش اس امر کی کہ پیغمبرؐ کے ذہن مین نجات پانے والے فرقہ کی کس جماعت سے مراد تھی بجز اس کے اور کسی طرح سے نہین ہو سکتی کہ خود پیغمبرؐ کی کسی دوسری حدیث سے اسکو دریافت کیا جائے۔ اور وہ دوسری حدیث پیغمبرؐ کی سواے اس کے اور کوئی نہین ہو سکتی کہ پیغمبرؐ نے فرمایا ہے کہ ٭ مین درمیان تمھارے دو بھاری چیزین چھوڑے جاتا ہون ایک کتاب خدا اور دوسرے اپنی عترت اور اہلبیت یعنی (علم قرآن اور اُسکے عالم) ان دونون چیزونکو مضبوط پکڑے رہنا تا کہ تم بعد میرے گمراہ نہو۔ کہ یہ دونون چیزین آپس سے جدا نہین ہونگی جب تک کہ مجھسے حوض کوثر پر ملاقات نکرینگی٭

اس حدیث اور حدیث زیر بحث پر جب غور کیا جائے تو ہم مضمون ہین (۳) حدیث مین نصیحت ہی کہ بعد پیغمبرؐ کے امت کیا کرے؟۔ اور حدیث زیر بحث مین نتیجہ ہے اُمت کے عمل اور غیر عمل کا یعنے منجملہ اُمت کے جو جدا جدا گروہ در گروہ عمل اور غیر عمل سے ہو جاینگے اُس مین وہ جماعتین جو نصیحت

پیغمبر پر عمل نہین کریگی ہلاک ہونے والی ہوگی۔ اور جو جماعت نصیحت پیغمبر پر عمل کریگی وہ خلاصی پاویگی۔

مین پہلے اس امر کو دکھا چکا ہون کہ وہ جماعت جس نے کتاب خدا اور عترت اور اہلبیت رسولؐ کو مضبوط پکڑا ہی یعنے جس نے علم قرآن عترت اہلبیت رسول سے حاصل کیا ہے وہ فرقہ شیعہ ہے جو گمراہ نہین ہوا ہے۔ پس حدیث زیر بحث مین اطلاق فرقہ نجات پانے والے کی مراد اُسی جماعت سے ہوسکتی ہے جو شیعون کی ہی۔ اور اُس جماعت متفرق ہونے والی دوسرے فرقہ نے کہ جو علی مرتضیٰؑ کو افضل اور احق خلافت جانتی تھی اور عملاً اسکو ظہور مین نہین لائی اور ثقلین کو اُس نوعیت سے مضبوط نہین پکڑا جیسا کہ پیغمبرؐ کا منشا رتھا۔ اور حضرت ابو بکر اُسی فرقہ مین داخل بلکہ اُس فرقہ کے بانی اور سردار ہوے۔ ایسی حالت مین علی مرتضیٰ علیہ السلام کو بے شک موقع تھا کہ حضرت ابو بکرؓ کو قابل حملہ سمجھین۔

مین یاد دلاتا ہون کہ مصنف مخاطب خطبہ شقشقیہ پر بحث کررہے ہین پہلے اُنھون نے صحت خطبہ شقشقیہ پر اعتراض کیا ہے پھر اُنھون نے اُس سے مدح خلفاے ثلاثہ کی ظاہر ہونے کی کوشش کی۔ پھر اس فقرہ خطبہ شقشقیہ کے متعلق کہ "مین سوچتا رہا کہ کٹے ہوے ہاتھ سے حملہ کرون یا صبر کرون اوپر اندھا دھند تاریکی کہ جس مین بوڑھا ہو جاوے اُس مین بچہ اور بہت ضعیف ہوجاوے اُس مین بوڑھا۔ اور سختی اُٹھاوے اُس مین مومن یہانتک کہ اپنے پروردگار سے ملاقات کرے۔ پس میری رائے صبر کرنے کی قرار پائی اور صبر کیا مین نے درحالیکہ میری آنکھ مین کھٹک تھی اور حلق مین پھندا تھا"

مصنف مخاطب نے یہ ظاہر کیا تھا کہ "وہ مصیبت فراق رسول کی تھی" پھر یہ کوشش کی ہے کہ جملہ کے ارادے کے مضامین دوسرے اقوال علی مرتضیٰ سے غلط ثابت کریں۔ یہانتک جسقدر بحث مصنف مخاطب کی طرف سے ہو چکی ہے اُسکی حقیقت ہم بھی دکھا چکے ہیں۔

اب مصنف مخاطب یہ بحث باقی رہنا ظاہر کرتے ہیں کہ "وہ کیا مصیبت تھی جسکا جناب امیرؑ نے اس مبالغہ کے ساتھ ذکر کیا" اور پھر شیعوں کا یہ قول ظاہر کرتے ہیں کہ "وہ مصیبت ابوبکرؓ کی خلافت میں احکام ظلم و جور کے جاری ہونے کی تھی" اور اس خیال کو اس لیے غیر صحیح قرار دیتے ہیں کہ "جناب امیرؑ نے خلافت ابوبکرؓ کی مدح کی ہے" اور نہج البلاغۃ سے اُس کلام علی مرتضیٰؑ کا یوں ترجمہ کرتے ہیں کہ "پھر پسند کیا مسلمانوں نے بعد نبیؐ کے اپنی راے سے اپنی جماعت مین سے ایک شخص کو تو اُس نے ٹھیک اور درست کام کیا اپنی طاقت کے موافق اور ضعیفی کی اور کوشش کی" لیکن مصنف مخاطب نے آخر فقرے مین دو لفظ چھوڑ دیے ہین جو شرح میسم[۱] مین موجود ہین اور ترجمہ مین بھی بعض لفظ ایسے ہین جو ہونا چاہیے اس لیے ہم ٹھیک ترجمہ مع ترجمہ آخر الفاظ کے کرتے ہین "پس اختیار کیا مسلمانون نے بعد اُس (پیغمبرؐ) کے اپنی رایون سے ایک شخص کو اُمین سے پس نزدیک ہوا وہ ساتھ امر خلافت کے اور ٹھیک کیا کام اُسنے موافق طاقت اپنی کے اوپر حال ضعف کے اور کوشش کی یہ دونون امر اُسمین تھے"

مصنف مخاطب باعتبار اپنے ترجمہ کے یہ استدلال کرتے ہین کہ "ابوبکرؓ نے حتی الامکان بہت اچھا کام کیا اور باوجود ضعیفی کے وہ کوشش کرتے تھے

[۱] شرح میسم مطبوعہ طہران جزو ۴۰۔

اس کلام سے ظاہر ہوگیا کہ خلافت ابی بکر کے زمانے مین ظلم نہ تھا ورنہ جناب امیر ع اُنکی خلافت کی مدح نہ کرتے ۱۲

علی مرتضیٰ ع نے جو ارشاد اس موقع پر کیا ہی جس پر استدلال کیا جاتا ہے وہ ایک جزو اُس ارشاد کا ہے جو زمانۂ خلافت خلفاء ثلاثہ کی بابت فرمایا ہی اور اُس پورے ارشاد کو جو تینون خلافتونکے متعلق ہی ہم پہلے اُس موقع پر لکھ چکے ہین جہان مصنف مخاطب نے حضرت عمر ع کے زمانہ خلافت کے متعلق علی مرتضیٰ ع کے اس کلام کے جزو سے بحث کی ہے اور علی مرتضیٰ ع نے اُس ارشاد مین حضرات ثلاثہ کی سرگذشت زمانہ خلافت کی ایسی بیان کی ہی جیسے کہ کسی بادشاہ کی نسبت کوئی راے ظاہر کرے کہ اُسنے اپنے زمانہ مین بادشاہت کا کام کسطرح چلایا اور ضرور ہی کہ جو کوئی بادشاہ بن جائے وہ یا تو ایسا ہوگا کہ تمام کاروبار سلطنت کا قوت کے ساتھ نہایت عمدگی سے انجام دے یا ایسا ہوگا کہ وہ کاروبار سلطنت کا بالکل خراب کردے یا ایسا ہوگا کہ کچھ کام اچھی طرح کرے اور کچھ کامون کے کرنے مین عاجز ہو جس سے سلطنت کو نقصان پہونچے - علی مرتضیٰ ع کے ارشاد سے جو اُنھون نے فرمایا ہے ظاہر ہی کہ حضرت ابوبکر کی حالت ایسی ہی تھی کہ جسقدر اُنمین طاقت تھی اُسقدر اُنھون نے کام اچھا کیا اور ضعف اور کوشش کے کہ یہ دونون امر اُنمین تھے - یعنی اُن مین اگر ضعف نہوتا تو کامل طور پر کام عمدہ کرتے اور اگر کوشش نہوتی تو کام بالکل خراب کردیتے جس سے یہ نتیجہ صاف پیدا ہوتا ہے کہ بوجہ ضعف کے باوجود کوشش کے کچھ کامون خلافت کے کرنے مین عاجز رہے علی مرتضیٰ ع نے یہ ایک قسم کا نقص اُنمین ظاہر فرمایا ہے اور اسی کے ہم معنی حالات حضرت ابوبکرؓ کی [illegible] کلام علی مرتضیٰ ع مین ہے جس مین حضرت ابوبکر کو قلیل السبب فرمایا گیا ہے

یہ راے حضرت ابوبکرؓ کی نسبت ایک ایسی صحیح راے ہے
کہ جو کوئی واقعات سے اُسکو مطابق کرے گا وہ حضرت ابوبکر کی نسبت ایسی
ہی راے رکھنے والا ہوگا۔ لیکن ایسی رائے سے حضرت ابوبکرؓ کے لیے
احق الناس ہونا یا اُنکا افضل ہونا حق خلافت کے لیے لازم نہین آسکتا اور نہ
اُنکا کوئی عمل مابعد حق خلافت پیدا کر سکتا ہے۔ اُنکا احق اور افضل ہونا ضرور
تھا کہ وقت انعقاد خلافت کے بمقابلہ علی مرتضیٰؑ کے مسلمہ ہوتا یا علی مرتضیٰؑ کے
اس کلام سے یہ ثابت ہوتا کہ قبل حاصل ہو جانے خلافت کے وہ احق اور
افضل تھے۔ حالانکہ اس کلام علی مرتضیٰؑ سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت ابوبکرؓ
بوجہ اپنے ضعف کے (لفظ ضعف کا ضعف جسمانی اور علمی دونون کو حاوی
ہے) امور خلافت کو اکملیت کے ساتھ نہین چلا سکے۔ حالانکہ حضرت ابوبکرؓ
کا اقوی اور اعلم ہونا چاہیے تھا۔ جیسا کہ علی مرتضیٰؑ نے مسئلہ احق ہونے
خلافت کے لیے فرمایا ہے۔ اور اسی مسئلہ کے خلاف حضرت ابوبکرؓ کی حالت
اس کلام مین اپنے بتائی ہے۔ اور جبکہ حضرت ابوبکرؓ اقوی اور اعلم نہونے
کی وجہ سے اور ضعف جسمانی اور علمی کے سبب سے احق خلافت کے لیے
نہین تھے تو اُنکا امر خلافت کو قبول ہی کرنا بنفسہ جور ہے۔ اور اُن کی وہی
حالت قضیہ ارتداد مین بوجہ ضعف جسمانی کے جیسا کہ کتب تواریخ سے ظاہر
ہے اور قصہ مالک بن نویرہ اور معاملہ فدک مین نسبت ضعف علمی کے
ظاہر ہوئی۔

جس کلام علی مرتضیٰؑ مین یہ فقرۂ اول نسبت حضرت ابوبکرؓ خلیفۂ اوّل
اور اُنکی سرگذشت خلافت کے ہی اُسی کلام مین ایک ایک فقرہ نسبت حضرت

عمر خلیفہ دوم و حضرت عثمان خلیفہ سوم اور اُنکی سرگذشتون خلافت سے ہے
ان تینون فقرون کلام علی مرتضیٰ ع سے ظاہر ہے کہ علی مرتضیٰ ع نے ان تینون خلافتون کی حالت اور سرگذشت پر نظر کرکے جو مطابق واقع کے ہے خلفائے ثلاثہ کی ناقابلیت اور اکملیت کے ساتھ کار خلافت نکر سکنے کو بیان فرمایا ہے۔ جس سے نسبت حضرت ابوبکرؓ کی نہ کسی دوسرے خلیفہ کی کوئی مدح احق خلافت ہونے کے لیے پیدا ہوسکتی ہے اور وہی ناقابلیت جس درجہ مین ہوا اور وہی غیر اکملیت اُن خلافتون کے زمانہ مین ظلم تھا۔ اور جناب امیر ع نے درحقیقت اُنکی خلافت کی مدح نہین کی بلکہ اُنکی خلافت مین جو نقص ناقابلیت اور غیر اکملیت کی وجہ سے تھا اُسکی مذمت کی ہے جو کسیطرح قابل استدلال کے مصنف مخاطب کے لیے نہین ہوسکتا۔

پھر مصنف مخاطب ایک قول جناب امیر ع کا جو بیعت عثمانؓ کے وقت اُنھون نے کہا تھا نقل کرکے ترجمہ کرتے ہین کہ "واللہ صلح رکھونگا مین جبتک سلامت رہینگے معاملے مسلمانون کے۔ اور نہوگا ظلم مگر خاص مجھپر۔"

مصنف مخاطب اسپر یہ استدلال کرتے ہین کہ "اس قول سے ظاہر ہوگیا کہ جناب امیر ع نے فرمایا کہ مین اپنے اوپر ظلم بھی گوارا کرونگا لیکن مسلمانون پر ظلم نہ گوارا کرونگا اور میری صلح اُسی وقت تک رہیگی جبتک کہ مسلمانون پر ظلم نہوگا اور جب مسلمانون پر ظلم ہوگا تو مین ہرگز صلح نرکھونگا ضرور لڑونگا۔ پس اگر خلافت ابی بکرؓ مین ظلم ہوتا جناب امیر ع ضرور لڑتے لیکن نہ لڑنے سے ثابت ہوگیا کہ خلافت ابی بکر مین ظلم نہ تھا۔ اور جناب امیر ع مجبور نہ تھے ورنہ اگر صلح نہ کرتے تو دست بستہ سے کیا کرسکتے تھے۔"

میسم بحرانی نے اس قول کی شرح مین جو لکھا ہے مصنف مخاطب اُسکا

یون ترجمہ کرتے ہین کہ وہ یعنی البتہ چھوڑونگا مین جھگڑا امر خلافت مین جبتک سلامت رہینگے معاملات مسلمانون کے فتنہ سے ؛؛ اور اس مین اشارہ یہ ہے کہ بیشک غرض جناب امیرؑ کی امر خلافت مین جھگڑا کرنے سے بہتری مسلمانون کے حال کی اور درستی اُن کے امور کی اور سلامتی مسلمانون کی فتنہ سے تھی اور بیشک تھی مسلمانون کے لیے گذشتہ خلیفون کی خلافت مین درستی حالت کی ؛؛

اور اس قول شارح کے یہ معنے مصنف مخاطب لیتے ہین کہ شیخین کے زمانہ مین مسلمانون کے معاملات درست تھے جور و ظلم نہ تھا ؛؛

اسکے بعد مصنف مخاطب یہ کہتے ہین کہ وہ شارح میسم نے یہ شبہ نقل کیا ہے کہ جناب امیرؑ خلفاے ثلثہ سے اس لیے نہ لڑے کہ لڑائی مین فتنہ تھا ۔ پھر معاویہ سے کیون لڑے حالانکہ اُن سے لڑنے مین بھی فتنہ تھا ؛؛

پھر مصنف مخاطب اس شبہ کا جواب جو شارح میسم نے دیا ہے نقل کرکے یون ترجمہ کرتے ہین کہ وہ بیشک فرق درمیان خلفاء ثلاثہ اور درمیان معاویہ کے اللہ کے احکام قائم کرنے اور اللہ کی امر و نہی کے مطابق عمل کرنے مین ظاہر ہے ؛؛ اور اُسکے یہ معنی مصنف مخاطب بیان کرتے ہین کہ وہ خلفاء ثلاثہ کے زمانہ مین احکام الٰہی جاری ہوتے تھے اور اللہ کی امر و نہی کے مطابق عمل ہوتا تھا اس لیے خلفاء ثلاثہ سے جناب امیرؑ نہ لڑے اور معاویہ پر یہ اعتماد نہ تھا اس لیے اُس سے جناب امیرؑ لڑے ؛؛ مصنف مخاطب یہ بھی کہتے ہین کہ وہ تمام شارحین نے لکھا ہے کہ خلفاے ثلاثہ کی حکومت عدل و انصاف کی تھی اور احکام الٰہی اُن کے زمانہ مین جاری تھے یہی وجہ ہے

کہ جناب امیرؑ اُن سے نہ لڑتے " بالآخر مصنف مخاطب یہ نتیجہ نکالے ہین کہ وہ یہ خیال بھی باطل ہو گیا کہ جناب امیرؑ کی وہ مصیبت جس کا اس مبالغہ سے اُنھون نے بیان کیا ہے یہ تھی کہ خلیفۂ اول کے زمانے مین احکام مخالف شرع جاری تھے "

مصنف مخاطب نے جس کلام علی مرتضیٰؑ کو نقل کر کے ترجمہ کیا ہے وہ پورا فقرہ اُنھون نے نہین لیا اور ایسے ہی پورا قول شارح میثم کا نقل کر کے ترجمہ نہین کیا اور مراد کلام علی مرتضیٰؑ اور قول شارح کی غلط لی ہے اور اُس مراد کا غلط ہونا بھی چاہیے تھا اس لیے کہ پورا فقرہ اُس کلام اور قول کا جب نہین لیا گیا ہے تو ضرور ہے کہ اُس کے معنی اور مضمون کی مراد اور نوعیت متغیر ہو جاوے اس لیے مجھکو ضرور ہوا کہ مین پورے فقرۂ کلام علی مرتضیٰؑ اور پورے فقرے قول شارح ابن میثم کا ترجمہ دکھاؤن اور یہ بھی دکھاؤن کہ علی مرتضیٰؑ نے کس وقت اور کس حالت مین وہ پورا فقرہ اپنے کلام کا فرمایا ہے اور شان اُسکی کیا تھی جیسا کہ شارح ابن ابی الحدید نے لکھا ہے جس سے ظاہر ہو جاوے گا کہ تمام استدلال مصنف مخاطب کا کلام علی مرتضیٰؑ اور قول شارح ابن میثم پر غیر صحیح ہے۔

شارح ابن میثم نے اُس فقرہ کلام علی مرتضیٰؑ کو صرف اسقدر بیان کیا ہے کہ "وہ بیعت عثمان کے بارہ مین ہے" اور شارح ابن ابی الحدید نے لکھا ہے کہ "وہ یہ کلام علی مرتضیٰؑ کا اُسوقت کا ہے جسوقت کہ عزم کیا لوگون نے بیعت حضرت عثمان پر " اور یہ ذکر کرتے ہین کہ "علی مرتضیٰؑ نے اُسوقت یہ فرمایا کہ خلافت حق ہمارا ہے اگر دوگے ہمکو تو لے لین گے ہم اُس کو اور اگر روک رکھو گے صبر کرینگے مصیبت پر اگرچہ زمانہ کچھ طول پکڑے تحقیق کہ ذکر کیا ہے اُس کا

اہل سیر نے پھر فرمایا اُن لوگون سے کہ قسم دیتا ہون مین تم کو خدا کی سوا میرے
تمھارے درمیان کوئی ایسا ہے جس سے پیغمبرؐ نے اپنا عقد مواخات باندھا
ہو جبکہ درمیان مسلمانون کے عقد مواخات باندھا سب نے کہا کہ نہین " پھر
فرمایا آیا تم مین کوئی سوا میرے ایسا ہے جسکو پیغمبرؐ نے من کنت مولاہ
فعلی مولاہ کہا ہو سب نے کہا نہین " پھر فرمایا کہ آیا بجز میرے تم مین کوئی
ایسا ہے جس کی نسبت پیغمبرؐ نے فرمایا ہو انت منی بمنزلۃ ھارون من
موسی الا انہ لا نبی بعدی " سب نے کہا نہین " پھر فرمایا آیا تم مین بجز میرے
کوئی ہے کہ پیغمبرؐ خدا نے جس پر اعتماد کیا ہو سورۂ برات کے پہونچانے پر
اور فرمایا ہو کہ نہین ادا کرے گا اُس خدمت کو مگر مین یا جو شخص کہ مجھسے ہو۔ سب
نے کہا کہ نہین " پھر فرمایا آیا نہین جانتے ہو تم کہ اصحاب رسول اللہ بھاگ گئے
پیغمبرؐ سے جدا ہو کر جنگ مین اور نہین بھاگا مین کبھی۔ سب نے کہا ہان " پھر
فرمایا آیا نہین جانتے ہو تم کہ لوگون مین اول اسلام لانے والا مین ہون۔ سب
نے کہا ہان " پھر فرمایا کہ آیا کون ہے قریب تر رسولؐ سے نسب مین۔ لوگون
نے کہا کہ آپ۔ پس قطع کلام آنحضرت کا کیا عبدالرحمن ابن عوف نے اور
کہا کہ اے علیؑ تحقیق لوگ انکار کرتے ہین مگر عثمان کو پس آپ اپنے نفس کے
لیے راہ نہ نکالیے پھر کہا اے ابوطلحہ (ابوطلحہ انصاری وہ شخص ہے کہ جسکو
حضرت عمرؓ نے یہ حکم دیا تھا کہ پچاس آدمی اصحاب سے منتخب کر کے ارباب
شوری کو ترغیب دے کہ کسی کو خلیفہ مقرر کرین اور یہ بھی حکم دیا گیا تھا کہ جو اہل
شوری کے غلبہ رائے کے خلاف ہو اُس کا سر کاٹ ڈالا جائے) کیا حکم ملا ہے
تجھکو عمرؓ سے۔ کہا اُس نے تحقیق کہ قتل کرون مین اُس شخص کو جو شق کرے عصائے
جماعت کو۔ پھر کہا عبدالرحمن نے علیؑ سے بیعت کرو اس وقت اور نہین تو ہو جاؤ

تم متبع غیر سبیل مومنین کے اور نافذ کرینگے ہم تمپر وہ امر کہ جسپر ہم مامور ہوے ہین پس فرمایا (علی مرتضیٰ ع) نے (یہ وہ کلام علی مرتضیٰ ع سے ہے جسپر بحث ہے) بالتحقیق جانا تمنے بیشک کہ مین احق ہون اُس خلافت کا اپنے غیر سے (جسپر خط کھینچا گیا ہے مصنف مخاطب نے یہ فقرہ مذکورہ چھوڑ دیا ہے) "قسم خدا کی ہر آئینہ سلامت رکھونگا مین یا استثنی رکھونگا مین جبتک کہ سلامت رہین گے امور مسلمانون کے اور نہین ہوگا پیچھے اُسکے جور مگر مجھپر" (یہانتک تو کلام مصنف نے لیا ہے اور یہ فقرہ آئندہ چھوڑ دیا ہے) خاصۃً درحالیکہ خواستگار ہون مین اُسکے اجر کا (اسے مجھپر جو جور ہوا اور مین اُسپر صبر کرتا ہون اُس کے اجر کا خواستگار ہون) اور اُس کے فضل کا اور نہین خواستگار ہون اُس چیز کا جس کی رغبت رکھتے ہو تم اُسکی زینت اور اُس (دنیا) کے جواہر یا نقش و نگار سے" (اس آخر فقرے تک کلام کو مخاطب نے نہین لکھا ہے) ۔

شروع کلام علی مرتضیٰ ع سے صاف ظاہر ہے کہ علی مرتضیٰ ع اپنے آپکو احق خلافت اپنے غیر سے جانتے تھے اور اپنے اُس حق کو لوگون کے جان لینے کو بھی ظاہر کر دیا ہے ۔

غیر علی مرتضیٰ ع پر جسقدر خلافتین کہ قرار پائین وہ بمقابلہ علی مرتضیٰ ع کے احق نہ تھے صرف علی مرتضیٰ ع اُس کے احق تھے اور احق ہونا بھی ایک حق ہے اور وہی حق مرجح علی مرتضیٰ ع کا لے لیا گیا جسکو "غصب" کہا گیا ہے اور یہی جور خاصۃً علی مرتضیٰ پر ہوا جیسا کہ اُنھون نے اسی کلام مین ارشاد فرمایا ہے اور اسی حق کے نہ ملنے پر اور اُس کے حصول کے لیے حملہ نہ کرنے پر صبر فرمایا ہے اور اُس صبر کا اجر اور فضل خدا سے چاہا ہے اور اپنے آپ کو رو کا ہے رغبت سے اُس دنیا کی جس کی رغبت وہ لوگ اُس دنیا کی زینت اور

اُس کی جواہر نگاری پر رکھتے تھے - پس اس کلام علی مرتضیٰؑ سے صاف نمایان ہے کہ اصل امر انعقاد خلافت مین جو بحق غیر ہوا اور حق مین علیؑ احق الناس کے نہین ہوا جور تھا -

علی مرتضیٰؑ نے جو اپنے اس کلام مین یہ فرمایا ہے کہ وہ قسم خدا کی سلامت رکھونگا یا آشتی رکھونگا مین (اسے خلل نہین ڈالونگا مین) جب تک کہ سلامت رہینگے معاملہ مسلمانون کے " بیشک یہ ارشاد علی مرتضیٰؑ کا صحیح ہے - خلافت کے لیے احق الناس ہونیکا حق انکا ایک ایسا حق تھا کہ وہ حق آنکے ذاتی اور قرابتی اوصاف کے سبب سے پیدا ہوا تھا - اُس حق کے نہ ملنے پر انھون نے صبر فرمایا اور صبر نہ فرمانے کی حالت مین طمع خلافت کی سمجھی جا سکتی تھی - کیونکہ یہ حالت نہ ملنے اُن کے اُس حق ذاتی کے یہ ممکن تھا کہ اصلاح احوال مسلمانون کی عام طور پر دوسری خلافت مین بھی رہ سکے - گو اکملیت کے ساتھ نہو جیساکہ بحالت خلیفہ ہونے خود علی مرتضیٰؑ کے ہوتا مگر عموماً جب سلامتی امور مسلمانون مین خلل واقع ہو اُسوقت علی مرتضیٰؑ اُس کی برداشت نہین کر سکتے تھے اور اُسوقت امام پر لازم ہو جاتا کہ وہ ایسی خلافت کے درہم اور برہم کرنے کے لیے کوشش کرے کہ جس خلافت مین رخنہ عموماً امور اسلامی مین پیش آوے - گو وہ امام خود قتل ہو جائے - اسی بنا پر علی مرتضیٰؑ نے فرمایا ہے کہ وہ سلامت یا آشتی رکھونگا مین جبتک کہ سلامت رہینگے امور مسلمانون کے اور اُس مین جور نہوگا مگر مجھپر خاص کر کے " یعنے میرا حق خلافت نہ ملنے مین اور اُس کے لینے پر حملہ نہ کرنے مین صرف میری ذات پر گو جور ہوگا لیکن اگر غیر مستحق کی خلافت مین مسلمانون کے امور سلامت رہین تو مین بھی اُس خلافت کو سلامت رکھونگا اُس خلافت سے آشتی رکھونگا - اسلیے کہ اصل غرض خلافت

سے حصول مین اصلاح امور مسلمانون کی تھی - لیکن جب عموماً امور مسلمانون کے سلامت نہ رہین تو پھر اُس خلافت کو کہ جس مین عموماً امور مسلمانونکے سلامت نہ رہین سلامت رکھا نہین جا سکتا تھا - اور امام اپنا کام کرنے پر خالصتہ للہ آمادہ ہو جاتا - مگر کلام علی مرتضیٰ ع مین یہ فقرہ درحقیقت متعلق ہی حالت خلافت حضرت عثمان ع کے -

علی مرتضیٰ ع بنظر عادت اور خصلت حضرت عثمان ؓ کے ضرور جانتے تھے کہ عہد خلافت حضرت عثمان ؓ مین مسلمانون کے امور سلامت نہین رہینگے اُس شان سے کہ جس شان سے عہد حضرات شیخین مین سلامت رہے جیسا کہ واقعات تاریخی عہد خلافت حضرت عثمان مین ظاہر ہوے اور باوصف فہمائش اور نصیحت علی مرتضیٰ کے حضرت عثمان ؓ نے اصلاح امور مسلمانونکی نکی اور برعایت راے حضرت مروان ؓ کے حضرت عثمان ؓ اصلاح امور مسلمانونکی کر بھی نہین سکتے تھے -

جب حضرت عثمان ع نے اپنے افعال اور اعمال سے امور مسلمانونکے سلامت نہ رکھے اس شان سے بھی کہ جس شان سے عہد حضرات شیخین مین تھے اور نہ اُنہین ذاتی قوت سلامت رکھنے امور مسلمانونکی تھی ایسی حالت مین خود مسلمانون نے خلافت حضرت عثمان ع کو سلامت نہ رکھا اور حضرت عثمان ؓ کو قتل کر ڈالا - حضرت عثمان ؓ کے اُنہین وجوہ مخالف سلامتی امور مسلمانونکی نظر سے جو پیش آنیوالے تھے اور حضرت عثمان ؓ کی حالت اور خصلت دکھا رہی تھی کہ وہ افعال اور اعمال مخالف سلامتی امور مسلمانون کے پیش آنیوالے ہین علی مرتضیٰ ؑ نے بوقت انعقاد خلافت کے حضرت عثمان ؓ پر یہ فرمایا تھا کہ مین سلامت رکھونگا یا آشتی رکھونگا جبتک کہ امور مسلمانونکی سلامت رہینگی پس وہ ارشاد انکا نہایت صحیح اور واجبی تھا جیسا کہ خود دوسرے مسلمانونے اُس خلافت کو سلامت نہین

رکھا اس حیثیت سے کہ دوسرے مسلمان اپنے امور کے متعلق عام طور پر تمام مسلمانوں کی طرف سے شاکی تھے اور وہ شکایت بذریعہ علی مرتضیٰ کے حضرت عثمان ؓ تک پہونچائی گئی اور حضرت عثمان ؓ نے نہ اُس شکایت کی پروا کی اور نہ فہمائش علی مرتضیٰ ؓ پر عمل کیا کہ جس مین اصلاح امور مسلمانونکی تھی اسلیے اُنکی خلافت مین خلل پڑگیا اور زمانہ اُنکی خلافت کا ختم ہوگیا اسیوجہ سے شیعہ یہ کہتے ہین کہ انعقاد بعیت خلافت غیر مستحق پر بحق علی مرتضیٰ ؓ جور تھا اور امور مسلمانون کے عموماً سلامت نرہنے کی وجہ سے ظلم تھا لیکن قتل حضرت عثمان ؓ واجبی تھا یا نہین؟ یہ ایک دوسرا امر ہی اگر علی مرتضیٰ ؓ کے سامنے دعوی قتل حضرت عثمان ؓ کا پیش ہوتا تو اُسوقت معلوم ہو جاتا کہ اُنکا قتل واجبی تھا یا نہین ؟۔ مگر باوصف اسکے کہ علی مرتضیٰ ؓ نے طالبان خون حضرت عثمان ؓ سے چاہا کہ وہ دعوی اور شہادت پیش کرین لیکن کسی کیطرف سے کوئی دعوی اور شہادت پیش نہوئی تو اس سے یہ نتیجہ پیدا ہو سکتا ہی کہ کچھ لوگ طلب خون عثمان ؓ کا ایک بہانہ کرتے تھے اور دل مین جانتے تھے کہ قتل حضرت عثمان ؓ کا واجبی ہی اور کسی سے قصاص لیا نہ جاسکے گا۔

اس ارشاد علی مرتضیٰ ؓ سے کہ "مین سلامت یا آشتی رکھونگا مین جب تک کہ امور مسلمانون کے سلامت رہینگے" یہ نتیجہ نکالا جاتا ہے کہ "خلافت حضرت ابو بکر ؓ یا شیخین مین جور وظلم نہ تھا ورنہ جناب امیر ؑ اُن سے لڑتے" (لیکن بجاے لڑنے کے یہ کہنا چاہیے کہ جناب امیر حضرات شیخین سے آشتی یا اُنکی خلافت کو سلامت نہ رکھتے) مگر اصل انعقاد خلافت حضرات شیخین مین جور وہی تھا جو اصل انعقاد خلافت حضرت عثمان ؓ مین تھا یعنے

بمقابلہ احق ہونے علی مرتضیٰ ع کے دوسرون کو حقدار بنایا گیا اور غیر احق نے خلافت کو لے لیا اور مفضول کو ترجیح دی گئی اور خاص علی مرتضیٰ ع مجبور کیا گیا تھا۔ مگر مجرد اس امر پہ جب پہ علی مرتضیٰ ع نے صبر کیا علی مرتضیٰ ع کو حضرات شیخین سے لڑنا یا اُنکی خلافتون کو سلامت نہ رکھنا یا اُن مین خلل ڈالنا لازم اور ضروری نہین تھا بلکہ اُنکی خلافتون کو بھی علی مرتضیٰ ع اُس وقت تک سلامت رکھنے کے قابل اور خلل نہ ڈالنے کے لائق جانتے تھے کہ جبتک کہ عموماً امور مسلمانون کے سلامت رہین۔

واقعات تاریخی دکھا رہے ہین کہ حضرت ابوبکر یا حضرات شیخین کے عہد خلافت مین گو خاص خاص موقعون پہ ایسی کارروائیان ہوئین کہ جو مخالف شرع تھین اور وہ مخالفت عمداً غلط تعبیر یا بے پروائی یا مطلق نافہمی یا کسی خاص غرض اور کم علمی کی وجہ سے واقع ہوئی لیکن عموماً ایسی حالت نہین ہوئی کہ سلامتی امور مسلمانون کی نہ رہ سکی اور ارکان دین اور حدود الٰہی کو درہم برہم کر دیا گیا ہو بلکہ استحکام اور وسعت سلطنت قومی مسلمانون کی بمشورہ اور اکثر باتباع علی مرتضیٰ ع اور بحمایت علی مرتضیٰ ع کے ہوتا رہا اور وہ اظہار راے علی مرتضیٰ ع کا اور حمایت علی مرتضیٰ ع کی استحکام مذہب اسلام اور سلامتی امور مسلمانان کے لیے تھا۔ اور حضرت ابوبکر نے یہان تک فرمایا کہ وہ مجھسے اقالہ بیعت کا کر لو جبکہ درمیان تمھارے علی ع ہین اور حضرت عمر بھی فرماتے رہے کہ اگر علی مرتضیٰ ع نہوتے تو مین ہلاک ہوجاتا جبکہ علی مرتضیٰ ع حضرت عمر کو اُنکی غلطی سے آگاہ کرتے تھے۔ لیکن یہ تمام مواقع جو حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کے زمانہ خلافت مین پیش آتے ہین کہ جس مین علی مرتضیٰ ع سے مشورہ لیا گیا یا پوچھا گیا یا خود علی مرتضیٰ ع نے

اُنکی غلطی پر مطلع ہونے کے بعد ہدایت کی یا علی مرتضیٰ ع کا ارشاد قبول کیا گیا وہ عموماً سلامتی امور مسلمانون سے متعلق ہین - اور اسی وجہ سے ضرورت نہین تھی کہ علی مرتضیٰ ع اُنکے خلافتون کو درہم برہم یا اُن پر حملہ کرتے مگر اصل امر خلافت اور حق خلافت اور معاملہ فدک اور قضیہ مالک بن نویرہ جنکا تعلق امر خلافت اور حق خلافت سے تھا امور خاص تھے جنکا ذات علی ع اور اہلبیت پیغمبر ص سے جو تابع فرمان اور سرپرستی علی مرتضیٰ ع کے تھے تعلق تھا - اور یہ امور متعلق عمومیت امور مسلمانان جن کو آج کل کی اصطلاح مین امور قومی کہا جا سکتا ہے متعلق نہ تھے - جنکا تعلق ایسے امور عامہ سے نہین تھا جس مین عموماً ارکان دین منہدم ہوتے ہون اور حدود الٰہی تمام مسلمانون کے لیے برقرار نہ رہتے ہون - اُن مین جور ہونے سے یہ لازم نہین آتا تھا کہ سلامتی دیگر امور مسلمانان کی عموماً نہ رہے اس لیے کہ وہ امور جور متعلق ذات خاص علی مرتضیٰ کے تھے علی مرتضیٰ ع نے اپنی ذات پر جو جور ہوا اُس پر اُنھون نے صبر فرمایا ہے - اور ان امور جور ذاتی کی وجہ سے علی مرتضیٰ ع نے حضرات شیخین پر حملہ نہین کیا کہ جس مین طمع خلافت کی ظاہر ہوتی تھی - اور بوجہ اس کے کہ عمومیت کے ساتھ امور مسلمانون کے باتباع اور حمایت علی مرتضیٰ ع کے اُن دونون خلافتون مین سلامت رہے علی مرتضیٰ ع نے اُن خلافتون کو سلامت رکھا -

علماء شیعہ کبھی اس بات کے قائل نہین ہوئے ہین کہ عہد خلافت حضرات شیخین مین برابر جور ہوتے رہے یا خلاف شرع کے ہمیشہ ظلم ہوتا رہا کہ جس سے عموماً امور مسلمانون کے سلامت نہ رہے ہون وہ صرف اس امر کے قائل ہین کہ احق الناس کو خلافت کے لیے قبول نہ کرنا جور تھا - اور حضرات شیخین

سے خاص خاص موقعون پر خصوص جن کا تعلق ذات علی مرتضیٰؑ اور اہلبیت پیغمبرؐ سے تھا جو رہوا اور وہ جو رہی باعتبار عمداً غلط تعبیر یا نافہمی اور بے پروائی اور کسی غرض خاص سے یا کم علمی کے سبب سے خاص خاص معاملات مین واقع ہوا جس مین اتباع علی مرتضیٰؑ کا نہین کیا گیا۔ لیکن وہ عمدہ عمدہ کام عموماً امور مسلمانان کے متعلق باتباع راے علی مرتضیٰؑ اور اُنکے مشورہ کے بموجب کام کرتے رہے۔ اور عموماً امور مسلمانونکے متعلق جہان کہین اُنسے غلطی ہوئی سواے خاص موقعون کے اصلاح علی مرتضیٰؑ کو قبول کرتے رہے۔ البتہ حضرت عثمانؓ کے عہد خلافت کی نسبت ایسی راے کچھ صرف علماے شیعہ کی نہین ہی بلکہ اکثر علماء اہلسنت بھی اُن کے ہمزبان ہین۔ اور واقعات تاریخی دکھا رہے ہین کہ عہد حضرت عثمانؓ مین عموماً سلامتی امور مسلمانان کی نہین رہی۔ اُس شان سے کہ جس شان سے عہد حضرات شیخین مین رہی اور حضرت عثمانؓ نے خلاف پند ونصائح علی مرتضیٰؑ کے بروت حضرت مروانؓ کے عمل کرکے اپنی خلافت کو سلامت نہ رکھا۔ پس اس تمام مقصد اور غرض کلام علی مرتضیٰؑ کی حقیقت ظاہر ہونیکے بعد اُس نوعیت سے نتیجہ نہین نکلتا ہی جس طور پر کہ مصنف مخاطب نے بیان کیا ہی بلکہ یہ نتیجہ نکلتا ہی کہ انعقاد خلافت حضرت ابوبکرؓ مین بوجہ اسکے کہ حضرت ابوبکرؓ غیر احق الناس تھے اور احق الناس کو خلافت نہ ملی جور تھا اور گو خاص خاص موقعون مین مخالف شرع حضرت ابوبکرؓ سے اپنے عہد خلافت مین کارروائی ہوئی لیکن عموماً امور مسلمانونکے سلامت رہے اور انہدام ارکان دین کا نہین ہوا اور حدود الٰہی برقرار رہے۔ اسلیے علی مرتضیٰؑ نے اُسپر صبر کیا جو انکی ذات کے متعلق جور ہوا اور بوجہ سلامت رہنے عموماً امور مسلمانون

سے کے علی مرتضیٰ ؑ نے حضرت ابوبکرؓ کی خلافت پر حملہ نہین کیا اور آشتی رکھی اور اگر عموماً امور مسلمانون کے سلامت نہ رہتے تو علی مرتضیٰ ؑ اپنے دست بُریدہ سے یعنی باوجود اس کے کہ علی مرتضیٰ ؑ کے ہاتھ پر بیعت نہین ہوئی تھی خلافت حضرت ابوبکرؓ پر حملہ اور اُس کے درہم برہم کرنے کی کوشش کرتے گو نتیجہ اپنے قتل کا ہوتا۔

شارح میثم بحرانی نے اس قول علی مرتضیٰ ؑ کی شرح مین جو لکھا ہی اُس کا پورا مضمون یہ ہی کہ اور قول اُن (علی مرتضیٰ ؑ) کی کہ قسم ہی ہر آئینہ سلامت یا آشتی رکھونگا مین جبتک کہ سلامت رہینگے امور مسلمانون کے کا شرح یہ ہی کہ وہ البتہ چھوڑونگا مین مناقشہ (باریک بینی) اس امر مین جبتک کہ سلامت رہینگے امور مسلمانونکے فتنہ سے۔ اور اس مین اشارہ ہے طرف اسکے کہ بیشک غرض اُن علیہ السلام کی مناقشہ سے اس امر مین وہی بہتری صلاح حال مسلمانونکی اور درستی اُنکے امور کی اور سلامتی اُنکی فتنہ سے ہی۔ اور تحقیق تھی مسلمانون کے لیے جو کوئی کہ گذر گیا خلفا سے قبل اُسکی درستی امر کی اگرچہ تھی وہ درستی کہ نہین پہونچی تھی نزدیک اُن (علی مرتضیٰ ؑ) کے کمال استقامت اپنی کو جبکہ ہوتے وہ والی اس امر کے تئیں اسواسطے قسم کھا کر کہتا ہون مین ہر آئینہ سلامت یا آشتی رکھونگا مین اُس امر کی۔ اور نہین جھگڑا کرونگا مین اُس امر مین اسواسطے کہ اگر جھگڑا کیا جائے اُس مین ہر آئینہ پھیل جائیگا فتنہ درمیان مسلمانون کے اور ٹوٹ جائیگا عصا اسلام کا اور وہ مطلوب شارع کی ضد ہی۔ اور سوا اسکے نہین ہی کہ متعین کی جاتی ہی اُس پر نزاع اور قتال وقت خوف فتنہ کے اور قیام اسکے کے الخ

یہ قول شارح میثم کا موافق ہے اُس حقیقت کے اور مطابق ہے اُس معنے اور مراد کے جو ہم نے ظاہر کیا ہے اور مصنف مخاطب نے قول شارح سے وہ مضمون چھوڑ دیا ہے کہ وہ کمال استقامت سلامتی امور مسلمانون کا علی مرتضیٰ ع کے نزدیک عہد خلفاء گذشتہ مین نہین تھا۔ اور یہ مضمون ظاہر کرتا ہے نقص خلافت اُن خلفاء کو اگرچہ وہ نقص اس درجہ پر نہین تھا کہ اُن خلافتون کو سلامت نہ رکھا جاتا یعنے وہ نقص بالتعمیم سلامتی امور مسلمانون نہین تھا بلکہ بالتخصیص بعض مسلمانون کے امور مین واقع ہوا۔ ایسی حالت مین قول شارح کے وہ معنی نہین ہو سکتے جو مصنف مخاطب نے ظاہر کیے ہین بلکہ وہی معنے ہوتے ہین جو ہم نے ظاہر کیے ہین اور خود علی مرتضیٰ ع نے اپنے کلامون مین حضرت ابوبکر کی حالت کو قلیل العیب اور ضعیف فرمایا ہے

شارح میثم نے جو نسبت فرق درمیان خلفائے ثلثہ اور معاویہ کے یہ بیان کیا ہے کہ اللہ کے احکام قائم کرنے اور اللہ کے امر و نہی کے مطابق عمل کرنے مین ظاہر ہے وہ بطور نتیجہ کے ہے اُس شرح کے کہ جو فاضل میثم اپنے اس سخن سے پہلے یہ کہ چکے ہین کہ عہد حضرت عثمان ع سے قبل سلامتی امور مسلمانون کے کمال استقامت کے ساتھ علی مرتضیٰ ع کے نزدیک نہین تھی یعنے سلامتی امور مسلمانون کی بالتعمیم تھی گو بالتخصیص نہین رہی۔ اور آخر مین شارح میثم نے یہ بھی ظاہر کیا ہے کہ وہ خاص ذات علی مرتضیٰ ع پر جور ہوا بوجہ اس کے کہ احق کو خلافت نہ ملی جب اس تمام بیان پر نظر کی جاتی ہے تو حضرت معاویہ ع کا فرق ظاہر ہو جاتا ہے جس کو تفصیل سے مین بیان کرتا ہون کہ انعقاد خلافت خلفائے ثلثہ پر ہو گیا گو اُس انعقاد خلافت مین بوجہ اس کے کہ احق الناس کو خلافت نہ ملی خاص علی مرتضیٰ ع پر

جو رہوا لیکن علی مرتضیٰ ؑ نے اُس انعقاد خلافت پر صبر کیا اُس حالت تک کہ
بالعموم امور مسلمانوں کے اُن خلافتوں مین سلامت رہین ۔ اور اگر بالعموم
امور مسلمانوں کے نہ بالخصوص بعض مسلمانوں پر جن کا تعلق امر اور ذات
علی مرتضیٰ ؑ سے ہو سلامت نہ رہین تو اُن خلافتوں پر حملہ روا ہو ۔ کیونکہ
قبل اس کے کہ اُن خلافتوں مین سلامتی عموماً امور مسلمانوں کی نہ رہے
حملہ بحالت بالعموم سلامتی امور کے مسلمانوں مین فتنہ برپا کرنا تھا ۔ اور وہ
حملہ محض بہ طمع خلافت سمجھا جاتا ۔ اور فتنہ کا برپا کرنا مذموم ضد مطلوب شارع ؑ
ہے ۔ حضرات شیخین کے عہد خلافت مین گو بالخصوص جنکا تعلق خاص
ذات اور امر علی مرتضیٰ ؑ سے تھا سلامتی نہین رہی ۔ مگر بالعموم امور
مسلمانوں کے متعلق سلامتی رہی لیکن عہد خلافت حضرت عثمان ؓ مین عموماً
امور مسلمانوں کی وہ شان نہین رہی جو عموماً سلامتی امور مسلمانوں کی شان
عہد حضرات شیخین مین تھی ۔ اور اُنکی خلافت قابل حملہ کے ہو گئی تھی اخود
مسلمانوں نے اُس کو برہم اور درہم کر دیا چنانچہ ہمارے زمانہ کے ایک آزاد طبع[1]
محقق اپنی تصنیف جامع الاحکام فی فقہ الاسلام مین واقعات تاریخی سے یہ
قبول کرتے ہین دوبجز خلیفہ ثالث کے جو نیک مزاج مگر ضعیف العقل تھے کہ اُنھوں نے بڑی وثر اختیار کی
تھی خلیفۂ اول و دوم اپنے اپنے عہد خلافت مین حضرت علی ؑ جو معنی اور
مفاد احکام شرع بیان فرماتے تھے اُنکا لحاظ کرتے تھے اور جو علی مرتضیٰ ؑ
احادیث کی تاویل فرماتے تھے اُس کے بموجب فیصلہ صادر کرتے تھے"
جس سے بالتعمیم سلامتی امور مسلمانوں کی عہد خلافت حضرات شیخین مین اُس

[1] ہائی کورٹ کلکتہ کے بڑی علم جج آنریبل مولوی سید امیر علی خان بہادر
سی ۔ آئی ۔ ای ۔

نیہان سے اور عدم سلامتی امور مسلمانون کی عہد خلافت خلیفہ ثالث مین ظاہر ہے۔ اور حضرت عثمان ع کی روش کا فرق حضرات شیخین کی رفتار سے نمایان ہوتا ہے۔ لیکن حضرات خلفاء ثلثہ کی حالت کے خلاف حالت حضرت معاویہؓ اور نیز ارباب جنگ جمل کی ہے کہ حضرت معاویہ ع یا حضرت طلحہؓ اور زبیر ع کو مہاجرین اور انصار نے یا اہل الرا ے یا اہل حل و عقد نے مجتمع ہو کر یا ان کے جز و نے خلافت کے لیے قبول نہین کیا تھا۔ اس حیثیت سے بھی کہ جسمین خاص اس امر علی مرتضیٰ ع پر جبر نہ ہوا بلکہ کل مہاجر اور انصار نے مجتمع ہو کر بالاتفاق علی مرتضیٰ ع کو خلیفہ قبول کیا تھا اور ہر مسئلہ کی رو سے وہ خلیفہ برحق قرار پاچکے تھے ارباب جنگ جمل اور حضرت معاویہ کو چاہیے تھا کہ وہ خلافت علی مرتضیٰ ع پر حملہ نہ کرتے اور منتظر رہتے کہ سلامتی امور مسلمانون کی عہد خلافت علی مرتضیٰ ع مین رہتی ہے یا نہین۔ بلا انتظار اس کے جو انھون نے خلافت علی مرتضیٰ ع مین خلل ڈالنا چاہا وہ فتنہ تھا جسکو شرع مین بغاوت کہا گیا ہے۔ علی مرتضیٰ ع کو اس فتنے کے فرو اور بغاوت کے رفع کرنے کے واسطے جنگ کرنا واجب تھا جب تک کہ وہ لوگ امر الٰہی کی طرف آجاوین جس کے بارہ مین خاص آیت قرآن مین موجود ہے اور جسپر پہلے بحث ہو چکی ہے۔

پس یہ فرق تھا درمیان خلفاے ثلثہ اور حضرت معاویہؓ کے اور یہ وجہ تھی کہ علی مرتضیٰ ع نے خلفاے ثلثہ سے جنگ نہین کی اور انتظار زوال عموماً سلامتی امور مسلمانون کا جنگ کے لیے کیا۔ کہ قبل اس کے جنگ کرنا فتنہ کا پھیلانا درمیان مسلمانون کے اور توڑنا عصاے اسلام کا اور وہ ضد مطلوب شارع علیہ السلام کی تھا اسلیے کہ شارع علیہ السلام کا مقصود یہی تھا کہ عموماً امور مسلمانون کے سلامت رہن اور اصلاح

اُن امور کی ہوتی ہے اس کو کسی وقت کامل استقامت نہو۔ اور ارباب جمل اور حضرت معاویہ ع سے علی مرتضی ع نے جنگ کی کہ ارباب جمل اور حضرت معاویہ ع باعث ضد مطلوب شارع علیہ السلام کے ہوئے تھے اور یہی منشا ہے شارح میسم کا جو اُنھون نے فرق درمیان خلفاے ثلثہ اور معاویہ ع کے بیان کیا ہے۔ اور اسی مراد مین اُنھون نے کہا ہے کہ "بیشک فرق درمیان خلفاے ثلثہ اور درمیان معاویہ کے اللہ کے احکام قائم کرنے اور اللہ کی امر ونہی کے مطابق عمل کرنے مین ظاہر ہے"۔ اور اسکے معنی یہی ہین کہ عموماً نہ خصوصاً اُن عہدون مین سلامتی امور مسلمانون کی جبتک رہی تب تک وہ خلافت سلامت رہی۔

جناب امیر ع کے اس قول کی شرح مین جو بعیت عثمان ع کے وقت فرمایا تھا میسم نے اس پہلو سے لکھا ہے کہ خلفاے ثلثہ کی حکومت عدل وانصاف کی حکومت تھی اور عموماً احکام آلٰہی اُن کے زمانہ مین جاری تھے نہ کسی اور شارح نے ایسا لکھا ہے۔ شارح میسم نے جو کچھ لکھا ہے اور جس معنے مراد مین لکھا ہے اُس کی حقیقت اوپر دکھائی جاچکی اور شارح ابن ابی الحدید یہ لکھتے ہین کہ اہل شوری کے لیے علی مرتضی ع یہ کہتے ہین تحقیق جانا تم نے بے شک مین احق ہون خلافت کا اپنے غیر سے اور عدول کیا تم نے مجھسے پھر قسم کھائی ہر آئینہ سلامت رکھینگے وہ (علی مرتضی ع) اور چھوڑ دینگے مخالفت اُسکے لیے جسوقت کہ ہوگی علی مرتضی ع کی تسلیم مین اور گرجانے مین علی مرتضی ع کے اپنے حق سے سلامتی امور مسلمانون کی اور ہوگا جور اور افسوس مگر اُن (حضرت) پر خاصتہً اور یہ کلام مانند کلام علی مرتضی ع کے ہے اسواسطے کہ جس وقت جانا اُنھون نے یا غلبہ ظن ہوا اُنکا یہ کہ بیشک اگر

جھگڑا کیا جائیگا اور جنگ کیجائیگی داخل ہو جاویگی اسلام پر سستی اور رخنہ نہیں جائز ہوگی واسطے اُنکے منازعت اگرچہ وہ طلب کریں جھگڑے کے ساتھ اُس چیز کو جس چیز کے کہ وہ احق ہیں پس اگر جانا اُنھوں نے یا غلبۂ ظن ہوا اُنکا اس بات پر کہ رک جانا اپنے حق کی طلب سے سوا اس کے کچھ اور نہیں ہوگا کہ داخل ہو جاوے گا رخنہ اور سستی اوپر اپنے خاصۃً اور سلامت رہیگا اسلام فتنہ سے واجب ہوا اُن حضرت پر چشم پوشی اور صبر اُس چیز پر جو کچھ کہ مصیبت یا ناگواری لاتے وہ لوگ اُن کے حق کے لے لینے میں اور روک لیا اُن حضرت نے ہاتھ اپنا تا کہ اسلام فتنہ سے پناہ میں رہے" پھر شارح ابن ابی الحدید نے یہ سوال کیا ہے کہ کیوں نہیں سلامت رکھا معاویہ اور اصحاب جمل کو اور چشم پوشی کی لے لینے جانے حق اپنے سے واسطے حفاظت اسلام کے فتنہ سے؟" اور اس سوال کا یہ جواب دیا ہے "کہ بیشک جور جو پیش آیا تھا اصحاب جمل اور معاویہ اور اہل شام کی طرف سے وہ خاص سمٹ کر اُنہیں پر نہیں آنے والا تھا بلکہ عام تھا اسلام اور تمام مسلمانوں پر اسواسطے کہ وہ لوگ علی مرتضیٰ ع کے نزدیک ایسے نہیں تھے کہ جو اصلاح ریاست امت کی رکھ سکیں اور آراستگی خلافت کو اُٹھا سکیں پس نہ تھی ایسی شرط جسکو محققا شرط کیا تھا اور وہ شرط وہی قول اُن حضرت کا ہے نہیں ہوگا جور مجھپر مگر خاصۃً اور یہ کلام دلالت کرتا ہے اوپر اس بات کے کہ بیشک علی مرتضیٰ ع اس طرف نہیں جاتے تھے کہ خلافت عثمان ع کی متضمن تھی جور کی اوپر مسلمانوں کے اور اسلام کے اگرچہ ضرور تھی متضمن جور کی اوپر اُنکے خاصۃً اور بیشک وہ خلافت واقع ہوئی جہت مخالفت اولی کی نہ جہت فساد کلی اور بطلان اصلی کی"

شارح ابن ابی الحدید نے جو کچھ راے اپنی اس کلام علی مرتضیٰ ع کی نسبت ظاہر کی ہے وہ میری اس راے سے کچھ مخالف نہین ہے جو مین نے اوپر ظاہر کی ہے البتہ زمانۂ حضرت عثمان کی نسبت باعتبار واقعات تاریخی کے مین نے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ سلامتی امور مسلمانون مین ایک نوع کا خلل آگیا تھا اور جسکی اصلاح کی پند و نصیحت کے ذریعہ سے علی مرتضیٰ ع نے کوشش کی لیکن وہ کوشش حضرت عثمان پہ کچھ کارگر نہ ہوئی اور بالآخر مسلمانون نے جن کے امور کی سلامتی نہین رہی تھی حضرت عثمان ع کو قتل کر ڈالا تاہم گو میرے اور شارح ابن ابی الحدید کے درمیان کسیقدر اختلاف ہو شارح ابن ابی الحدید کا قول ایسا نہین ہے جو تائید مصنف مخاطب کی کرتا ہو۔ ملا فتح اللہ شیرازی کی جو ایک سخت شیعہ عالم تھے شرح فارسی مطبوعہ میرے پاس موجود ہے مگر افسوس ہے کہ اس مین یہ مقام نہین۔ اور نہج البلاغۃ کی اول شرح ملا قطب الدین راوندی نے کی ہے جن پر شارح ابن ابی الحدید نے بعض بعض مقام پر ایراد کیا ہے مین جہانتک خیال کرتا ہون ملا فتح اللہ شیرازی ملا قطب الدین راوندی سے ایک قدم اگر آگے بڑھے ہوے نہین تھے تو اُن کے قدم بقدم تھے اور ان دونون علما کی نسبت مجھکو ہرگز گمان نہین ہوسکتا کہ انھون نے عہد خلافت حضرات خلفاے ثلاثہ کی نسبت ایسا کچھ لکھا ہو جیسا کہ مصنف مخاطب اس موقع پر کہتے ہین۔ اور افسوس ہے کہ مین مصنف مخاطب سے اس امر مین متفق نہین ہوسکتا کہ تمام شارحین نے ایسا لکھا ہے جس نوعیت سے کہ مصنف مخاطب نے ظاہر کیا ہے۔ اور نہ اُس حقیقت کے ظاہر ہونے کے بعد جیسا کہ مین نے ظاہر کی یہ نتیجہ کسیطرح پیدا نہین ہوسکتا جو مصنف

مخاطب اخذ کرتے ہین کہ وہ یہ خیال بھی باطل ہو گیا کہ جناب امیرع کی مصیبت جسکا اس مبالغہ سے اُنھون نے بیان کیا ہے یہ تھی کہ خلیفۂ اول کے زمانے مین احکام مخالف شرع جاری تھے ۔۔ بلکہ صاف یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ علی مرتضیٰ ع کو بوجہ احق الناس ہونے کے جو خلافت نہین ملی وہ مصیبت علی مرتضیٰ ع پر تھی اور اس سے زیادہ کسی مصیبت کا مبالغہ نہین ہو سکتا مگر اس مصیبت پر علی مرتضیٰ ع نے صبر کیا اور خلیفۂ اول کے زمانے مین گو خاص موقعون پر احکام مخالف شرع جاری ہوے لیکن عموماً سلامتی امور مسلمانون کی رہی اور یہی نتیجہ مطابق واقعات تاریخی کے ہے اور موافق کلام علی مرتضیٰ ع کے جس جس موقع پر کہ اُنھون نے جو کچھ فرمایا —

مصنف مخاطب نہایت عجیب یہ بات ظاہر کرتے ہین وہ کہ روایات شیعہ پر غور سے ظاہر ہوتا ہے کہ مسلمانون پر ظلم و جور کا ہونا یا امور منہیہ کا واقع ہونا جناب امیرع کو ایسا ناگوار نہ تھا جو بڑی مصیبت سمجھا جاے اس لیے کہ ظلم و جور اور امور منہیہ جناب امیرع کے عہد خلافت بلکہ اُن کی خاص مجلس مین علانیہ واقع ہوتے تھے مگر جناب امیرع اُن کے دفع کی کوشش نہین کرتے تھے ۔۔

مصنف مخاطب اپنے اس دعوی کی سند کے لیے ایک واقعہ دکھاتے ہین جبکہ جناب امیرع سے لوگون نے خلافت کے لیے بعیت کی — اور ملا فتح اللہ کے ترجمہ سے کلام علی مرتضیٰ ع کو نقل کرکے یون ترجمہ کرتے ہین کہ وہ کھولا تم نے میرا ہاتھ اور روکا مین نے اُسکو ۔۔ اور مضمون آئندہ متعلق اس فقرے کو ترک کرکے مصنف مخاطب نسبت فرمودہ علی مرتضیٰ ع کے یون بیان فرماتے ہین کہ وہ جناب امیرع حاضرین سے

مخاطب ہو کر فرماتے ہین کہ تم سب بیعت کرنے کے لیے میرا ہاتھ کھولتے تھے لیکن چونکہ خلافت مجھکو پسند نہ تھی اس لیے مین اپنا ہاتھ روکتا تھا اور تمھاری بیعت پر راضی نہ تھا۔

پھر مصنف مخاطب اپنے اس بیان پر یہ ثابت کرنا چاہتے ہین کہ وہ جناب امیرؑ کو خلافت پسند نہ تھی پھر بھلا ابو بکرؓ کی خلافت لینے کی شکایت وہ کیون کرتے اور جو چیز اُن کو پسند نہ تھی اور اُس کے قبول کرنے سے انکار کرتے تھے اُسکا غصب کیسا؟

پورا مضمون اس کلام علی مرتضیٰؑ کا یہ ہے کہ وہ کھولا تم نے ہاتھ میرے کو پس روکا مین نے اُس کو اور کھینچا تمنے اُسکو پس بند کیا مین نے اُسکو۔ اس کلام علی مرتضیٰؑ مین کوئی لفظ ایسا نہین ہے کہ جس کا یہ مضمون ہو کہ خلافت مجھکو پسند نہ تھی اور نہ واقعات تاریخی سے مصنف مخاطب نے یہ دکھایا ہے کہ علی مرتضیٰؑ نے خلافت کے لینے سے انکار کیا ہو یا نا پسند کرتے تھے بلکہ واقعات تاریخی سے بخوبی ثابت ہے کہ بعد پیغمبرؐ ہر زمانہ مین علی مرتضیٰؑ نے قبل اور بعد کسی دوسرے کے خلیفہ مقرر ہو جانے پر اظہار اپنے حق کا اور اپنا احق ہونا ظاہر فرمایا ہے اور بحث کر کے اپنے احق ہونے کی حجتین تمام کی ہین۔ ایسی حالت مین اس کلام علی مرتضیٰؑ سے کیسطرح استنباط ہو سکتا ہے کہ خلافت اُنکو پسند نہ تھی اور اس لیے اُنھون نے اپنا ہاتھ روکا اور وہ بیعت پر راضی نہ تھے اور نہ اس کلام علی مرتضیٰؑ سے یہ نتیجہ نکل سکتا ہے کہ وہ ابو بکر کی خلافت لینے کی شکایت کیون کرتے۔ اور اُس خلافت کا غصب ہونا کیسے ہو سکے؟

یہ سچ ہے کہ اس کلام علی مرتضیٰؑ سے یہ امر واضح ہوتا ہے

کہ جسوقت علی مرتضیٰ ع کو خلیفہ قبول کیا گیا ہے اُسوقت علی مرتضیٰ ع کے ہاتھہ کو لوگ بیعت کے لیے کھولتے تھے اور کھینچتے تھے اور علی مرتضیٰ اپنے ہاتھہ کو روکتے تھے اور بند کیے لیتے تھے۔ اگرچہ اس کلام علی مرتضیٰ ع سے یہ نہین ظاہر ہوتا کہ آپ کیون اپنا ہاتھہ بند کیے لیتے تھے اور اپنے ہاتھہ کو روکتے تھے۔ لیکن علی مرتضیٰ ع کو اسکی وجہ بیان کرنے کی ضرورت نہین تھی اس لیے کہ اس کے قبل کے تمام واقعات روزگار ہر بیعت کے تازہ تھے اور لوگون کی آنکھہ کے سامنے موجود تھے اور وہ واقعات اسوقت تک کتب سیر اور تواریخ اور روایات مین موجود ہین۔ جسکی تفصیل جابجا ہمارے رسالہ جات روشنی مین مذکور ہوئی ہے یعنے بعد وفات پیغمبر ص کے علی مرتضیٰ ع تجہیز و تکفین پیغمبر ص مین مصروف تھے اور حضرت ابوبکر ع سقیفہ بنی ساعدہ مین خلیفہ مقرر کیے گئے۔ جسپر علی مرتضیٰ ع نے اپنی ناخوشی ظاہر کی اور اپنا احق ہونا خلافت کے لیے فرمایا۔ لیکن لوگون نے کچھہ شنوائی نہ کی اور اس پر آپ نے صبر کیا اور ایک مدت تک گوشہ نشینی اختیار کی پھر جسوقت کہ حضرت ابوبکر ع کے استخلاف کے بموجب حضرت عمر ع خلیفہ قرار دیے گئے اُسوقت بھی آپ نے اعتراض سے اپنے آپ کو نہین روکا اور حضرت عثمان ع کے خلیفہ مقرر ہونے کے وقت مجلس شوریٰ مین آپ نے وہ حجتین اپنے احق خلافت ہونے کے لیے پیش کین کہ جسکو لوگون نے قبول کیا مگر آپ کے خلیفہ قبول کرنے سے جواب دیدیا۔

یہ واقعات صاف دکھاتے ہین کہ علی مرتضیٰ ع کو حد سے زیادہ امت رسول ع کی طرف سے بےدلی پیدا ہوگئی تھی۔ اور تین مرتبہ علی الاتصال امت رسول ص یہ خطا کر چکی تھی کہ علی مرتضیٰ ع کی ہدایت پر مطلق توجہ نہین کرتی

تھی اور اُن کے خلیفہ قبول کرنے سے ہر مرتبہ بے پروائی وقوع مین لاتی تھی۔

قتل حضرت عثمان ع کے بعد جب لوگون نے بہت الحاح کیا اور بیعت کے لیے مبالغہ مین حد سے گذر گئے تو ایسی حالت مین جبکہ علی مرتضی ع کو طمع خلافت کی نہین تھی اور لوگون کی نا فرمانی سے نہایت بیدلی پیدا ہو چکی تھی وہ بیدلی علی مرتضی ع کو برانگیختہ کرتی تھی کہ امر خلافت کے متعلق لوگون کو اُسی حالت پر چھوڑ دین کہ وہ کسی دوسرے کو خلیفہ مقرر کر لین۔ جیسا کہ علی مرتضی ع نے اپنے خطبہ شقشقیہ مین فرمایا ہے کہ اگر بیعت حاضر نہوتی اور وجود ناصر کا نہوتا اور خدا علما سے عہد نہ لیتا تو ڈالدیتا مین مہار خلافت کی اُسکی گردن پر اور اُسی کاسہ مین پانی پلاتا کہ جہان اُسنے پہلے پیا تھا اُسی بیدلی اور ناخوشی علی مرتضی ع نے جو لوگون کی بے پروائی اور راہ مستقیم پر نہ چلنے اور علی مرتضی ع کی ہدایت کو اور علی مرتضی ع کے احق الناس ہونے کو نہ ماننے سے پیدا ہوئی تھی علی مرتضی ع سے یہ امر ظاہر کرایا کہ لوگ بیعت کرنے کے لیے علی مرتضی ع کا ہاتھ کھولتے تھے اور کھینچتے تھے ۔ اور علی مرتضی ع اپنے ہاتھ کو روکتے تھے اور بند کیے لیتے تھے ۔ لیکن پھر اس امر کے پیش آنے سے بیعت لینے پر علی مرتضی ع مجبور ہو گئے جیسا کہ اسی کلام مین فرماتے ہین اور مصنف مخاطب اُس کا ترجمہ اس طرح کرتے ہین کہ " پھر ہجوم کیا تم نے مجھپر ہجوم کرنا پیاسے اونٹون کا اپنے حوضون پر پانی پینے کے دن یہانتک کہ ٹوٹا جوتی کا تسمہ اور گری چادر اور پامال ہو گئے وہ لوگ جو ضعیف تھے۔ اور پہونچی خوشی آدمیون کو اس بات پر کہ اُنھون نے مجھسے بیعت کی یہانتک کہ خوش ہوئے اُسپر بچے

اور لرزتے ہوئے آئے بوڑھے بیعت کے لیے - اور مشقت اُٹھا کر گئے بیعت کے لیے بیمار - اور چہرہ کھولا بیعت کے لیے اُبھری چھاتیوں والی عورتوں نے "

اس پر مصنف مخاطب یہ اعتراض کرتے ہیں کہ وہ ہجوم کرنیوالوں نے ضعیفوں کو پامال کرکے پیس ڈالا یہ بہت بڑا ظلم تھا اس سے بڑھکر ظلم وہ ہے جو خطبۂ شقشقیہ میں مذکور ہے کہ حسنین ع کو پامال کر ڈالا -

قیامت یہ ہے کہ جناب امیر ع کی مجلس میں بلند چھاتیوں والی عورتوں نے بیعت کے لیے مُنھ کھولا یہ علانیہ فسق ہے - بیعت سے عورتوں کو کیا تعلق تھا جناب امیر ع نے اپنی مجلس میں عورتوں کو کیوں آنے دیا مُنھ کھولنے سے منع کیوں نہ کیا اُنکی بیعت کیوں قبول کی - اس امر کے معلوم کرنے کے لیے کہ عورتوں کی چھاتیاں بلند تھیں بغور دیکھنے کی بے شک ضرورت ہے "

اس کے بعد مصنف مخاطب اپنے مذاق طبع کے موافق یہ بند نظم کرتے ہیں -

حیا و شرم کا پردہ اُٹھایا شرمگینوں نے	سر مجلس نقابیں کھولدیں پردہ نشینوں نے
کیا عہد اطاعت نورسیدہ نازنینوں نے	ملائے ہاتھ اُبھری چھاتیوں والے حسینوں نے
جو شرماتے تھے گھر میں مجلسوں میں بیحجاب آئے	جو گھونگھٹ رہتی کرتے تھے وہ بے نقاب آئے

مصنف مخاطب افسوس کرتے ہیں کہ خلافت کے ملنے کی خوشی میں جناب امیر ع کو ان امور کی کچھ پرواہ نہوئی یہ کیسا غضب ہے کہ اس ظلم و فسق کو جناب امیر ع فخر یہ اپنے کلام میں بیان کر رہے ہیں کہ وہ ہیں کہ ہماری خلافت کے وقت ایسے امور واقع ہوئے - بھلا اس میں کیا فخر تھا کہ بچوں نے اور

ادبھری چھاتیون والی عورتون نے بعیت کی لرزتے ہوئے بوڑھے
بعیت کرنے کو آئے اور بیمارون نے بھی بعیت کے لیے مصیبت اُٹھائی
یہ تو بہت شرم کی باتین تھین نہ کہ اظہار فخر کے لیے خطبہ مین اُن کا ذکر کیا
جاتے اگر جناب امیرؑ کو فقط یہی ثابت کرنا منظور تھا۔ کہ بہت سی دنیون
نے مجھسے بعیت کے لیے ہجوم کیا تھا تو یہ مضمون پہلے فقرے سے ثابت
ہوگیا تھا پھر ان ناگوار باتون کے ذکر کی کیا ضرورت تھی"
مصنف مخاطب نے جو اس مضمون کلام علی مرتضیٰؑ پر اعتراض
اور افسوس طنز آمیز کیا ہے وہ بالکل غلط اور بے محل ہے۔ علی مرتضیٰؑ نے اپنے
اس کلام مین ذکر ایک واقعہ کا کیا ہے جو اُسوقت پیش آیا ہے جبکہ وہ خلافت
کے لیے قبول کیے گئے ہین جس سے یہ ظاہر ہوجاتا ہے کہ کس شان سے
علی مرتضیٰؑ کے ہاتھ پر بعیت ہوئی اور بعیت کرنے والون نے کس خوشی
اور شوق سے علی مرتضیٰؑ پر بعیت کے لیے ہجوم کیا اور وقت ہجوم کرنے
کے اُن ہجوم کرنے والون کو کیسا اضطرار تھا اور کیسی بیقراری وہ لوگ
اُسوقت رکھتے تھے۔ عموماً کسی واقعہ کے بیان سے کسی بیان کرنیوالے
پر یا اُس کی روایت کرنے والے پر کوئی الزام عائد نہین ہوسکتا۔ اور
کسی واقعہ کو اس طور پر بیان کرنا کہ جس سے نقشہ اُس واقعہ کا لوگون کی
نگاہ مین کھپ جاوے البتہ ہر کسی کا کام نہین ہے ایسا امر اُسی سے ہوسکتا
ہے جو فصاحت اور بلاغت مین اپنا مثل اپنے زمانہ مین نرکھتا ہو۔
علی مرتضیٰؑ نے جو اپنے بیان مین نقشہ ہجوم بعیت کرنے والون کا
کھینچا ہے اُس سے ظاہر ہوجاتا ہے کہ بعیت خلیفہ قبول کرنے کے
لیے اس شان سے ہونی چاہیے۔ نہ اُس شان سے کہ قبل اس کے تین

خلافتون کے لیے ظہور مین آئی جس مین حکمت عملی اور تدبیر اور داب ناجائز سب کچھ تھا اور جو طمع خلافت کو سرسبد رکھے ہوئے تھی۔ اسی امر نے مصنف مخاطب کو بیچین کر دیا ہے۔ اور ضرورت انکو ہوئی کہ وہ شان بے لوث پر داغ لگانے کے لیے آمادہ ہون لیکن جو چیز کہ صاف اور نکھری ہوئی ہو اُس کو ہر کوئی داغدار نہین دیکھا سکتا۔

بیان ہجوم بیعت کرنے والون مین جو ذکر پامال ہو جانے ضعیفون یا حسنین ؑ کا خطبۂ شقشقیہ مین ہے وہ پامالی اُس صفت کی نہین تھی کہ جس مین بالعمد کسی نے بہ نیت ضرر پہونچانے کے کسی کو پامال کیا ہو یا کسی کی بے حرمتی مقصود ہو کہ جو حد جرم تک پہونچا ہو بلکہ اُس سے مراد یہ ہے کہ اشتیاق بیعت کرنے والون کا اس درجہ پر تھا کہ مضطربانہ صورت سے مشتاق لوگون نے ایسا ہجوم بقصد بیعت کیا کہ ایک کو دوسرے کے سرو پا کی خبر نہ رہی جیسا کہ ہر زمانہ مین شوقین کے ہجوم سے خاص خاص موقعون پر پامالی کے واقعات پیش آتے رہتے ہین - اور ہر ایک مہذب ملک مین ایسے شوقیہ موقع پر جسکو وہ اپنے نزدیک ناجائز نہین سمجھتا ایسا اتفاق ظہور مین آتا ہے گو دوسرا ملک اُس شوقیہ موقع کو ناروا سمجھے۔

مصنف مخاطب جو خلافت کی بیعت سے لوگون کو بے تعلق سمجھتے ہین یہ اُن کی غلطی اور نادانی مضامین قرآنی سے ہی - جس کسی کو علم قرآنی نہین ہوتا وہ ایسی ہی غلطیان کیا کرتا ہے اور اسی لیے قرآن کے ساتھ اُس کی عالم کی ضرورت ہے - جسوقت رسول خدا ؐ نے مکہ کو فتح کیا تو کوہ صفا پر تشریف لے گئے اور وہان مکہ کے مردون سے بیعت

لی اور مردون کی پیروی سے عورتون نے بھی طرف بیعت کے رغبت کی اور حضرت پیغمبرؐ کو خدا کی طرف سے اجازت بیعت لینے کی عورتون سے دی گئی - خدا فرماتا ہے - یا ایھا النبی اذا جاءك المومنات یبایعنك علی ان لا یشرکن باللہ شیئا ولا یسرقن ولا یزنین ولا یقتلن اولادھن ولا یاتین ببھتان یفترینہ بین ایدیھن وارجلھن ولا یعصینك فی معروف فبایعھن واستغفر لھن اللہ ان اللہ غفور رحیم ۔ (سورہ ممتحنہ) ترجمہ اے نبیؐ جس وقت کہ آوین تیرے پاس مومن عورتین کہ بیعت کرین تجھسے اس بات پر کہ نہ شریک گردانین گے اللہ کے ساتھ کسی چیز کو اور نہ چوری کرینگی اور نہ بدکاری کرینگی اور نہ قتل کرین اپنی اولاد کو اور نہ بہتان باندھین گی کہ افترا کیا ہو اُنھون نے اپنے ہاتھ پاؤن کے سامنے اور نافرمانی نہ کرین تیری اچھی باتون مین پس بیعت لے تو اُن سے اور خدا سے بخشش مانگ تو اُنکے لیے - بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے ۔

مذہب اسلام مین دین و دنیا ایک چیز ہے - اور وقت فتح مکہ سے قطع رسالت کے ساتھ خلافت فی الارض یعنے بادشاہت لاحق اور قائم ہو چکی تھی - اور جن شرائط پر عورتون سے بیعت لینے کی اجازت دی گئی اُن مین انتظام دنیوی کا جسکا تعلق سلطنت اور امارت سے ہے بہت بڑا حصہ ہے یہان تک کہ شرط اچھی باتون مین نافرمانی نہ کرنا خاص طور پر امور عامہ سلطنت سے علاقہ رکھتا ہے - اور اہل شہر نے وقت فتح مکہ کے بیعت لینا پیغمبرؐ کا عورتون سے جائز رکھا ہے - طریقۂ بیعت مین اگرچہ اختلاف کیا ہے بعض نے کہا کہ ایک گوشہ چادر پیغمبرؐ کے ہاتھ مین تھا اور دوسرا عورتون

کے ہاتھ مین - بعض نے کہا ہے کہ ایک پیالہ مین پانی تھا کہ اُس مین آنحضرتؐ اور عورتون نے ہاتھ ڈبوئے تھے - اور حدیث بی بی عائشہ صحیح مانی گئی ہے کہ بیعت زنان زبانی تھی - (مدارج النبوۃ جلد ۲ ص ۳۶۰)-

اسی اجازت قرآنی کی نظر سے موقع خم غدیر پر پیغمبرؐ نے جب علیؑ کی نسبت جو کچھ فرمانا تھا فرما چکے اور جو کچھ کرنا تھا کر چکے تو یہ حکم دیا کہ ایک دوسرا خیمہ میرے خیمہ کے برابر کھڑا کیا جاوے اور اُس مین سب لوگ آ آ کر علی مرتضیٰ ع کو مبارکباد دین چنانچہ ایسا ہی ہوا اور جملہ ازواج پیغمبرؐ نے بھی اوس خیمہ مین حاضر ہو کر مبارکبادیان دین - (تذکرہ خواص الامہ سبط ابن جوزی و سیرۃ محمد بن اسحاق و معارج النبوۃ و روضۃ الصفا و حبیب السیر) اور حضرت ابوبکر و حضرت عمر نے ان الفاظ مین مبارکبادی دی ہے

امسیت یابن ابی طالب مولا کل مومن و مومنۃ - آج شام کی تم نے اے علی بن ابی طالب ع درحالیکہ ہو مولی ہر مومن اور مومنہ کے (زین الفتی عاصمی و صواعق بروایت دارقطنی)-

اس مبارکباد مین اقبال اطاعت اُس قول اور فعل رسولؐ کا تھا یا نہین جو پیغمبرؐ علی مرتضیٰ ع کی نسبت ظہور مین لائے تھے - اور یہ قول اور فعل پیغمبرؐ بمنزلہ اس کے تھا یا نہین کہ پیغمبرؐ نے علی مرتضیٰ ع کی بیعت کرائی اور اُس مین مردون کے ساتھ عورتین بھی شامل تھین اور وہ عورتین جس مین ازواج رسولؐ بھی داخل تھین علی ع کے سامنے آئی تھین یا نہین؟-

عورتون کی بیعت کا مسئلہ اسقدر عہد رسولؐ مین شائع ہو گیا تھا کہ خود عورتین بھی اس مسئلہ کو پورے طور سے جانتی تھین - اور اسی وجہ سے علی مرتضیٰ ع کی بیعت کے لیے وہ بھی بڑے شوق سے دوڑ پڑین جبکہ

بعد قتل حضرت عثمان رضہ کے علی مرتضیٰ رضہ خلیفہ اور نائب رسول قبول کیے گئے۔ لیکن اشتیاق بیعت عورتون کا اُسی خلیفۂ رسول ؐ کی نسبت ہوسکتا ہے کہ جس کو وہ نائب رسول ؐ اور احق خلافت سمجھتی ہون اور جس کسی کو وہ ایسا نہ جانتی ہون اُس کے ہاتھ پر بیعت کرنے کے لیے ہرگز وہ متوجہ نہین ہوسکینگی کچھ شبہہ نہین ہے کہ کوئی شخص کامل خلیفہ نہین ہوسکتا جبتک کہ بالقاب اُسکو مرد و زن خلیفہ قبول نہ کرین۔ اور اُس قبول کو قول و فعل سے اپنے ظاہر نہ کرین۔ اور جو مرد و زن محض سکوت کی حیثیت سے قبول کرینگی اُسمین ہرگز اُنکا دلی شوق ایسے خلیفہ کے لیے قبول نکیا جاویگا گو وہ سطوت اور اطاعت سے باہر نہ جاسکین۔ حضرات خلفاے ثلثہ کی خلافت مین یہ بھی نقصان تھا کہ مسلمان عورتون نے اُن کو خلیفہ برحق قبول نہین کیا تھا۔ مگر یہ نقص قبول خلافت علی مرتضیٰ رضہ مین باقی نہین رہا اور عورتون نے اُس عہد کی تبقلید عہد پیغمبر ؐ کے تکمیل قبول خلافت علی مرتضیٰ رضہ کی خود بخود کردی۔ اور جس شان سے جس کشمکش مین وہ بیعت کیلیے آئین وہ کسی طرح امور منہیہ مین داخل نہین ہوسکتا۔ اور حالت اضطرار مین کشمکش کی وجہ سے چادر کا سر سے سرک جانا اور چہرہ کا کھل جانا جبکہ آنا اُن عورتون کا امر شروع تھا معیوب نہین ہوسکتا۔ امر بیعت کے لیے جس مین معاہدہ فرمان برادری کا ہوتا ہے ضرور ہے کہ بیعت کرنے والا بالغ اور ممیز ہو اور لڑکیون کے لیے امتیاز بلوغ اُنکی چھاتی کا اُبھرنا ہے۔ جس کے سبب سے وہ ممیز ہو جاتی ہین۔ اس غرض سے کہ صلاحیت معاہدہ کی کسی لڑکی بیعت کرنے والی مین ہی یا نہین امتیاز کی نیت سے کسی علامت کو دیکھنا یا کسی علامت امتیازی پر نظر پڑ جانا اور بیان کرنا ہرگز امر منہیہ نہین ہوسکتا بلکہ شرعًا جائز ہے۔ اکثر موقعون پر شرع مین

عورتوں کے بے حجاب ہونے کی اجازت دی گئی ہے۔ جیسا کہ تعلیم دین کے
لیے معلم کے سامنے آنا اور طبیب کے سامنے بے حجاب ہونا یا کسی عضو کو
دکھانا۔ اور امام طبیب روحانی ہوتا ہے اُسکی اطاعت کے معاہدہ کے لیے
اُس کے سامنے آنا امر جائز ہو گا۔ اور اسی وجہ سے پیغمبرؐ اور اُسکے نائب
امام کو باپ کے حکم مین مانا گیا ہے۔

یہ ہر کوئی جانتا ہے کہ جہاد کا حکم عورتوں سے ساقط ہے۔ مگر نصیبہ
بنت کعب کی نسبت مورخین[1] لکھتے ہیں کہ وہ مع شمشیر اور شوہر اور لڑکوں
کے غزوہ احد مین خوشنودی خدا چاہنے کے لیے مجاہدون کے ساتھ تھی۔
اور ایک مشک اسکے پاس تھی جس سے مسلمانون کو پانی پلاتی تھی۔ جب کفار
کا غلبہ ہوا تو متوجہ قتال ہوئی اور تیرہ ۱۳ زخم اُسکو پہونچے ایک زخم سال بھر مین
اچھا ہوا اور وہ زخم ابن قمیہ کے ہاتھ سے لگا تھا وہ کہتا تھا کہ محمدؐ کو دکھاؤ۔
مجکو خلاصی ہو اگر وہ خلاص ہو جائے۔ مصعب مع گروہ مسلمانون کے
اُس کے برابر آیا نصیبہ بھی اُن مین تھی ابن قمیہ نے اور ایک ضرب لگائی
نصیبہ نے بھی کئی ضربین اُسپر لگائین مگر وہ زرہ پہنے ہوے تھا کارگر نہوئین
جب نصیبہ کو زخم لگا۔ پیغمبرؐ نے اُس کے بیٹے کو پکار کر اپنی ماں کا زخم
باندھو نصیبہ کا بیان ہے کہ وہ پیغمبرؐ کے سامنے مقاتلہ کرتی تھی اور اصحاب
پیغمبرؐ کے سامنے سے بھاگے جاتے تھے اور اُس کے پاس سپر نہین تھی۔
پیغمبرؐ نے ایک بھاگنے والے سے کہا کہ اپنی سپر اُس کو دے کہ جو لڑ رہی
ہے اُسنے سپر ڈالدی اور نصیبہ نے اُٹھالی۔ اور پیغمبرؐ کے پاس چلی آئی
اور حملہ مردانہ کرتی تھی کہ ایک کافر نے تلوار اُس پر لگائی کارگر نہوئی اُس نے

[1] روضۃ الصفا جلد ۲ ص ۹۶ مطبوعہ بمبئی حیات القلوب جلد ۲ ص ۱۴۸ جنگ احد۔

اُسکے گھوڑے پر تلوار ماری کہ گھوڑا گرا اور سوار الگ ہوگیا - پیغمبرؐ نے اُسکے بیٹے کو پکارا اور وہ آیا - اور نصیبہ نے باتفاق بیٹے کے اُس مشرک کو قتل کیا نصیبہ کے بیٹے عبداللہ کو ایک کافر نے زخم لگایا نصیبہ نے اپنے بیٹے کا زخم باندھا - پیغمبرؐ نے اُس شخص کو بتایا کہ جسنے زخم نصیبہ کے بیٹے کو لگایا تھا نصیبہ نے اُسکی پنڈلی پر تلوار ماری کہ وہ گر گیا - پیغمبرؐ بہت ہنسے اور وہ مشرک مرگیا - نصیبہ کہ یمامہ مین بھی تھی اور اُسکا لڑکا اُس کے ساتھ تھا مسیلمہ کو ڈھونڈھتی تھی کہ نصیبہ پر کسی نے تلوار لگائی کہ گر گئی اور اُسنے دیکھا کہ وہ تلوار لگانے والا قتل ہوگیا اور اُس کا بیٹا اپنی تلوار سے خون پاک کرتا ہے

جنگ احد مین جب نصیبہ پیغمبرؐ کے سامنے کھڑی تھی تو سینہ اور پستان اپنے کو سپر کیے تھی ؎ ان واقعات سے ظاہر ہے کہ باوصف اس کے کہ عورتون کو قطعی رخصت جہاد کی نہین ہے مگر نصیبہ نے پیغمبرؐ کے سامنے جہاد مین قتل وقتال کیا اور پیغمبرؐ کی حمایت کی لیے جہاد مین سینہ وپستان کو سپر کیے ہوے تھی اور بلا حجاب صرف مسلمانون کے نہین بلکہ کفار کے سامنے آئی - تو کیا اس سے یہ نتیجہ نکالا جاسکتا ہے کہ پیغمبرؐ کے سامنے امور منہیہ وقوع مین آتے تھے اور پیغمبرؐ بجاے روکنے کے اُس کی تائید کرتے تھے؟ نہین یہ امر نہین ہے بلکہ یہ امر ہے کہ گو عورتون کو اجازت جہاد کی نہین ہے لیکن اگر کوئی عورت جوش مین آکر شریک جہاد ہوجاے تو وہ روکی نہین جاسکتی -

قرآن مین بہشتی عورتون کا جو مومنین کی ازواج ہونے والیان ہین خدا نے ذکر فرمایا کہ ہم نے اُن سب کو ایک اٹھان پر اٹھایا اور اُنکو باکرہ

بنایا ہے ہم عمر اور پیار دلانے والیاں واسطے اصحاب یمین کے ہونگی ؎ (سورۂ واقعہ) پھر خدا فرماتا ہی کہ وہ ؎ باغوں مین ہونگی جنھوں نے کسیکو آنکھ اٹھاکر بھی نہ دیکھا ہوگا اور پہلے کسی انسان اور جن نے اُنپر ہاتھ بھی نہ ڈالا ہوگا (رنگتین انکی) یاقوت و مرجان کی سی ہونگی نیک خوبصورت عورتین ہونگی خیموں مین رہنے والیاں ہین ؎ (سورۂ الرحمن)

عربی زبان مین ہر سیاہ چشم گوری عورت کو حور کہتے ہین اور خود علماے اہل سنت نے مثل ابن عباس او مجاہد کے کہا ہے کہ ؎ آیات قرآنی مین جن الفاظ سے حورین ایک مخلوق سمجھی جاتی ہے وہان دنیا کی عورتین ہی مراد ہین ؎ (تفسیر کبیر وغیرہ)—

ستر اور حجاب کے آیات جو قرآن مین سورۂ نور اور سورۂ احزاب مین موجود ہین اور اُن احادیث نبوی پر جو اہل سنت کے یہان منقول ہوئی ہین علماے اہل سنت نے غور کرکے یہ قرار دیا ہے کہ ؎ اجنبی عورتون کی طرف نظر کرنے کے باب مین ہماری یہ راے ہے کہ اُنکی زینت ظاہری کے مقامات یعنی چہرہ اور ہتھیلی کیطرف نظر کرنا جائز ہے ؎ اور اجنبی عورت کے چہرے کو دیکھنا تو جائز ہے مگر چھونا مکروہ ہے (فتاوای عالمگیری)— اور ہدایہ مین لکھا ہے کہ ؎ جائز نہین کہ مرد اجنبی عورت کا بدن سواے چہرہ اور ہتھیلی کے دیکھے کیونکہ اللہ نے فرمایا ہے کہ عورتین اپنی زینت بجز اسقدر کے کہ جو کھلی رہتی ہین نہ دکھلاوین ؎

علی اور ابن عباس نے کہا ہی کہ کھلی زینت سرمہ اور انگشتری ہین اور اُن سے مراد اُن کی جگہ ہے یعنے چہرہ اور ہتھیلی جس طرح زینت سے مراد زینت کی جگہ ہے اور امام ابو حنیفہ سے روایت ہی کہ پانون کا دیکھنا بھی

جائز ہی۔ ابو یوسف کا یہ قول ہے کہ اجنبی عورت کے ہاتھون کا دیکھنا بھی جائز ہی۔"

اگر ممیزہ لڑکیان بلا قصد بے حجابی بیعت کرنے کے لیے مضطربانہ دوڑ پڑین اور کشمکش ہجوم کی وجہ سے اُنکا مُنھ کُھل گیا اور ایسی حالت مین اُن کو مُنھ کھولنے سوا چارہ نہ تھا۔ اور علی مرتضیٰ ؑ نے بضرورت جواز بیعت علامت ممیزہ کچھ لڑکیون کا بیان اُس واقعہ مین کیا تو کوئی عیب نہین ہوسکتا۔ اس واقعہ مین جو امور پیش آئے اُسمین نہ کوئی ظلم تھا نہ فسق اور نہ علی مرتضیٰ ؑ کو خلافت ملنے سے کوئی ایسی خوشی تھی۔ جو کسی نعمت غیر مترقبہ کے حصول یا کسی ناحق کو سلطنت کے مل جانے پر ہو۔ خلافت کا قبول کرنا بھی اُنکا عین دین تھا۔ اور نہ علی مرتضیٰ ؑ نے اُسکو فخریہ بیان کیا ہی بلکہ لوگون کے اشتیاق اور اضطراب کی حالت کو ظاہر کیا ہی۔ اُنھون نے اس واقعہ مین یہ امور پیش نہین کرائے تھے نہ کسی سے کہا تھا نہ کوشش کی تھی کہ وہ امور اُس واقعہ مین ظہور مین لائے جاوین۔ اور کوشش اور تدبیر سے ایسے امور وقوع مین آ بھی نہین سکتے ہین ایسا واقعہ اور اُسمین امور خود بخود پیش آجاتے ہین اور جبکہ یہ واقعہ خود بخود پیش آیا کہ کمسن مردون اور اُبھری ہوئی چھاتیون والی لڑکیون اور کانپتے ہوے بوڑھے اور بیمار اپنے شوق اور اضطراب مین بیعت کے لیے آئی تو بیان ایسے امور کا ہرگز قابل شرم نتھا بلکہ نہایت ضروری تھا کہ تاریخی واقعات کی اعتبار صحیح روزگار پر ثبت ہی کہ علی مرتضیٰ ؑ کو خلیفہ ہونیکے وقت کیا حالت لوگونکی بیعت کرنیکی یہی تھی اور دوسرے وقت کیا کیفیت گذری ہی کہ جسکو راویون نے بیان کیا ہی اور مورخین نے اُسکو لیا ہی۔ اور جسکا نتیجہ یہ ہے کہ خلفاے ثلثہ کے خلیفہ قبول ہونے کے وقت اُنکے خلیفہ قبول ہونے

سے کے لیے صرف تدبیر تھی اور کسی کو جوش نہ تھا ۔ وقت خلیفہ قرار دیے جانے حضرت ابوبکر ؓ کے انصار اپنے میں سے سعد بن عبادہ کو خلیفہ قرار دینا چاہتے تھے اور حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ اور نیز ابو عبیدہ باہم ایک دوسرے کے خلیفہ مقرر ہونے پر اصرار کرتے تھے کسی ایک پر کوئی متفق نہین تھا

جب حضرت ابوبکرؓ نے حضرت عمرؓ کے لیے استخلاف کیا تو معترضین صحابہ نے حضرت عمرؓ کے خلیفہ مقرر ہونے پر اعتراض کیا اور ناخوشی ظاہر کی ۔ اور حضرت عثمان کے خلیفہ مقرر ہونے پر مجلس شوری مین اور اُس سے قبل اختلاف تھا ۔ اور ہر زمانہ مین جو تدابیر ناروا عمل مین لائی گیئن وہ ہمارے رسالہ جات روشنی مین اپنے اپنے موقع پر کسی قدر تفصیل سے مندرج ہین اشعار ۔ سقیفہ مین بیعت ابوبکر کی جو عمر او ابو عبیدہ نے کی ۔ ابوبکر نے پھر عمر کیلیے خلافت کی جسدم کتابت لکھی ۔ تو جملہ صحابی نے آکر کہا ۔ کہ کرتے ہو تم انکو اپنا وصی ۔ جو ہے ترشرو اور مرد غلیظ ۔ خدا تم سے راضی نہوگا کبھی اسیطرح پہونچی ثالث کو بھی ۔ عمر کی جگہ پہ خلافت ملی شکایت نہین کوئی نہ ذہن تھا ۔ نہ کچھ ولولہ تھا نہ کچھ جوش تھا ۔ مگر بوقت بیعت علی مرتضی ہوسکے لوگونکو یہ جوش تھا بلند ۔ ہے واجب چونکہ بیعت حکم حق سے مرد و زن سب پر ۔ اسی خاطر چلے پردہ نشین بھی جوش مین آکر ۔ کیے تھا مضطرب انکو جو شوق بیعت حیدر ۔ نہ تھا کچھ ہوش اسکا سر پہ ہے کہ بھی یا نہین چادر ۔ طرفہ حقیقت جو ہین بیعت اسکو کہتے ہین ۔ علی پہ جو ہوا اجماع امت اسکو کہتے ہین

خلافت علی مرتضیؑ کی نسبت یہ کہنا بالکل غلط ہے کہ جس خلافت کی ابتدا ان امور سے ہو اُسمین کامیابی کی کیا امید ہوسکتی ہے ۔

جسوقت علی مرتضیؑ خلیفہ قبول کیے گئے ہین اُسوقت حالت خلافت کی نہایت خراب اور اُس کا نظم و نسق نہایت سست اور مضمحل ہوگیا تھا اور جو وصیت اور ہدایت پیغمبرؐ نے فرمائی تھی کہ خلیفہ کون ہونا چاہیے اور کیسے اوصاف کا اور کس خاندان کا اسکو لوگ ترک کرچکے تھے جس کے

سبب سے امت رسولؐ مین انتشار پھیل گیا تھا اُسوقت جو لوگ کہ مدینہ
مین موجود تھے اور جن مین سے کوئی علانیہ دعویدار خلافت کا بغیر کسی تدبیر
فوری کے نہین ہو سکتا تھا اور کسی کو مہلت بندوبست حصول خلافت کی
اپنے واسطے نہ تھی وہ لوگ اُسوقت مجبور ہوے کہ اُس طریقہ کو ترک کرین
کہ جو خلاف حیثیت اور ہدایت پیغمبرؐ کے اختیار کیا تھا اور اُس طریقہ کے
اختیار کرنے نے جو مزہ چکھایا تھا اُسکی پشیمانی نے درحقیقت وہ جوش دکھایا کہ
جو علی مرتضیٰؑ نے بیان فرمایا ہے - لیکن جن لوگون کی سینہ مین آتش طمع
خلافت شگفتی ہوئی تھی اُنھون نے بعد خلیفہ ہوجانے علی مرتضیٰؑ کے اپنی
اُسی پوشیدہ آگ کو بھڑکایا اور وہی طریقہ اختیار کرنا چاہا کہ جو بعد وفات رسولؐ
خلاف وصیت اور ہدایت رسولؐ کے اختیار کیا تھا اور اُس کے شعلے
جنگ جمل اور صفین اور نہروان مین بلند ہوے - آپ شمشیر اور حسن تدبیر
علی مرتضیٰؑ نے اُن تمام شرارون کو ٹھنڈا کر کے فتح مندیان حاصل کین
ملک شام کی فتح مندی مین کچھ کسر باقی رہی تھی - جس کے لیے علی مرتضیٰؑ
بندوبست اور انتظام کر رہے تھے اور یقین کرنا چاہیے کہ اس مرتبہ ملک
شام مطیع بھی ہو جاتا لیکن ایک اتفاق ناگہانی سے قتل علی مرتضیٰؑ واقع
ہوگیا یعنے مسجد کوفہ مین عین عبادت کے درمیان درجہ شہادت ملا -

ان واقعات تاریخی پر اہل بصیرت نظر کر کے کیا یہ کہہ سکتے ہین کہ علی مرتضیٰؑ
کی خلافت کی ابتدا مین جو امور پیش آ گئے وہ باعث اس کے ہوے کہ انکو
کامیابی نہین ہوئی ؟ نہین علی مرتضیٰؑ کو اپنی خلافت مین پوری کامیابی ہوئی
اور جو شور و شغب خلافت مین پیش آیا اُسکو اُنھون نے فتحمندی حاصل کر کے
فرو کر دیا اور آئندہ کو اپنی ہدایت سے طریق شریعت بتادیا - اور کوئی دانا و ذی ہوش

اُن کے قتل ناگہانی کے سبب سے ملک شام پر فتح حاصل نہو سکنے پر (جسکی نسبت ہر کسیکو یقین ہی کہ اگر علی مرتضیٰ ؑ کا وہ قتل ناگہانی پیش نہ آتا تو ملک شام قطعی فتح ہو جاتا اور اُس ملک کے باشندے اطاعت علی مرتضیٰ ؑ کی قبول کر لیتے اور بغاوت فرو ہو جاتی) یہ نہین کہہ سکتا کہ علی مرتضیٰ ؑ کو اپنے زمانہ خلافت مین کامیابی حاصل نہین ہوئی۔ بیچاطر فداران حضرات خلفاے ثلثہ گرد و غبار اُڑا کر آفتاب کامیابی علی مرتضیٰ ؑ کو چھپانا چاہتے ہین۔ اور جو جوش بیعت خلافت علی مرتضیٰ ؑ کے لیے ہوا اور وہ چمکتا ہوا نشان صداقت خلافت کا ہی جو دوسرون کے لیے وقوع مین نہین آیا اپنی شرمندگی اُتارنے کے لیے اُس تابندہ ستارے کو دھندلا کرکے دکھاتے ہین۔ لیکن ایسی بدنمائیان اُنکی حقیقت ظاہر ہونیکے بعد پیش نہین جا سکتین۔ روایات کتب شیعہ سے ہرگز ثابت نہین ہے۔ جس نوع سے مصنف مخاطب کہتے ہین کہ "جناب امیر ؑ کے زمانہ مین ظلم و جور بہت رائج تھا۔ اور جناب امیر ؑ کو اُسکی خبر تھی اور اُسکا تدارک نہین کرتے تھے اور مرتکب اُن ظلمونکی وہ بھی لوگ تھے جو جناب امیر ؑ کی فوجمین شامل اور اُنکی شیعہ تھے وہ لوگ ناراض ہو کر جُدا ہو جاتے تو جناب امیر ؑ کی خلافت چھن جاتی۔ اور بحوالہ روضہ کافی ایک خطبہ جناب امیر ؑ کی مصنف مخاطب سند لاتے ہین کہ گرد جناب امیر ؑ ایک مجمع اُنکے خاص شیعونکا تھا اُسوقت جناب امیر ؑ نے بہت سے ظلمونکے ذکر کرکے یہ بھی کہا کہ اگر مین وہ جاگیرین جاری کردون جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے حکم سے بعض قومون کے لیے مقرر کر دی تھین۔ مگر یہ حکم رسول جاری نہوا اور جو حکم جور کے دیے گئے ہین۔ اگر مین اُن کو منسوخ کر دون اور جو عورتین ناحق بعض مردون کے قبضہ مین ہین اگر مین اُنکو نکال کر اُن کے شوہرون کے پاس پہنچا دون

اللہ اگر مین دفتر عطایا کا محو کردون اور اُسیطرح دیا کردون جسطرح رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ سب کو برابر دیا کرتے تھے اور بیت المال اغنیا کی دولت نہ بناؤن - اور اگر مین قرآن کے مطابق عمل کرنے کا حکم کرون تو تم مجھسے جدا ہو جاؤ - یہ وہی مضمون ہی - جسکی حقیقت ہم ضمیمہ اول جلد اول رسالہ روشنی صفحہ ۱۷۷) مین پورا خطبہ نقل کرکے مفصل دکھا چکے ہین -

روایات کتب شیعہ سے اور نیز کتب اہل سنت سے جو امر ثابت ہی وہ یہ ہی - کہ جس ظلم وجور کا زمانہ جناب امیرؑ مین مصنف مخاطب ظاہر کرتے ہین وہ مجریہ علی مرتضیٰؑ اور عہد علی مرتضیٰؑ کے نہین تھے - بلکہ وہ مجریہ عہد خلافتون سابق کے تھے اور جناب امیرؑ کے عہد خلافت تک وہ برطرف نہین ہوئے تھے - اور اُن کی خبر بے شک علی مرتضیٰؑ کو تھی اور اُن کا بیان بے شک علی مرتضیٰؑ نے لیا اور وہ کتب سنی وشیعہ دونون مین منقول ہین - وہ خطبہ جناب امیرؑ نے صرف مجمع اپنے اہلبیتؑ اور خاص شیعون مین نہین فرمایا - بلکہ عام مجمع مین فرمایا ہے جس مجمع مین علی مرتضیٰؑ کے اہل بیت اور خاص شیعہ اُن کے گرد اُن کے تھے وہ مجمع ایسا تھا کہ جس مین وہ لوگ بھی شریک تھے کہ جو علی مرتضیٰؑ کو شروع سے مستحق خلافت جانتے تھے اور خلافت خلفائے ثلثہ کو بہ طیب خاطر خلیفہ ماننے والے نہین تھے اور وہ لوگ بھی تھے کہ جو خلافت خلفائے ثلثہ کو بہ طیب خاطر ماننے والے تھے اور اُنکے عندیہ مین خلفائے ثلثہ کی خلافت اور اُنکے احکام اور اُنکا عمل سب کچھ واجبی تھا یہانتک کہ سیرت شیخین پر عمل کا عہد لے کر حضرت عثمانؓ کو خلیفہ کیا تھا اور علی مرتضیٰ

نے اُس وقت بھی عمل سیرت شیخین سے انکار کر دیا تھا۔ جس کے سبب
سے اُسوقت اُنکو خلافت نہین ملی تھی۔ جن ظلمون اور جورونکا علی مرتضیٰؑ
نے ذکر فرمایا ہے اور جنکا وجود عہد خلافتون ماضیہ مین ہوا تھا۔ اُنکے
تدارک کا ضرور علی مرتضیٰؑ ارادہ رکھتے تھے۔ لیکن ہنگامہ پردازون
اور باغیون نے علی مرتضیٰؑ کو اتنی مہلت نہین دی کہ وہ اُن ظلمون اور
جور خلاف شرع کو رفع کر سکتے لیکن وہ ظلم اور جور فسق و فجور سے متعلق
تھے۔ اور جو شر و فساد ابتدا سے خلافت علی مرتضیٰؑ مین ہنگامہ سازون
نے برپا کیے اُنکا رفع کرنا مقدم تھا جبتک سیاست مدن کامل طور پر قائم
اور بغاوت و سرکشی فرو نہو جاوے تب تک انتظام تمدن کے مسائل
جن سے فسق و فجور رفع ہو جاری نہین کیے جا سکتے ہین۔ اور یہ امر خلاف
مصلحت تھا کہ ایسے لوگون کو جو مسلمان سلطنت کی طرف سے خلاف شرع
عمل سے مستفید ہو رہے تھے اور جو شریک لشکر علی مرتضیٰؑ ہو کے تھے اُنپر
انتظام تمدن کے مسائل فوراً جاری کر کے ناراضگی پھیلائی جاوے اُن
لوگون کو علانیہ دشمن بنا لینا خلاف اصول سیاست کے تھا۔ خود پیغمبرؐ
نے دفعۃً قوم کی بد اخلاقیون کو جو مخالف ملت ابراہیمؑ رائج ہو گئی تھین
دفعۃً دور نہین کیا اور مذہب اسلام کے کل مسائل دفعۃً بہ اندیشۂ بلوہ نافذ
نہین فرمائے جون جون قوت اسلام کی ہوتی گئی آہستہ آہستہ بد اخلاقی
کے رواج کو دور فرمانے کے لیے مصلحت آمیز احکام نافذ فرماتے رہے
اور رفتہ رفتہ اُسکی تعمیل ہوتی گئی اور بقدر وسعت تکلیف دی جاتی رہی
تاکہ قوم دفعۃً ناگواری کے احاطہ مین نہ گھر جاوے۔ مثلاً ممانعت شراب اور اصلاح
امر غلامی اور فسخ رواج کثرت ازواج اور بہت مثالین تاریخ اسلام مین موجود

ہین - یہان تک کہ خانۂ کعبہ کو ڈھا کر باندیشۂ قرب زمانہ کفر یا شرک یا جاہلیت قوم کے اسکو اس کی اصلی ہیئت پر بنا کر شرقاً غرباً دو دروازے نہ قائم کر سکے اور کبھی اپنے لشکر کے فراریون کو سزا نہ دی - اور جب اُنسے افعال ناروا متعلق امور سیاست مدن کے سرزد ہوتے تھے ہمیشہ درگذر فرمائی جسکی معافی کی خبرین قرآن مین موجود ہین - اور فرمایا کرتے تھے کہ دشمن کہین گے کہ محمد اپنے اصحاب کو قتل کرتا ہے ۔ منافقون کو پہچانتے تھے جنکا حکم مثل کفار کے تھا برابر اپنے ساتھ رکھا اور اُنپر جہاد نہ کیا منافقون اور مؤلفۃ القلوبون کے ساتھ وہی مُراعات اور برتاو کرتے تھے جو سچے مسلمانون کے ساتھ - جسمین یہ ہی مصلحت تھی کہ آہستہ آہستہ ایسے لوگ پکے مسلمان ہو جاوین گے - مصالح وقت پر نظر رکھنا ہمیشہ حکیم دانا کا کام ہوتا ہے - پیغمبر کے ایسے طریقہ عمل سے ہرگز کوئی یہ نہین سمجھ سکتا ہے کہ وہ ایسے لوگون کو اگر جدا کر دیا جاتا تو پیغمبری اور خلافت چھن جاتی۔

علی مرتضیٰ ع اس موقع پر جس کا ذکر اُن کے خطبہ مین ہے اُسی طریقہ پیغمبری پر چلے ہین جسکو اپنے فعل اور قول سے پیغمبر ص نے سنت بتایا تھا - علی مرتضیٰ ع ہی وہ نفس رسول ص تھا جو ہمیشہ قدم بہ قدم رسول ص کے چلا ہے - یہ خیال لوگون کا بالکل غلط ہے کہ علی مرتضیٰ ع کو حکمت عملی (پالسی) نہین آتی تھی مگر یہ سچ ہے کہ علی مرتضیٰ ع حکمت عملی ناروا کو پسند نہین کرتے تھے جس مین مکر و فریب بھرا ہوا ہو اور جس کو نادان لوگ بہ مصائب سمجھتے ہین حالانکہ تدبیر باصواب اور مکر و فریب مین وصف حمیدہ اور فعل رذیلہ کا فرق ہے جس کا امتیاز ہر کوئی عملاً نہین کر سکتا مگر عالم بنیک طینت

علی مرتضیٰ ع نے جسقدر امور فاسد کا بیان اس خطبہ مین فرمایا ہے

جو عہد خلفاے ثلثہ مین جاری اور رائج ہوئے تھے ۔ وہ امور ایسے نہین ہین کہ جو کتب شیعہ مین منقول ہوے ہین ۔ بلکہ بعینہ علی مرتضیٰ کا ایسا بیان زیادہ تفصیل سے خود کتب اہل سنت مین مذکور ہے ۔ اور پیشین گوئیون پیغمبر اور واقعات تاریخی سے اُن امور کی تصدیق بخوبی ہوتی ہے ۔ ایسی حالت مین کسی قسم کا اعتراض مصنف مخاطب کا صحت اُس بیان پر وارد نہین ہوسکتا ہے ۔ اور بغیر کسی کھٹکے کے اُس بیان کا قبول کرنا لازم ہے

مصنف مخاطب نے شاید یہ خیال کیا ہے کہ جیسے اُن کے یہان کے روایات وضعی کو علماے شیعہ کے اعتراضون پر علماء اہل سنت نے غلط اور مصنوعی ہونا قبول کر لیا ہے وہی صورت شیعون کے یہان بھی پیدا ہوگی ۔ لیکن یہ خیال اُن کا غلط ہے ۔ سچ کو کوئی جھوٹ نہین بنا سکتا ۔ اور جھوٹ کو سچ ۔ گو تھوڑے زمانہ کے لیے کوئی جھوٹ رونق پا جاوے جب علی مرتضیٰ نے اُن جاگیرون کو جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے حکم سے بعض قومون کے لیے مقرر کر دی تھین اُنکو قابل اجرا اور احکام جورکو قابل نسخ اور جو عورتین ناحق بعض مردون کے قبضہ مین تھین اُن کو قابل جدائی کے اور دفتر عطایا کو قابل محو اور جس طرح رسول اللہ سب کو برابر دیا کرتے تھے اُسی طرح داد و دہش کا لازمی ہونا اور بیت المال کو اغنیار کی دولت نہ بنانا اور قرآن کے مطابق عمل کرنا ظاہر فرما دیا اگرچہ باعتبار فوت حیثیت سیاست مدن کے تدارک اُن امور کا اسوقت خلاف مصلحت سمجھکر اُنکو دوسرے وقت پر موقوف رکھا ۔ تو علی مرتضیٰ ع بری الذمہ ہوگئے ۔ لیکن جو لوگ اُن مظالم مین مبتلا تھے اور اُنھون

نے ہدایت علی مرتضیٰ ع کے بموجب عمل نہ کیا۔ وہ خود اُن مظلموں میں گرفتار رہے۔ اس تمام حقیقت کے ظاہر ہونے سے بعد ہر کوئی اس امر کو قبول کریگا کہ اس خطبہ میں سے کوئی امر ایسا نہیں ہے کہ جس سے صحت مضمون خطبہ پر شبہہ ہو سکے۔

مصنف مخاطب نے یہاں تک جسقدر فقرات خطبۂ شقشقیہ پر بحث کی ہے یہ خیال کرتے ہیں کہ وہ ثابت کر چکے کہ شیعوں نے جو خطبۂ شقشقیہ کے ان فقرات کے معنی بتائے ہیں وہ غلط ہیں حالانکہ جو حقیقت ہم نے دکھائی اُس سے خود غلطی مصنف مخاطب کی واضح ہے اور وہ آئندہ فقرہ شقشقیہ کی طرف متوجہ ہوتے ہیں "ادی تراثی نہبا" دیکھتا ہوں میں اپنی میراث کو لوٹ۔ مصنف مخاطب اس فقرہ کی مراد یوں بیان کرتے ہیں کہ "جناب امیر ع فرماتے ہیں کہ مصیبت فراق رسول ص نے میری یہ حالت کر دی ہے کہ میں اپنے مال کی بھی پروا نہیں کر سکتا۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ میرا مال لٹ رہا ہے اور مجھ سے کچھ اُس کا انتظام نہیں ہو سکتا پس اس حالت میں خلافت کا کیا انتظام کر سکونگا"

مصنف مخاطب نے اس فقرہ پر اس قدر دور جا کر بحث شروع کی ہے کہ دیکھنے والے بھول سکتے ہیں کہ اس فقرے سے ماقبل کے فقرات کا کیا مضمون تھا اس لیے میں یاد دلاتا ہوں کہ علی مرتضیٰ ع نے اس خطبہ کو شکایت معاملہ خلافت اور اُسکے متصرف سے شروع کیا ہے اور بیان فرمایا ہے کہ اُس خلافت کے لباس کو بہ تکلیف پہن لیا گیا حالانکہ اُس کا محل مثل قطب کے میرا تھا۔ اور میں نے اُس پر صبر کیا اور میری حالت اُس وقت ایسی رہی کہ میری آنکھ میں کھٹک تھی اور میرا گلا گرفتہ ہو گیا تھا اور میں دیکھتا تھا

کہ میراث میری لٹ رہی ہے "۔

مصنف مخاطب اُس اذیت کو جو علی مرتضی ع سے بیان فرمائی ہے یہ ظاہر کرتے ہین کہ وہ اذیت علی مرتضی ع کو غم وفات رسول ص سے پہونچی تھی ۔ لیکن ہم دکھا چکے ہین کہ یہ حالت اذیت علی مرتضی ع کی بے محل خلافت پر تصرف سے ہوئی تھی جس سے خلل دین مین پیدا ہوا تھا - پیغمبر کی وفات کا یا اُن کی وفات سے صدمہ کا بیان اس خطبہ مین نہین ہے بلکہ جو کچھ بیان ہے وہ بیان اس نتیجہ کا ہے جو معاملۂ تصرف بے محل خلافت سے شروع ہوا یعنی پیغمبر کی وفات اور وصیت پر معاملۂ خلافت مین عمل نہونے سے پیدا ہوا اور جس سے اختلال دین مین لازم آیا ۔ اس سے اس فقرے کے معنی کہ مین دیکھتا تھا اپنی میراث کو لٹتا ہوا اسطرح نہین ہو سکتے جیسا کہ مصنف مخاطب بیان کرتے ہین کہ وہ مین دیکھ رہا ہون کہ مال میرا لٹ رہا ہے اور مجھ سے انتظام اُس کا کچھ نہین ہو سکتا اس حالت مین خلافت کا کیا انتظام کر سکونگا "۔ بلکہ اُسکے صاف معنی یہی ہین کہ خلافت بے محل منتقل ہو جانے سے علی مرتضی ع کو اذیت پہونچی اور وہ دیکھتے تھے کہ خلافت میراث اُنکی لٹ رہی ہو۔ شارح ابن ابی الحدید نے صاف لکھا ہے کہ میراث سے اشارہ خلافت سے ہے اور وہ مال موروثی ہوتا ہے - اور شیعہ شارحین نے بھی اس کو منصب خلافت قرار دیا ہے "۔

مصنف مخاطب فقرہ علی مرتضی ع مین جو ذکر میراث ہے اُس مین یہ تجدید مراد کرتے ہین کہ ابو طالب ع نے مکہ مین جو جائداد مثل شعب ابو طالب ع چھوڑی تھی اُسکو عقیل اور طالب نے بیچ ڈالا جناب امیر کو اُس مین سے کچھ نہ ملا "۔ اس ایجاد طبع مصنف مخاطب کی وہی مثال ہے

کہ جیسا کسی ایرانی سے مثلاً کسی موقع پر کہا ہے اگرچہ خشکہ با بیروزہ گندہ مزہ ندارد و اگر ایجاد بندہ ۔

مصنف مخاطب نے اس موقع پر کلام علی مرتضیٰ ع کی مراد ظاہر کرنے مین بالکل اٹکل سے کام لیا ہے ۔ حضرت ابو طالب ع کے صرف تین بیٹے تھے جعفرؑ جو بعد شہادت بہ لقب طیار مشہور ہوے اور عقیلؑ اور علی ع ۔ حضرت ابو طالب ع کے کوئی بیٹا مسمی بہ طالب نہین تھا مصنف مخاطب نے یہ خیال کیا کہ حضرت ابوطالب ع کی جو کنیت ابو طالب ع ہے کوئی بیٹا اُنکا طالب بھی ہوگا حالانکہ کسی کتاب مین کسی روایت معتبر سے یہ نہین پایا جاتا ہے کہ کوئی بیٹا اُن کا طالب تھا ۔ اور نہ کہی اُنکے بیٹے طالب کا کہین تاریخ اسلام مین ذکر ہے ۔ اور نہ کہین تاریخ اسلام مین طالب کی سلسلۂ اولاد کا مذکور ہوا ہے ۔ جیسا کہ جعفرؑ اور عقیل ع اور علی ع کا سلسلۂ اولاد کتب تصانیف اہل اسلام مین موجود ہے ۔ حضرت ابوطالب ع کی کنیت جو ابو طالب ع مشہور ہے عرب مین یہ رسم تھی کہ بعض خاص لوگون کی کنیت قبل اسکے کہ کچھ اُنکی اولاد ہو بچپن سے قرار دے لی جاتی تھی ۔ اور بعض کے باپ کے نام سے قرار پاتی تھی جیسے ابن فلان ۔ اور بعض کی بغیر نام فرزند اور باپ کے کسی اور بنا پر کنیت لوگ رکھ دیتے تھے جیسے ابو حنیفہ ۔

حضرت ابوطالب ع کی کنیت اُن کے زمانۂ ابتدا سے پیدائش مین قرار دی گئی ہے چنانچہ حضرت ابو طالب ع کے نام کی جہان تحقیق کی گئی ہے کہ اُنکا کیا نام تھا وہان یہ بھی کہا گیا ہے کہ اُنکی کنیت ہی اُنکا نام تھا[1] اور

[1] عمدۃ الطالب فی انساب آل ابی طالب ع مطبع جعفری لکھنؤ صفحہ ۵

اگرچہ اُن کے اور نام بھی مروی ہوئے ہین لیکن کسی ایک شخص کے متعدد نام رکھے جانے یا کسی کے متعدد ناموں سے خاص خاص موقعوں پر پکارے جانے سے یہ لازم نہین آتا ہے کہ اُنکا کوئی دوسرا نام سوائے کسی ایک نام کے نہو۔ ایسا ہوتا تھا کہ ایک نام باپ رکھتا تھا ایک نام مان رکھتی تھی ایک نام کوئی اور عزیز۔ اسکی بہت مثالین موجود ہین۔ جب حضرت ابوطالبؑ کے کسی بیٹے طالبؑ کا وجود نہین تو استدلال مین اس بات کے ظاہر کرنے کی عقیلؑ ابوطالبؑ ذی ابوطالب کی تمام جائداد کو بیچ ڈالا اہل نظر غور کرین کہ کیا وقعت ہو سکتی ہے۔ حضرت عبدالمطلب امیر قریش تھے جنکے بیٹے حضرت عبداللہ پدر پیغمبرؐ اور حضرت ابوطالبؑ پدر علی مرتضیٰؑ بطن فاطمہ بنت عمرو بن عابد سے تھے جن فاطمہؑ کا نسب اوپر اسی خاندان حضرت ہاشم سے ملتا ہے بعد حضرت عبدالمطلب کے حضرت ابوطالبؑ امیر قریش ہوئے۔ اور بعد حضرت ابوطالبؑ کے وہی امارت بذریعہ قرابت اور میراث کے حضرت محمدؐ کی طرف منتقل ہوئی اور اُسی امارت کے ساتھ امارتین شیوخ طوائف عرب منضم ہو گئیں جسکا نام خلافت رکھا گیا۔ حضرت عبدالمطلب اور حضرت عبداللہؑ اور حضرت ابوطالبؑ اور حضرت محمدؐ اور حضرت جعفرؑ اور حضرت عقیلؑ و حضرت علی مرتضیٰؑ کی سکونت مکہ مین اس شان سے رہی جب تک کر رہی۔ کہ اُنکے مکانات مین کوئی ایسی جدائی و علیحدگی نہین تھی کہ ایک دوسرے مکانون سے فاصلہ پر ہون چنانچہ پہلے وہ مکانات شعب بنی ہاشم کے نام سے مشہور تھے اور اہل سیر نے لکھا ہو کہ پیغمبرؐ مکہ مین ایک گھر مین طالبہائے شعب بنی ہاشم مین پیدا ہوئی اور سوائے حق امارت کے جو امیر وقت کو حاصل ہوتا ہے (خواہ وہ حضرت عبدالمطلب ہون خواہ حضرت ابوطالبؑ ہا

مکہ مین کچھ جگہ خاص مین امیر اور اُنکے اولاد سکونت رکھتی تھی - مگر یہ جاے سکونت
اُسی زمانہ مین کوئی عمارت عالیشان نہین رکھتی تھی جیسا کہ بعد وفات پیغمبرم
جب سلطنت دوسرے خاندانون مین گئی - اور بالخصوص عہد حضرت عثمانؓ
خلیفہ سوم مین محلات عائشہ وناکہ تیار کراکے پادشاہت کی شان دکھائی گئی
اور خلفاے بنی امیہ وبنی عباس کے زمانے کی عمارتین پادشاہی یادگار زمانہ
رہین بہرحال وہ جگہ سکونت عبدالمطلب اور ابوطالب کی جیسے تھی اُس کا
نشان اب تک دیا جاتا ہے کہ یہان بود و باش رکھتے تھے اور اہل مکہ بتاتے
ہین پیغمبرؐ اس جگہ پیدا ہوے تھے - جس سے اس کا اندازہ اب بھی ہوجاتا
ہے کہ اُس جگہ کس قیمت اور مالیت کے مکان اُس زمانے کی رسم کے
بموجب ہو سکتے ہین -

مصنف مخاطب نے بھتان کے طور پر ابوطالب ع کی جائداد کو
ظاہر کیا ہے وہ کہ میراث سے وہ جائداد مراد ہے جو ابوطالب نے مکہ
مین چھوڑی تھی جیسے شعب ابی طالب ع وغیرہ" جس سے یہ معلوم ہوتا ہے
کہ حضرت ابوطالب ع کی بہت سی جائدادین تھین اور منجملہ اُن کے ایک
شعب ابی طالب ع بھی تھا - حالانکہ سوائے حق امارت مکہ اور قوم قریش کی
جسکی رو سے امیر مکہ اور قریش کو حق تصرف تھا - جس زمین پر چاہے اپنی
ذات کے لیے تصرف کرے - لیکن جاے سکونت بجز شعب ابی طالب ع
کے اور کوئی مکان نہین تھا اور نہ ذاتی تصرفات کے لیے کوئی اور جائداد
تھی - اور جاے سکونت یا مکان سکونت - اور شعب ابوطالب ایک چیز
تھی - کتاب لغت مجمع البحرین مین لکھا ہے کہ وہ شعب ابی طالب ع مکہ مین تھا
اور وہ مکان مولد نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہے - چنانچہ اسے بھی

اسی مقام کو اہل مکہ نشان مولد نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دیتے ہیں الخ
پس اسی جگہ مکان یا مقام سکونت حضرت ابو طالب ع اور حضرت عبداللہ ع
کا تھا۔ شعب ابی طالب درحقیقت یوں کہ اس سبب سے مشہور ہوا کہ
شعب لغت میں قبیلہ کو کہتے ہیں کہ جو بزرگ ہو اور پھر اس سے کچھ حصہ
جدا ہو اور پھر کچھ زندگی بسر کرنے والوں کو پھر بطن کو پھر ان کو شگاف
اور درز کو بناہیں سے خاص نسل اور شاخ مقصود ہے۔ جب کفار قریش
نے حضرت محمد ص کو اذیت پہونچانا شروع کیا اور انکے قتل پر تیار ہوئے
تب حضرت ابو طالب ع نے اسی مکان سکونت کے حصہ میں حضرت محمد ص
اور اپنے خاندان کو محفوظ رہنے کے لیے رکھا اور اسی جگہ شعب یعنے
خاندان ابو طالب ع محصور ہو گیا تھا۔ اور کفار نے بنی ہاشم سے خرید و فروخت
و مناکحت کی ممانعت کر دی تھی۔ یہ وہی نصہ ہے کہ جب کفار قریش سخت
اذیت پیغمبر خدا کو پہونچانے اور ان کے قتل پر آمادہ ہو گئے تھے۔
اور حضرت ابو طالب ع نے اپنے شعب یعنی کنبہ کی حفاظت اسی جگہ پر
کی تھی اس لیے یہ مکان اور مقام شعب ابی طالب ع کے نام سے مشہور
اور معروف ہو گیا اور یہ ایک معمولی بات ہے کہ کسی خاص واقعہ اور وجہ کے
باعث کوئی مکان اور مقام معروف اور مشہور ہو جاتا ہے۔ پس شعب ابو طالب
کے یہ معنے ہیں کہ وہ ابو طالب ع کے کنبہ کے محصور ہو کر رہنے کی جگہ اور
مکان ہے۔ وہ کوئی جائے سکونت قدیم سے علیحدہ چیز نہیں تھی۔ بعد
وفات حضرت ابو طالب ع کے جعفر بن ابی طالب ع ہجرت اولی میں حبشہ
کو سردار مہاجرین ہو کر چلے گئے اور پھر حضرت پیغمبر ص اور علی مرتضیٰ ع نے
بھی ہجرت کر کے مدینہ میں توطن اختیار کیا مگر اہل سیر متفق ہیں کہ پیغمبر ص نے

اُس گھر کو جس مین وہ پیدا ہوے تھے اور جو بذریعہ ارث کے اُنھین پہونچا وہ عقیل بن ابی طالب ؑ کو بخشدیا اور فرزندان عقیل ؑ نے بعد وفات اپنے باپ کے اُس گھر کو محمد بن یوسف کے ہاتھہ کہ بھائی حجاج یوسف ثقفی کا ہے بیچ ڈالا اور اُس نے خانہ مولد آن جناب کو داخل قصر اپنے کے کر لیا ۔ جب دولت بنی امیہ کی گذر گئی تو ماں ہارون الرشید طواف بیت اللہ کے لیے آئین اور اُس گھر کو اُس قصر سے جدا کر کے ایک مسجد بنوا دی (دیکھو تاریخ خمیس جلد اول صفحہ ۱۹۸ چھاپ مصر و روضۃ الصفا جلد دوم صفحہ ۹ چھاپ بمبئی ۱۲۷۱ء) ۔ مکان اور جائے سکونت پیغمبر ؐ کا تاریخ اسلام مین پتہ چلتا ہے کہ وہ عقیل ؑ کو بخش گئے تھے لیکن ابو طالب ؑ اور حضرت جعفر ؑ اور علی مرتضیٰ ؑ کے مکان سکونت کا خاصتہ کچھ پتہ نہین چلتا کہ وہ حق اُنکا کیا ہوا اور کہان گیا ۔

تاریخ مکہ تالیف ابی الولید محمد بن عبد اللہ بن احمد ارزقی چھاپ لندن صفحہ ۴۴۶ مین یہ مذکور ہے کہ وہ جب عبد المطلب بصرہ کو گئے ہین تب اپنی حیات مین اپنے حق کو درمیان اپنی اولاد کے تقسیم کر گئے ۔ اور اُنکے حوالہ کر دیا اور اسیطرح نبی صلعم کو حق اپنے باپ عبد اللہ ؑ کا ملا ہے لیکن اس تقسیم مین تشریح نہین ہی کہ حضرت ابو طالب ؑ کو جدا اور حضرت محمد ؐ کو جدا حق دیے ۔ البتہ وہ تقسیم میان دوسری اولاد حضرت عبد المطلب ؑ کے تہی حضرت عبد اللہ ؑ اور حضرت ابو طالب ؑ ایک بطن سے تھے اسلیے اُنکے حقوق مین معلوم ہوتا ہی کہ حضرت عبد المطلب نے کوئی جدائی نہین کی اور بعد حضرت عبد المطلب کی امیر مکہ اور قریش کی حضرت ابو طالب ؑ ہوئے اسلیے کل مکانات خاص اپنے خاندان پر اُنکی حفاظت و مقابضت ہی ۔ جب حضرت ابو طالب ؑ کا انتقال ہوا تو رواج خاندان کے بموجب حضرت محمد ؐ امیر قریش و مکہ قرار پائے اور اُس امارت کے سبب سے کل مکانات مشترکہ پر حق قبضہ اور اختیار حضرت محمد ؐ کو رہا ۔ اور اُسی منصب امارت کے سبب سے پیغمبر ؐ نے کل وہ مکانات جو حضرت ابو طالب ؑ

کے قبضہ مین تھے عقیل کو بخشدیے ہین - اور اسی وجہ سے کسی خاص حق حضرت
جعفر اور علی مرتضی ؑ کا تاریخ اسلام مین ذکر نہین ہی کہ انکی مکان مانگا گیا ہو تو یہ بہی کہا جا سکتا ہے کہ جعفر اور علی ؑ نے
مکان سکونت مکہ کو ترک کردیا - اور حضرت عقیل مکہ مین اُسی مکان اور
جاے سکونت قدیم مین سکونت گزین رہے - اور جب کوئی اپنا حق ترک
کردیتا ہے اور اپنے خاندان کے باقیماندہ کے قبضہ مین دیدیتا ہے
تو اُسی باقیماندہ کو حق قبضہ اُس حق متروکہ پر ہو جاتا ہے - یہ وہی مسئلہ
ابراء ہے - جو فقہ مذہب اسلام مین ہمیشہ قرار اور مسلم رہا ہے - حضرت
محمد ؐ کا مکانات مقبوضہ حضرت ابو طالب ؑ عقیل کو بخش گئے تھے خواہ
وقت ہجرت کے حضرت جعفر و علی مرتضی ؑ اپنا حق سکونت ذاتی اُسی مکان
اور مقام مکہ سے ترک کرکے عقیل بن ابی طالب ؑ کو دے گئے تھے -
لیکن اُسی زمانہ ہجرت مین حضرت محمد ؐ بجاے حضرت ابو طالب ؑ کے امیر
مکہ اور قریش کے تھے اُس امارت کو حضرت محمد ؐ نے ترک نہین کیا تھا
اور تبدیل مقام سے ترک حق امارت لازم آتا ہے - امیر کو اختیار ہوتا ہے
کہ بنظر مصلحت وقت اور ضرورت زمانہ کے دار الامارت جہان چاہے
قرار دے - حضرت محمد ؐ نے جسوقت کہ ہجرت فرمائی ہے اُس وقت وہ
ایسی حالت سے نہین نکلے ہین کہ صرف امیر مکہ اور قریش کے تھے بلکہ وہ
اُس ارادہ اور خیال سعی کو ساتھ لیکر نکلے ہین کہ تبلیغ رسالت اور اجراے
مذہب اسلام کو تمام اور کامل کرین جس کا نتیجہ لازمی وسعت اُسی امارت
مکہ اور قریش کا تھا اور جس کے سبب سے وہ دوسرے موقعون اور
ملکون کے پادشاہ اور خلیفہ ہو جاوین - چنانچہ حضرت محمد ؐ جب بوقت
فتح مکہ کے مکہ مین داخل ہوے ہین تو اُنکی یہ بھی شان تہی کہ وہ رسول ؐ

اور خلیفۃ اللہ۔ اور تمام روے زمین کی بادشاہت کا حق رکھنے والے تھے
اسی کے ساتھ یہ امر بھی یقینی پیدا ہوتا ہے کہ جس وراثت اور مراتب خاندانی
کی وجہ سے حضرت محمدؐ امیر مکہ اور قریش کے مسلم ہوے تھے اور جس
امارت کے ساتھ دوسری قومون اور ملک کی امیری اور خلافت منضم ہوگئی
تھی۔ بعد وفات حضرت محمدؐ کے سواے علی مرتضیٰ ع کے اُس امارت
اور خلافت کا جو حضرت محمدؐ کے قبضہ مین تھی اور کوئی قابلیت و استحقاق
بذریعہ وراثت اور قرابت کے نہین رکھتا تھا اور علی مرتضیٰ ع کی ہی وہ
امارت اور خلافت میراث تہی جو غیر مستحقین نے یکے بعد دیگرے لوٹ لی۔

اب اہل نظر غور سے دیکھین کہ علی مرتضیٰ ع نے جو بعد وفات پیغمبرؐ
خطبہ شقشقیہ مین فرمایا ہے "کہ مین دیکھتا تھا اپنی میراث کی لوٹ" تو وہ
اُس مکان اور حق سکونت سے مراد ہو سکتی ہے جو حضرت ابو طالب ع نے
مکہ مین چھوڑی تھے۔ اور حضرت محمدؐ یا علی مرتضیٰ ع نے وقت ہجرت
مکہ سے اُسکو قبضہ عقیل بن ابی طالب مین چھوڑ دیا تھا؟ یا اُس خلافت
اور امارت سے مراد ہو سکتی ہے جو حضرت محمدؐ نے بعد وفات اپنے چھوڑا
تھا اور جسکو اُنھون نے بعد حضرت ابو طالب ع کے امارت مکہ اور قریش پاکر
وسعت دی تھی۔ اور جو غیر مستحقین کے قبضہ مین بے محل چلی گئی تھی؟
علی مرتضیٰ ع کی نسبت کسی طرح سمجھ مین نہین آسکتا کہ وہ ایک ایسے بے حقیقت اور
ایسی بے سود حق سکونت مکہ کو جس کو خود حضرت محمدؐ یا علی ع ترک کرکے
عقیل اپنے بھائی کے قبضہ مین دے آے تھے اُسکی شکایت بعد وفات
رسولؐ مجمع امت رسولؐ مین کرین۔ اُسوقت جبکہ معاملہ خلافت کا
ذکر کرتے ہون۔ اُنکو جو کچھ شکایت ہو سکتی تھی وہ امر امارت اور خلافت

سے متعلق ہو سکتی تھی جو بہتم بالشان تھی اور جس مین وہ بوجہ قرابت اور وراثت کے حق رکھتے تھے اور جس کے بے محل منتقل ہو جانے سے سخت اندیشہ خرابی دین اسلام کا تھا اور جس حق کو اُنھون نے عمداً کبھی ترک نہین کیا تھا ۔

عقیل بن ابی طالب ع اُس مکان اور مقام پر جو مکہ مین تھا اور جسکو حضرت محمد م اور علی مرتضی ع نے قبضہ عقیل بن ابی طالب ع مین چھوڑ دیا تھا اُس وقت تک قابض رہے جبکہ وہ کفار مکہ کے ساتھ ہو کر جنگ بدر مین آئے اور گرفتار ہونے کے بعد اسلام قبول کیا ۔

اب ہم کو مصنف مخاطب کے ہم خیال یہ بتائین کہ حضرت عقیل نے جائداد مکہ کو اپنے مسلمان ہونے سے پہلے اور جنگ بدر مین آنے سے قبل بیچ ڈالا تھا یا اُس کے بعد جبکہ وہ مدینہ مین رہ پڑے ہے ۔ اگر وہ لبعد بیچ ڈالنے جائداد کے مکہ سے آئے تو اُسوقت علی مرتضی ع نے اُنسے مواخذہ کیون نہین کیا اور اُسی وقت کیون نہین فرمایا کہ مین اپنی میراث لٹتی ہوئی دیکھ رہا ہون ۔ اُسوقت عقیل سے مواخذہ نہ کرنا یا میراث کے لٹ جانے کا ذکر نہ کرنا صریح اس امر کو ظاہر کرتا ہے کہ عقیل نے کوئی بیجا تصرف جائداد حضرت ابو طالب ع پر اُسوقت تک نہین کیا تھا اور جو کچھ تصرف عقیل کا اُس جائداد پر تھا وہ خلاف مرضی علی مرتضی ع کے نہین تھا ۔ جب عقیل جنگ بدر مین گرفتار ہونے کے بعد مسلمان ہو کر مدینے مین سکونت گزین ہوے تو پھر اُنکو مکہ والی جائداد پر خلاف مرضی علی مرتضی ع کے بیچ ڈالنے یا تصرف بیجا کرنے کا موقع ہی نہین ہو سکتا ۔ ان تمام امور پر غور کرنے سے صاف ظاہر ہو جاتا ہے ۔ کہ بعد وفات رسول م جبکہ خلافت اور سلطنت بے محل

غیرمستحقین کے قبضہ مین چلی گئی یہ فرمانا علی مرتضی ع کا خطبہ شقشقیہ مین (کہ جبکہ وہ امر خلافت کے متعلق ذکر کر رہے ہین کہ کس نے اُسکا پیرہن بتکلف پہن لیا) مین دیکھہ رہا ہون کہ میری میراث لٹ رہی ہے خلافت اور سلطنت کی نسبت ہوسکتا ہے - جائداد مکہ والی کی نسبت جو تصرف مین عقیل ابن ابی طالب ع کے آئی تھی کسی طرح مراد نہین ہوسکتی -

علماے شیعہ اُس فقرہ علی مرتضی ع کی مین دیکھہ رہا ہون اپنی میراث کی لوٹ تفسیر مین ہرگز مذبذب نہین ہوے ہین - علماے شیعہ مین ہر زمانہ مین اجتہاد تازہ رہتا ہے ایک عالم دوسرے کی تقلید نہین کرتا ہے گو اپنے اجتہاد مین توافق ہوجاے -

اس فقرۂ علی مرتضی ع کی شرح مین علماے شیعہ نے برابر یہ کہا ہے کہ مراد[۵] میراث کے لٹنے سے منصب خلافت ہے - اور لفظ ارث صادق آتا ہے جیسے کہ صادق آیا ہے اُس قول خداے تعالے مین جہان حکایت زکریا ع کی بیان کی گئی یرثنی ویرث من آل یعقوب کہ میراث پاوے میری اور میراث پاوے آل یعقوب ع کی - اور جس مین مراد میراث علمی اور منصب کی نبوت مین ہے - ایسے ہی ارشاد علی مرتضی ع مین میراث سے مراد منصب خلافت اور نیابت رسول ص پر صادق آتی ہے -

بعض علماء نے بیشک یہ بھی زیادہ کیا ہے کہ میراث سے وہ چیز مراد ہے کہ جو پیغمبر ص نے اپنے پیچھے اپنی اولاد کے لیے چھوڑا ہے جیسے کہ فدک اور میراث اُس پر اس لیے صادق آتی ہے کہ مال زوجہ کا حکم مال شوہر مین ہوتا ہے اور غارت سے اشارہ ہے طرف منع خلفاء ثلثہ کے

[۵] شارح میثم و ترجمہ ملا فتح اللہ -

علماء شیعہ کا اس تفسیر مین کچھ تذبذب نہین ہے کل علماء میراث کا اطلاق اُس چیز پر کرتے ہین کہ جو پیغمبر نے اپنے پیچھے چھوڑ دی - اکثر علماء اُس میراث کے اطلاق کو مطلق منصب خلافت پر محدود کرتے ہین اور بعض علما اُس میراث مین فدک کو بھی شامل کرتے ہین -

مصنف مخاطب یہ بھی کہتے ہین وہ کہ خلافت پر میراث کا لفظ صادق نہین آتا کہ خلافت کوئی مال نہین ہے جسمین میراث جاری ہو نہ جناب امیر ع شرعاً رسول م کے وارث تھے ۱۲

ارث اور میراث کے معنے ہین اصل اور امر قدیم پر کسی کا قائم ہونا اور اُس اصل اور امر قدیم کا اول سے دوسرے کو پہونچنا -

خلافت کے معنے ہین بجاے کسی کے ہونا کسی کار مین - اور وہ ایک منصب ہوتا ہے اور وہ منصب ایک حق ہے - پس لازم آتا ہے کہ خلافت ایک حق ہے - خواہ وہ خلافت علمی اور منصب فی النبوۃ یعنے نیابت رسول ص ہو خواہ فی الارض ہو جس کو سلطنت اور بادشاہت کہتے ہین - لیکن استحقاق خلافت اُس کسی کو پہونچتا ہے جو اوصاف قابلیت اُس حق خلافت کے رکھتا ہو اور وہ اوصاف وہی ہین جو قرآن اور حدیث اور تمام ملک وانسانون مین مسلم ہو چکے ہین اور مسلم ہوتے چلے آتے ہین اور جنکو ہم جابجا اپنے رسالجات روشنی اور النظر السوی فی سیرۃ الفاروقی مین لکھ چکے ہین - اور جب کوئی جبا مین وہ اوصاف قابلیت موجود ہون اُس اصل اور امر قدیم پر قائم ہوجاتا ہے اور وہ امر اصل اور قدیم اول سے دوسرے کو پہونچتا ہے تو اُس پر ارث اور میراث کا لفظ صادق آتا ہے جیسا کہ آیت ہے یرثنی ویرث من آل یعقوب ۔ مین یہ قاعدہ میراث کا نہایت قدیم سے ہے خدا اس قاعدۂ میراث

کو زبور مین بتا چکا ہے۔ جس کی خبر قرآن مین دیتا ہے ۱۲ پارہ ۵ - ۱۷ سورہ انبیاء رکوع ۷۔ لقد کتبنا فی الزبور من بعد الذکر ان الارض یرثہا عبادی الصالحون۔ ان فی ھذا لبلاغا لقوم عابدین ۴
ہر آئینہ لکھدیا ہم نے زبور مین بعد ذکر کے یہ کہ بیشک زمین میراث پاتے ہین میرے بندہ صالح۔ بے شک اس مین پہونچتا ہے واسطے گروہ عبادت کرنے والون کے ۵ جس کی صاف مراد یہ ہے کہ خدا کے بندۂ صالح زمین کے وارث ہوتے ہین اور زمین کے وارث ہونے سے یہ مراد ہے کہ زمین پر جو کچھ مخلوق ہے۔ اور جو کچھ اُس سے تمتع ہو سکتا ہے اُس کے انتظام سے اور جو کچھ زمین پر فساد ہو اُسکی اصلاح کے مستحق ہین مگر وہی لوگ جو خدا کے بندۂ صالح ہین اور یہ انتظام اور اصلاح اُسی گروہ کو پہونچنے کے قابل قرار پایا ہے۔ جو خدا کی عبادت کرنے والا ہو یہی انتظام اور اصلاح زمین کی درحقیقت حق خلافت ہے لیکن یہ حق خلافت اُس طور سے نہین پہونچتا ہے جس طور سے کہ مال کسی ایک انسان کا قریب کسی جزو بدن کو پہونچتا ہے — بلکہ حق خلافت ایک بندۂ صالح اور عابد کے بعد دوسرے بندہ صالح اور عابد کو پہونچتا ہے اور اُسی حق کے پہونچنے کو میراث کہتے ہین۔ جیسا کہ آیت قرآنی سے ظاہر ہے۔ پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم منجانب خدا خلیفہ فی الارض تھے تبلیغ رسالت کے لیے اور اصلاح انسان و ہر ملک کے لیے کہ جو بادشاہ دو عالم اور سرور کائنات تھے اور اسی قاعدہ کی بموجب بعد حضرت ابوطالب ؑ کے منصب امارت اور قوم قریش اُنکو ملی تھی اور اسی قاعدہ کے بموجب جو اُن کے خاندان مین چلا آتا تھا وہ امیر مکہ اور قوم قریش کے سمجھے گئے تھے اور اصل یہ امر قدیم

پر قائم ہوئے اور وہ اصل اور امر قدیم اول سے اُن دوسرون کو پہونچا اور اسی قاعدہ کے بموجب وہ وارث فی الارض ہوئے تھے بعد اُنکے وہ وہ خلافت خواہ بحیثیت نیابت رسول ص کے ہو خواہ بحیثیت امارت و سلطنت کے ہو میراث اُسی شخص کی ہو سکتی ہے کہ جو صالح اور گروہ عابدون سے ہو۔

علی مرتضی ع مین وہ تمام اوصاف منقولی و معقولی بدرجہ اکمل موجود تھے۔ جس کی روسے وہ مستحق منصب خلافت کے تھے اور وہ خلافت بعد رسول ص کے اُنہین کی میراث تھے۔ اُن تمام اوصاف کو ہم جابجا ظاہر کرتے چلے آئے ہین جنکے اعادہ کی اسوقت ضرورت نہین ہے۔ صرف اس موقع پر اسقدر کہنا کافی ہے کہ خدا نے قرآن مین اُن کو صالح المومنین کے لقب سے پکارا ہے۔ اور ایک سے زیادہ مقام پر اُنکو رکوع و سجدہ کرنے والون مین یاد کیا ہے اور اُن کے ابتغاء مرضات اللہ کو قبول فرمایا ہے۔ جس کا مشہور ذکر آیت قرآنی مین ہے۔ یہ امر کہ خلافت ایک حق ہے اور ایسی چیز ہے کہ میراث کا لفظ اُس پر صادق آتا ہے۔ اور جناب امیر ع رسول ص کے وارث تھے جو کچھ مین نے بیان کیا ہے وہ صریح قرآن مین موجود ہے اور جو مسئلہ کہ قرآن مین موجود ہو وہ شرعی ہے۔

مصنف مخاطب کے مؤید جو کوئی ہون وہ دیکھ لین کہ قرآن سے خلافت پر میراث کا لفظ صادق ہے یا نہین ۞ اور خلافت کوئی ایسی چیز ہے یا نہین جس مین اُسی قاعدہ کے بموجب جو قرآن مین بتایا گیا ہے۔ یعنی صالحین کا وارث ارض ہونا اور گروہ عابدین کو اُس کا پہونچنا میراث جاری ہوتی ہے یا نہین اور جناب امیر علیہ السلام رسول کے وارث تھے یا نہین ۞ جبکہ امر خلافت کی میراث کا صالح اول کے بعد دوسرا صالح وارث ہوگا۔

اب مین عام اصول میراث بھی کہ کسکو کسکی میراث پہونچتی ہی اور کس چیز مین میراث ہوتی ہی۔ دکھانا چاہتا ہون جس نظر سے کہ مصنف مخاطب اعتراض کرتے ہین کہ خلافت کوئی مال نہین تھا۔ جسمین میراث جاری ہو تو جناب امیر ؑ شرعًا رسول ؐ کے وارث تھے " عام حقوق اور مال اور عام لوگون کے لیے اصول اور مقدار حصہ خدا قرآن مین یون فرماتا ہے۔

للرجال نصيب مما ترك الوالدان والاقربون وللنساء نصيب مما ترك الوالدان والاقربون مما قل منه او كثر نصيبا مفروضا۔ واسطے مردون کے ہی کوئی حصہ اُس چیز سے جو چھوڑین والدین اور قریب تر۔ اور واسطے عورتون کے ہی کوئی حصہ اُس چیز سے کہ چھوڑین والدین اور نزدیک تر۔ تھوڑا ہو اُسے یا بہت حصہ فرض کیا گیا " اس اصول ہو پہنچنے میراث کے بیان سے بعد خدا تعین حصہ کا اس طرح حکم دیتا ہے " یوصیکم اللہ فی اولادکم۔ الی اخرہٖ پند کرتا ہے تمکو اللہ تمہاری اولاد مین کہ واسطے مذکر کے ہی مثل حصہ دو مؤنث کی پس اگر ہون عورتین دو سے اوپر پس واسطے اُسکے ہے دو تہائی جو کچھ کہ چھوڑا ہو اور اگر ہو وی ایک پس واسطے اُسکی آدہا ہی اور واسطے ماں باپ اُسکے ہر ایک کے لیے اُن دونون مین سے چھٹا ہے جو کچھ کہ چھوڑا ہو اگر ہو اُس کے واسطے فرزند۔ اور اگر نہ ہو اُس کے واسطے فرزند اور میراث پاوین اُس کے ماں باپ اُس کے پس واسطے ماں اُسکی کے تہائی ہے۔ پس اگر ہون واسطے اُس کے بھائی۔ پس واسطے ماں اُس کی کے چھٹا ہے۔ بعد ایسی وصیت کے کہ وصیت کرتے ہین اُس کی یا کوئی دین ہو " اس کے بعد زوج اور زوجہ کا حصہ اور میراث

کالہ کا قیاس نہ ہے ۔ جس کی تفصیل کرنے کے لکھنے کی اس موقع پر مجھکو ضرورت نہیں ہے ۔

اگر چہ حق خلافت کے متعلق مسئلہ میراث خاص قرآن میں بتایا گیا ہے اور جب خاص مسئلہ بیان ہو تو عام مسئلہ سے استثنا لازم آویگا لیکن اگر مسئلہ میراث حق خلافت عام مسئلہ میراث سے مستثنیٰ نہ سمجھا جاوے تو اُس عام مسئلہ میراث میں حضرت نبیؐ داخل سمجھے جاوینگے اس لیے کہ وہ اُس مسئلہ کے بیان میں مستثنیٰ نہیں کیے گئے اور ان لوگوں میں شامل رہینگے جنکی میراث کے لیے بیان ہے یعنے والدان اور اقربون میں اور ضمیر ہو جیسکو میں اور ہمیشہ نبی ہم ان احکام قرآن میں شامل سمجھا جاتا ہے جو مومنین اور مسلمانون کے لیے نازل ہوے ہیں سوا اُس کے کہ جو احکام خاص نبی کے لیے صادر ہو کر نبی عام احکام سے مستثنیٰ کیا گیا ہو ۔ پس عام مسئلہ میراث میں نبیؐ اور حق خلافت شامل سمجھا جاویگا ۔ کہ اُس عام مسئلہ میراث میں یہ بیان ہے ۔ کہ جو کچھ چھوڑین والدین اور نزدیک تر لوگ اُسمین میراث پہونچیگی ۔ اور یہ امر ظاہر ہے کہ خلافت فی الارض جسکو سلطنت اور بادشاہت شامل ہے ایک حق ہے پس حق خلافت ایک ایسی دولت ہے (بادشاہت کو عرف عام میں دولت کہتے ہیں) جس میں میراث جاری ہوگی ۔ اور برابر بادشاہت میں فرزند اور قرابت دار کا بذریعہ ارث کے لحاظ رہتا ہے گو بعض جانشینو میں دوسرے مسئلہ متعلق امر خلافت پر لحاظ کیا جاتا ہے ۔ بعد وفات کے حضرت محمد صلعم نے جو خلافت فی الارض چھوڑی وہ بموجب بیان قرآنی کے ایسی تھی کہ جس میں میراث جاری ہو ۔ اور اُسکا حق میراث حضرت

فاطمہ زہرا ع کو بنت ہونے کی وجہ سے اور حضرت فاطمہ ع کے سوا بجز حضرت کا جزو بدن ہونے کے کوئی اور ایسا نہیں تھا کہ جس کے حضرت محمد ص قریب تر ہوں اس سبب سے کل حق خلافت میراث حضرت فاطمہ ع کا تھا۔ تاریخ اسلام پر نظر ڈالنے سے یہ امر ظاہر ہوتا ہے کہ عصبہ کے حقدار ہونے کا مسئلہ زمانہ خلافت خلفاے بنی عباس میں پیدا کیا گیا ہے تاکہ حضرت عباس چچا حضرت محمد ص کے ذریعہ سے خلفاے بنی عباس کا خلافت میں حق شرعی قائم ہو جاوے۔ ورنہ قرآن کے بموجب جبکہ متوفی کے فرزند جیسے پسر یا دختر موجود ہو عصبات کا کوئی حق نہیں ہے نہ انکا جبکہ فرزند موجود ہو کوئی حصہ معین کیا گیا ہے اور اسی وجہ سے عصبات کا حق جبکہ متوفی کے فرزند ہو پسر ہو یا دختر قرار دینا خلاف قرآن ہے۔ اور نہ متوفی کے فرزند ہونے کی حالت میں پسر ہو یا دختر عہد رسول ص سے لیکر شروع زمانہ خلافت بنی عباس تک خود اہلسنت کے بیان کسی روایت صحیح کی رو سے کوئی نظیر ایسی ملتی ہے کہ عصبات کو حق و حصہ ملا ہو۔ اور ائمہ اہلبیت برابر یہ مسئلہ ارشاد فرماتے رہے ہیں کہ بحالت موجود ہونے دختر کے عصبہ کو کچھ حصہ نہیں مل سکتا۔

علماے اہل سنت عہد خلافت بنی عباس میں خلاف قرآن مسئلہ حق عصوبت قرار دینے میں سخت دشواری میں مبتلا ہوئے ہیں کہ حق عصوبت کس درجہ اور کس پشت تک قرار دیا جاوے۔ جبکہ بظاہر ایسے لوگ نہوں کہ جنکا علم ہو کہ وہ کس متوفی کے عصبہ ہیں۔ تو تمام مسلمان عصبہ ہو سکتے ہیں ہرگاہ کہ اوپر کو سلسلہ حضرت آدم تک پہونچایا جاوے اور اسی دشواری نے اسقدر تک پشتوں میں حق عصوبت قرار دلوایا کہ اول خلیفہ بنی عباس

سے حضرت عباس چچا حضرت محمدؐ تک جس قدر پشتین گذری تھین۔ اور جس کا حق قرار دینے کے لیے مسئلۂ حق عصوبت ایجاد کیا گیا تھا۔

بہرحال عصبات کے حقدار ہونے مین اختلاف ہے اور حضرت فاطمہؑ کے حقدار میراث ہونے مین اپنے باپ کے مسئلہ عامہ میراث کی رو سے کچھ اختلاف نہین ہوسکتا۔ اور اس سے بھی کوئی انکار نہین کرسکتا کہ حضرت فاطمہؑ زوجہ علی مرتضیٰؑ تھین۔ اور حضانت زوجہ کی شوہر پر لازم ہے اس لیے حضرت فاطمہؑ علی مرتضیٰؑ کی حضانت مین تھین اور حسنین علیہما السلام فرزند فاطمہؑ اور ابناے رسول اللہ جو بعد حضرت فاطمہؑ کے میراث ام وجد پانیوالے تھے صغیر تھے کہ جو قطعی زیر حفاظت علی مرتضیٰؑ کے تھے اور علی مرتضیٰؑ اُن کے ولی تھے۔ اور اس سے بھی کوئی انکار نہین کرسکتا کہ حضرت محمدؐ نے علی مرتضیٰؑ کو وصی مقرر کیا تھا اور وہ وصایت کم سے کم حفاظت حضرت فاطمہؑ اور حسنینؑ اور اونکے حقوق کے لیے تھی کہ جو اُنکو پیغمبرؐ کی طرف سے[51] اور بعد پیغمبرؐ بذریعہ میراث کے[52] پہونچی تھی اور پہونچنے والی تھی۔ قرآن مین مسئلہ میراث کے تئا بتایا گیا ہے کہ وصیۃ اور دین میراث کے جاری ہونے پر مقدم ہے اور اس بنا پر علی مرتضیٰؑ کو استحقاق قبضہ کا بذریعہ وصیت کے بجاے فاطمہؑ اور حسنینؑ ورثاے حضرت محمدؐ کے ہر قسم کی میراث حضرت محمدؐ پر حاصل تھا اور بذریعہ وصیت کے علی مرتضیٰؑ قائم مقام ورثاے حضرت محمدؐ بلکہ مقدم ورثا سے تھے۔

سلہ۵۱ خمس اور دیگر جائداد سے مثل فدک کے مراد ہے۔ اڈیٹر۔ سلہ۵۲ حق خلافت سے مراد ہے۔ اڈیٹر۔

اس حقیقت کے ظاہر ہونے کے بعد صاف ظاہر ہو جاتا ہے کہ خلافت
پر در حقیقت میراث کا لفظ صادق آتا ہے اور خلافت ایسا حق ہے جو قابل
اجرائے میراث ہے - اور جناب امیر ؑ شرعاً رسول ؐ کے وارث قائمقام
بلکہ بوجہ وصیت کے مستحق قبضہ وارث سے مقدم تھے -

مصنف مخاطب اس حجت سے کہ "وہ خلافت پر میراث کا لفظ صادق
نہیں آتا اور خلافت کوئی مال قابل اجرائے میراث نہ تھا اور نہ جناب
امیر ؑ شرعاً رسول ؐ کے وارث تھے" جسکی حقیقت ہم دکھا چکے ہیں
پہلی خلافت کا حق حضرت ابو بکر ؓ کے لیے مصنف مخاطب کچھ بھی ثابت
نہیں کر سکے - رسول ؐ اسکی بشارت نہیں دے گئے تھے بلکہ وہ ایک
خبر واقعہ مذموم کی تھی جیسے بنی امیہ کے لیے بھی پیغمبر خبر اچھل کود کی اپنے
منبر پر دے گئے تھے -

بشارت اُس کو کہتے ہیں کہ جب خبر کسی ایسے واقعہ کی دی جاوے
کہ جو باعث خوشنودی خبر دہندہ کے ہو اور اگر کسی ایسے واقعہ کی خبر دیجاوے
جو خلاف مرضی خبر دہندہ کے اور باعث ناخوشی اُس کے ہو اُس کو
بشارت نہیں کہتے مثلاً پیغمبر ؐ خبر خروج دجال کی یا اپنے بعض اصحاب
کی نسبت خبر احداث یا دیگر اخبار واقعات مغموم دیے گئے ہیں - تو کیا یہ اخبار
بھی اخبار بشارت ہیں - اگر اسی کا نام اخبار بشارت ہے اور اس سے
روا ہونا اُن واقعات ناحق کا پیدا ہو یا اُن سے مستنبط ہوتا ہے
تو ہم بھی خوشی سے قبول کرتے ہیں کہ پہلی خلافت کے واقعہ کی خبر حضرت
ابو بکر ؓ کے لیے بلکہ بنی امیہ کے لیے بھی بشارت تھی - اور خروج دجال
اور احداث صحابہ اور امور مغموم خلاف خوشنودی پیغمبر ؐ کے اُنکے کرنیوالوں

کے لیے مبارک ہو۔ لیکن حقیقت میں خبر پہلی خلافت ابوبکر کی اُن کے لیے بشارت نہیں تھی۔ بلکہ خبر واقعہ مذموم خلافت خوشنودی پیغمبر کے تھی اسی لیے علی مرتضیٰ نے اُس کی شکایت کی اور باعتبار خبر پیغمبر کے وہ واقعہ قابل شکایت تھا۔

خلافت سے شک بیعت مہاجرین اور انصار سے حاصل ہو۔ ۔۔۔ جبکہ وہ کل بالاتفاق مجتمع ہو جاویں کسی کی خلافت پر نہ کہ بعض ۔۔۔ اور انصار اس مجمع میں شریک بھی نہوں باوصف اس کے کہ ۔۔۔ قریب مقام جلسہ کے حاضر اور موجود ہوں اور اُن کی شرکت سے گریز کیا جاوے۔ حضرت ابوبکر کے ہاتھ پر اصول کے موافق بیعت نہیں ہوئی پھر اسی وجہ سے وہ صحیح نہیں ہے اور ایسی ناروا بیعت پر حضرت ابوبکر کو خود خلافت قبول نہ کرنا چاہیے تھا اور اقالہ بیعت کے ارادے کو ضرور تھا کہ وہ پورا کرتے اور اسی وجہ سے اُن کا خلافت قبول کرنا قابل شکایت تھا اس امر کی حقیقت پہلے بھی دکھائی جا چکی ہے جناب امیر کو اپنے واسطے خلافت پسند نہیں تھی یا وہ غیر کی خلافت کو پسند نہیں کرتے تھے۔ کچھ شبہ نہیں ہے کہ ہر زمانہ میں علی مرتضیٰ اظہار حق خلافت کا اپنے لیے برابر کرتے رہے لیکن خلافت جو اُنکی ہر طرح سے میراث تھی اور ہر طرح سے وہ جس کے مستحق تھے برابر لٹتی رہی۔ اور اسی پر اطلاق لٹنے میراث کا ہوتا ہے کہ جو خطبہ شقشقیہ میں علی مرتضیٰ نے فرمایا ہے۔

بعض علمار شیعہ کی طرف سے جو یہ کہا گیا ہے کہ میراث سے فدک مراد ہے وہ میراث جسکو خطبہ شقشقیہ میں علی مرتضیٰ نے فرمایا ہے

کے لیے مبارک ہو۔ لیکن حقیقت میں خبر پہلی خلافت ابوبکرؓ کی اُن کے لیے بشارت نہیں تھی۔ بلکہ خبر واقعہ مذموم خلاف خوشنودی پیغمبرؐ کے تھی اسی لیے علی مرتضیٰؑ نے اُس کی شکایت کی اور باعتبار خبر پیغمبرؐ کے وہ واقعہ قابل شکایت تھا۔

خلافت بے شک بیعت مہاجرین اور انصار سے ثابت ہو جاتی ہے مگر تب ہی جبکہ وہ کل بالاتفاق مجتمع ہو جاویں کسی کی خلافت پر نہ کہ بعض تو راضی ہو جاویں اور انصار اُس مجمع کے ہم شریک بھی نہ ہوں باوصف اُس کے کہ وہ سب بھی قریب مقام جلسہ کے حاضر اور موجود ہوں اور اُن کی شرکت سے علاوہ گریز کیا جاوے۔ حضرت ابوبکرؓ کے ہاتھ پر اصول کے موافق بیعت نہیں ہوئی پھر اسی وجہ سے وہ صحیح نہیں ہے اور ایسی ناروا بیعت پر حضرت ابوبکرؓ کو خود خلافت قبول نہ کرنا چاہیے تھا اور اقالہ بیعت کے ارادے کو ضرور تھا کہ وہ پورا کرتے اور اسی وجہ سے اُن کا خلافت قبول کرنا قابل شکایت تھا اس امر کی حقیقت پہلے بھی دکھائی جا چکی ہے جناب امیرؑ کو اپنے واسطے خلافت پسند نہیں تھی یا وہ غیر کی خلافت کو پسند نہیں کرتے تھے۔ کچھ شبہ نہیں ہے کہ ہر زمانہ میں علی مرتضیٰؑ اظہار حق خلافت کا اپنے لیے برابر کرتے رہے لیکن خلافت جو اُنکی ہر طرح سے میراث تھی اور ہر طرح سے وہ جس کے مستحق تھے برابر لٹتی رہی۔ اور اُسی پر اطلاق لٹنے میراث کا ہوتا ہے کہ جو خطبہ شقشقیہ میں علی مرتضیٰؑ نے فرمایا ہے۔

بعض علماء شیعہ کی طرف سے جو یہ کہا گیا ہے کہ میراث سے فدک مراد ہے (وہ میراث جسکو خطبہ شقشقیہ میں علی مرتضیٰؑ نے فرمایا ہے

کہ دیکھتا ہوں میں اپنی میراث کی لوٹ کو"۔ اسکی نسبت مصنفین شیعہ لکھتے ہیں کہ وہ فدک بھی جناب امیر ع کی میراث نہ تھا ایسا کیا ہوتا تو کیونکر ہوتی اُنھوں نے خود بھی فدک میں وہی عمل کیا جو خلفا نے کیا تھا اگر جناب امیر ع کے نزدیک فدک میں میراث جاری ہونا چاہیے تھی اور خلفا کا فیصلہ غلط تھا تو جناب امیر ع اپنے زمانہ میں ضرور اُس میراث جاری کرتے۔ جسوقت کہ جناب امیر ع اپنی خلافت کے زمانہ میں یہ خطبہ پڑھ رہے تھے اُسوقت بھی فدک لٹ رہا تھا"۔

جن علما نے لوٹ میراث سے مراد فدک لی ہے اُنھوں نے یہ کہا ہے کہ فدک میراث حق فاطمہ صلوات اللہ علیہا تھا۔ اور مال زوجہ حکم مال زوج میں ہوتا ہے اور لوٹ کا اشارہ طرف منع کرنے خلفا ثلاثہ کے ہے بہ نسبت علاقہ زوجیت جناب کے اور سکے میراث حضرت فاطمہ ع کو اپنی میراث کہا۔ فدک کے متعلق ہم کتب اہلسنت سے واقعات اور اوسکی متعلق بحث مفصل ہم ایک جگہ (ضمیمہ الف جلد اول رسالہ روشنی صفحہ ۲۴۳) اور بعض دیگر مقامات پر بھی کچھہ کچھہ لکھہ آئے ہیں جس سے حقیقت اس قضیہ کی ظاہر ہو جاتی ہے اور اطمینان ہو جاتا ہے کہ فیصلہ حضرت ابوبکر کا غلط تھا حضرت ابوبکر نے جب خلافت پر قبضہ پایا جسپر اطلاق میراث حضرت فاطمہ ع اور علی مرتضی کا اچھی طرح سے ہو سکتا ہے جسکو ابھی ہم اوپر بیان کر آئے ہیں۔ اوسی قبضہ خلافت کے ذریعہ سے حضرت ابوبکر نے فدک کو قبضہ حضرت فاطمہ ع اور علی مرتضے سے ضبط کر کے شامل خلافت کر لیا تھا) حضرت فاطمہ ع صلوات اللہ علیہا کا قبضہ بذریعہ حق کی طرف سے پیغمبر ص

اُن کے باپ کے تھا اور قبضہ علی مرتضیٰ ع کا بذریعہ حضانت اور حفاظت حق فاطمہ ع کے از روے وصیت پیغمبر ص کے تھا۔ چنانچہ بعد ضبطی کے جو آپ نے عامل کے اُٹھانے کے لیے فرمان بھیجا ہے وہ علی مرتضیٰ ع نے ہی بھیجا ہے۔ جس کا ذکر ہم پہلے اہل سنت کے بیان سے لکھ چکے ہیں) جب فدک بعد ضبط ہونے کے شامل امر خلافت کے ہوگیا اور اُس پر اطلاق میراث کا صادق آتا ہے تو جن علماء نے فدک سے مراد میراث لی اُن کا اجتہاد کچھ قابل اعتراض کے نہیں ہو سکتا۔ اور کچھ شبہ نہیں کہ خلافت اور فدک ایک شان رکھتی تھی ــ اور دونوں پر اطلاق میراث کا مستحق جانشینی کے لیے قطعی صادق آتا ہے کیونکہ جو چیزیں جس خاندان کی ہوں اور اُس خاندان کی اصل قابض اور مالک کے بعد اُس خاندان کے مستحق کو اُسی حیثیت سے کہ جس حیثیت سے اول شخص خاندانی مالک و قابض تھا اُس کے اصلی جانشین کو نہ ملی اور دوسرا غیر مستحق خاندان والا اُس پر قابض ہو جاوے تو اصلی مستحق جانشینی یہ ہی کہے گا کہ میری میراث لٹ گئی ــ

معاملہ خلافت اور فدک ایسا متحد اور اُسکی ایسی ایک شان ہے کہ علی بن علی فاروقی شافعی پروفیسر مدرسہ عربیہ بغداد سے جس کا ذکر ابن ابی الحدید نے لکھا ہے (جبکہ کہا گیا کہ فاطمہ ع ہرگاہ سچی تھیں تو فدک اُن کو کیوں نہ حوالہ کیا گیا) تو اُس نے کہا اگر آج فدک دیا جاتا تو کل وہ خلافت کا دعویٰ اپنے شوہر کے واسطے کرتیں اور ابوبکر ع کو اُن کی جگہ سے ہٹا دیتیں اور ابوبکر ع کچھ عذر نہ کر سکتے ہارون رشید خلیفہ بنی عباس نے حضرت امام جعفر صادق ع کو چاہا کہ فدک واپس دے امام ع نے فرمایا

کہ فدک تم سے واپس نہین دیا جاوے گا اُس کے حدود بھی تمکو معلوم ہین؟
امام علیہ السلام نے اُس کے استفسار پر حدود وہی بتائے کہ جو اُس وقت کل خلافت کے حدود تھے" جس سے کچھ شبہ نہین رہتا کہ معاملہ خلافت اور فدک ایک ہے۔

علی مرتضیٰ ع کا مرتبہ چہارم مین خلافت پر کامل قبضہ نہین ہونے پایا تھا اور کامل طور پر اُن کے زمانے مین بغاوت فرو نہین ہونے پائی تھی اُن کی نسبت یہ کہنا روا نہین ہو سکتا کہ معاذ اللہ اُنہون نے بھی فدک مین یہ ہی عمل کیا جو خلفاے ثلاثہ نے کیا تھا۔ اور اگر اُن کے نزدیک فدک قابل اجراے میراث تھا اور خلفاء کا قبضہ غلط تھا تو اپنے زمانے مین میراث جاری کرتے اور جب یہ خطبہ پڑھ رہے تھے اُس وقت بھی فدک لٹ رہا تھا۔ بحیثیت قاضی کے جب زمانۂ ایک سلطنت مین کسی تنازع کا فیصلہ ہو گو وہ فیصلہ کتنا ہی غلط کیون ہو زمانۂ دوسری سلطنت مین بہ نظر اصول قانون دوبارہ وہی تنازع پیش ہو کر بحیثیت قاضی کے دوسرا فیصلہ خلاف اُس کے نہین ہو سکتا۔ اور یقین کرنا چاہیے کہ علی مرتضیٰ ع تمام قضا کے مسائل سے واقف تھے کہ پیغمبر ص نے اُن کو "اقضیٰ" فرمایا ہے۔ البتہ اگر کسی وقت ایک بادشاہ کسی کی جائداد ناحق ضبط کرے تو دوسرا بادشاہ اُس کو مسترد کر سکتا ہے علی مرتضیٰ ع نے اپنے ایک خطبہ مین جس پر بحث ہو چکی ہے استرداد فدک کا اور دیگر امور ناجائز اور ناروا جو منجانب خلافتون گذشتہ کے عمل مین آئے تھے اُن کے رد اور محو کرنے کا ارادہ ظاہر فرمایا ہے جس سے یہ امر ظاہر ہوتا ہے کہ ضبطی فدک اور وہ دیگر امور ناجائز منجانب سلطنت کے عمل مین لائے

گئے تھے اور وہ قابل دست اندازی اور استرداد اور رد و محو ہونے کے تھے۔ لیکن بغاوت کا فرو کرنا مقدم تھا۔ اگر فوراً علی مرتضیٰ ع اُن امور کو مسترد فرماتے تو قوت رفع بغاوت کم ہو جاتی جیسا کہ اُسی خطبہ مین اُنکے ارشاد سے ظاہر ہے۔ اس لیے اُنھون نے قبل اس کے کہ بغاوت فرو ہو کر خلافت مستحکم ہو جاوے نہ کسی اور امر ناروا کو مسترد کیا نہ فدک کو اور درحقیقت مین علی مرتضیٰ ع اگر قبل دور ہونے بغاوت اور استحکام خلافت کے اُن تمام امور کو مسترد اور محو فرماتے جس مین ایک استرداد فدک کا بھی تھا۔ تو ایک بلوۂ عظیم علاوہ بغاوت کے اور پیدا ہو جاتا۔ علی مرتضیٰ ع نے اس موقع پر اُسی طریقہ رسول ص پر عمل کیا جیسا کہ پیغمبر ص جب تک کامل قوت اسلام کو نہو نے پائی۔ اپنے اصحاب اور مسلمانون سے بارہا امور عظیم ناروا اور ناجائز دیکھتے تھے اور سکوت فرما کر صرف پند و نصائح پر اکتفا فرماتے تھے اور باندیشہ بلوہ اُن نازیبا رواجون کو جو زمانہ جاہلیت سے بطور حق قرار پائے ہوے تھے دفعۃً مسترد نہین کیا اور آہستہ آہستہ اُنکو دور فرماتے گئے۔ اور بعض امور مثل اصلاح مکان خانہ کعبہ باقی ہی رہ گئے اور بعد پیغمبر ص خلفاے ثلاثہ مین سے جس کی خلافتین قوی اور مستحکم تھین کسی نے بھی بموجب ہدایت پیغمبر ص کے خانہ کعبہ کی تعمیر اُس حالت پر نہین کی۔ جس ہیئت پر کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے تعمیر فرمائی تھی ——

فدک کے متعلق البتہ یہ امر بہت غنیمت ہے کہ بعض خلفاے بنی امیہ اور بنی عباس نے فدک کو مسترد کیا یا اُس کے استرداد کی خواہش ظاہر کی۔ جس مین یہ امر مضمر تھا کہ ضبطی اُس کی منجانب خلافت بیجا تھی۔ اور علی ع

مرتضی ع اُسکے استرداد کا ارادہ ظاہر کر گئے تھے۔

اس حقیقت ظاہر ہونے کے بعد مصنف مخاطب کا اعتراض کسیطرح صحیح نہین ہو سکتا۔ علی مرتضی ع فدک کو میراث اپنی کہہ سکتے تھے اور امر فدک ضرور قابل شکایت تھا اور فدک مین علی مرتضی ع کا ارادہ استرداد خلافت عمل خلفاے ثلاثہ کے تھا۔ بلکہ بعض خلفاے بنی امیہ اور بنی عباس نے باتباع ارادہ علی مرتضی ع کے فدک کو مسترد کیا اور اُس کے استرداد کی خواہش ظاہر کی۔ جس سے واضح ہو جاتا ہے کہ عمل ضبطی فدک غلط تھا۔ اور اگر علی مرتضی ع کو وہ وقت مل جاتا کہ بغاوت کلی رفع ہو کر اُن کی خلافت مستحکم ہو جاتی تو وہ ضرور فدک کو مسترد کر کے اُسمین میراث جاری کرتے۔ گو اُسوقت نا کامل اُنکی اپنی خلافت مین جبکہ وہ خطبہ پڑھ رہے تھے عمل خلفاے ثلاثہ کی تاثیر سے فدک لٹ رہا تھا۔ جیسے کہ دیگر امور ناجائز پہ عمل ہو رہا تھا۔ مگر اُنھون نے اُسوقت زمانہ غیر مستحکم اپنی خلافت مین بھی ارادہ استرداد فدک ظاہر کر کے یہ جتادیا کہ اُسکی ضبطی منجانب خلافتون گذشتہ کے بیجا ہوئی اور رہی ہے۔

حضرت ابو بکر ع نے جو یہ حدیث سنائی کہ ہم انبیا کے مال مین میراث نہین ہوتی اور جو مال وہ چھوڑین صدقہ ہے علا اُسپر مصنف یہ حجت لاتے ہین کہ کیا ابو بکر ع کو حدیث پہ عمل کرنا واجب نہ تھا اگر ابو بکر ع کا فیصلہ حق نہوتا تو تمام صحابہ مخالفت کرتے بلکہ ابو بکر ع کو خلافت سے معزول کر دیتے علا حقیقت اس روایت کی جو حضرت ابو بکر ع نے سنائی اور جسکا راوی سواے اُن کے کوئی نہین ہم بحث قضیہ فدک مین لکھہ آئے ہین کہ وہ روایت قطع نظر اس کے کہ وہ ویسے ہی خلاف قرآن کے

ہی جیسے حضرت زکریا پیغمبر نے خدا سے فرزند کے لیے یہ دعا مانگی ہے کہ وارث ہو میرا اور آل یعقوب ع کا اور خدا نے حضرت سلیمان ع کے لیے کہا ہے کہ وارث ہوا سلیمان ع داؤد کا ؎ اگرچہ اطلاق اس میراث کا میراث علم پر بھی کیا جاتا ہے۔ مگر اس میراث کا اطلاق مال پر نہ سمجھنا خلاف عقل اور صریح مخالف قرآن کے ہے۔ اطلاق میراث علم کا تو اسوقت ہو سکتا ہے کہ جب جانشین کسی عالم کا علم اس عالم کا رکھتا ہو اور اطلاق میراث مال کا عموماً ہوگا خدا نے آیت میراث مین فرمایا ہے۔ وورثہ ابواہ فلامہ الثلث۔ اور وارث ہون ماں باپ اُسکے پس اُسکی ماں کے لیے تہائی ہے۔ خلاف قرآن حضرت ابوبکر ع کی روایت کا قبول کرنا جس کسی سے ہو سکے ہم سے نہین ہو سکتا حضرت ابوبکر ع جب خلیفہ جس حیثیت سے کہ قرار پائے اسوقت اُنھون نے فدک کا ضبط کرنا چاہا اُسپر حضرت فاطمہ علیہا السلام نے حضرت ابوبکر ع سے یہ عذر کیا۔ کہ میرے باپ مجکو دے گئے ہین ابوبکر ع نے گواہ حضرت فاطمہ صلوات اللہ علیہا سے طلب کیے اور شہادت گواہان پر اعتماد نہ کرکے نوشتۂ پیغمبر ص کو نا منظور کیا تب جناب سیدہ ع نے عذر میراث کا پیش کیا کہ اے ابوبکر ع آیا کتاب خدا مین یہ ہے کہ وارث ہو تیری بیٹی تیری اور نہ وارث ہون مین اپنے باپ کی ابوبکر ع نے عبرت پکڑی اور لکھ دیا اُن کو فدک ناگاہ داخل ہوے عمر ع اور کہا کیا ہے یہ کہا ابوبکر ع نے کہ ملکیت لکھ دی ہے مین نے فاطمہ ع کو میراث اُس کے باپ سے کہا عمر ع نے کہ پس کیا خرچ کروگے مسلمانون پر اور تحقیق کہ لڑینگے تم سے عرب جیسا کہ تم دیکھتے ہو پھر لی عمر ع نے وہ کتابت اور

پھاڑ ڈالا اسکو۔ اُس کے بعد حضرت ابوبکر رض نے حاضرین سے تلاش شروع کی کہ میراث پیغمبر ص کی بابت کسیکے پاس کچھ علم ہے مگر کسی کے پاس کچھ نہ نکلا تب حضرت ابوبکر رض نے وہ حدیث پیغمبر ص کی سنائی کہ گروہ انبیا کا نہ کسی کا وارث ہوتا ہے نہ ہمارا کوئی وارث ہوتا ہے جو کچھ ہم چھوڑیں وہ صدقہ ہے (یہ تمام امور ہم پہلے کتب اہل سُنت سے دکھا چکے ہیں)[۱] ایسی حالت و ایسے وقت پر بہ نظر روئداد اُس قضیہ کے حضرت ابوبکر رض نے جو حدیث پیغمبر ص کی طرف سے سُنائی غور کرنا چاہیے کہ اُسکی صحت پر کسی قدر شبہ ہو سکتا ہے؟۔ اور قدح مضمون روایت مروی حضرت ابوبکر رض کا اسطرح بھی واضح ہوتا ہے کہ اُس مضمون روایت میں جیسے یہ بیان ہے کہ گروہ انبیا کا نہ کوئی وارث ہوتا ہے اُسی طرح یہ بیان بھی ہے کہ گروہ انبیا نہ کسی کا وارث ہوتا ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ حضرت خدیجہ کبریٰ آپ کی زوجہ اولیٰ نے (جو تمام عرب اور قریش میں مالدار اور دولتمند مشہور تھیں جنکے بطن سے جناب فاطمہ ع دختر رسول ص تھیں) جب وفات پائی تو اُنکے مال پر پیغمبر ص نے قبض و تصرف کیا اور اُن کے مال کو اپنے اختیار سے اپنے نفس پر اور راہ خدا میں اجراے دین اسلام کے لیے صرف کیا یا نہیں؟ مجھ کو یقین ہے کہ اس میرے سوال کا جواب کوئی مسلمان نفی میں نہیں دے سکتا۔ پھر میں یہ سوال کرتا ہوں کہ وہ قبض و تصرف پیغمبر ص کا مال حضرت خدیجہ پر کس ذریعہ سے تھا؟ اس کا جواب جہانتک میں غور کرتا ہوں وہ قبض و تصرف پیغمبر ص کا مال حضرت خدیجہ پر بذریعہ حق شوہری کی تھا جسقدر کہ شوہر کو مال زوجہ میں میراث پہونچتی ہے۔ اور مابقی پر بذریعہ ولایت حضرت فاطمہ ع دختر نابالغ کے جب تک کہ وہ نابالغ رہیں تھا۔ اور جو کوئی یہ کہے کہ قبض و تصرف پیغمبر ص کا

[۱] دیکھو ضمیمہ نمبر ۲ جلد اول رسالۂ زدشنی بحث فدک ۔ صفحہ ۸۱ تا ۹۰ ۲

بذریعہ ارث و ولایت کے نہین تھا۔ تو وہ پیغمبر ؐ پر سخت الزام لگانے والا ہوگا
کہ پیغمبر ؐ نے ناحق ایک عورت کا مال اور ایک بن مان کی لڑکی کا مال خرد برد
کرلیا اس حالت مین ضرور ہے کہ یا تو پیغمبر ؐ پر وہ الزام شدید قبول کیا جائے
یا روایت حضرت ابو بکر ؓ صدیق کو باطل مانا جاوے۔ اور ایسے ہی عبدالمطلب
کی تقسیم سے حضرت محمد ؐ نے اپنے باپ کا حق پایا جو سوا ارث کے اور کچھ
نہین سمجھا جاسکتا۔ اب دیکھو کہ حضرت ابو بکر ؓ پر طعن آسکتا ہے۔ اور حضرت
ابو بکر ؓ کو اپنے بیان پر عمل کرنا واجب تھا؟۔ جب خلیفہ صاحب کی طرف
سے دعوی تھا یعنے وہی مدعی تھے اور حضرت فاطمہ ؑ اس کے خلاف
تھین تو بار ثبوت حضرت ابو بکر ؓ کے ذمہ تھا جیسا کہ پہلے بھی ہم ارشاد
علی مرتضی ؑ ایک موقع پر دکھا آئے ہین ایسی حالت مین جب کہ خود حضرت
ابو بکر ؓ مدعی تھے اور خود ہی قاضی اور خود ہی گواہ تو اُن کو چاہیے تھا کہ
وہ فیصلہ قضیہ سے دست کش ہوکر بوجہ اس کے کہ وہ خلیفہ عہد تھے کسیکو
قاضی مقرر کرتے اور اُس قاضی کے سامنے گواہی دیتے اور وہ قاضی اُس
قضیہ کو طے کرتا اس صورت مین جبکہ حضرت ابو بکر ؓ سے خطا در خطا واقع
ہوئی تو سمجھنا چاہیے کہ اُن پر طعن ہوسکتا ہے اور اُنکو اپنے مروی بیان
پر عمل کرنا واجب تھا؟ کچھ شبہ نہین کہ فیصلہ اُنکا قطعی ناحق تھا۔ لیکن
اس فیصلہ سے مخالفت کرنے والا اور حضرت ابو بکر ؓ کو خلافت سے
معزول کر دینے والا کوئی صحابی نہین ہوسکتا تھا۔ حضرت ابو بکر ؓ خلیفہ
بنائے ہوئے حضرت عمر ؓ کے تھے اور حضرت عمر ؓ کے حسن تدبیر سے
حضرت ابو بکر ؓ کو صحابہ نے خلیفہ قبول کرلیا تھا اور جس وقت کہ حضرت
عمر ؓ نے تحریر بحالی فدک چاک کی تھی اُسوقت حضرت ابو بکر ؓ کو یہ سمجھایا تھا

کہ اگر تم فدک کو بحق فاطمہ صلوات اللہ علیہا بحال کر دو گے تو اُس تمھارے کے صرف کے لیے مسلمانوں پر کہاں سے لاؤ گے کہ جو محاربہ عرب کے ساتھ درپیش ہے اور جس کو تم دیکھتے ہو بمقابلہ اس پالسی اور حقیقت کے وہ صحابہ کہ جنھوں نے حسن تدبیر حضرت عمرؓ سے حضرت ابو بکرؓ کو خلیفہ قبول کیا تھا اُس فیصلۂ ناحق سے کیسے مخالفت کرتے اور کیسے حضرت ابو بکرؓ کو خلافت سے معزول کر دیتے کہ اُنکو اپنے لیے اور اپنے خلیفہ بنانے کی شہرہ آفاق تھی اور جو پالسی کہ خلیفہ بنانے میں صحابہ نے اختیار کی تھی اُس سے مخالفت نہ کرنے پر وہ مجبور رہتے۔ جن لوگوں نے حضرت ابو بکرؓ کو خلیفہ بنایا تھا اور قبول کیا تھا اُنکو یہ ہی زیبا تھا کہ اپنے بنائے ہوئے اور قبول کیے ہوئے خلیفہ کے عمل کو بھی قبول کر لیتے۔ کیا وہ زمانے کو اپنے اوپر ہنسواتے اور اپنی نافہمی و اشتان دکھاتے کہ کل حضرت ابو بکرؓ کو خلیفہ قبول کیا ہے اور آج اُن سے مخالفت کر کے معزول کرتے ہیں۔ ایسی بے عقلی کی امید اُن صحابہ سے مصنف مخاطب کو نہیں رکھنی چاہیے کہ اگر ابو بکرؓ کا فیصلہ حق نہوتا تو تمام صحابہ مخالفت کرتے بلکہ ابو بکرؓ کو خلافت سے معزول کر دیتے بلکہ اُن صحابہ سے کہ جنھوں نے حضرت ابو بکرؓ کو ناحق خلیفہ قبول کیا تھا یہ توقع رکھنا لازمی ہے کہ ایسے ناحق خلیفہ کے فیصلۂ ناحق کو بھی وہ قبول کرتے رہیں۔ جس وقت حضرت ابو بکرؓ نے صحابہ حاضرین سے دریافت کیا ہے (جبکہ حضرت ابو بکرؓ کو مرضی حضرت عمرؓ کی معلوم ہو گئی کہ وہ بحالی فدک کی بحق فاطمہؑ روادار نہیں ہیں) کہ تمھارے پاس میراث پیغمبرؐ کی بابت کچھ علم ہے تو اختلاف کیا اُنھوں نے بیچ میراث اُنکی کے۔ پس نہ پایا اُنھوں نے کسی کے پاس اُس سے کچھ علم ظاہر

ہے کہ اُس مجلس میں اختلاف صرف دو صحابی پیغمبرؐ میں تھا۔ یعنی حضرت عمرؓ کی یہ خواہش تھی کہ فاطمہؑ دختر رسولؐ ارث سے منع کیجاوے اور علی مرتضیٰؑ اِسکے خلاف تھے اور اور کسی صحابہ پیغمبرؐ کے پاس میراث پیغمبرؐ کی بابت کچھ علم نہ تھا۔ اُس وقت حضرت ابوبکرؓ نے وہ حدیث پیغمبرؐ بیان کی اُس روایت حضرت ابوبکرؓ سے کوئی صحابی سوائے علی مرتضیٰؑ کے مخالفت کرنے والا نہیں ہو سکتا تھا اور جب وہ صحابہ مخالفت کرنیوالے نہیں ہو سکتے تھے تو حضرت ابوبکرؓ کو خلافت سے کیسے معزول کر دیتے؟ اور جیسے کہ اُن صحابہ نے (جبکہ علی مرتضیٰؑ نے اظہار حق خلافت اپنے لیے فرمایا) علی مرتضیٰؑ کو قبول نہیں کیا تو قضیۂ فدک کے وقت وہ صحابہ ارشاد علی مرتضیٰؑ کی کیسے تائید کرکے حضرت ابوبکرؓ کی مخالفت کرتے اور اُنکو خلافت سے معزول کر دیتے ۔۔۔ ہاں صرف علی مرتضیٰؑ حضرت ابوبکرؓ سے مخالفت کرنے والے تھے جیسا کہ اُنھوں نے مخالفت کی مگر عزل حضرت ابوبکرؓ کا خلافت سے تنہا علی مرتضیٰؑ کے اختیار میں نہیں تھا۔ البتہ وہ حملہ خلافت ابوبکرؓ پر کر سکتے تھے مگر بسبب بعض وجوہ کے جسکو خود علی مرتضیٰؑ نے ظاہر فرمایا ہے اور جسکو پہلے ہم جابجا لکھہ چکے ہیں علی مرتضیٰؑ نے حملہ کرنا پسند نہیں کیا اور لوگونکی اندھا دُھندی پر صبر کیا تحت جو کچھ ہے وہ یہ ہے کہ بعد پیغمبرؐ علی مرتضیٰؑ کے سوا کوئی افضل الناس نہیں تھا اور جو کچھ علی مرتضیٰؑ نے ارشاد کیا ہر کسی کو لازم تھا کہ اُس کو قبول اور بموجب اُس کے عمل کرتا اور جس کسی نے علی مرتضیٰؑ کے ارشاد کو قبول نہیں کیا یا اُس پر عمل نہیں کیا اُس نے خطا کی۔ مصنف مخاطب ایک یہ امر پیش کرتے ہیں کہ ویے فدک کے سوا اور بعض قطعات جو رسولؐ

کے قبضہ مین تھی اُن کا وقف ہونا جناب سیدہ ع نے تسلیم کیا چنانچہ اُن سات قطعات پر جناب سیدہ ع قابض تھین اُن مین عباس نے میراث کا جھگڑا کیا تو اُنکو جناب سیدہ ع نے یہی جواب دیا کہ یہ وقف ہین انمین میراث جاری نہوگی ؏

مصنف مخاطب فروع کافی کی جلد ثالث سے یہ روایت سند مین لاتے ہین کہ ؎ احمد بن محمد کہتا ہی کہ مین نے امام ابوالحسن ثانی یعنی امام موسی کاظم ع سے اُن سات باغون کا حال پوچھا جو فاطمہ علیہا السلام کے پاس رسول اللہ کی میراث تھے ـــ امام نے فرمایا کہ میراث نہ تھی بلکہ وقف تھے - اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اُس مین سے اسقدر لے لیتے تھے جو مہمانون کے خرچ کو کافی ہو پھر جب رسول کا انتقال ہوا تو عباس نے اُنکی بابت فاطمہ سے جھگڑا کیا پس حضرت علی ع وغیرہ نے گواہی دی کہ وہ وقف ہین فاطمہ علیہا السلام پر ـــ اور وہ یہ تھے دلال اور عفاف اور حسنی اور صافیہ اور مال ام ابراہیم اور مبیت اور برقہ ؏ اس ارشاد امام ع پر مصنف مخاطب یہ حجت پیدا کرتے ہین ؎ پس جس طرح علی ع کے بیان پر اُن سات باغون مین میراث جاری نہوئی اُسی طرح ابوبکر وغیرہ کے حدیث رسول ع نقل کرنے پر فدک مین میراث جاری نہوئی ؏ جو روایت امام علیہ السلام سے مصنف مخاطب سند لاتے ہین اُس کے صحیح ہونے مین کچھ شبہ نہین مگر اُس سے وہ استدلال پیدا نہین ہوتا کہ جو مصنف مخاطب نے پیدا کیا ہے بلکہ فدک کے قبضہ کے فیصلے مین

وہ ہی الزام حضرات خلفاء پر عائد ہوتا ہے جو شیعہ اُن پر لگاتے ہیں —

ارشاد موسیٰ کاظم علیہ السلام سے صاف ظاہر ہے کہ یہ سات قطعہ اپنی دختر حضرت فاطمہ علیہا السلام کے واسطے پیغمبر نے وقف کر دیئے تھے وہ عام وقف علی المسلمین نہیں تھا اور جو خاص وقف اولاد کے لیے کیا جاتا ہے اُس کا مقصود یہ ہوتا ہے کہ موقوف علیہ اُس موقوفہ کو اپنی ذات خاص پر صرف کرے اور اپنے اختیار سے مصارف خیر میں بھی کسی کو یہ اختیار نہیں ہو سکتا کہ موقوف علیہ کے قبضہ سے شئے موقوفہ کو نکال کر اپنے قبضہ میں لے لے اور اُس کو عام مسلمانوں پر صرف کرے۔ چنانچہ شیعہ اور سنی دونوں کے یہاں فقہ میں یہ مسئلہ قرار دیا گیا ہے کہ ہر مالک جائداد کو اختیار ہے کہ وہ اپنی جائداد اولاد اور قرابت داروں پر وقف کرے اور ہندوستان میں سنی اور شیعہ کے ایسے اوقاف کے نظائر موجود ہیں۔ چنانچہ مجیب راقم اس رسالہ کے دوستوں نے بھی بعینہ ایسا ہی وقف اپنی جائداد کا کیا ہے جس پر موقوف علیہم قابض ہیں اور وہ شئے موقوفہ اور اس کی آمدنی کو اپنی ذات پر بھی صرف کرتے ہیں اور مصارف خیر میں بھی اپنے اختیار سے — پس مصنف مخاطب نے ارشاد امام علیہ السلام سے جو یہ سمجھا ہے کہ وہ سات قطعہ میراث حضرت فاطمہ کے نہ تھے اور وہ وقف عام تھے اس حیثیت سے کہ فاطمہ کو میراث اپنے باپ پیغمبر کی نہیں پہونچ سکتی غلط ہے —

بلکہ صورت معاملہ اس حیثیت سے ہے کہ وہ حضرت فاطمہؑ کے لیے پیغمبرؐ کی طرف سے وقف تھے اور بذریعہ وقف کے اُس پر قبضہ حضرت فاطمہؑ کا ہوا تھا۔ بذریعہ ارث اپنے باپ پیغمبرؐ کے اُن سات قطعوں پر قبضہ حضرت فاطمہؑ کا نہیں ہوا تھا۔ حقوق قبضہ کے جدا گانہ ہوتے ہیں۔ منجملہ اُن کے بذریعہ ارث کے بھی ہوتا ہے اور بذریعہ وقف کے بھی اور بذریعہ دیگر انتقالات کے بھی۔ ارشاد امام علیہ السلام کو جب غور سے دیکھا جائے تو اُس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ گو بذریعہ ارث کے حضرت فاطمہؑ اُن سات قطعات کی مستحق ہو سکیں۔ مگر اُن کا قبضہ بذریعہ میراث کے نہیں تھا۔ بلکہ بذریعہ وقف کے تھا۔ یعنی امام علیہ السلام نے ایک واقعہ کا ذکر کیا ہے مسئلہ میراث کا بیان نہیں فرمایا۔ پیغمبرؐ نے اِن سات قطعوں کو حضرت فاطمہؑ پر وقف کیا تھا وہ وقف نافذ ہوا۔ اگر وہ وقف فاطمہؑ پر نہ کرتے یا وقف تسلیم نہ کیا جاتا تو میراث جاری ہونے نہ ہونے کا مسئلہ بیان کیا جاتا اور اُس کا فیصلہ ہوتا۔ حضرت عباس رسولؐ کے چچا نے جو جھگڑا کیا تھا اُس کی بابت بھی صرف اسی قدر ثابت ہونا کافی تھا کہ وہ فاطمہؑ پر وقف ہیں۔ اُنکا جھگڑا ہر قسم کا وقف کی ثابت ہو جانے سے قطع ہو جاتا تھا اس لیے صرف اُسی قدر حدیث میں مذکور ہے۔

یہ شبہ نہیں ہونا چاہیے کہ حضرت عباسؓ نے جو خصومت (جھگڑا) کیا تھا وہ خواہ مخواہ دعوی میراث پیغمبرؐ کا تھا جس سے

بو حق دعویٰ عصوبت کی تھا -- اس روایت میں یہ بیان نہیں ہے کہ حضرت عباس نے کیا خصوصیت بیٹیوں کی تھی تر شیز حضرت چاہتا ہے کہ وہ وقف کو قبول نہیں کرتے تھے اس سے پہلے یہ تو بحث طے ہوئی کہ وقف ہے یا نہیں اور علی ع اور دوسرے لوگوں نے گواہی دی کہ وہ وقف ہے - اگر وقف قبول نہ کیا جاتا تب یہ بحث پیش آتی کہ صرف حضرت فاطمہ ع اپنے باپ کی میراث کی مستحق تھیں یا حضرت عباس بھی - لیکن یہ بحث ان سات قطعوں کی بابت باہم خلیفۂ وقت اور جناب سیدہ ع کے دار القضا میں پیش نہیں ہوئی اور نہ اُس کی بابت کوئی فیصلہ ہوا - ان سات قطعوں کی نسبت یہ قبول کر لیا گیا علیؑ اور دوسروں کی گواہی سے کہ وہ قطعات فاطمہ ع پر وقف ہیں - فدک کی نسبت بھی حضرت فاطمہ ع کا یہی عذر تھا کہ وہ بھی حضرت فاطمہ ع کے پیغمبر ع کی طرف سے ہبہ ہے اور علی ع نے اور دوسروں نے اُس ہبہ کی گواہی دی پس حضرت ابو بکر ع پر یہی طعن پیدا ہوتا ہے کہ اُنھوں نے علی ع اور دوسروں کی گواہی کو معاملہ ہبہ فدک میں کیوں نہ قبول کیا جیسا کہ صرف گواہی علی ع پر وقف اُن سات قطعوں کا حضرت فاطمہ ع پر قبول کیا - اگر حضرت ابو بکر ع معاملہ وقف اُن سات قطعوں میں گواہی علی ع اور دوسروں کی منظور نہ کرتے جیسے کہ معاملہ فدک میں گواہی علی ع اور دوسروں کی قبول نہ کی تو معاملہ اُن سات قطعوں میں حضرت فاطمہ ع کی طرف سے حق میراث اپنے باپ پیغمبر ع کا ظاہر کیا جاتا اُس وقت ضرور ہے کہ

حضرت ابوبکرؓ جا بذا د پیغمبرؐ کو قابل اجرائے ارث قرار نہ دے کر ضبط کر لیتے - ہاں اگر وہ اُن سات قطعات میں حق فاطمہؑ بذریعہ میراث پیغمبرؐ کے بموجب بیان علیؑ کے قبول کر لیتے تو یہ نتیجہ نکلتا کہ سات قطعوں میں بموجب بیان علیؑ کے میراث جاری ہوتی اور فدک میں بموجب بیان ابوبکر کی میراث جاری نہ ہوتی صورت موجودہ میں نتیجہ نکلتا ہے کہ علیؑ اور دوسروں کے بیان کی بموجب پیغمبرؐ کیطرف سے اُن سات قطعوں میں وقف حضرت فاطمہؑ پر قبول کیا گیا - اور فدک میں ہبہ طرف سے رسولؐ کے بحق فاطمہ باوصف گواہی علیؑ اور دوسروں کے ابوبکرؓ نے نامنظور کیا اور ابوبکرؓ کے بیان کے بموجب فدک میں میراث بھی جاری نہ ہوئی - یہ نتیجہ کسی طرح نہیں نکل سکتا جیسا کہ مصنف مخاطب کہتے ہیں کہ " پس جس طرح علیؑ کے بیان پر اُن سات باغوں میں میراث جاری نہ ہوئی اُسی طرح ابوبکرؓ وغیرہ کی حدیث رسولؐ نقل کرنے پر فدک میں میراث جاری نہ ہوئی "

معاملہ وقف میں علیؑ اور دوسروں کی شہادت متعلق ایک واقعہ کے تھی جیسے کہ شہادت علیؑ اور دوسروں کی معاملہ ہبۂ فدک میں متعلق ایک واقعہ کے تھی - اور معاملہ فدک میں جب کہ واقعہ ہبہ نامنظور ہو چکا اور حضرت فاطمہؑ نے عذر حق میراث اپنے باپ پیغمبرؐ کا کیا اور یہ بیان کرنا حضرت ابوبکرؓ کا کہ پیغمبرؐ نے فرمایا ہے کہ " ہم نہ کسی کے وارث ہوتے ہیں نہ ہمارا کوئی وارث ہوتا ہے " متعلق مسئلہ قانون کے ہے - لیکن اُس کے ساتھ تعلق واقع کا بھی ہے کہ آیا پیغمبرؐ نے ایسا قانون فرمایا

تھا یا نہیں اور پہلے اس واقعہ کا ثابت ہونا چاہیے تھا کہ پیغمبر نے ایسا قانون نافذ فرمایا ہے مگر ایسے قانون کے نافذ ہونیکا بیان جو متعلق واقعہ کے ہے صرف حضرت ابوبکرؓ نے کیا ہے منصف مخاطب جو یہ کہتے ہیں کہ بوجہ ابوبکرؓ وغیرہ کے حدیث رسولؐ نقل کرنے پر فدک میں میراث جاری نہ ہوئی یہ محض غلط ہے سوائے حضرت ابوبکرؓ کے اور کسی نے وہ حدیث روایت نہیں کی۔ اور حضرت ابوبکرؓ نے بھی اس امر پر گواہی نہیں دی کہ پیغمبرؐ نے ایسا قانون نافذ فرمایا تھا۔ سخت الزام حضرت ابوبکرؓ نے اپنے ذمہ عائد کرایا کہ علی مرتضیٰؑ کی گواہی متعلق واقعہ ہبہ فدک کے اس لحاظ سے کہ شوہر کا بیان واسطے فائدہ زوجہ کے ہے منظور نہ کی اور اپنا بیان متعلق اس واقعہ کے کہ پیغمبرؐ نے نفی میراث پیغمبروں کا قانون نافذ فرمایا ہے اور وہ بیان حیثیت شہادت کی بھی نہیں رکھتا تھا بہ حیثیت خلیفہ ہونے کی واسطے فائدہ خلافت کے قبول کرلیا۔

بس نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ علیؑ اور دوسروں کی گواہی ان شخصوں کے متعلق واقعہ وقعت کی جو مخانب رسولؐ فاطمہؑ پر تھا قبول کی گئی۔ اور حضرت ابوبکرؓ کی تنہا اپنے بیان پر جو نوعیت شہادت کی نہیں رکھتا تھا متعلق اس واقعہ کے (کہ پیغمبرؐ نے گروہ انبیا کی نفی میراث کا قانون نافذ کیا)۔ حکم نفی میراث پیغمبرؐ نافذ کردیا اور علیؑ و فاطمہؑ کے بیان کو قبول نہ کیا کہ جو قرآن سے خلاف بیان حضرت ابوبکرؓ کے یہ قانون دکھاتے رہے۔ کہ گروہ انبیا کی میراث وارث کو پہونچتی ہے اور خود انبیا بھی اپنے مورث کی

کی میراث پاتے ہین ۔

اس حقیقت کے ظاہر ہونے کے بعد بہ آسانی سمجھ مین آجاتا ہے کہ استدلال مصنف مخاطب کا حدیث امام موسی کاظم علیہ السلام پر اور جو کچھ نتیجہ اُس سے مصنف مخاطب نے نکالا وہ سب غلط ہے ۔ بلکہ اُس حدیث سے صریح تائید اُس طعن کی حضرت ابوبکرؓ پر ہوتی ہے ۔ جو شیعہ اُن پر عائد کرتے ہین ۔ پھر مصنف مخاطب ایک بڑا شبہ شیعون کی طرف سے پیش کیا جانا اس طرح ظاہر کرتے ہین کہ بخاری کی روایت سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ابوبکرؓ کا جواب سُن کر جناب سیدہؑ ناراض اور غضبناک ہوئین اور پھر جبتک زندہ رہین ابوبکرؓ سے کلام نہین کیا اور جب اُن کا انتقال ہوا تو جناب امیرؑ نے رات ہی مین اُنکو دفن کر دیا اور ابوبکرؓ کو اس کی اطلاع بھی نہین کی ۔ مصنف مخاطب نے جس مضمون کو کاٹ چھانٹ کر شیعون کی طرف سے شبہ کا پیش کیا جانا ظاہر کیا ہی وہ مضمون مختصر یہ ہے کہ حضرت ابوبکرؓ کا فیصلہ سُن کر جناب سیدہ ناراض اور غضبناک ہوئین اور پھر جب تک زندہ رہین ابوبکرؓ سے کلام نہین کیا ۔ اور اپنے مرض موت مین وصیت کر گئین ۔ کہ جناب امیرؑ اُنکو رات کو دفن کردین اور ابوبکرؓ اور عمرؓ اور اُنکی تائید کرنے والون کو اطلاع بھی نہ کرین ۔ کہ جناب سیدہ بوجہ غضبناکی اور ناراضی کے جو ابوبکرؓ اور عمرؓ اور اُن کے ساتھیون سے پہونچی تھی اُنکا جنازے پر حاضر ہونا ناپسند کرتی تہین ۔ شیعہ ان امور کو کتب اہل سُنت سے اچھی طرح ثابت کرتے ہین جنہین صحیح

بخاری اور مسلم بھی داخل ہے علمائے اہل سنت مین سے کسی نے
یہ جواب دیا ہے کہ جناب سیدہ ع پھر راضی ہوگئی تھین لیکن یہ
جواب خلاف روایتون صحیح مسلم اور صحیح بخاری کے تھا کہ اُن مین
جو روایت ہے اُن سے غضبناک اور ناخوش رہنا جناب سیدہ
کا مرتے دم تک ظاہر ہے۔ بعض علماء اہل سنت نے معنی اُس
روایت صحیح مسلم اور بخاری کی تاویل یہ کی کہ حضرت فاطمہ فیصلہ
فدک کا سُن کر چپ ہورہین اور اُنھون نے اُسپر کچھ کلام نہین کیا
یہانتک کہ مرگئین علیہا یہ تاویل بھی خلاف الفاظ اور صریح معنی روایت کے
تھی اور دیگر نامور علماء اہل سنت اُس کے معنی یہ بھی قبول کرتے
چلے آتے تھے کہ حضرت فاطمہ ع معاملہ قضیہ فدک مین حضرت ابوبکر
سے غضبناک اور ناخوش مرین ۱۲ متاخرین علمائے اہل سنت
مین سے شاہ عبدالعزیز صاحب نے تحفہ مین یہ ایجاد کی کہ حضرت
ابوبکر ع نے بالقصد حضرت فاطمہ ع کو غضبناک نہین کیا بمقتضائے
بشریت کے حضرت فاطمہ ع ناراض اور خشمگین ہوگئین ۱۲ اور غرض
اس عالم متاخر کی اس تاویل رکیک سے یہ تھی کہ پیغمبر ع نے جو
فرمایا ہے کہ جس کسی نے غضبناک کیا فاطمہ ع کو اُس نے غضبناک
کیا مجھ کو ۱۲ اُس کے مصداق سے حضرت ابوبکر ع بری ہوجائین
لیکن کسی پر جو غضب ہوتا ہے وہ اُس مغضوب کے کسی ایسے
فعل یا قول سے ہوتا ہی کہ جو غضب کرنے والون کو ناخوش کرے
اور ہر قول اور ہر فعل ہر انسان کا بالقصد ہوتا ہے سوائے مجنون
اور غیر عاقل کے حضرت ابوبکر ع کا جو قول اور فعل معاملہ فدک مین

ظہور مین آیا کہ جس سے حضرت فاطمہ ع ناخوش ہوئین اُسکو آجتک کسی نے نہ یہ کہا نہ کہہ سکتا ہے کہ حضرت ابوبکر کا وہ قول اور فعل مجنونانہ اور غیر عاقلانہ تھا۔ اگر وہ قول اور فعل بالقصد نہین تہا تو جس وقت حضرت فاطمہ ع اُس قول اور فعل حضرت ابوبکر سے خشمناک اور ناراض ہوئین اُس وقت حضرت ابوبکر کو لازم تھا کہ وہ اپنے اُس قول اور فعل کو مسترد کرتے کہ حضرت فاطمہ ع کا غضب فرو ہوجاتا اور وہ خوش ہوجاتین مگر حضرت ابوبکر نے جیساکہ بالقصد اپنے قول اور فعل سے حضرت فاطمہ ع کو غضبناک اور ناخوش کیا ویسے ہی وہ بالقصد اُس اپنے قول اور فعل پر قائم اور مستحکم رہے کہ جس سے فاطمہ ع خشمگین اور ناراض رہین جب پیغمبر ص نے یہ فرمایا کہ جس کسی نے غضبناک کیا فاطمہ ع کو اُسنے غضبناک کیا مجھکو[۱] جس سے عصمت اور طہارت فاطمہ ع کی مثل پیغمبر ص ظاہر ہے یعنے جیسے کہ پیغمبر ص کسی پر غضبناک ہون تو یہ نہین سمجھا جاسکتا کہ وہ ناخوشی اور غضب پیغمبر ص کا ناواجب اور بے محل ہے ویسے ہی حضرت فاطمہ ع کی نسبت سمجھنا چاہیے کہ اُنکا غضب ناواجب اور بے محل نہین تھا۔ اور جیسے کہ ارشاد پیغمبر ص سے یہ امر قابل تسلیم کے ہے۔ کہ فاطمہ ع کا غضب ناک کرنا ایسا ہے جیسے کہ پیغمبر ص کو غضب ناک کیا ویسے ہی اس امر سے کوئی انکار نہین کرسکتا کہ جیسا پیغمبر ص کا غضب مین لانا ہے ویسے ہی خدا کا۔

[۱] اھدنا الصراط المستقیم ہدایت کر ہمکو راہ سیدھی کی۔

Presented by www.ziaraat.com

صراط الذین انعمت علیھم غیر المغضوب علیھم ولا الضالین ۔ جن لوگوں پر تو نے انعام کیا ہے اُن کی راہ ۔ نہ اُن لوگوں کی جن پر غضب کیا گیا ہے اور نہ گمراہوں کی ۔

مصنف مخاطب نے علمائے اہل سنت کے ناکافی جوابوں کو سمجھ کر درگذر کی ہے اور اپنی طرف سے یہ نیا جواب دیتے ہیں کہ ،، اہل سنت کے کتب صحاح میں جناب سیدہ ع کی زبان سے اُن کا ناراض یا غضبناک ہونا ہرگز منقول نہیں ۔ ناراضی فعل قلب ہے جب تک زبان سے ظاہر نہ کیا جاوے دوسرے شخص کو اس کی خبر نہیں ہو سکتی البتہ قرائن سے دوسرا شخص قیاس کر سکتا ہے مگر ایسے قیاس میں کبھی غلطی بھی ہو جاتی ہے ۔ بخاری میں یہ مطالب ام المومنین عائشہ سے منقول ہیں نہ جناب سیدہ ع سے ام المومنین عائشہ یہ نہیں کہتیں کہ میں نے فاطمہ زہرا کی زبان سے ابوبکر کی شکایت سنی ۔ عائشہ عالم الغیب نہ تھیں البتہ قرائن سے اُنھوں نے ایسا سمجھا مگر کیا دلیل ہے کہ یہ سمجھنا اُنکا مطابق واقعہ کے تھا اگر حضرات شیعہ کو یہ دعویٰ ہو کہ فدک کی بحث میں جناب سیدہ ابوبکر سے ناراض ہوئیں تو اہل سنت کی صحیح روایتوں سے ابوبکر کی شکایت جناب سیدہ ع کی زبان سے ثابت کریں ،، ناراض یا غضبناک ہونا بے شک فعل قلب ہے مگر یہ ضرور نہیں ہے کہ وہ خشمگینی اور ناخوشی جبتک زبان سے ظاہر نہ کیجاوے دوسرے شخص کو اُسکی خبر نہیں ہو سکتی بلکہ ناخوشی اور غضبناکی سوائے زبان کے آثار سے جو چہرے و بشرے سے اور دیگر افعال سے جو بعد کو وقوع میں آئیں

اُس شخص کے کہ جس کے قلب مین ناخوشی اور غضبناکی ڈالی گئی ہو ظاہر ہو سکتی ہے اور قبول کی جا سکتی ہے۔ ابوبکر جوہری جو علماے اہل سنت سے ہین اُنھون نے اپنی کتاب سقیفہ مین ایک خطبہ جناب سیدہ ؑ کا جو خطبۂ لمہ کے نام سے مشہور ہے لکھا ہے اور اُسکو ابن ابی الحدید نے بھی نقل کیا ہے اُس کے چند حصہ ہم نے پہلے ترجمہ کیے ہین (جو جلد رسالہ روشنی حصہ پانچ وچھ فروری و مارچ ۱۹۴۲ء صفحہ ۳۴ مین درج ہے) ابن اثیر نے اپنی کتاب نہایہ (لغت) کے حاشیہ پر جہان لمہ کے معنی بیان کیے ہین یہ لکھا ہے کہ وہ اسی نام کا ایک خطبہ حضرت فاطمہ ؑ نے حضرت ابوبکر ؓ کے سامنے بیان کیا ہے ۔ ابوبکر جوہری لکھتے ہین کہ جب جناب فاطمہ ؑ کو معلوم ہوا کہ حضرت ابوبکر ؓ کا ارادہ فدک دینے کا نہین ہے تو آپ نے اپنے چہرہ پر نقاب ڈالی اور اپنی قوم کی عورتون کو ساتھ لے کر حضرت ابوبکر کی طرف چلین کہ گوشہ ردا زمین پر کھنچتا جاتا تھا ۔ اور زمین پر نشان ہوتا جاتا تھا (یہ علامت غیظ و غضب کی ہے) طرز رفتار حضرت کا کسی طرح سے رسول خدا ؐ کی رفتار سے مختلف نہ تھا یہانتک کہ ابوبکر ؓ کے پاس پہونچین ۔ اور وہ درمیان مہاجرین و انصار کے تشریف رکھتے تھے اُس وقت اُن کے اور جناب فاطمہ ؑ کے درمیان ایک سفید باریک چادر کی اوٹ کی گئی حضرت فاطمہ ؑ نے نہایت دردناک آہ کھینچی کہ تمام لوگ رونے لگے اور آپ دیر تک خاموش بیٹھی رہین یہانتک کہ لوگون کا جوش گریہ کم ہوا اور ساکت ہو گئے۔ اُس کے بعد جناب سیدہ ؑ نے وہ خطبہ فرمایا ہے جس مین حمد و نعت

ایسی روش سے بیان کی ہی کہ جو لوگون کے پند و نصائح پر مشتمل ہے اور پھر اُس مین کنایہ اسطرف سے ہے کہ خلافت حق اہل بیت کا تھا جو لیلیا گیا اور فدک کے متعلق آیات قرآنی سے اپنے حق پر استدلال کیا جس روایت اور خطبہ کو ابو بکر جوہری نے نقل کیا ہی اُس سے ظاہر ہے کہ خلافت جو حق اہل بیت نبوت کا تھا وہ پہلے ہی قول اور فعل حضرت ابو بکرؓ و دیگر صحابہ مہاجرین و انصار سے جو کوئی اُسمین شریک ہوا نکل چکی تھی ۔ جب حضرت فاطمہ کو معلوم ہوا کہ حضرت ابو بکرؓ فدک سے بھی منع کرنا چاہتے ہین تو جناب سیدۃ ابو بکرؓ کے پاس ایسی شان سے آئین کہ جس سے غیظ و غضب اُن کا علانیہ ظاہر ہے اور اُن کے خطبہ سے ناخوش ہونا اُن کا جس کو اُنھون نے اپنی زبان سے فرمایا علانیہ واضح ہے ۔ اور جب حضرت ابو بکرؓ نے اُن کو فدک سے منع کر دیا اور وہ چپ ہو کر چلی گئین اور خلاف اُن کے کلام اور خواہش کے کہ جو حق تھا اُنکے ساتھ سلوک کیا گیا تو اسی سے اُس وقت ہر کسی کو یقین ہوا کہ جس غیظ و غضب مین حضرت فاطمہ آئی تھین اُس سے زیادہ غیظ و غضب مین اور ناخوش ہو کر گئین اور حاضرین جلسہ مین سے ہر کسی نے جان لیا کہ حضرت فاطمہؑ غضبناک اور ناخوش ہو گئین اور اُنھین سب حاضرون کے ذریعہ سے دوسرے غیر حاضرون تک یہ خبر پہونچی اور ہر کسی کو اس ناخوشی اور غضبناکی حضرت فاطمہؑ کا یقین ہوا

یہ واقعہ کچھ خفیہ ظہور مین نہین آیا تھا بلکہ علانیہ وقوع مین آیا

تھا اور جس سے اکابر صحابہ مہاجرو انصار آگاہ ہو گئے تھے کہ جن کے سامنے یہ واقعہ پیش آیا تھا اور جیسے کہ اور صحابہ حاضرین کو یقین غضب اور ناخوشی فاطمہؑ کا ہوا ویسے ہی حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کو کہ جو بانی اس واقعہ کے تھے یقین غضبناکی اور ناخوشی فاطمہؑ زہراؑ کا کیا فاطمہؑ کے کلام سے اور کیا حالت واقعہ اور روئداد سے ہو گیا تھا۔ کتاب امامت و سیاست ابن قتیبہ سے جو ایک جید علماء اہل سنت سے ہیں ہم پہلے[1] ایک روایت نقل کر چکے ہیں۔ ابن قتیبہ تفصیل سے لکھتے ہیں کہ حضرت ابوبکرؓ نے حضرت عمرؓ سے کہا کہ آؤ فاطمہؑ کے پاس چلیں کہ ہم نے اُن کو غضبناک کر دیا ہے (کیا اس سے ثابت نہیں ہوتا کہ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کو یقین تھا کہ حضرت فاطمہؑ اُن پر غضبناک تھیں۔ اور کچھ شبہ نہیں کہ اُن سے زیادہ کوئی واقف غضبناکی اور ناخوشی فاطمہؑ کو جان نہیں سکتا تھا کہ اُنھیں کے مقابلہ میں حضرت فاطمہؑ نے گفتگو ہی کی تھی اور اُنھوں نے حالت فاطمہؑ بچشم خود دیکھی تھی اور اُنھیں کے ساتھ وہ قضیہ ہوا تھا) چنانچہ وہ دونوں گئے اور فاطمہؑ نے اُن کو گھر میں داخل ہونے کا اذن نہ دیا (کیا یہ کلام اور حالت ثابت نہیں کرتا کہ فاطمہؑ اُن پر غضبناک تھیں اور اُن دونوں کا اپنے پاس آنا اور اُن سے بات چیت کرنا فاطمہؑ پر از حد شاق اور ناگوار تھا۔) پھر وہ حضرت عمرؓ اور حضرت ابوبکرؓ علیؑ کے پاس گئے اور علیؑ سے سفارش چاہی اور علیؑ اُن کو لے گئے۔ تو

[1] رسالہ روشنی جلد اول حصہ اول اکتوبر ۱۹۰۳ء صفحہ ۵۵۔

جناب سیدہ ع نے منھ اپنا دیوار کی طرف پھیر لیا۔ (کیا اس سے زیادہ حالت فاطمہ ع اُن کی ناخوشی پر یقین کے لیے درکار ہے) حضرت ابوبکر نے کہا کہ میں اپنی دختر عائشہ سے تجکو زیادہ دوست رکھتا ہوں۔ لیکن میں نے پیغمبر ص سے سنا تھا۔ کہ گروہ پیغمبر ص کا کوئی وارث نہیں ہوتا۔ جناب فاطمہ ع نے کہا کہ میں تم کو خدا کی قسم دیتی ہوں آیا تم نے نہیں سنا ہے رسول پیغمبر ص سے کہ خوشنودی فاطمہ ع خوشنودی میری ہے اور ناخوشی اُس کی ناخوشی میری ہے جو کوئی دوست رکھے فاطمہ ع کو اُس نے دوست رکھا مجکو اور جو خوشنود کرے فاطمہ ع کو خوشنود کیا اُس نے مجکو اُن دونوں حضرات نے کہا کہ ہاں ہم نے سنا ہے فاطمہ ع نے کہا کہ میں گواہ کرتی ہوں خدا اور اُس کے ملائکہ کو اس بات کا کہ تم دونوں نے مجکو ناخوش کیا اور جب پیغمبر خدا ص سے ملاقات کرونگی تو اُن کے آگے تمھاری شکایت کرونگی پس حضرت ابوبکر نے آواز گریہ بلند کی۔ (کیا اس سے زیادہ زبانی فاطمہ ع کی غضب اور ناخوشی کا ثبوت اور درکار ہے؟ ہاں) پھر جناب فاطمہ ع نے فرمایا۔ کہ ہر آئینہ میں بددعا کرونگی تمھارے اوپر ہر نماز میں۔ (اب اس سے زیادہ ثبوت ناخوشی اور غضب کا کی فاطمہ ع کا اُن کی زبان سے اور کچھ چاہتے ہو۔ نہیں توبہ) حضرت ابوبکر کے جانے کی فاطمہ ع کے منانے کے لیے

یہی روایت نہیں ہے کہ جس کو صرف ابن قتیبہ نے لکھا ہو بلکہ اکثر علماے اہل سنت نے اس واقعہ کو لکھا ہے چنانچہ مولوی شاہ عبدالعزیز صاحب تحفہ میں قبول کرتے ہیں کہ ثانیاً یہ امر ابوبکر

پر بہت شاق ہوا اور اپنے آپ کو دروازۂ خانۂ زہرا پر حاضر لائے اور امیرالمومنین علیؑ کو اپنا شفیع گردانا تاکہ حضرت زہراؑ اُنسے خوشنود ہو جائیں۔ مولوی شاہ عبدالعزیز صاحب کتب علماے اہلسنت کا اس طرح حوالہ دیتے ہیں کہ یہ روایت مدارج النبوۃ اور کتاب الوفا بیہقی اور شرح مشکوۃ میں موجود ہے بلکہ شرح مشکوۃ میں شیخ عبدالحق نے لکھا ہے کہ ابوبکر صدیقؓ بعد اس قضیہ کے فاطمہؑ کے گھر پر گئے اور گرمی آفتاب میں کھڑے رہے اور عذرخواہی کی۔ ریاض النضرۃ میں بھی یہ قصہ بالتفصیل مذکور ہے اور مقتل الخطبات میں بھی بروایت بیہقی شعبی سے بھی یہ قضیہ مروی ہے اور ابن اسمان نے کتاب الموافقۃ میں اوزاعی سے روایت کیا ہے کہ آئے ابوبکرؓ دروازہ فاطمہؑ پر روز گرم میں اور کہا کہ نہیں جاؤنگا میں اس جگہ سے جب تک کہ نہ راضی ہو جاوے مجھسے بنت پیغمبرؐ یقین کرنا چاہیے کہ ان اکابر علماے سُنت نے اُن روایات پر اعتنا کیا ہے جن سے حضرت ابوبکرؓ کا در خانہ جناب فاطمہؑ پر جانا بعد قضیہ فدک کے بغرض خوشنودی حاصل کرنے حضرت فاطمہؑ کے اور روز گرم میں برداشت کرنا گرمی کا ظاہر ہوتا ہے اور جس سے صاف یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ جناب سیدۃ نساء العالمین حضرت ابوبکرؓ سے ایسی ناخوش اور غضبناک ہو گئی تھیں کہ جس کی وجہ سے حضرت ابوبکرؓ اپنی بیتابی ظاہر کرتے تھے کہ حضرت فاطمہؑ اُنسے خوشنود ہو جائیں اور حضرت ابوبکرؓ کو حضرت فاطمہؑ کی ناراضی اور ناخوشی کا بیحد یقین تھا۔ اور اُسی کی کمی اُن کو یہ بھی یقین تھا کہ پیغمبرؐ

کے ارشاد کے کہیں وہ مصداق نہ ہو جائیں۔ مولوی شاہ عبدالعزیز صاحب نے جن کتب اہل سنت سے اس واقعہ کا ذکر لکھا ہے اُن کتابوں میں اس روایت کے آخر پر یہ مروی ہوا ہے کہ حضرت فاطمہ راضی ہوگئیں۔ لیکن یہ جزو اخیر بالکل مخالف ہے اُس کے جو ابن قتیبہ نے لکھا ہے اور جس کا ذکر ابھی ہم اوپر لکھ آئے ہیں صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں جو روایت غضبناکی اور ناخوشی جناب فاطمہ منقول ہے۔ وہ بھی خلاف اُس روایت کے ہے کہ جس روایت میں حضرت فاطمہ کا راضی ہو جانا مروی ہوا ہے اس لیے کہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں یوں روایت ہے کہ "حضرت فاطمہ غضبناک ہوئیں اور اُنھوں نے بات نہ کی یہاں تک کہ مرگئیں" اگر حضرت فاطمہ راضی ہو جاتیں تو صحیح مسلم اور بخاری میں یوں روایت ہوتی کہ غضبناک ہوئیں فاطمہ پھر راضی ہوگئیں اور خوش خوش مریں" ابن قتیبہ نے جو روایت لکھی ہے اور جس کا آخر مضمون یہ ہے کہ حضرت ابوبکر سے حضرت فاطمہ راضی نہیں ہوئیں اور اُنکا غضب فرو نہیں ہوا اور اُنھوں نے اپنا تا دم مرگ ناخوشی پر قائم رہنا اپنی زبان سے ظاہر فرمادیا" یہ ابن قتیبہ کی روایت مطابق صحاح کے ہے اس لیے اُس کا صحیح مانا جانا چاہیے اور روایت دیگر کتب کا جزو اخیر جو متضمن راضی ہو جانے جناب فاطمہ کے ہے قطعی موضوع قرار پانے کے قابل ہے اور یہ سمجھنا چاہیے کہ قضیہ حضرت ابوبکر کے جانے کا اور حضرت فاطمہ سے یہ خواہش کرنے کا کہ وہ راضی ہو جائیں" تو صحیح ہی

صحیح ہے ۔ بجاے غضبناک اور ناخوش رہنے جناب فاطمہ ع کے جیساکہ ابن قتیبہ نے لکھا ہے واضعین نے یہ وضع کرلیا کہ حضرت فاطمہ ع راضی ہوگیئں ۔ عام طور پر ہر ایک ملک تعلیم یافتہ کا ہمیشہ سے یہ دستور چلا آتا ہے کہ کسی کی خطا بخشی نہین ہوسکتی اور نہ کسی کو معافی دی جاسکتی ہے جب تک کہ وہ خطا کرنے والا اپنے اُس قول اور فعل پر نادم ہوکر اپنے قول اور فعل کو مسترد کرے اور واپس لے ۔ یہانتک کہ خدا بھی کسی کا گناہ جو حق اللہ سے متعلق ہو معاف نہین کرتا ۔ جب تک کہ وہ گنہگار پشیمان ہوکر باز نہ آوے اور جو کوئی گناہ حق العباد کے متعلق کرتا ہے وہ گناہ اُس کا خدا اُس وقت تک معاف نہین کرتا اور اُس کی توبہ قبول نہین کی جاتی کہ جب تک وہ حق العباد کو مسترد نہ کرے اور واپس نہ دے ۔ کسی کی سمجھ مین آسکتا ہے کہ جب حضرت ابوبکرؓ باوصف اس کے کہ خلافت کی نسبت یہ فرماتے رہے کہ مجھسے اقالہ بیعت کا کرلو جب کہ درمیان تمہارے بہتر تمہارا علی ہے مگر نہ اقالہ بیعت کا کیا نہ خلافت واپس دی ۔ اور متعلق معاملہ فدک کے معافی مانگنے کے وقت بھی یہی کہتے رہے کہ میں نے پیغمبرؐ سے سنا ہے کہ کوئی پیغمبرؐ کا وارث نہین ہوتا ۔ اور جس سے عذر دیا تھی کہ مین نے فدک کو ٹھیک ضبط کیا ہے ۔ جس کو حضرت فاطمہ خلاف حق اور مخالف قرآن جانتی تھین ۔ اور اُن کا ایسا جاننا یقینی تھا تو ایسی حالت مین کیونکر ہوسکتا ہے کہ حضرت فاطمہ ع ابوبکر ع کو معافی دے دیتین اور راضی ہوجاتین اور اگر ایسی

حالت مین وہ معافی دے دیتین اور راضی ہو جاتین۔ تو وہ امر ناواجب کی تائید کرنے والی اور اسمین شریک سمجھی جاتین۔ کہ جس سے اُن کے معصوم اور مطاہر ہونے پہ داغ لگتا اس لیے کہ معصوم ہے کہ جس کی طہارت عمل ناروا سے بموجب نص قرآنی اور پیغمبرؐ کے ہو چکی ہو اُس سے ایسا عمل نہین ہو سکتا کہ وہ امر ناواجب اور ناروا کی تائید کرنے والی ہو اور اُس پر راضی ہو جائے اور حقوق اہل بیت نبوت کو ضایع و برباد کر دے۔ یاد رکھنا چاہیے کہ ایسا امر حضرت فاطمہؑ سے ظہور مین آنا غیر ممکن تھا کہ وہ دختر پیمبرؐ اور زوجہ ابو الائمہ اور مادر گیارہ ائمہ اہلبیت پیغمبرؐ کی تھین۔ ہان اگر حضرت ابوبکرؓ اپنے قول اور فعل پہ ایسے نادم ہوتے کہ خلافت اور فدک جو حق اہل بیت پیغمبرؐ کا تھا اُس کو واپس کر دیتے کہ اُس حالت مین اُن کا اپنے قول اور فعل سے باز آنا ٹھیک ہوتا تو مین یقین دلاتا ہون۔ کہ جناب سیدہؑ اس حالت مین حضرت ابوبکرؓ سے ضرور راضی ہو جاتین اور بغیر اس کے میری سمجھ مین تو آتا نہین۔ جس کسی کے جی مین آئے سمجھ لے کہ حضرت فاطمہؑ راضی ہو گئی تھین۔

مگر بہت دشوار ہے۔ کہ جناب سیدہؑ کے تا زیست راضی ہو جانے پر حضرت ابوبکرؓ و حضرت عمرؓ سے مع اُن لوگون کے کہ جو شریک حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کے ہوئے۔ کوئی یقین کر سکے۔ وہ ان لوگون سے اسقدر غضب ناک اور ناخوش تا دم مرگ گئین کہ اُسی ناخوشی کی وجہ سے اُن کے نہ حاضر ہونے

کے لیے اپنے جنازہ پر ممانعت اور وصیت کر گیئن چنانچہ ابوبکر جوہری نے روایت کی ہے کہ وہ فاطمہ ع نے ابوبکر سے کہا کہ مین تمسے کبھی کلام نہین کرونگی ابوبکر نے کہا کہ مین تم سے کبھی جدائی نہین کرونگا فاطمہ ع نے کہا خدا کی قسم ہر آئینہ بد دعا کرونگی مین تم پر ابوبکر نے کہا قسم خدا کی مین دعا کرونگا تمھارے واسطے پس جسوقت کہ حاضر ہوئی وفات فاطمہ ع کو۔ پس وصیت کر گئی کہ نہ نماز پڑھین ابوبکر اُن پر۔ دفن کی گیئن فاطمہ ع رات کو یہ روایت صاف دلالت کرتی ہے کہ وصیت حضرت فاطمہ ع کی بوجہ آزردگی اور ناخوشی کے یہ تھی کہ حضرت ابوبکر اُن کے جنازہ پر حاضر ہوئین اور صحیح بخاری مین غزوہ خیبر مین یہ روایت ہے (جس کا شروع یہ ہے) کہ وہ چاہتی تھی فاطمہ ع میراث رسول اللہ ص سے جو کچھ کہ فے کر دیا تھا اللہ نے پیغمبر ص پر مدینے مین اور فدک مین اور جو کچھ کہ بقیہ تھا خمس خیبر سے (آخر روایت مین ہے) پس انکار کیا ابوبکر نے یہ کہ حوالہ کرین فاطمہ ع کو اُس مین سے کچھ۔ پس خشمگین اور اندوہگین ہوئین فاطمہ ع ابوبکر پر اُس قضیہ مین اور جدائی کی فاطمہ ع نے ابوبکر سے اور نہ کلام کیا فاطمہ ع نے اُن سے یہانتک کہ مر گیئن اور زندہ رہین فاطمہ ع بعد نبی ص کے چھ مہینہ۔ پس جب وفات پائی فاطمہ ع نے دفن کیا اُن کو اُن کے شوہر علی ع نے رات مین۔ اور نہ اذن دیا اُن کے جنازے پر کہ ابوبکر نماز پڑھین اور یہ روایت صحیح مسلم مین بھی کتاب جہاد مین مذکور ہے۔ روضۃ الاحباب[1]

[1] مطبع تیغ بہادر لکھنؤ صفحہ ۴۲۳

مین بھی اس قدر منقول ہے کہ وہ دوسرے روز ابو بکر صدیق رض اور عمر فاروق رض اور تمام اشراف صحابہ نے حضرت علی علیہ السلام سے عتاب کیا کہ کیون ہم کو خبر نہ کی تاکہ شرف نماز کا اس پر ہم پاتے حضرت علی ع نے عذر کیا کہ بموجب وصیت کے ایسا مین نے کیا ۱۱؎

ان روایات مین (جو دیگر کتب صحاح مین مندرج ہین اور جنکی صحت علماے اہل سنت قبول کرتے رہے ہین) ایسی تفصیل سے واقعات غضب ناکی اور ناخوشی فاطمہ زہرا ع کے منقول ہین جنمین زبانی اور حالت فاطمہ ع یعنے ان کے قول اور عمل سے قابل یقین کے ثابت ہے کہ خلافت جو خاندان نبوت سے نکال لی گئی اور فدک سے ان کو منع کر دیا گیا حضرت فاطمہ ع حضرت ابو بکر رض اور عمر رض پر ایسی غضب ناک اور ان سے ایسی ناخوش ہوئین اور وہ غضب اور ناخوشی ایسا ان کو تا حیات باقی رہا کہ حضرت ابو بکر رض اور عمر رض اور جو کوئی انکا مساعد تھا انکے لیے وصیت کر گئین کہ وہ انکے جنازے پر بھی حاضر نہون۔

یہ تمام واقعات موجب غضب ناکی اور ناخوشی حضرت فاطمہ ع کے کیا سقیفہ بنی ساعدہ مین امر خلافت کے متعلق اور کیا دربار حضرت ابو بکر رض مین قضیۂ فدک کے متعلق اور کیا حضرت ابو بکر و عمر کے بغرض حصول خوشنودی جناب سیدہ ع کے گھر پر جانے اور جناب فاطمہ ع کی خوشنودی ہونے کے متعلق اور کیا وصیت کرکے ان حضرات کو حاضری اور شرکت جنازہ سے منع کر دینے کے متعلق اور اسی

وجہ سے اُن کو اطلاع وفات نہ دینے کے اور اُن حضرات سے شریک جنازہ نہو سکنے کے متعلق ایسے کُھلم کُھلا اور علانیہ وقوع مین آئے تھے کہ جس سے ہر کسی کو قول اور طرز عمل حضرت فاطمہؑ سے یقین ہو گیا تھا کہ فاطمہ زہراؑ غضبناک اور ناخوش حضرت ابوبکرؓ اور عمرؓ سے تا زیست رہین ۔ بی بی عائشہ جو پیاری دختر اور جگر حضرت ابوبکرؓ کی تھین اُن کے تیقین پر حضرت فاطمہؑ کے غضبناک اور ناخوش رہنے کا مرتے دم تک بہ نسبت دوسرے لوگون کے کچھ بھی شبہ نہین ہوسکتا کہ حضرت فاطمہؑ کی تمام گفتگو ئین اور اُنکا طرز عمل خود بمقابلہ حضرت ابوبکرؓ پدر بزرگوار بی بی عائشہؓ کے وقوع مین آیا تھا ۔

پس بی بی عائشہ سے صحیح بخاری[لہ] اور مسلم مین جو یہ روایتین ہین کہ بیبی فاطمہؑ بنت رسول اللہؐ نے چاہا ابوبکر صدیقؓ سے بعد وفات رسول اللہؐ کی یہ کہ حصہ کر دین فاطمہؑ کیلیے میراث اُنکی جو کچھ چھوڑا ہے رسول اللہؐ نے اُس چیز سے کہ فے کر دیا تھا اللہ نے رسولؐ پر کہا ابوبکرؓ نے فاطمہؑ سے بیشک رسول اللہؐ نے فرمایا نہین وارث ہوتا ہے ہمارا ۔ جو کچھ چھوڑتے ہین ہم صدقہ ہے ۔ پس غضبناک ہوئین فاطمہؑ بنت رسولؐ اور جدائی کی ابوبکرؓ سے اور اور ہمیشہ رہی وہ جدائی یہانتک کہ مرگئین اور زندہ رہین فاطمہؑ بعد رسول اللہؐ کے چھ مہینے ۔ اور دوسری[لہ] روایت کے آخر مین بھی ہے ۔ جب مرگئین فاطمہؑ دفن کیا اُن کو اُن کے شوہر نے رات مین اور نہ اذن دیا اُن کے لیے ابوبکرؓ کو کہ وہ نماز پڑہین اُن پر ۔

لہ کتاب خمس بخاری ۱۲ سلہ غزوۂ خیبر بخاری کتاب الجہاد مسلم ۱۲

یہ روایتیں بیان مختصر اور نتیجہ اُن واقعات مفصل کا ہیں جو روایتوں دوسرے کتب اہل سنت میں منقول اور مقبول علمائے اہل سنت کی ہیں اور بی بی عائشہ نے اپنے بیان میں نتیجہ انہیں واقعات کا بیان کیا ہے کہ جس قول اور طرز عمل فاطمہ زہرا سے اُن کی غضبناکی اور ناخوشی کا ہر کسی کو یقین تھا اور وہ واقعات قول اور طرز عمل فاطمہ خود بمقابلہ حضرت ابوبکر پدر بزرگوار بی بی عائشہ صدیقہ کے ظہور میں آئے تھے۔ اور بی بی عائشہ کو اس نتیجہ واقعات پر جس کو انھوں نے بیان کیا ایسا علم الیقین تھا کہ اُن کو کچھ ضرورت ذریعہ اپنے علم کے بیان کی نہیں تھی۔ پس امر محققہ اور واقعات مسلمہ کا نتیجہ بیان کرنا بی بی عائشہ کا اُس سے بہتر اور اولی صداقت غضبناکی اور ناخوشی فاطمہ علیہا السلام کے لیے ہے کہ جب بی بی عائشہ محض زبانی حضرت فاطمہ کے بیان کرتیں کہ اس میں سے گنجائش اس امر کے کہنے کی باقی رہ سکتی کہ بی عائشہ سے گفتگو زبانی فاطمہ زہرا کے سمجھنے میں غلطی ہوئی۔ پس بی بی عائشہ کے بیان نتیجہ اور محققہ اور واقعات مسلمہ کی نسبت یہ قیاس کرنا کہ وہ انھوں نے قیاس کیا تھا جس میں غلطی ہو جاتی ہے تیرہ سو برس کے بعد یہ ایجاد طبع کہ وہ بی بی عائشہ کا وہ قیاس تھا اور وہ قیاس بھی غلط تھا کسی طرح صحیح نہیں ہو سکتا۔ بی بی عائشہ صدیقہ نے جو امر محققہ اور نتیجہ واقعات مسلمہ کا بیان کیا ہے اُس کی صداقت کو نہ ماننا ایسا ہی ہے کہ جیسے خود حضرت ابوبکر بلا ذکر زبانی حضرت فاطمہ کے امر محققہ اور نتیجہ و اقعات مسلمہ کو بیان کرتے اور اُن کے بیان

کی ناسنظوری کے سبب یہ کہا جاتا کہ اُنھون نے فاطمہ زہرا ع کی زبانی شکایت نہین سنی - بی بی عائشہ بے شک عالم الغیب نہین تھی لیکن یہ معاملہ عالم شہود کا ہے جس کو اُنھون نے بیان کیا ہے اور اُنکی آنکھون کے سامنے زمانہ اُن واقعات کو ظہور مین لاتا گیا تھا اور اُن واقعات کو مسلم اور محقق قرار دیتا جاتا تھا -

مصنف مخاطب ہنوز مشتاق ایسی دلیل کے ہین کہ وہ بی بی عائشہ کا سمجھنا مطابق واقعہ کے تھا حالانکہ دلیل اُس کی خود وہ واقعات مسلمہ ظاہر کر چکے ہین - کہ جو کچھ بی بی عائشہ نے بیان کیا تھا وہ سمجھنا اُنکا مطابق واقعہ کے تھا اور وہ اُنکا سمجھنا بعینہ ایسا تھا کہ جیسا خود حضرت ابوبکر کا سمجھنا مطابق واقعہ کے تھا - شیعہ جو دعوی کرتے ہین کہ فدک کی بحث مین جناب سیدہ ع ابوبکر سے ناراض ہوئین اہلسنت کی روایتون سے ابوبکر کی شکایت جناب سیدہ ع کی زبان سے ثابت کر چکے اور اُن روایتون کی صحت کی نسبت یہ بھی بتا دیا گیا ہے کہ اُن کو علماے اہل سنت تقدیم زمانہ تک بھی قبول کرتے چلے آتے ہین - اگر مصنف مخاطب کے ہم خیال علماے اہل سنت کی اُن روایتون کے صحیح نہ ماننے جانے کا خیال رکھتے ہون تو اُن کو کوئی دلیل لانا چاہیے کہ وہ روایتین جنکو علماے اہل سنت قبول کرتے چلے آتے ہین وہ بمقابلہ اہل سنت کے شیعہ کیون نہین حجت لا سکتے - ؟

مصنف مخاطب بی بی عائشہ ع کی نسبت یہ الزام لگانے کے بعد کہ (اُن کا وہ بیان قیاس تھا اور وہ قیاس بھی غلط اور خلاف واقعہ تھا) دفع دخل کرنا چاہتے ہین تا کہ اُن کے قیاس جدیدہ سے

جس مین تمام علمائے گذشتہ سے مخالفت پیدا ہوتے ہی بی بی عائشہ پر مصنف مخاطب کی طرف سے کوئی طعن عائد نہو جاوے لیکن دفع دخل مین اُنکو کامیابی نہین ہوئی۔

پہلے تو ہم کو یہ حیرانی ہے کہ مصنف مخاطب آیہ تطہیر شان مین ازواج کے قرار دیتے ہین جس پر اُنھون نے بہت زور دیا ہے۔ اور یقین کرنا چاہیے کہ ازواج کی شان مین آیت تطہیر کو قرار دینے سے اصل مقصود یہ ہی ہے کہ بی بی عائشہ طاہر سمجھی جاوین اس طہارت سے یہ مراد تو ہو نہین سکتی کہ بی بی عائشہ کے ہاتھ پانو بدن مین قاذورات لگے ہوئے تھے اُن سے وہ طاہر ہو گئین بلکہ شرک و کفر فواحش اور عمل قبیح کی طہارت سے مراد ہونی چاہیے یعنے کوئی گناہ اُن سے سرزد نہو۔ ہان اب سوال یہ ہے کہ غلط اور خلاف واقعہ ایسا قیاس بی بی عائشہ کی طرف عائد کرنا۔ کہ جس سے حضرت ابوبکرؓ برحق خلیفہ اور نائب رسولؐ پر (جیساکہ مزعوم اہل سنت ہے) غضب اور ناخوشی فاطمہؑ کا الزام عائد ہوتا ہو (کہ غضبناکی اور ناخوشی فاطمہؑ برابر غضب اور ناخوشی پیغمبرؐ کے ہے) امر شدید اور مذموم حضرت ابوبکرؓ کے لیے ہے۔ آیا ایسا الزام لگانا داخل عمل قبیح اور گناہ کے ہے یا نہین؟ شیعہ بھی بجز اس کے کہ حضرت ابوبکرؓ پر کچھ الزام لگاتے ہین اور کچھ گناہ نہین کرتے ویسے ہی بی بی عائشہ کی طرف سے حضرت ابوبکرؓ پر غلط الزام لگانے کا گناہ مصنف مخاطب عائد کرتے ہین۔ یہ کہا جا سکتا ہے کہ بی بی عائشہ معصوم نہین تھین اور اُن سے ایسے امور کا سرزد ہونا غیر ممکن نہین تو اسکا جواب

یہ ہوگا کہ وہ شامل اُن لوگوں کے نہیں تھیں جنکی شان میں آیت تطہیر ہے - ہاں ایسے امور کے سرزد ہونے سے جبکہ وہ معصوم نہیں ہیں بی بی عائشہ کے لیے یہ فائدہ ہے کہ اُن کی خصلت ضرور امور ناروا کے لیے پائی جاوے گی اور کہا جا سکیگا کہ جب اُنھوں نے اپنے باپ ایک خلیفہ برحق نائب رسول م پر ایسا شدید الزام لگانے پر قیاس غلطا اور خلاف واقعہ کے ذریعہ سے باک نہیں کیا - تو وہ علی مرتضی ع جو تھے خلیفہ رسول ص سے جنگ کرنے میں کیا دریغ کرسکتیں اور علی ع سے جنگ کرنے کا الزام جو شیعہ بی بی عائشہ پر لگاتے ہیں اُس سے برات کے لیے وہ خصلت بی بی عائشہ کی حجت عمدہ ہے

مصنف مخاطب ام المومنین عائشہ ع پر طعن عائد ہو سکنے کے لیے کہتے ہیں کہ ۔ اُنھوں نے بیان خلاف واقعہ کا قصد نہیں کیا تھا - بلکہ جو کچھ وہ سمجھی ہوئی تہیں اُس کو بیان کیا تھا یہ اتفاقی بات ہے کہ وہ خلاف واقعہ تھا ؛ یہ تو ہم خوشی سے قبول کرتے ہیں کہ بی بی عائشہ ع نے خلاف واقعہ کا قصد نہیں کیا مگر جو کچھ وہ سمجھی ہوئے تہیں وہ خلاف واقعہ کیونکر ہو سکتا ہے ؟ جو واقعات مسلمہ اور امور متفقہ ہم نے کتب اہل سنت سے دکھاتے - اُن سے وہ بیان بی بی عائشہ ع کا مطابق واقعہ کے ہے مصنف مخاطب کو چاہیے تہا کہ پہلے وہ اُن واقعات کو دکہاتے کہ جس سے ہر کسی کو یقین ہو جاتا کہ حضرت ابوبکر ع سے حضرت فاطمہ ع کو اذیت نہیں پہونچی اور ہمیشہ حضرت ابوبکر ع اُن کی رضا اور خوشنودی کے کام کرتے رہے - جس سے حضرت فاطمہ ع کا کبھی غضبناک اور

ناخوش ہوتا ہر کسی کے ذہن مین آجاتا۔ بغیر اس کے با وصف موجود ہوئے واقعات غضب اور ناخوشی کے کسی کی سمجھ مین یہ کہنا مصنف مخاطب کا آسکتا ہے کہ بی بی عائشہ کا بیان جو وہ سمجھے ہوتے ہین خلاف واقعہ تہا۔ یہ کیونکر ہوسکتا ہے کہ تیرہ سو برس کے بعد مصنف مخاطب بی بی عائشہ کی سمجھ کو جو اُن واقعات پر مبنی تھی۔ بلکہ جو اُن کی زندگی مین گذرے تھے غلط اور خلاف واقعہ قرار دین۔ یہ واقعات ایسے مسلمہ اور محققہ طشت از بام تھے کہ اس عہد کے تمام لوگ اُن واقعات کی صحت کو مانتے تھے۔ اور مفصل اُن واقعات کو دوسرے لوگون نے برابر نقل کیا ہے جو خود کتب اہلسنت مین مندرج ہین۔ بی بی عائشہ کے ایک شخص عروہ بن زبیر سے (کہ جو بھانجہ[۱] بی بی عائشہ کا تہا۔ اور جن کے سامنے بی بی عائشہ بے حجاب آسکتی تہین) نتیجہ واقعات مسلمہ اور امر محققہ کے بیان کرنے سے تو زیادہ تائید صحت اُن روایات کی ہوتی ہے۔ جو دوسرے لوگون سے دیگر کتب اہل سنت مین منقول ہوئی ہین صحت واقعات کے لیے یہ امر ضروری نہین ہوسکتا۔ کہ بی بی عائشہ کے سوا دوسرے لوگون سے بھی یہ خبر کتب صحیح بخاری اور صحیح مسلم مین بھی منقول ہو کیا مصنف مخاطب اس امر کے قائل ہین کہ تنہا بی بی عائشہ سے کوئی حدیث پیغمبر کی منقول ہو اور دوسرے لوگون سے اسی کتاب مین وہ روایت منقول نہو تو وہ روایت بی بی عائشہ کی غلط اور خلاف

---

[۱] عبداللہ منذر عروہ مہاجر چار بیٹے اسمار بنت ابی بکر سے زبیر کے تھے۔ (کتاب ریاض مستطابہ)۔

واقعہ ہے۔ امر محققہ اور نتیجہ واقعات مسلمہ کا جو بیان بی بی عائشہ نے کیا ہے اگر حضرت عائشہ حیات فاطمہ یا عہد ابی بکر میں بیان کرتین تو بھی وہ اسی کے برابر تھا۔ کہ بعد وفات فاطمہ اور عہد ابی بکر کے اگر بیان کیا ہم کو اس بات کی تحقیق کی ضرورت نہین ہے کہ وہ خلافت صدیق کے زمانہ مین عروہ پیدا ابھی نہین ہوا تھا جس سے مصنف مخاطب یہ نتیجہ نکالتے ہین کہ یہ وہ بیان بی بی عائشہ نے بعد عہد ابی بکر کے ظاہر کیا ہے۔ اگر جناب فاطمہ یا عہد ابی بکر مین یہ خیال ظاہر کرتین تو اُس کی تصحیح ہوجاتی ہم قبول کیے لیتے ہین کہ عروہ زمانہ خلافت حضرت ابوبکر مین پیدا نہین ہوا تھا۔ جس کا یہ نتیجہ ہوگا کہ اُس کے سامنے واقعات اور قضیے خلافت اور فدک کے درمیان حضرت فاطمہ اور حضرت ابوبکر کی ظہور مین نہین آتے تھے پس لازم آتا ہے اسی وجہ سے بی بی عائشہ نے عروہ کے سامنے کہ جو نا واقف اور بے علم اُن واقعات اور قضیون سے سمجھا جاتا تھا امر محققہ اور نتیجہ واقعات کو بیان کیا اور حیات فاطمہ اور عہد ابوبکر مین وہ واقعات اور قضیہ باہم فاطمہ اور حضرت ابوبکر کے ایسے علانیہ ظہور مین آئے تھے کہ ہر کوئی غضبناکی اور ناخوشی جناب سیدہ کو جانتا تھا۔ اُن لوگوں واقف کا اُن کو جو حیات فاطمہ اور عہد ابوبکر مین موجود تھے کیا ضرورت تھی کہ ایک دوسرے واقف کو اطلاع کرتا۔ جناب سیدہ کا ابوبکر سے ناراض ہونے کا خیال اس وجہ سے بے اصل نہین ہوسکتا کہ خلافت ابوبکر کے زمانے مین کسی کی زبان پر اس کا ذکر نہ آیا

یا عائشہ کے سوا کسی کے دل مین اس کا خیال بھی نہ گذرا جیسا کہ
مصنف مخاطب کہتے ہین ۔ بلکہ عہد خلافت حضرت ابوبکر مین ہر کسی
کو غضبناکی اور ناخوشی فاطمہ ع کا یقین تھا اور سب سے زیادہ
بی بی عائشہ ع کے دل مین غضبناکی اور ناخوشی فاطمہ ع کی مشتمن
تھی اور اسی وجہ سے کسی کی زبان پر ذکر نہین آیا کہ ہر کوئی اُس کا
علم رکھتا تھا ۔ واقعات زمانہ تب ہی منقول ہوتے ہین کہ جبکہ کوئی
جاننے والا انجان سے ذکر کیا کرتا ہے اور انجان سے ہی کسی واقعہ
کے ذکر کی ضرورت ہوتی ہے اُن واقعات اور قضیون درمیان حضرت
ابوبکر ع اور جناب فاطمہ ع کا ذکر مختلف لوگون نے مختلف لوگون
سے سُن کر کیا ہے جیسا کہ کتب اہل سنت مین وہ عام واقعات
باعث غضبناکی اور ناخوشی فاطمہ ع کے اور وہ واقعات جن سے
غضبناکی اور ناخوشی فاطمہ ع کی مسلم اور محقق ہوئی ہے موجود
اور منقول ہین ۔ خواہ وہ کتب سیر اور تاریخ کی شان رکھتے ہون
خواہ جمع احادیث کی ۔

دعوی فدک کے بعد شاید نہین یقینی بی بی عائشہ ع اور جناب
سیدہ ع سے ملاقات نہین ہوئی اس وجہ سے نہین کہ بی بی عائشہ ع
پابند عدۃ تھین جیسا کہ مصنف مخاطب گمان کرتے ہین (عدت
وہ بیوہ رکھتی ہے کہ جو بعد وفات شوہر دوسرا شوہر کر سکے اور
زمانہ عدت تک اُس کو لازم ہے کہ شوہر کے گھر سے نہ نکلے) ازواج
رسول ص بعد وفات رسول ص دوسرا شوہر نہین کر سکتی تھین کہ اُنپر
دوسرا شوہر کرنا حرام تھا ۔ اور اُن کو بموجب نص قرآنی کے تا زیست

پیغمبرؐ کے گھر سے کسی وقت اور کسی حالت مین باہر نہین نکلنا چاہیے
تھا۔ اُن کے لیے زمانہ عدت اور غیر عدت کا جو غیر ازواج رسولؐ
کے لیے سب مساوی تھا۔ بلکہ بی بی عائشہ کی جناب سیدہؑ سے
بعد وفات رسولؐ اور دعوی فدک کے ملاقات اس وجہ سے
نہین ہوئی کہ اول تو بی بی عائشہؓ حیات رسولؐ مین ذکر حضرت
خدیجہ مادر فاطمہؑ کے وقت ایسے کلمات زبان پر لایا کرتی تھین
کہ جس سے پیغمبرؐ آشفتہ ہو جاتے تھے اور حضرت فاطمہؑ کے
دل کو خراش پہونچتی تھی۔ جیسا کہ خود کتب اہل سنت مین موجود
ہے۔ بعد وفات پیغمبرؐ اور حضرت ابوبکرؓ کے خلافت لے لینے
اور فدک سے فاطمہؑ کو منع کر دینے کے جناب فاطمہ زہراؑ
کو غضب ناکی اور ناخوشی پیدا ہو گئی تھی جس پر حضرت ابوبکرؓ یقین
کرتے تھے اور باوصف اس کے کہ حضرت ابوبکرؓ حضرت فاطمہؑ
کے گھر گئے۔ نا فاطمہؑ اُن سے خوشنود نہ ہوئین فاطمہؑ بی بی
عائشہ کو جگر حضرت ابوبکرؓ کا جانتی تھین اور بی بی عائشہؓ اپنی
ذاتی اور حسدانی برتاؤ سے یقین کرتی تھین کہ حضرت فاطمہؑ جیسا
کہ حضرت ابوبکرؓ پر غضب ناک تھین ویسے ہی مجھ سے ناخوش
ہین اور اسی وجہ سے بی بی عائشہ کی ملاقات جناب سیدہؑ سے
وفات رسولؐ اور الجھانے خلافت اور ضبطی فدک کے بعد نہین ہوئی
اور نہ مصداق گھر سے رسولؐ کے باہر جانے کا حضرت فاطمہؑ کی
ملاقات کے لیے بی بی عائشہ کی نسبت ہو سکتا تھا کہ دونون گھر
برابر تھے اور دیوار درمیانی مین ایک کھڑکی (سوکھا تھا ایک) فاطمہؑ بعد رسولؐ

کے بی بی عائشہ ؑ کے لیے کچھ تو مقتضائے انسانیت تھا خصوصاً جبکہ بعد زمانہ عدت بی بی عائشہ ؑ کے جو مقصود مصنف مخاطب کا ہے حضرت فاطمہ ؑ زندہ رہی تھین۔ اور اگر بی بی عائشہ ؑ کو زمانہ عدۃ مانع تھا تو حضرت فاطمہ ؑ کو کون امر مانع تھا کہ وہ بی بی عائشہ ؑ سے ملاقات کرتی رہتین۔ جناب فاطمہ ؑ کا بی بی عائشہ ؑ کی ملاقات کے لیے کبھی نہ جانا دلیل اس بات کی ہے کہ باہم اُنکے لطف نہ تھا۔ اور ایسی ناخوشی تھی کہ جناب فاطمہ ؑ نہ بی بی عائشہ ؑ کے پاس تازیست کبھی گئین نہ اُن کو اپنے پاس آنے دیا یہانتک کہ اپنے جنازے پر بی بی عائشہ ؑ کے شریک ہونے کی روادار نہ ہوئین۔ بی بی عائشہ کو فاطمہ ؑ سے رنج یا عداوت یا ناخوشی کا اندازہ اُس خمیازہ سے ہو سکتا ہے کہ خانۂ فاطمہ ؑ مین جو متصل تھا ملاقات کے لیے بی بی عائشہ ؑ نہ جائین اور خانۂ پیغمبر ؐ سے نکل کر علی ؑ شوہر حضرت فاطمہ ؑ داماد پیغمبر ؐ سے جنگ کے لیے بصرہ تک چلی جائین اور اپنے آپ کو مخالفت آیت قرآنی "وقرن فے بیوتکن" پر اکتفا نہ کر کے اور علی ؑ سے جنگ کر کے مطابق اس ارشاد رسول ؐ کے "حربک حربی" مصداق حرب رسول ؐ بنائین۔

مصنف مخاطب اپنی تقریر کا یہ نتیجہ نکالتے ہین کہ جن قرائن سے حضرت عائشہ ؑ نے یہ نتیجہ نکالا ہوگا وہ ایسے قرائن نہ تھے جنکو بچشم خود اُنھون نے دیکھا ہو یا بلا واسطہ جناب سیدہ ؑ کی زبان سے سُنا ہو"

بعد واقعہ سقیفہ بنی ساعدہ کے خلافت کے متعلق اوقات مختلفہ پر حجتین اور گفتگو ئین اور علی مرتضی ع سے بیعت طلبی اور ان کے طلب کے لیے حضرت عمر ع کا آگ اور لکڑی لیکر درخانہ فاطمہ ع پر مع گروہ کے آنے کے قضیے اور فدک کے منع کے قضیے اور فاطمہ ع کا حضرت ابو بکر ع کے دربار مین جانا اور ناکام واپس آنا اور انکی غضب ناکی اور ناخوشی کی حالت اول سے آخر تک بہت کچھ مسجد نبوی مین ہوا ہے اور مسجد نبوی کے صحن مین اُن برابر برابر گھرون کے کہ جنمین فاطمہ ع اور بی بی عائشہ رہتی تھین دروازے کھلے ہوئے تھے اور اُن گھرون کی دیوار درمیانی تھی ایک خوکلہ تھا۔ اور مسجد نبوی اور اُس کا صحن کچھ لنبا چوڑا نہین تھا۔ جس سے وہ گھر اور دروازے دور ہوتے۔ اور حضرت ابو بکر ع اور حضرت عمر ع واسطے حاصل کرنے خوشنودی فاطمہ ع کے اسی در اور گھر فاطمہ ع پر گئے تھے اور ناکام اُن کے آنے کا واقعہ اسی در اور گھر پر ہوا تھا۔ جس سے کچھ شبہ نہین رہ سکتا کہ وہ تمام واقعات بی بی عائشہ ع کی آنکھون کے سامنے گذرے اور انھون نے اپنی آنکھون سے دیکھا اور بلا واسطہ جناب سیدہ ع کی زبان سے سنا اور بی بی عائشہ ع نے جو بیان غضب ناکی اور ناخوشی فاطمہ ع کا کیا اُنکو کا علم ذاتی بذریعہ انہین واقعات کے ہوا تھا جو اُن کے سامنے گذرے جنپر وہ کچھ شبہ نہین کر سکتی تھین۔

امر غضب ناکی اور ناخوشی حضرت فاطمہ ع کا حضرت ابو بکر ع پر دائر درمیان انہین دونون کے تھا اور جیسا کہ حضرت فاطمہ ع سے معلوم

ہو سکنے پر کیفیت غضب ناکی اور ناخوشی کا مصنف مخاطب کے
نزدیک معتمد ہو سکتا ہے ویسا ہی حضرت ابوبکر کی طرف سے بی بی
عائشہ ع کو علم ہونا معتمد سمجھنا چاہیے۔ اور کم سے کم ضرور ہے کہ
بی بی عائشہ کو ان تمام واقعات غضب اور ناخوشی فاطمہ ع کا اور
مرتے دم تک باقی رہنا اُس غضب اور ناخوشی کا علم حضرت ابوبکرؓ
سے ہوا۔ یہ کوئی نہیں کہہ سکتا ہے کہ بی بی عائشہ ع اپنے باپ کی
سرگذشت سے اُنکی زبانی لاعلم رہ سکیں یا جو واقعات اُن کے
باپ کو پیش آئے اُن کو اُن سے تحقیق نہ کر سکیں یا اگر بی بی عائشہ
بوجہ عدہ کے جیسا کہ مصنف مخاطب کے زعم میں ہے گھر سے
باہر نہیں جا سکتی تھیں تو حضرت ابوبکرؓ کے لیے کوئی امر مانع بی بی
عائشہ ع کے پاس جانے کا نہیں تھا۔ کچھ شبہ نہیں کہ ہر طرح سے
بی بی عائشہ ع کو علم الیقین غضب ناکی اور ناخوشی حضرت فاطمہ
کا تھا اور اسی وجہ سے بی بی عائشہ کو ضرورت نہیں ہوئی کہ ذریعہ
اپنے علم کا ظاہر کریں بی بی عائشہ نے جو بیان غضب اور ناخوشی
فاطمہ ع کا بہ سلسلۂ بیان اُن واقعات کے کیا ہے کہ جو باعث غضب
اور ناخوشی فاطمہ ع کے ہوئے۔ اسی سے ظاہر ہے کہ اُن کو ان امور
کا علم ذاتی بلا واسطہ کسی غیر کے تھا۔ جب جناب سیدہؑ کی ناراضی
کے اسباب اور واقعات مسلمہ اور محققہ ہیں اور یہ بھی صحیح ہے کہ
جناب سیدہ ع اُن واقعات اور اسباب مذکورہ کے باعث سے
ناراض ہوگئیں تو خود بخود یہ امر ظاہر ہو جائے گا کہ ناراضگی کی وجہ
سے اُنہوں نے ابوبکرؓ سے کلام چھوڑ دیا۔

مصنف مخاطب کو چاہیے تھا کہ پہلے وہ اُن واقعات اور اسباب کے غیر صحت ثابت کرتے کہ جن سے جناب سیدہ ع غضب ناک اور ناخوش ہو گئی تھین اور ایسے واقعات اور اسباب دکھاتے کہ جناب سیدہ ع حضرت ابوبکر ع سے تا زیست برابر خوشنود رہین تب اُن کو یہ کہنا زیبا تھا "یہ کیونکر صحیح ہو سکتا ہے کہ ناراضگی کی وجہ سے اُنھون نے ابوبکر ع سے کلام چھوڑ دیا تھا"

اور یہ قیاس امکانی مصنف مخاطب کا کہ "اس کے بعد اُن مین باہم کلام ہوا ہو مگر حضرت عائشہ ع کو اُسکی خبر نہ ہوئی" حجت نہین ہو سکتا جب تک کہ مصنف مخاطب یہ نہ دکھائین کہ منع فدک کے بعد کسی موقع پر باہم اُن دونون کے کلام ہوا مگر بی بی عائشہ ع کو اُسکی خبر نہوئی ایسے ہی یہ احتمال مصنف مخاطب کا کہ "کوئی ضرورت کلام کی نہ پڑی ہوگی۔ اور غیر محرم سے عورتین بلا ضرورت بات چیت نہین کرتین" قابل حجت نہین ہو سکتا۔

جناب سیدۃ نساء العالمین دختر پیغمبر ص اہل بیت نبوت سے تھین اور اُن سے زیادہ عترت اور ذریت اور آل رسول ص ہونے کا اطلاق کسی اور پر نہین ہو سکتا۔ علاوہ اس قسم کے ارشادات رسول ص کے (کہ فاطمہ ع کی اذیت میری اذیت ہے فاطمہ ع کی غضب ناکی میری غضب ناکی ہے۔ فاطمہ ع میری لخت جگر ہے جب مجھ پر درود اور سلام بھیجو تب اُس پر بھی" جس مین ہدایت اس امر کی تھی کہ فاطمہ ع کے ساتھ وہی برتاؤ کرنا چاہیے کہ جو میرے ساتھ ہونا لازم ہے) آخری وصیت پیغمبر ص کی یہ تھی کہ مین درمیان

تمہاری دو گرانقدر چیزین چھوڑے جاتا ہون ایک کتاب اللہ دوسرے اپنی عترت اُن کو مضبوط پکڑے رہنا تاکہ تم گمراہ نہ ہو۔ اور وہ آپس سے جدا نہین ہونگے جب تک کہ حوض کوثر پر وارد نہ ہون ؟؟

فاطمہ دختر پیغمبرؐ کے ساتھہ لازم تھا کہ تمام امت موجودہ وہی برتاؤ کرتی جو پیغمبرؐ کے ساتھہ اور وہ برتاؤ ایسا ہونا چاہیے تھا کہ جس سے مثل قرآن کے اُن کے ساتھہ تمسک کا ہونا صادق آتا اور جس مین روزانہ اُن کے ساتھہ مین کلام کی ضرورت پڑتی اور جو صحابہ معززہ مہاجر و انصار پیغمبرؐ کو دوست رکھتے تھے بالخصوص جو مدینے مین موجود تھے اُن کو لازم تھا کہ روزانہ بعد نماز صبح اول اُن کے دروازہ پر حاضر ہوکر درود اور سلام بھیجتے اور اُن کی پرسش احوال کرتے اور وفات رسولؐ کی وجہ سے جو صدمہ فاطمہؑ کو پہونچا تھا۔ اُسمین دلجوئی اور تشفی کو مقدم جانتے چنانچہ بعض صحابہ ایسا کرتے تھے اور بعض صحابہ تو ایسے تھے کہ مسجد نبوی مین اُن کے دروازے پر پڑے رہتے تھے اور اُن کی دربانی کو اپنا فخر جانتے تھے ایسے صحابہ کے نام شیعون کے یہان ہمانہ عزت مین روشن حرفون مین لکھے ہوے ہین مگر یہ وہ صحابہ نہین ہین جنکے نام زمانہ نے سُنہری حرفون مین لکھے ہین۔

شیعون کو جو کچھ طعن ہے وہ یہ ہے کہ تمام صحابہ رسولؐ نے فاطمہؑ کے ساتھہ ایسا سلوک نہین کیا جیسے کہ ہدایت پیغمبرؐ کی تھی اور فاطمہؑ کو چھوڑ دیا اور اُن کی بات تک نہ پوچھی اُن سے فاطمہؑ نے مرتے دم تک کلام نہین کیا۔ مگر جو صحابہ کہ ہر وقت یا روزانہ یا کسی

وقت با مدینے سے باہر کے رہنے والے جبوقت کہ مدینے مین آتے تھے اسوقت دروازۂ فاطمہ ع پر حاضر ہوتے تھے اور انکے پرسش احوال کرتے تھے اور اُن کی مصیبت سنتے تھے وہ مصیبت کہ جسکی جناب سیدہ ع نے فرمایا ہے کہ مجھ پر وہ مصیبتین گذرین کہ اگر دنون پر گذرتیں تو راتین ہو جاتین اور اُن سے صراط مستقیم کی ہدایتین اور تعلیم پاتے تھے۔ خود پیغمبر ص کا معمول تھا کہ جب کبھی باہر جاتے تھے تو فاطمہ ع کے پاس ہوکر جاتے تھے اور جب لوٹ کر آتے تھے تو اول فاطمہ ع کے پاس آکر پرسش احوال کرتے تھے لیکن حضرت ابو بکر ع اور بعض دیگر صحابہ اُن کے ہم مشرب نے وہ برتاؤ کہ جو پیغمبر ص کے ساتھ ہونا چاہیے تھا فاطمہ ع کے ساتھ نہیں کیا اور جیسے کہ علی ع کو احد الناس جانا ویسے ہی فاطمہ ع کو عام عورتوں میں سے ایک عورت سمجھا۔

حضرت ابو بکر ع نے زبان سے بے شک فرمایا کہ مجھکو فاطمہ ع اپنی دختر عائشہ ع سے زیادہ عزیز ہے۔ لیکن برتاؤ ایسا نہ کیا جو اپنی دختر عائشہ کے ساتھ کرتے تھے جیسا کہ خود مصنف مخاطب کے سخن کا نتیجہ ہے کہ وہ ضرورت کلام کی فاطمہ ع کو ابو بکر ع سے نہین پڑی تھی مگر کیا حضرت ابو بکر ع کو ضرورت پرسش احوال کے لئے بھی جانا منع تھا اور پرسش احوال فاطمہ ع کی ضرورت نہ تھی۔؟

ہان فاطمہ ع کو قضیہ فدک مین حضرت ابو بکر ع کی دربار مین جانے کی ضرورت تھی اور گئین۔ اور حضرت ابو بکر ع سے کلام کرنیکی ضرورت تھی اور کیا اور جب فاطمہ ع غضبناک اور ناخوش

ہوتیں تو حضرت ابو بکرؓ کو ضرورت فاطمہؑ کے دروازے پر جانے کی اور کلام کرنے کی ہوئی اور فاطمہؑ سے ہمکلام ہوتے۔ اس کے بعد بے شک فاطمہؑ کو حضرت ابو بکرؓ سے کوئی ضرورت کلام کی نہ پڑی ہوگی۔ لیکن جس وقت فاطمہؑ کسی سے ہمکلام ہوتیں (کہ انکے ساتھ وہی برتاؤ ہونا لازم تھا جو پیغمبرؐ کے ساتھ اور مثل قرآن کے فاطمہؑ کے ساتھ تمسک کرنا ضرور تھا) اُس وقت یہ نہیں سمجھا جا سکتا تھا کہ فاطمہؑ نے کسی غیر محرم سے بلا ضرورت بات چیت کی۔ یہ سچ ہے کہ "جناب سیدہؑ حالت مرض میں مبتلا ہوگئیں اور بہت جلد اُنکا انتقال ہو گیا" جیسا کہ مصنف مخاطب کہتے ہیں لیکن یہ امر گفتگو کے لیے موقع نہ ملنے کا نہیں ہو سکتا بلکہ حالت مرض میں ہر روز بار بار نہیں تو دن میں ایک بار عیادت کے لیے جانا چاہیے تھا۔ عیادت اور مزاج پرسی کے لیے بھی نہ جانا صاف دلیل اس بات کی ہے۔ کہ حضرت ابو بکرؓ کو غضبناکی اور ناخوشی حضرت فاطمہؑ کا یقین تھا۔ اور وہ جانتے تھے کہ فاطمہؑ روادار نہیں ہیں کہ ابو بکرؓ کسی حالت میں اُن کے پاس آویں یہ امر جیسا کہ مصنف مخاطب کہتے ہیں کہ "اسماء بنت عمیس اپنی بی بی کو حضرت ابو بکرؓ نے جناب سیدہؑ کی خدمت کے لیے چھوڑ دیا تھا۔ اور وہ وقت آخر تک اُن کی خدمت میں رہیں اور اُنھوں نے جنازے کے گہوارے کی رائے دی جیسا کہ اُنھوں نے حبشہ میں دیکھا تھا اور موافق وصیت جناب سیدہؑ کے وہ غسل اور تجہیز و تکفین میں میں شریک رہیں" ایسا نہیں ہے کہ جس سے جناب سیدہؑ کی غضبناکی

اور ناخوشی حضرت ابوبکرؓ پر وقوع میں نہ آنا یا اُس کا باقی نہ رہنا سمجھا جا سکے ۔

اسماء بنت عمیس اول زوجہ حضرت جعفر طیارؓ کی تھین اور حضرت جعفر طیارؑ جب حبشہ مین ہجرت کرکے مع دیگر مہاجرون کے گئے تھے تو اسماء بنت عمیس اُن کے ہمراہ گئی تھین اور ملازمت زوجیت حضرت جعفر طیارؑ کی وجہ سے اسماء بنت عمیس کو ایک خاص اُنس اہل بیت نبوت سے پیدا ہو گیا تھا چنانچہ بعد وفات حضرت ابوبکرؓ کے اسماء بنت عمیس زوجیت مین علی مرتضیٰؑ کے آئین اور محمد بن ابی بکر کو کہ بچہ تھے ساتھ لائین ۔

زمانہ اس بات کو جانتا ہے کہ محمد بن ابی بکر عاشق علی مرتضیٰؑ اور استحقاق خلافت علی مرتضیٰؑ کے قائل تھے یہ اثر محمد بن ابی بکر مین اُس کا تھا جو اُن کی ماں اہل بیت نبوت سے رکھتی تھین اور یہ نتیجہ اُس پرورش اور تعلیم کا تھا ۔ جو علی مرتضیٰؑ نے محمد بن ابی بکر کی کی تھی ۔

اسماء بنت عمیس بوجہ اُس اُنس کے کہ جو اُن کو اہلبیت نبوت کے ساتھ تھا مجبور تھین کہ تیمار داری فاطمہؑ اور اُن کے غسل و کفن مین شریک رہین ۔ ہاں یہ امر البتہ قرین قیاس ہے کہ اسماء بنت عمیس نے بوجہ اس کے کہ اُس وقت وہ زوجہ حضرت ابوبکرؓ کی تھین خدمت مین حضرت فاطمہؑ کے حاضر رہنے کی اجازت لی ہوگی اور حضرت ابوبکرؓ نے اس امر کو غنیمت سمجھا ہوگا ۔ لیکن اسماء بنت عمیس جو تیماردار حضرت فاطمہؑ کی اور شریک رہے

تجہیز و تکفین کی ہوئیں حالات متقضی اس بات کے تھے کہ خود انھوں نے ذاتی حیثیت سے اُن امور میں شریک ہونے کے لیے حضرت ابوبکرؓ سے فاطمہؑ کی خدمت میں حاضر رہنے کی رخصت حاصل کی۔ حضرت ابوبکرؓ نے اپنی طرف سے اُن کو نہیں بھیجا تھا۔ بلکہ یقین کرنا چاہیے کہ اگر حضرت ابوبکرؓ منع کرتے تو اسماء بنت عمیس حضرت ابوبکرؓ کی زوجیت سے جدا ہو کر حضرت فاطمہؑ کی خدمت میں چلی جاتیں۔

مصنف مخاطب نے کوئی روایت ایسی نہیں پیش کی جس سے یہ معلوم ہو کہ ابوبکرؓ پانچوں وقت مسجد میں وقت ملاقات کے علی مرتضیٰؑ سے جناب سیدہؑ کا حال پوچھتے رہتے تھے بلکہ وہ اٹکل سے کہتے ہیں "کہ ابوبکرؓ پانچوں وقت علیؑ سے جناب سیدہؑ کا حال پوچھتے رہے ہونگے" بالفرض اگر حضرت ابوبکرؓ ایسا کرتے بھی ہوں تو بھی اگر کوئی رنج دہندہ اُس شخص کا حال جس کو رنج دیا گیا ہو اُس کے کسی دوست سے پوچھے تو اس سے اُس رنجیدہ کا رنج دور نہیں ہو سکتا۔

حضرت ابوبکرؓ کو کیا دشوار تھا کہ مسجد میں علیؑ سے جناب سیدہؑ کا حال تو پوچھتے رہیں اور دو قدم دروازہ فاطمہؑ پر پرسش احوال کے لیے نجائیں۔ جس سے یہ امر پیدا ہوتا ہی کہ حضرت ابوبکرؓ کو اندیشہ تھا کہ جناب سیدہؑ تو ضرور اپنی غضب ناکی اور ناخوشی کی کرینگے۔ اسماء بنت عمیس کو جناب سیدہؑ نے حضرت ابوبکرؓ کی بی بی ہونے کی وجہ سے اپنی خدمت میں قبول نہیں فرمایا تھا۔

بلکہ اسمار بنت عمیس کو حضرت فاطمہ ؑ سے جو اُنس کہ پہلے سے تھا
اس وجہ سے قبول کیا تھا - اور اس سے یہ نتیجہ پیدا نہین ہوتا کہ
جناب سیدہ ؑ ابوبکرؓ سے ناراض نہ تہین - جیسا کہ مصنف
مخاطب ظاہر کرتے ہین -

بعد وفات رسول ؐ اور لے لینے خلافت اور ضبطی فدک
کے بے شک جناب سیدہ ؑ کو ابوبکرؓ سے کوئی بات کہنے کا موقع
نہین مل سکتا تھا - لیکن حضرت ابوبکرؓ کو تو موقع تھا - کہ وہ بعد
وفات رسول ؐ کہ فاطمہ ؑ سے زیادہ کسی کو صدمہ وفات رسول ؐ
کا نہین ہوا اور وہ صدمہ روز افزون ہوتا چلا گیا اُس صدمے مین
دلدہی اور تشفی کے لیے اور زمانہ مرض فاطمہ ؑ مین پرسش احوال
کے لیے اگر دو وقت نہین تو ایک وقت روزانہ حضرت فاطمہ ؑ کے
خدمت مین حاضر ہوتے اور اُن سے کلام کرتے اُس وقت
حضرت فاطمہ ؑ کے کلام کرنے نکرنے کا حال معلوم ہو جاتا -
مگر حضرت ابوبکرؓ کس منہ سے فاطمہ ؑ کے پاس جاتے بعد وفات
رسول ؐ وہ امور حضرت ابوبکرؓ کی طرف سے پیش ہوئے کہ
صدمہ پر صدمہ فاطمہ ؑ کو حضرت ابوبکرؓ دیتے گئے -

کسقدر تعجب کی بات ہے کہ پیغمبر ؐ نے جو حضرت ابوبکرؓ اور
حضرت عمرؓ کو جیش اسامہ مین شامل کیا تھا اور سخت کلمہ اُس کسی کی
نسبت فرمایا تھا جو جیش اسامہ سے تخلف کرے وہان تو اس بہانہ
سے کہ پیغمبر ؐ کے مرض کو شدت ہوگئی ہے - پوشیدہ چلے آئے
اور یہان مدینے مین موجود تھے اور پانچون وقت مسجد مین تشریف

لاتے تھے اور فاطمہؑ کے پاس تک نہ گئے۔ کیا اچھے برتاؤ کیے پیغمبرؐ کے ساتھ اور کیا اچھے برتاؤ کیے فاطمہؑ کے ساتھ۔

مصنف مخاطب اس قدر قبول کرتے ہیں کہ "عائشہؓ کو پہلے سے یہ وہم بندھا ہوا تھا کہ جناب سیدہؑ کو ابوبکرؓ سے رنج ہو گیا ہے اُنھوں نے کلام نہ کرنے کو اسی پر قیاس کر لیا" لیکن مصنف مخاطب نے یہ غور نہیں کیا کہ بی بی عائشہؓ کو ایسے امر عظیم کا وہم کیوں بندھ گیا تھا جس پر اُنھوں نے کلام نہ کرنے کو قیاس کر لیا ادنیٰ غور سے یہ امر واضح ہو جاتا ہے کہ بی بی عائشہؓ اور ہر کسی کو فاطمہؑ کے غضب اور ناخوشی کا یقین تھا باعتبار اُن واقعات کے جو پیش آئے تھے اور اسی وجہ سے اس امر کا یقین تھا کہ فاطمہؑ نے مرتے دم تک حضرت ابوبکرؓ سے کلام نہیں کیا۔ مصنف مخاطب یقین بی بی عائشہؓ کو وہم ظاہر کر کے نرم کرنا چاہتے ہیں جس پر کسی کو یقین نہیں ہو سکتا۔

مصنف مخاطب یہ قیاس کرتے ہیں کہ "ابوبکرؓ کو حضرت علیؑ نے انتقال فاطمہؑ کی اس وجہ سے اطلاع نہ بھیجی کہ اُن کی بی بی نے اول ہی خبر کر دی ہو گی" اور شیخ عبدالحق کے ترجمہ مشکوٰۃ سے یہ روایت نقل کرتے ہیں کہ گہوارے کی خبر سُن کر ابوبکرؓ نے پوچھا کہ یہ نئی چیز کیوں بنائی گئی ابوبکرؓ کی بی بی نے اُن کو سمجھا دیا کہ جناب سیدہؑ نے اس کو دیکھ کر پسند کیا تھا اور اسی کی وصیت کی تھی تو خاموش ہو گئے"

بحث یہ نہیں ہے کہ حضرت ابوبکرؓ یا بی بی عائشہؓ کو خبر وفات

جناب سیدہ ع نہیں ہوئی بحث یہ ہے کہ جناب سیدہ ع جن لوگوں سے ناراض تھیں یا وہ اطلاع دیکر بلائے نہیں گئے۔ اور جنازہ کی شرکت سے منع کیے گئے اور وہ ممانعت بوجہ غضب اور ناخوشی فاطمہ علیہا السلام کے اور بموجب انکی وصیت کے تھی۔

شاہ عبد الحق صاحب دہلوی کی شرح مشکوۃ اور کتاب الامامت والسیاست علامہ ابن قتیبہ دینوری کی دیکھو۔ بی بی عائشہ خبر وفات جناب سیدہ ع سن کر تشریف لائیں لیکن اسماء بنت عمیس نے روک دیا اور گھر میں نہیں آنے دیا۔ وہ رنجیدہ خاطر ہو کر اپنے باپ کے پاس گئیں اور شکایت کی۔ اس پر حضرت ابوبکر خود تشریف لائے اور اسماء سے دریافت کیا تو اُس نے صاف کہدیا کہ مطابق وصیت جناب سیدہ ع کے اُن کو اجازت نہیں دی جا سکتی۔

کتاب جذب القلوب الی دیار المحبوب مصنفہ شاہ عبد الحق صاحب دہلوی میں بھی روایت درج ہے کہ اسماء بنت عمیس نے بی بی عائشہ ع کو جناب سیدہ ع کی عیادت کے لیے بھی آنے سے منع کر دیا تھا اور کل حال مفصل اور مشرح اس میں تحریر ہے۔

مصنف مخاطب یہ عجیب استدلال کرتے ہیں کہ ۲۲ بخاری کی اس روایت سے یا صحاح کی کسی اور روایت سے یہ نہیں ثابت ہوا کہ ابوبکر جنازہ کی نماز میں شریک نہ تھے بعض روایتوں میں یہ بھی ہے کہ ابوبکر نماز جنازہ کے امام تھے ۲۳ جب کسی روایت صحیح بخاری یا کسی صحاح ستہ سے شرکت حضرت ابوبکر نماز میں ثابت نہیں تو عدم شرکت قرار پائیگی۔ یہ اُلٹا استدلال ہے کہ نفی شرکت سے اثبات شرکت

مصنف مخاطب چاہتے ہین ۔

مصنف مخاطب کو چاہیے تھا کہ وہ اول کبھی کتاب شیعہ سے ثابت کرتے کہ حضرت ابوبکرؓ جنازے کی نماز مین شریک تھے ۔ لیکن کتب شیعہ مین ایسے جھوٹ روایات کا ملنا مشکل تھا ۔ اگر کتب شیعہ سے نہ ہو سکتا تھا تو شرکت نماز جنازہ کا اثبات بخاری یا کسی صحاح ستہ سے کرتے مگر وہ صحاح ستہ سے بھی اس بات کو ثابت نہ کر سکے اور مجبور ہو کر روایت کتب غیر صحاح کو جن پر مصنف مخاطب، عموماً صحت کا اعتقاد نہین رکھتے اثبات کے لیے پیش کرنے کو آمادہ ہوگئے یہان اُنھون نے وہی مثل کی کہ ڈوبتے کو تنکے کا سہارا ۔ مگر مین صحیح بخاری کے جزو اس روایت بی بی عائشہ کو جو باب غزوۂ خیبر اور صحیح مسلم کی کتاب جہاد مین منقول ہے پیش کرتا ہون جسمین مرقوم ہے ۔

"فلما توفیت دفنها زوجها علی لیلا ولم یؤذن بها ابابکر وصلی علیها"

جب وفات پائی فاطمہؑ نے دفن کیا اُن کو اُن کے شوہر علیؑ نے اور اذن حاضری حضرت ابوبکرؓ کا

جنازۂ جناب فاطمہؑ پر نہین دیا اور خود علی مرتضیٰ علیہ السلام نے نماز پڑھ لی" جس سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت ابوبکرؓ کو اجازت شرکت دفن کی نہین دی گئی اور خود علی مرتضیٰؑ نے نماز پڑھ لی اور جب یہ امر روایت صحیح بخاری سے ثابت ہو گیا تو خلاف اسکے دوسری کتاب غیر صحیح کی روایت کہ حضرت ابوبکرؓ نماز جنازہ کے امام تھے کسی طرح قابل اعتماد کے نہین ہو سکتی ۔

پوری یہ روایت ہمارے رسالۂ روشنی حصہ پانچ ۱۹۴۲ء کی

صفحہ چار پر نقل ہے۔

مصنف مخاطب البطال مضمون ناخوشی اور غضب فاطمہؑ پر جو بی بی عائشہ سے منقول ہوا ہے اپنی گفتگو کا حال بیان کر کے پھر زور دیتے ہیں۔ بمقابلہ اُس کے صحیح بخاری اور صحیح مسلم سے ہم اُسی روایت بی بی عائشہ کو پیش کرتے ہیں جسکی نسبت ایک جزء پر ابھی استدلال کیا گیا ہے۔ اور جس سے ظاہر ہو جاویگا کہ مصنف مخاطب اپنے زور میں آپ ہی گرتے ہیں۔

عن عائشة ان فاطمة	ترجمہ۔ روایت ہے عائشہؓ سے
بنت النبی ارسلت الی	بے شک فاطمہؑ بنت نبیؐ نے
ابی بکر تسالہ عن میراثھا	بھیجا ابو بکرؓ کی طرف کہ مانگے اُس
من رسول اللہ ص ما افاء اللہ	سے میراث اُن فاطمہؑ کی رسول اللہ
علیہ بالمدینة وفدک	سے جو کچھ کہ فے کر دیا تھا اللہ
وما بقے من خمس خیبر فقال	نے اُس (رسول ص پر) مدینہ میں
ابو بکر ان رسول اللہ قال	اور فدک جو کچھ کہ باقی تھا خمس
لا نورث ما ترکناہ صدقة	خیبر سے پس کہا ابو بکرؓ نے
انما یاکل آل محمد فی ھذا	بے شک رسول اللہ ص نے
المال وانی لا اغیر شیئا	فرمایا نہیں وارث ہوتا ہے ہمارا
من صدقة رسول اللہ ص	کوئی جو کچھ چھوڑتے ہیں ہم صدقہ
عن حالھا التی کان علیھا	ہے۔ سوائے اس کے نہیں ہے
فی عھد رسول اللہ ص ولا	کہ کھاتی ہے آل محمد ص اس مال
عملن فیھا بما عمل بہ رسول اللہ	میں اور بے شک میں نہیں تغیر

فابے ابوبکر ان یدفع الی
فاطمۃ منہا شیئاً فوجدت
فاطمۃ علی ابی بکر
فی ذلک فہجرتہ فلم تکلمہ
حتی توفیت وعاشت بعد
النبی ستۃ اشہر فلما
توفیت دفنہا زوجہا علی
لیلاً ولم یؤذن بہا ابابکر
وصلی علیہا ۔

کرونگا کچھ صدقہ رسول اللہ م
سے اُس حال سے کہ جس پر تھا
عہد رسول اللہ م مین اور ہر آئینہ
عمل کرون گا مین اُس مین جو کچھ
کہ عمل کیا اُس کے ساتھ رسول
اللہ م نے پس انکار کیا ابوبکر م
نے یہ کہ حوالہ کرین فاطمہ م کو
اُس سے کچھ پس غضبناک
ہوئین فاطمہ م ابوبکر م پر اُس امر
مین اور جدائی کی اُنھون نے اُن (ابوبکر م) سے اور نہ کلام کیا اُن
فاطمہ م نے ابوبکر م سے یہانتک کہ مرگئین اور زندہ رہین وہ فاطمہ
بعد نبی م کے چھ مہینہ پس ہرگاہ کہ مرین وہ دفن کیا اُنکو اُنکے
شوہر علی م نے رات کو اور نہ اذن دیا اُس کا ابوبکر م کو (اسے
شرکت دفن کا) اور نماز پڑھی اُن علی م شوہر فاطمہ م نے اُن پر ۔

اس کے بعد روایت مین یہ ذکر ہے ۔ کہ علی م کی وجاہت لوگو
کی نگاہ مین حیات فاطمہ م سے تھی جب وہ مرگئین تو لوگون کے
منہ علی سے پھر گئے اُنھون نے خواہش مصالحت کی ابوبکر م سے
کی جس کے واقعات روایت مین مفصل مذکور ہین ۔ اس روایت
سے صاف و صریح واضح ہے کہ بی بی عائشہ م نے جس قدر اس
روایت مین بیان فرمایا ہے وہ متعلق واقعات کے ہے ۔ جو انکے
نزدیک اور اُس زمانے کے تمام لوگون کے نزدیک مسلم اور محقق

ستھے وہ بیان اُن کا نہ قیاس تھا نہ خلاف واقعہ اور اُن کو شبہ نہین بلکہ یقین اُن تمام واقعات پر تھا اور صحیح بخاری کی اس روایت مین جو بی بی عائشہ ؓ سے ہی صرف ناراضگی جناب سیدہ ؑ کی مذکور نہین ہے بلکہ اُس کے اسباب اور وجوہ اور اُس کے متعلق واقعات بی بی عائشہ ؓ نے بیان فرمائے ہین اور سلسلہ واقعہ ناخوشی جناب سیدہ ؑ دوسرے واقعات سے مسلسل ہے - ایسی حالت مین مصنف مخاطب نے جو ارادہ قدح مضمون ناخوشی جناب سیدہ ؑ کا کیا ہی وہ کسیکی نگاہ مین رتبہ پذیرائی کا نہین رکھہ سکتا -

مصنف مخاطب اپنے ایجاد طبع سے بی بی عائشہ ؓ پر غلط الزام قیاس خلاف واقعہ لگانے پر مستردد ہوکر قصد معصومین کی غلطی دکھانیکا اس بیان سے کرتے ہین وہ کہ بمقتضاے بشریت اس معاملہ مین جو غلط فہمی بی بی عائشہ ؓ سے ہوئی یہ اُن کے مناقب اور فقاہت کے خلاف نہین قرائن خارجی سے کسی نتیجہ کے نکالنے مین کبھی معصومین سے بھی غلطی ہو جاتی ہے " مگر اُن کو پہلے یہ بتانا تھا کہ جب معصومین سے نتیجہ کے نکالنے مین غلطی ہو تب وہ معصوم ہی نہین سمجھی جاسکتے ہین اور معصوم و غیر معصوم مین فرق کیا ہوگا - معصوم اُسی کو کہتے ہین کہ جو خطا نہ کرے -

قدیم سے علماے اہل سنت نے یہ طریقہ اختیار کیا ہے کہ جب وہ اپنے مقبولہ اکابرون کی صفت و ثنا کرکے اُن کو اُس درجہ پر یا قریب اُس درجہ کے پہونچانا چاہتے ہین کہ جس درجہ پر پیغمبر ؐ اور معصومین تھے یا اُن کے مماثل قرار دینا چاہتے ہین اور جب اُن کی

خطائین واقعات زمانہ میش لاتے ہین۔ (یہ ظاہر ہے کہ جن لوگون مین ملکۂ عصمت نہ ہوگا یا اُن کے خمیر طینت مین عصمت نہ گندھی ہوئی ہوگی ممکن نہین کہ اُن سے خطائین سرزد نہ ہون) تب علمار اہل سنت اپنے اُس قصد مساوات اور برابر کرنے کی غرض سے پیغمبر اور معصومین کو درجۂ اعلیٰ اور برتری سے کھینچ کر نیچے یعنی درجہ تنزل پر لاتے ہین اس سے کہ اُن اپنے مقبولہ اکابر کو انبیا اور معصومین کے درجہ ترقی پر پہونچانا محال ہوتا ہے۔ اور اسی بنا پر وہ کوشش کرتے ہین کہ انبیا اور معصومین کی خطائین ثابت کر کی انبیا اور معصومین اور اُن کے غیرون کو ایک حالت سی دکھائین

حالانکہ جسقدر انبیا اور معصومین ہدایت کے لیے آئے اُن کا مقصود یہ ہی تہا کہ مخلوق خدا کے اخلاق کو درست کرین اور ہر زمانے مین ہر قوم مین ہر ملک مین اخلاق اور اُن کی نوعیت جدا تھی۔ کوئی امر کسی زمانہ مین بداخلاقی کا نہین سمجھا جاتا تہا اور اسکا عامل قابل طعن کے نہین ہوتا تہا۔ لیکن دوسرے زمانے مین وہی امر خلاف اخلاق سمجھا گیا اور اُس کا عامل اپنے زمانہ مین مطعون ہوا۔ زمانہ روز بروز ترقی کرتا گیا ہے اور ہر زمانے مین جو نبی آیا وہ اصلاح اخلاق انسانون کی کرتا گیا۔ درحقیقت اسی عنوان سے علماے دین نے یہ کہا ہے۔ کہ کسی زمانے مین یا کسی شریعت مین کوئی امر جائز تہا اور دوسرے زمانے اور دوسری شریعت مین وہی امر ناجائز ہوگیا۔ ایسے ہی ہر زمانے مین ادراک عقلی انسان کو ترقی ہوتی گئی ہے۔ اور انبیا و صالحین ہدایت کرنے والونکے

دل و دماغ فطرت نے اُس وقت کے موجودہ انسانون سے برتر
اور اعلی وضع کیئے لیکن باہم اُن انبیا اور صلحا کے باعتبار زمانہ
اور حالت ملک کے درجہ متفاوت رکھتے تھے چنانچہ خود فرمایا ہے۔

۲؎ تلک الرسل فضلنا بعضہم علی بعض من ہم من کلم اللہ ورفع بعضہم درجات واتینا عیسی بن مریم البینات وایدناہ بروح القدس ۲؎	وہ رسول فضیلت دی ہم نے بعض اُن کے کو بعض پر اُن مین کوئی وہ ہے کہ بات کی اُس سے خدا نے اور بلند کیا بعض اُن کے کو درجون مین اور دین ہم نے

عیسی بیٹے مریم کو نشانیان اور تائید کی ہم نے ساتھہ روح القدس کے لیکن زمانہ پیغمبر آخر الزمان مین مدارج اخلاق کلیۃً کمال کی ساتھہ قرار پاکر اتمام کو پہونچ گئے ہین۔ اب جب کسی کو جس کسیکی خطا یا غیر خطا دکھانی منظور ہو اُس کی نظیر فعل پیغمبر یا کسی صالح سے جو مثل نفس رسولؐ ہو دکھانا چاہیے۔ گو وہ امر ادراک عقلی سے ہی کیون نہ متعلق ہو۔ زمانہ سابق پیغمبر آخر الزمان سے ہرگز مقابلہ کرنا نہین چاہیے۔

مصنف مخاطب نے اپنے اس سخن کی تائید کے لیے کہ نتیجہ نکالنے مین کبھی معصوم سے بھی غلطی ہوجاتی ہے جس قدر نظائر پیش کیے ہین اپنی حالت اور نوعیت سے کچھ فائدہ نہین دیسکتے

حضرت موسی اور ہارون کا وہ قصہ جس پر مصنف مخاطب خلاف واقعہ خیال کا حضرت موسیٰ پر غلط الزام لگاتا ہین سورہ اعراف وطٰہٰ مین ہے۔

حضرت موسی ع جب کوہ طور سے واپس آئے تو انھون نے بنی اسرائیل کو گوسالہ پرستی مین مبتلا دیکھکر حضرت ہارون ع پر یہ الزام نہین لگایا کہ حضرت ہارون ع نے حضرت موسیٰ کے حکم کی تعمیل اچھی طرح تعمیل نہین کی اور نہ اس خیال سے غضبناک ہوکر حضرت ہارون ع کی ڈاڑھی پکڑکر کھینچنے لگے۔ خود آیات قرآنی سے ظاہر ہے کہ جب حضرت موسی ع اپنی قوم کی طرف پھرے۔ تب وہ قوم گوسالہ پرستی سے حزین اور اندوہگین تھی اور درحقیقت اُسی اندوہ و حزن سے اُن کو غیظ و غضب تھا اور وہ غضبناکی اُن کی قوم پر تھی اور قوم ہی سے اُنھون نے فرمایا کہ میرے پیچھے جب کہ مین طرف میقات اپنے رب کی گیا بُری بات کی تم نے (یعنی بجاے پرستش وحدہ لاشریک کے گوسالہ پرستی شروع کردی) جس سے ظاہر ہے کہ حضرت موسیٰ ع کی وہ غضبناکی اور اندوہ گینی دراصل قوم پر تھی۔ لیکن جب حضرت موسی ع نے حضرت ہارون ع سے جو کچھ ناخوشی ظاہر کی وہ صرف اسی امر پر تھی کہ حضرت ہارون کی موجودگی مین قوم گمراہ ہوگئی تھی اس ناخوشی کی نوعیت اُس ناخوشی سے جدا ہے کہ جب حضرت ہارون ع قوم کو گمراہ کردیتے۔ اور اگر حضرت موسی ع یہ سمجھتے کہ حضرت ہارون ع نے قوم کو گمراہ کردیا تو حضرت موسی ع کی نسبت کہا جاسکتا تھا کہ حضرت موسیٰ نے خلاف واقعہ غلط فہمی کی۔

حضرت موسی ع کی اس ناخوشی کی نوعیت صرف اسقدر تھی کہ جیسے کوئی کسی اپنے لائق عزیز کے اہتمام کسی کام کا سپرد کرے اور اُس لائق عزیز کی ہدایت کو وہ کام کرنے والے نہ مانین اور خلاف اُسکی

اپنی طبیعت سے وہ کام کرنے والے دوسری طرح کام شروع کرکے اُس کام کو خراب کردین۔ ایسی حالت مین قصور اُنھین کام کرنے والون کا ہوتا ہی نہ اُس لائق مہتمم کار کا۔ اور نہ اُس کا کوئی قصور سمجھا جا سکتا ہی مگر ناخوشی اُس کام کے سپرد کرنے والے کو اُس کام کے بگڑ جانے اور اُن کام کرنے والون سے پیدا ہوتی ہے اور اُس مہتمم کار کی نسبت بھی یہ خیال ہوتا ہے کہ اُس کی موجودگی مین وہ کام خراب ہو گیا جس مین اُس مہتمم کار کا درحقیقت کچھہ قصور نہین اور نہ وہ سپرد کنندۂ کار اُس مہتمم کار کا کچھہ قصور سمجھتا ہی لیکن تو بھی وہ مہتمم کار اظہار اپنی بیقصوری کا کرتا ہی۔ چنانچہ جب حضرت ہارونؑ نے حضرت موسیٰؑ سے یہ کہا کہ ؎ اے مان جائے میرے بیشک قوم نے مجکو ضعیف سمجھا اور قریب تھا کہ مجکو قتل کرین تا اُسپر حضرت موسیٰؑ نے خدا سے اپنے اور اپنے بھائی کے لیے مغفرت چاہی۔ یعنے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے خدا سے کہا کہ ؎ اے اللہ قوم کے برگشتہ ہو جانے مین میرا اور میرے بھائی کا کچھہ قصور نہین ہے تو ہم کو بخش ؎ انبیا یا جو لوگ کہ مرتبہ انبیا رکھتے ہین وہ ایسی حالت اور موقع پر بھی کہ جس مین دوسرون کے فعل کی وجہ سے کامیابی نہین ہوتی یا کچھہ خرابی لاحق ہو جاتی ہے تو خدا سے اپنے لیے استغفار چاہتے ہین ※ جس سے مقصود یہ ہوتا ہے کہ اے خدا تو ہمکو اُن خراب کام کرنے والون سے بری رکھ ؎ بعد خواستگاری بخشش کے خدا فرماتا ہے کہ ؎ بے شک جن لوگون نے کہ گوسالہ پرستی کی جلد انکو غضب اُن کے پروردگار کا اور ذلت زندگانی دنیا مین پہونچیگا۔ اور ایسے ہی

※ یاد کرو فتح مکہ کے موقع پر بحکم خالد قبیلۂ بنی خذیمہ کے بے جا قتل عام کا واقعہ اور آنحضرت کا درگاہ [illegible]

ہم مفتریون کو جزا دیتے ہین"۔

(علی مرتضیٰ ع جب بیعت کے لیے طلب کیے گئے ہین باوصف اس کے کہ بہت سختی سے اصرار کیا گیا مگر اُنھون نے بیعت کرنے سے انکار کیا ہے اور بالآخر حضرت ابوبکر ؓ نے یہ فرمایا کہ جبتک فاطمہ ؑ علی ع کے پہلو مین ہے اُن کو کسی بات پر مجبور نہین کر سکتا۔ اُسوقت علیؑ نے قبر پیغمبر ؐ سے لپٹ کر یہی فرمایا ہے کہ ای ماں جائے میرے قوم نے مجھکو ضعیف سمجھا اور نزدیک تھا کہ مجھکو قتل کرین (دیکھو رسالہ روشنی جلد اول حصہ ۵ صفحہ ۲)۔

حضرت موسی ع کو حضرت ہارون ع کی نسبت نہ ایسا خیال پیدا ہوا تھا نہ حضرت موسی ع نے حضرت ہارون ؑ پر یہ الزام لگایا تھا کہ اُنھون نے میرے حکم کی اچھی طرح تعمیل نہین کی جیسا کہ مصنف مخاطب کہتے ہین اور جیسا کہ وہ کہتے ہین آیات قرآنی سے ہرگز ایسا مستنبط نہین ہوتا۔ اس لیے حضرت موسی ع کی نسبت ہرگز یہ امر عائد نہین ہو سکتا ہے کہ اُنھون نے قیاس خلاف واقعہ کیا"۔

آیات قرآنی مین جو یہ ذکر ہے کہ حضرت موسی ع نے حضرت ہارون ؑ اپنے بھائی کے سر اور ڈاڑھی کو پکڑ کر اپنی طرف کھینچا وہ متعلق محاورہ کے ہے کہ حضرت موسی ع گوسالہ پرستی قوم سے اندوہناک ہو کر غیظ و غضب مین حضرت ہارون سے حجت کرنے لگے کہ اُن کی نگرانی کے زمانے مین قوم نے کیون گوسالہ پرستی شروع کی سر یا ڈاڑھی کا پکڑنا امر حقیقی نہین ہے ایسے الفاظ ایسے موقع پر استعمال کرنے کا ایک محاورہ ہوتا ہے۔ جیسے کوئی شخص کسی سے دوسرون کے

کسی امر کی بابت حجت اور جھگڑا کرنے لگے تو وہ شخص جواب میں کہیگا کہ آپ مجھکو کیوں چپٹتے ہین مین نے کیا کیا ہے (دیکھو رسالہ روشنی جلد اوّل حصہ گیارہ صفحہ ۴)۔

مصنف مخاطب پھر حضرت موسیٰ کی دوسری مثال دیتے ہین کہ "حضرت موسیٰ ع کو توریت کی تختیوں سے یہ خیال پیدا ہوا کہ میرے پاس سب علوم جمع ہو گئے حالانکہ خضر ع کے پاس بعض علوم ایسے تھے جو حضرت موسیٰ ع کے پاس نہ تھے" اور تفسیر صافی مین جو ایک روایت صادق علیہ السلام سے منقول ہے۔ اُسکو سند لاتے ہین۔ بیشک امام علیہ السلام نے یہ فرمایا ہے کہ "وہ خضر کے پاس ایسا علم تھا جو موسیٰ ع کی تختیوں مین مکتوب نہ تھا اور موسیٰ کا گمان یہ تھا کہ جتنی چیزون کی حاجت ہی وہ سب میرے صندوق مین ہین اور تمام علم میری الواح مین ہے" جو امر کہ اس روایت مین مذکور ہے وہ متعلق ظن موسیٰ ع کے ہے۔ حضرت موسیٰ ع نے یہ گمان کیا تھا کہ جسقدر علوم تختیون مین لکھے گئے تھے وہ اُنکی حاجت کے لیے کافی ہو جائینگے یعنی وہ علم جو تختیون مین حضرت موسیٰ ع کی تھا وہ واسطے اصلاح اخلاق اور حالت اُن کی قوم کے اور درستی اپنی شریعت کے کافی ہوگا جس بندۂ خدا کو خضر کہا گیا ہے اُس کو خدا فرماتا ہے۔

"وعلمناہ من لدنا علما" اور سکھایا ہم نے اُس کو اپنے پاس سے علم" کہا گیا ہے کہ یہ تخصیص علم کی علم پوشیدہ امور سے ہے۔

امام علیہ السلام نے اپنے ارشاد مین اُسی علم خضر ع کی طرف ظاہرا اشارہ فرمایا ہے۔ جب حضرت موسیٰ ع کو ایسے امور کا علم ہوا کہ جو خضر

کو معلوم تھے اور جنکا تعلق جغرافیہ خاص سے یا اُن واقعات سے تھا
کہ جو روزانہ واقع ہوتے ہین اور جنکی اطلاع عموماً ہر بشر کو نہین ہوتی
ہے جب حضرت موسی ع کو خضر کے ذریعہ سے ویسے دوسرے امور
کا علم ہوا تو ایسی حالت مین حضرت موسی ع کے اُس گمان کو جو
وہ اپنی تختیون کی نسبت علم رکھتے تھے کہ اونکی حاجت کے لئے وہ کافی ہی کچھ
مناسبت ایسے واقعہ سے نہین ہوسکتی کہ جو اُنکے سامنے گذرا ہو اور اُس واقعہ کی
نسبت خلاف واقعہ انھون نے نتیجہ نکالا ہو جیسا کہ بی بی عائشہ کی نسبت مصنف
کہتے ہین کہ انھون نے خلاف واقعہ نتیجہ نکالا اور غلط قیاس کیا نسبت اُن واقعات
کے کہ جو ناخوشی اور غضب جناب سیدہ ع کے بی بی عائشہ کے سامنے
گذرے تھے۔ اگر حضرت موسی بعد ادراک علم خضر علیہ السلام سے یہ
کہتے کہ میری تختیون مین تمام اشیاء کا علم ہے تب اُن کے نسبت یہ
کہا جا سکتا تھا کہ اُنھون نے خلاف واقعہ نتیجہ نکالا اور غلط قیاس
کیا اور اُس وقت مصنف مخاطب کے مقصود کے لیے نظیر ہوسکتی۔
حضرت خضر ع نے جو کشتی کے تختہ کو توڑ ڈالا یا ایک لڑکے کو
قتل کر ڈالا حضرت موسی ع کو اُن واقعات کا علم نہین تھا کہ جن کے
سبب سے حضرت خضر ع نے ایسی مصلحتین اختیار کی تھین۔ اور
جنکا ذکر حضرت خضر ع نے کیا اور وہ ذکر قرآن مین موجود ہے۔ حضرت
خضر ع سے جو امور ظاہر ہوئے اُنکی ظاہری حالت بے شک ایسی
تھی کہ جس پر نہایت تعجب حضرت موسی ع کو ہونا ضروری تھا اور
وہ تعجب حضرت موسی ع کو باز نہین رکھہ سکتا تھا کہ اُس مصلحت
کے امر باطنی کو خضر ع سے پوچھین جب کہ وہ ان واقعات کا علم

نہین رکھتے تھے کہ وہ کیا واقعات ہین جن کے سبب سے حضرت خضر وہ مصلحت اختیار کر کے وقوع مین لاسے لیکن ان امور سے حضرت موسیٰؑ کی نسبت یہ نہین کہا جا سکتا کہ اُنھون نے کسی واقعہ کو غلط سمجھکر نتیجہ غلط نکالا یا غلط قیاس کیا۔ کسی واقعہ کا علم نہونا اور چیز ہے اور باوصف علم واقعہ کے خلاف واقعہ نتیجہ نکالنا اور چیز ہے۔

بموجب روایات شیعہ کے باختلاف روایات بے شک یہ امر پایا جاتا ہے کہ حضرت یوسفؑ جب اپنے باپ حضرت یعقوبؑ کے استقبال کو آئے تو گھوڑے سے اُتر کر پیادہ نہ ہوئے اور نور نبوت اُن سے نکل گیا اور اُن کی اولاد مین کوئی پیغمبرؑ پیدا نہوا اس مضمون مین بھی کوئی امر ایسا نہین ہے کہ حضرت یوسفؑ نے خلاف واقعہ نتیجہ نکالا ہو۔ بلکہ جو کچھ امر ہے وہ ادب اور تعظیم پدر سے متعلق ہے۔ حضرت یوسفؑ بادشاہ مصر تھے اور بادشاہی شان و شوکت کے ساتھ باپ کی خدمت مین حاضر ہوئے تھے۔ اگر اُن کو خیال اپنے باپ کے اعلیٰ درجہ کی تعظیم کا اُس وقت نرہا۔ تو اس مین نقص اخلاقی درجہ ترک اولے کا ہوا اور اُن سے ترقی قوت اخلاق کی رک گئی۔ یہ ہوسکتا ہے کہ اُن کی اولاد مین اثر ترقی قوت اخلاق کا نرہا۔ لیکن نوعیت اس واقعہ کی اُس واقعہ سے کچھ مناسبت نہین رکھتی۔ جو مصنف مخاطب بی بی عائشہ کی نسبت خلاف واقعہ غلط نتیجہ نکالنے کا عائد کرتے ہین۔

ماریہ قبطیہ کے پاس جوجریح کی آمد و رفت پر بدگمانی ہوئی تو رسولؐ نے علیؑ کو جریح کے قتل کے لیے بھیجا تھا مصنف مخاطب تفسیر صافی

سورۂ نور تحت آیت افک سے امام محمد باقر علیہ السلام سے حاصل روایت نقل کرتے ہین کہ "حضرت رسول ص نے علی ع کو یہ حکم دیا۔ کہ جریح کو قتل کرو۔ علی ع تلوار لے کر گئے جریح بھاگا اور ایک درخت پر چڑھکر نیچے گرا جس مین اُس کا ستر کھُل گیا اور یہ ظاہر ہو گیا کہ اُسکے بدن مین نہ مرد کی علامت ہی نہ عورت کی۔ تب علی ع رسول ص کے پاس آئے اور یہ پوچھا کہ مین آپ کے حکم تعمیل کرون یا تامل کے ساتھہ تحقیق کرون تو رسول ص نے فرمایا کہ تامل کے ساتھہ کام کرو تب اُنھون نے جریح کی حالت ظاہر کی"

مصنف مخاطب اس واقعہ سے یہ استدلال کرتے ہین کہ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو جریح کو مجرم قابل قتل سمجھہ لیا تھا اور اپنی بی بی ماریہ قبطیہ کو بھی مجرم سمجھا تھا یہ خیال صحیح نہ تھا"

ہم ترجمہ پوری روایت کا اور پورا بیان اہل تفسیر کا کرتے ہین تاکہ اُسپر جو کچھ استدلال مصنف مخاطب نے متن مین اور حاشیہ پر کیا ہے اور جو کچھ کہ ہم اُسپر بحث کرینگے بہ آسانی سمجھہ مین آجاوے

آیت سورۂ نور

۱۔ ان الذین جاؤا بالافک "تحقیق کہ جو لوگ لائے تہمت"

"سبب تہمت کا یہ تھا کہ بے شک بی بی عائشہ نے غزوۂ بنی مصطلق مین اپنا گلوبند کھو دیا وہ قضائے حاجت کے لیے گئی تھین پھر اس کے ڈھونڈھنے کو گئین۔ اور ہودج اُن کا اونٹ پر رکھہ کر دس گمان سے کہ وہ اُسمین ہین لاکر روانہ کر دیا گیا۔ اور صفوان جو لشکر کے پیچھے تھا۔ اپنے اونٹ پر اُن کو بٹھلا کر لایا اُسوقت لوگون نے

بدگمانی بہ سبب تنہا رہنے ایک مرد غیر کے ساتھہ کی یہ قول عامہ کا ہے اور قول خاصہ یہ ہے کہ یہ آیت بارہ مین ماریہ قبطیہ کے نازل ہوئی ہے۔ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت ہے کہ جب ابراہیم بیٹا پیغمبرؐ کا مرگیا۔ پیغمبرؐ کو شدید حزن تھا پس عائشہ نے کہا کہ آپ کیون غمگین ہوتے ہین وہ بیٹا جریح کا تھا۔ پیغمبرؐ نے علی مرتضیٰؑ کو بھیجا کہ جریح کو قتل کرو (بعض روایت مین آیا ہے کہ علی مرتضیٰؑ نے پوچھا کہ بے تامل قتل کرون پیغمبرؐ نے فرمایا کہ تامل چاہیے کرنا) علی مرتضیٰؑ شمشیر لے کر گئے وہ کسی باغ مین تھا جب باغ تک پہونچے دروازہ کھٹکٹایا جریح نے چاہا کہ کیواڑ کو کھولے حضرت کا غصہ دریافت کرکے بھاگا اور درخت پر چڑھ گیا حضرت دیوار کی طرف سے باغ مین در آئے حضرت کی دہشت سے اُسنے اپنے تئین درخت سے نیچے گرادیا عورتین اسکا حضرت کو نظر پڑا دیکھا کہ نہ علامت مرد کی ہے اور نہ نشانی عورت کی ہے حضرت نے رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ سے آکر عرض کیا۔ اور پوچھا کہ مین آپ کے حکم کی تعمیل کرون یا تامل کے ساتھہ تحقیق کرون رسولؐ نے فرمایا کہ تامل کے ساتھہ کام کرو پھر فرمایا۔

الحمد للہ الذی صرف عنا السوء اھل البیت } یعنی حمد اُس اللہ کے لیے جس نے ہم اہلبیتؑ سے برائی دور کر دی۔

اور ایک روایت مین یہ بھی ہے کہ پھر لائے جریح کو رسول اللہ کے پاس اور آپ نے پوچھا کہ اے جریح تیری کیا شان ہے اُسنے عرض کیا کہ اے رسول اللہ قبطی اپنا حشم چاہتے ہین اور جو کوئی اُسکے

اہل بیت داخل ہو اُس کا۔ اور قبطی نہیں اُنس رکھتے ہیں مگر قبطیو نسے
پس بھیجا مجکو ماریہ قبطیہ کے باپ نے تا کہ آتا جاتا رہوں میں اُسکے
پاس اور خدمت کرتا رہوں میں اُس کی اور مانوس رکھوں میں اُسکو ۔
اس روایت سے ظاہر ہے کہ پیغمبرؐ نے نہ کسی واقعہ مشتبہ کے
کے خلاف نتیجہ نکالا نہ غلط قیاس کیا ۔ صورت واقعہ یہ ہے ۔ کہ بی بی
عائشہ نے یہ بیان کیا تھا کہ ابراہیمؑ فرزند رسولؐ جو ماریہ قبطیہ کے بطن
سے پیدا ہوا تھا ۔ وہ جریح کا ہے ۔ اس بیان بی بی عائشہ سے الزام
زنا جریح پر عائد ہوتا تھا اس کے بیان کے بعد پیغمبرؐ کو ضرور تھا
کہ زانی کو سزا دینے کی فکر کریں اور وہ فکر نہیں ہو سکتی تھی جب تک
کہ تحقیق نہ ہو ۔ کہ جریح نے فعل زنا کیا ہے یا نہیں ۔ پیغمبرؐ نے جو
علیؑ کو یہ حکم قتل جریح کے بھیجا ۔ علی مرتضیٰؑ نے پیغمبرؐ سے تامل
قتل کرنا جریح کا دریافت کیا ہو یا نہ کیا ہو خود علی مرتضیٰؑ جنکو پیغمبرؐ
نے اقضا ر فرمایا ہے ۔ صورت معاملہ سے سمجھے تھے اور مفہوم ارشاد
پیغمبرؐ کا بھی کوئی اُن سے بہتر نہیں سمجھ سکتا تھا ۔ کہ مجرد بیان بی بی
عائشہ پر قتل جریح کا لازم نہیں آسکتا ہے ۔ جب تک کہ اُسپر
شرعاً وہ جرم ثابت نہ ہو جاوے ۔ پس صورت حال معاملہ اور
مفہوم ارشاد پیغمبرؐ سے علی مرتضیٰؑ نے ضرور سمجھ لیا تھا کہ جریح
اُسوقت قتل ہو سکتا ہے کہ جب اُس پر جرم ثابت ہو جاوے اور
قبل قتل جریح کے تحقیق اور تفتیش ضرور ہے ۔ کل روایات وارده
پر غور کرنے سے ۔ میرا تو یہ یقین ہے کہ علی مرتضیٰؑ واسطے حاضر
لانے جریح کے جو بعد ثبوت جرم مستوجب قتل تھا بھیجے گئے تھے جیسا

کہ ایک روایت سے اُس کلحاضر لانا واضح ہے۔

علی مرتضی ع جو تلوار لے کر گئے تھے اُس سے خواہ مخواہ یہ نہین سمجھا جاسکتا کہ بلا تامل جریح کا قتل کرنا مقصود تھا بلکہ تلوار کا لیجانا اس وجہ سے تہا کہ مجرم مستوجب القتل کی گرفتاری و حاضر لانے کے وقت تلوار کا لیجانا ضروری ہوتا ہے۔

یا اس ارادے سے تہا کہ بعد تحقیق کے اگر جرم ثابت ہوا تو جریح کو قتل کرنا ہوگا۔ پیغمبر ص نے بی بی عائشہ ع کے بیان سے جوامر جریح کو قابل تحقیق یا جریح کو واجب القتل بہ حالت ثبوت جرم سمجھا (کیونکہ یہ کسی طرح نہین سمجھا جاسکتا کہ پیغمبر ص صرف بیان قیاسی بی بی عائشہ ع پر حکم قتل جریح بے تامل بغیر تحقیق دیدیتے) تو پیغمبر ص کی نسبت کوئی امر خلاف واقعہ نتیجہ نکالنے کا یا غلط قیاس کرنے کا پیدا نہین ہوتا۔ البتہ بی بی عائشہ ع کی نسبت یہ امر ضرور پیدا ہوتا ہے۔ کہ اُنھون نے جریح کی نسبت مجرد اُس کی آمدورفت سے کہ وہ بوجہ دیگر آمدورفت رکھتا تہا جیسا کہ اُس کے بیان سے ظاہر ہے خلاف واقعہ نتیجہ نکالا اور غلط قیاس کیا۔

مصنف مخاطب اگر اس موقع پر یہ حجت لاتے کہ بی بی عائشہ ع کو عادت تھی کہ وہ ایسے ہی خلاف واقعہ نتیجے نکالتی تہین اور غلط قیاس کیا کرتی تہین اور اسی عادت کے موافق اُنھون نے جناب سیدہ ع کی ناخوشی اور غضب ناکی کا نتیجہ خلاف واقعہ نکالا اور غلط قیاس کیا تو شیعون کو شاید تردد ہوجاتا مگر کوئی جاے تردد نہین ہے بی بی عائشہ ع نے جریح کی وہ حالت ماریہ قبطیہ کے ساتھ نہین دیکھی تھی جو مسئلہ

شرعی کے بموجب زنا کو ثابت کرتی ہے اور مجرد آمد و رفت جریج سے جو نتیجہ فعل بد کا نکالا وہ خلاف واقعہ تھا اور غلط قیاس تھا اور معاملہ ناخوشی وغضب ناکی جناب سیدہ ع کا ایسا تھا کہ جو اُنکے آنکھوں کے سامنے گذرا اور محققہ تھا۔ شیعہ بی بی عائشہ ۲ کے ہر بیان کو جو اُن کو معصوم نہیں سمجھتے تحقیق کرتے ہین کہ وہ صحیح ہے یا نہین ؟۔ جو بیان اُن کا کہ مطابق واقعہ کے ہوتا ہے اُس کو لیتے ہین اور جو بیان کہ اُنکا خلاف واقعہ کے ہوتا ہے اُسکو چھوڑ دیتے ہین۔

ماریہ قبطیہ کی نسبت جو بی بی عائشہ نے الزام لگایا ایسا الزام لگانا اُن کی طبیعت کے موافق تھا۔ کہ اُن کو پیغمبر م کی اُن ازواج سے جو صاحب اولاد ہوئی ہین سوتن پنے کی ایک سوختگی رہتی تھی۔

مولوی سید ممتاز علی صاحب جو ایک ذی علم اور تعلیم یافتہ اہلسنت سے ہین اُنھون نے اپنی تصنیف حال صفحہ ۷۳ حقوق نسوان مین جہان یہ نصیحت کی ہے کہ "وہ اگر شوہر ایسا ہو کہ اُس کی پہلی بی بی مرگئی ہو اور اب ازدواج ثانی کیا ہو تو اُس کو لازم ہے کہ اپنی زوجہ ثانی کے روبرو اپنی پہلی زوجہ کی تعریف کبھی نہ کرے زوجہ ثانی کو زوجہ اول کی تعریف سُننا ہمیشہ ناگوار ہوتا ہے شاید شوہر کی خاطر سے سُن کر چپ ہو رہے۔ لیکن ہم نے یہ تو کبھی نہین پایا کہ زوجہ ثانی باوجود جاننے اس بات کے کہ زوجۂ اول اچھے اوصاف کی عورت تھی کبھی اپنے مُنھ سے اس کی تعریف کرے" وہان یہ لکھا ہے کہ "ہم اُمتی تو کس شمار مین ہین یہ ہی جھینکنا سرور عالم کے ازواج مطہرات مین پڑا رہتا تھا۔ حضرت خدیجہ کی دردمندانہ خدمتگذاری اور دلی محبت

اس درجہ کی تھی کہ جناب رسول خداؐ اُس کو بھول نہ سکتے تھے اور ہمیشہ احسانمندی کے ساتھ اُس کو یاد کیا کرتے تھے مگر جناب حضرت عائشہؓ صدیقہ حضرت خدیجہ کی تعریف سُن کر جل بھن جاتی تھین اور کہتی تھین کہ آپ اُس بُڑھیا کی کیا تعریف کیا کرتے ہین جس کے منھ مین دانت نہ پیٹ مین آنت "۔ مگر ہمارے ذی علم دوست جن کی نگاہ وسیع ہے ایسی مثال ازواج رسولؐ مین سوائے بی بی عائشہؓ کے اور کسی کی ایسی مثال نہین دے سکے کہ جو زوجہ اولی کے اوصاف سُن کر برداشت نہ کر سکے۔

روایت جریح سے مصنف مخاطب اپنے متن کے حاشیہ پر دو فائدہ اور ظاہر کرتے ہین ایک یہ کہ "رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو فرمایا کہ اُس اللہ کا شکر ہے جس نے ہمارے اہل بیت سے بُرائی دور کردی اس مین اہل بیت سے ماریہ قبطیہ مراد ہے پس جب لفظ اہل سے بی بی مراد ہوئی تو آیۂ تطہیر مین بھی لفظ اہلبیت سے بیبیان مراد ہونگی"۔

اصل ارشاد پیغمبرؐ کا یہ ہے۔

"الحمد للہ الذی صرف عنا السوء اہل البیت" جس کا صحیح ترجمہ یہ ہے شکر ہے واسطے اللہ کے کہ جس نے دور کردی بدی ہم اہل بیت سے "۔ جو ترجمہ کہ مصنف مخاطب نے کیا ہے کہ "بُرائی دور کردی ہمارے اہل بیت سے" یہ ترجمہ صحیح نہین ہے غلط ہے اور جب غلط ترجمہ کرکے مصنف مخاطب نے استدلال کیا ہے تو وہ استدلال بھی خود بخود غلط ہوجاویگا۔ اس روایت مین ماریہ قبطیہ یا کوئی ازواج رسولؐ سے لفظ اہل بیت مین داخل نہین ہوسکے گا بلکہ اس روایت مین

جو لفظ اہل بیتؑ کا آیا ہے اس سے مراد خود پیغمبرؐ اور علی مرتضیٰؑ ہیں یعنی پیغمبرؐ نے خدا کا شکر ادا کیا کہ بی بی عائشہؓ کے بیان سے میرے حکم اور علی مرتضیٰؑ کے عمل سے قتل جریح بیگناہ کا وقوع میں نہیں آیا اور خدا نے ہم کو عمل بد سے محفوظ رکھا اگرچہ علی مرتضیٰؑ بوجہ قرب قرابت نسبی کے کہ پیغمبرؐ نے فرمایا ہے کہ میں اور علیؑ ایک درخت کی دو شاخیں ہیں" اور میں اور علیؑ ایک نور سے ہیں" اور میری ذریت علیؑ کی پشت میں ہے" اور بوجہ اس ملازمت کے جو بچپن سے علیؑ کو پیغمبرؐ کے ساتھ رہی علیؑ داخل اہل بیت اور شامل آیہ تطہیر کے ہیں لیکن میں یہ اور اضافہ کرتا ہوں کہ پیغمبرؐ ضرور داخل اہل بیتؑ ہیں اور علیؑ داخل محمدؐ ہیں کہ پیغمبرؐ نے اُن کو اپنا نفس قرار دیا ہے جیسا کہ آیہ مباہلہ میں ہے اس صورت میں صریح ہے کہ اس روایت میں جو پیغمبرؐ نے ہم اہلبیت کا لفظ فرمایا اُس سے مراد صرف اپنے آپ اور علیؑ سے لی ہے ماریہ قبطیہ یا دوسری زوجہ اس روایت سے بھی داخل اہلبیتؑ نہیں ہو سکتی۔ صحیح ہے کہ اس معاملہ میں ماریہ قبطیہ ایک نہایت عجیب و غریب طور کی شہادت سے بری ہو گئیں لیکن بی بی عائشہؓ اپنے بیان خلاف واقعہ اور غلط قیاس سے ماخوذ رہیں اور اُن سے بُرائی اُن کی بیان خلاف واقعہ اور غلط قیاس کی دور نہیں ہوئی۔ اس لیے دور ہونا اس بُرائی کا بی بی عائشہؓ کی نسبت صادق نہیں آسکتا ہے بس زوجہ داخل اہل بیت آیۂ تطہیر کے نہیں ہو سکتی۔ یہ بھی ظاہر ہے کہ اگر بی بی عائشہؓ یا ماریہ قبطیہ داخل اہلبیت ہوتیں تو پیغمبرؐ جس وقت کہ اُن دونوں کی نسبت امر تہمت پیش ہوا ہے۔ پیغمبرؐ اُس کی تفتیش اور تلاش ہرگز

نہین کرتے اس سے کہ جن لوگون کے بارے مین آیۂ تطہیر نازل ہو چکی ہے اُن کی نسبت کسی امر قبیح کی سماعت ہی نہین ہو سکتی اور اُن کی نسبت یقین کر لینا چاہیے کہ اُن سے کبھی کوئی امر بد ظہور مین نہین آسکتا اور اگر کوئی ایسا نہ مانے تو وہ قرآن کا جھٹلانے والا قرار پاوے گا۔ چنانچہ علی مرتضیٰ ع نے یہ مسئلہ اُسوقت بتا یا ہے کہ جب جناب سیدہ ع نے دعوی فدک حضرت ابو بکر ع کے سامنے پیش کیا تھا اور حضرت ابو بکر ع نے گواہ پیش کیے تھے۔ علی مرتضیٰ ع نے حضرت ابو بکر ع سے کہا کہ اگر فاطمہ صلوات اللہ علیہا کے ذمہ کوئی الزام لگاوے تو تم کیا اُن سے گواہ طلب کروگے؟۔ اُس پر حضرت ابو بکر ع نے کہا کہ ہان علی مرتضیٰ ع نے اُن کو سمجھایا کہ جسکی طہارت قرآن مین نازل ہو چکی ہے اُس کی نسبت ہرگز ایسا نہین ہو سکتا ۔ یا مثلاً یون سمجھ لو کہ اگر کوئی پیغمبر ص کی نسبت فسق و فجور کی تہمت کرتا اور آیۂ تطہیر سے اُن کی عصمت ظاہر ہو چکی ہے تو اُن کی نسبت کسی طرح تحقیقات فسق و فجور کی نہین ہو سکتی اور جو کوئی تحقیقات کرے وہ قرآن کا جھٹلانے والا ہے ۔ اسی بنا پر مین یہ کہتا ہون کہ اگر ازواج پیغمبر ص داخل اہلبیت آیۂ تطہیر ہوتین تو پیغمبر ص کبھی اُس امر کی تحقیق اور تفتیش نہ کرتے کہ جو بی بی عائشہ ع اور ماریہ قبطیہ کی نسبت پیش ہوا ۔ ماریہ قبطیہ کی نسبت جو امر بی بی عائشہ ع نے بیان کیا تھا اور وہ غلط نکلا ناظرین شاید اس بات کے مشتاق رہین کہ بی بی عائشہ ع کو سزاے تہمت کیون نہین دی گئی؟ میرا خیال یہ ہے کہ بی بی عائشہ نے بطور خانگی اُس امر کو بیان کیا تھا اور وہ امر بھی محض اپنے قیاس سے جو شبہ کہ بی بی عائشہ ع کو پیدا ہوا تھا اُس شبہ کے رفع کرنے

کو پیغمبرؐ نے تفتیش شروع کی تھی بی بی عائشہؓ کا وہ بیان اور وہ قیاس اگرچہ غلط تھا مگر اس حد پر نہین تھا کہ جو درجہ تہمت پر ہوتا اور اس کے جھوٹ ثابت ہونے سے بی بی عائشہ قابل سزا ہو جاتین مدینہ منورہ مین ایک مادی شہادت اول سے اسوقت تک موجود ہے جس سے یقین ہو جاتا ہے کہ ازواج پیغمبرؐ داخل اہل بیت نہین ہین اور وہ ایک قبہ ہے جو قبہ اہل بیت کے نام سے مشہور ہے اُس مین کسی زوجۂ پیغمبرؐ کی قبر نہین ہے کہ اُس مین قبرین جناب فاطمہ اور حضرت امام حسن اور حضرت امام زین العابدین اور حضرت امام محمد باقر اور حضرت امام جعفر صادق علیہم السلام کی ہین۔ اگر ازواج پیغمبرؐ سے مراد اہل بیت ہوتی اور عرب کے لوگ ازواج کو اہل بیت سمجھتے ہوتے تو اُس مکان کو قبہ اہلبیت ہرگز نہ کہتے بلکہ اہل عرب نے جو بہ طور یادگار کے اُس قبہ کا نام قبہ اہل بیت رکھا ہے۔ اُس سے ظاہر ہے کہ اہل بیت سے مراد نسلی او قرابت داران پیغمبرؐ سے تھی۔

عرب کے محاورے مین بیت کا لفظ بمعنی خاندان کے بولا جاتا ہی جیسے شبیہ بیت بمعنی ازواج کے مستعمل نہین ہے اس لیے ضرور ہے کہ اہل بیت کے معنی اہل خاندان کے ہین نہ ازواج کے۔

دوسرا فائدہ روایت مندرجہ مین سے مصنف مخاطب یہ ظاہر کرتے ہین کہ رسولؐ نے جو خاص علیؑ کو قتل جریح قبطی کا حکم کیا تھا اُنکو اُنھون نے ایسا واجب نہ سمجھا کہ ہر صورت مین ادا کیا جائے بلکہ جریح کی حالت دیکھکر بغیر تعمیل حکم واپس آئے اور پھر استفسار کیا۔ آخر معلوم ہوا کہ اس حکم کی تعمیل مین غور و فکر کی ضرورت ہے یہی حالت اُس حکم

کی ہی جو رسول ص نے مرض الموت مین فرمایا تہا کہ کاغذ اور دوات لاؤ مین ایسا مضمون لکھدون کہ اُسکے بعد تم گمراہی مین نہ پڑو۔

صورت حکم معاملہ قتل جریح اور معاملہ حکم طلب کاغذ و دوات کی ہرگز یکسان نہین ہے خود صورت معاملہ جریح کی مقتضی اُس کی تہی کہ علی مرتضی ع بغیر تفحص اور تحقیق کے اُس کو قتل نہ کرین اور پیغمبر ص کے حضور مین حاضر لائین اور ایسا ہی منشا پیغمبر ص کا تہا اور یہی منشا علی مرتضی ع نے سمجہا تہا۔ جس کی تشریح ہم نے ابہی اوپر اسی واقعہ کے بیان مین کردی ہے اور یہ معاملہ اور حکم پیغمبر متعلق ذاتیات کے اور شخص واحد اور ایک فرد بشر کی نسبت تہا اور وہ تعلق دار القضا سے رکہتا ہے اور حکم پیغمبر ص مرض موت مین طلب قرطاس و دوات کا متعلق رسالت عام امت کے تہا جس مین آپ نے یہ ارشاد فرمایا ہے۔ کہ "ایسا مضمون لکھدون کہ تم گمراہی مین نہ پڑو" جس کا اثر تمام امت پر ہوتا ہے۔ اور تمام امت کے لیے اُس مین ہدایت ہوتی ہے۔ یہ سچ ہی کہ طلب قرطاس اور دوات کا حکم عام تہا۔ لیکن زیادہ تر اس کی تعمیل کے مستحق علی ع نہ تہے گو وہ داماد رسول ص تہے اور اگر لکہنے کا سامان رسول ص کے گہر مین ہوگا تو اُنہین کو معلوم ہوگا کہ کہان رکہا ہے اور اگر باہر سے لانے کی ضرورت تہی تو سب سے قریب علی ع کا گہر تہا اس لیے کہ اُن کے گہر کا دروازہ مسجد مین کُہلا تہا مگر علی مرتضی ع کی نسبت یہ نہین کہا جا سکتا کہ جناب امیر ع نے اس حکم کی کچہہ بہی پروا نہ کی" جیسا کہ مصنف مخاطب کہتی ہین پہلے یہ سمجہہ لینا چاہیے کہ پیغمبر ص نے قرطاس اور دوات کیون طلب کیا تہا اور کیا شئے لکہوانی منظور تہی کہ جس کے بعد اُن کے صحابہ اور

اُن کی امت کبھی گمراہ نہ ہون باوصف اس کے کہ قرآن نازل ور دین کامل ہو چکا اور اپنے قول اور فعل سے پیغمبرؐ سب کچھ جتا اور بتا چکے ہین۔"

من کنت مولاہ فعلی مولاہ انی تارک فیکم الثقلین کتاب کتاب اللہ وعترتی۔" سوچنا چاہیے کہ اور کیا چیز باقی رہ گئی تھی جسکو حضرت پیغمبر خداؐ ایسی تشریح سے لکھوانا چاہتے تھے کہ اُسکے بعد لوگ گمراہی مین نہ پڑین۔ اور یہ بھی یقین کرنا چاہیے کہ پیغمبرؐ سمجھتے تھے کہ بعد میرے فوراً اُس امر مین جس کو وہ صراحت سے لکھوانا چاہتے تھے نزاع اور جھگڑا ہوکر ایسا اختلاف ہوگا کہ جسکی وجہ سے لوگ گمراہی مین پڑجاوینگے اور اس امر پر آگاہ اور واقف ہونا پیغمبرؐ کا کوئی معمولی بات نہین تھی اس لیے کہ پیغمبر لوگون کی خواہش نفوس اور جو کچھ اُن کے سینون مین تھا اُس سے خبردار تھا۔ اب مین یہ پوچھتا ہون کہ بعد وفات پیغمبرؐ کے اور قبل اُن کے کفن ودفن کے جس بات کا جھگڑا ہوا سوائے اُس کے کوئی اور بات ہو سکتی ہے کہ جس کو پیغمبرؐ اپنے آخر وقت مین لکھوانا چاہتے تھے تاکہ لوگون کو کسی قسم کی غلط تاویل اور تعبیر کا موقع نہ ملے۔ اسی کے ساتھہ مین پوچھتا ہون کہ اس جھگڑے والی بات کو جس کو ہر کوئی جانتا ہے کہ وہ معاملہ خلافت کا ہے۔ بہ نظر آیات قرآنی اور قول وفعل کے ہر مسلمان اپنے سچے دل سے بتلا دے کہ اگر پیغمبرؐ معاملہ خلافت کے متعلق لکھواتے (جس کا یقین ہے کہ وہ معاملہ خلافت کے متعلق لکھواتے) تو امر خلافت کس کے حق مین لکھواتے؟ کیا کوئی سچے دل

بُشریٰ للمؤمنین

ایسے زمانہ مبارک مین کہ تمام قومون نے اپنے دین و دنیا کی ترقی کی دھن مین اپنی اپنی انجمنین قائم کرکے عملی کارروائیان مدت سے شروع کردی تھین اور جنکی بدولت اونکو دینی و دنیاوی منافع بمقابلہ ہمارے جنت مکان فرقہ شیعہ کے بہت کچھ حاصل ہو رہے ہین ضرور تھا کہ کوئی خدا کا بندہ اس فرقہ کی سرپرستی کے لئے بھی کھڑا ہوتا اگرچہ یہ کام علما کا تھا کہ جنکا فرض منصبی ہر حیثیت سے ہماری اصلاح کا ہے مگر زمانہ کی سردمہری نے انکو ابھرنے نہ دیا مگر الحمدللہ کہ خدا نے ایک اور شخص کے دل مین قومی محبت کا جوش پیدا کیا جسنے ضرورت ایک باوقار امامیہ کانفرنس کی سمجھی اور جسکی طرف وہ دو تین برس سے شیعہ پبلک کو بلا رہا تھا اور آخر کار کامیابی ہوئی کہ ایک امامیہ کانفرنس بمقام لاہور قائم ہوگئی۔ اس قومی ہیرو کا سید ناظر حسین خان نام اور ناظم تخلص ہے جو اپنے اخبار ناظم الہند لاہور کا اڈیٹر بھی ہے۔ علمائے لاہور نے کہ جو امامیہ کانفرنس کی سبجکٹ کمیٹی کے اعلے عہدہ دار ہین اوسی کو اپنی مرضی سے جنرل سکرٹری بھی مقرر کیا ہے تمام ہندوستان کے شیعون کو چاہیے کہ وہ مقاصد اور اغراض کانفرنس کو سکرٹری سے طلب کرین اور اسیبن ہر طرح سے مدد دین جو آپ اپنی مدد ہے۔ خدا کا شکر ہے کہ ہمارے علماء لکھنؤ بھی اس کانفرنس کے مددگار ہین۔

مرزا عبد التقی قزلباش اڈیٹر

بقیہ رسید زر بابتہ ۱۳۰۹ھ جلد پنجم

نمبر شمار	نام سائلین	تعداد چندہ
۴۳	جناب شیخ ولایت حسین صاحب	سے ر
۴۴	جناب نواب سید سلطان حسین خانصاحب	سے ر
۴۵	جناب میر عاشق علی صاحب	سے ر
۴۶	جناب منشی نوازش علیصاحب تعلقہ دار	سے ر
۴۷	جناب سید غلام جیلانی شاہ صاحب بہادر	عما ۱۴ ار
۴۸	جناب بابو سید محمد تقی صاحب منجملہ بقایا	صر ر
۴۹	جناب منشی غلام علی خانصاحب	سے ر
۵۰	جناب سید اعجاز حسین صاحب وکیل	سے ر
۵۱	جناب سید ممتاز حسین صاحب پوسٹ ماسٹر	سے ر
۵۲	جناب سید خورشید حسن صاحب اہلکار منصفی	اعمر
۵۳	جناب سید سجاد حسین صاحب سب انسپکٹر	سے ر
۵۴	جناب نواب سید محمد علی خانصاحب مرحوم وغیرہ	سے ر
۵۵	جناب مولوی سید آباد حسین صاحب قبلہ	سے ر
۵۶	جناب شیخ محسن علیصاحب	سے ر
۵۷	جناب سید امیر الدین حیدر صاحب - سے ر - ۵۸ جناب حکیم سید محمد سجاد صاحب	سے ر
۵۹	جناب حکیم امجد علیخانصاحب - سے ر - ۶۰ جناب سید ذاکر علی صاحب اکسٹرا اسسٹنٹ	
۶۱	جناب حکیم نیاز علیخانصاحب - سے ر	سے
۶۲	جناب حاجی سید جعفر حسین صاحب ممبر کونسل (باقی آئندہ)	سے

مرزا عبد التقی قمر لباشی الایڈیٹر رسالہ اردو شیعہ

انی تارک فیکم الثقلین

نور علی نور

رسالہ روشنی بایراد رسالہ نصیحۃ الشیعہ

جلد ششم چھ ماہی آخر ۹۹ء

باہتمام

مرزا عبدالتقی قزلباش

اڈیٹر رسالہ روشنی

مطبع اسلام محمدی لکھنؤ میں چھپکر
دفتر رسالہ روشنی محلہ چاہ کنکر لکھنؤ سے شائع ہوا

التماس

الحمد للہ کہ رسالہ روشنی کی جلد ششم بابتہ ۹۹ء ختم ہوئی امید ہے کہ معاونین ان نمبرون کے پہونچنے پر چندہ اس جلد ششم کی بابت بھیدینگے جلد ہفتم سنہ ۱۹۰۰ء کا سلسلہ جو زیر طبع ہے انشاء اللہ المستعان بعد محرم روانہ کیا جائیگا۔

جن بزرگوارون کے پاس سے اس عرصہ مین جلد ششم کا چندہ نہ آئیگا اون کی خدمت مین جلد ہفتم کا ابتدائی پرچہ بذریعہ ویلو پارسل بھیجا جائیگا رسید زر بابتہ جلد ششم سنہ ۹۹ء جلد ہفتم سنہ ۱۹۰۰ء کے ساتھ شایع ہوگی۔

اطلاع - اکثر بزرگوارون کے خطوط میرے پاس اس امر کے دریافت مین پہونچے ہین کہ **الفاروق شبلی** پر بھی ریویو تیار ہوا ہی یا نہین۔ اگرچہ مینے جواب خطوط بھیدئے ہین تاہم بنظر مزید اطمینان مومنین اطلاع دیجاتی ہی کہ الفاروق پر عالیجناب قبلہ وکعبہ عموی مرزا عابد علی بیگ خانصاحب بہادر رٹائرڈ سب جج ریویو تحریر فرما رہے ہین۔

اگر منظور خدا ہی تو کیا عجب کہ سنہ ۱۹۰۰ء مین ہی وہ چھپ کر تیار ہو جائے تمام مومنین کو چاہئے کہ وہ جناب ممدوح مدظلہ کی صحت و عافیت - اور ریویو کے جلد ختم ہونے اور طبع کے لئے دعا فرماوین۔

یہ امر بھی قابل اطلاع ہی کہ ایک ریویو مختصر مگر جامع - ہمارے نہایت شفیق بھائی قاضی فقیر علیصاحب عاقل رئیس کانگڑہ نے عرصہ ہوا کہ لکھکر ہمکو بھیدیا ہی جسکو ہم دیگر افکار و علل کیوجہہ سے ابتک نہین چھاپ سکے ہین۔ لیکن بعد محرم اوس کو بھی انشاء اللہ چھاپ دینگے۔ اڈیٹر

سے یہ کہہ سکتا ہے کہ سوائے علی مرتضی ؑ کے اور کسی کے حق مین لکھ پائے۔
پس ایسی حالت مین علی مرتضی ؑ کو یہ مناسب تھا کہ وہ اپنے حق مین ایسی تحریر
لکھوانے کے واسطے قبل اس کے کہ دوسرے لوگون کے دلون کی مرضی
اور غیر مرضی اور پیغمبر ؐ کی اطاعت اور نافرمانی معلوم ہو جھٹ پٹ دوڑ کے
کاغذ دوات لے آتے؟ اور اسی لحاظ سے پیغمبر ؐ نے کاغذ اور دوات طلب
کرنے کا حکم عام دیا تھا خاص علی مرتضی ؑ کی نسبت وہ حکم نہین دیا تھا۔
بلکہ کنایہ اُس حکم عام مین یہی تھا جس کو علی مرتضی ؑ جانتے تھے کہ سوائے
علی مرتضی ؑ کے دوسری لوگ کاغذ و دوات لائین اور دوسرے ہی لوگ
پیغمبر ؐ کی وصیت کو اُس امر کی بابت لکھین تاکہ پھر کسی وقت وہ لوگ امر خلافت پر
کچھ حجت و تکرار نہ کر سکین۔ لیکن لوگون نے کاغذ اور دوات کی طلب
پر اور پیغمبر ؐ جو لکھوانا چاہتے تھے اُس کے لکھنے پر ایسے زور و شور
سے مخالفت کی کہ جس سے پیغمبر ؐ کو اذیت ہوئی اور پیغمبر ؐ نے اپنے
پاس سے اُن لوگون کو اُٹھوا دیا۔ اگر حاضرین جلسہ اپنی رضامندی
طلب کاغذ و دوات پر اور اُس لکھوانے پر جو پیغمبر ؐ لکھوانا چاہتے تھے
ظاہر کرتے اور اُن لوگون کے اُٹھوا دینے کی نوبت نہ آتی۔ یا بعد رفع
مخالفت کے مخالفت کرنے والون کو سکوت ہو جاتا اُسوقت علی مرتضی ؑ
کاغذ دوات حاضر نہ لاتے یا جب سکوت اختلاف سے ہو جاتا اور پھر
اُس وقت پیغمبر ؐ ضرور حاضر لانے کاغذ و دوات کا علی مرتضی ؑ کو حکم
دیتے اگر اُس وقت علی مرتضی ؑ تعمیل حکم پیغمبر ؐ کی نہ کرتے تو اُن کی
نسبت مصنف مخاطب یہ کہہ سکتے تھے کہ جناب امیر ؑ نے حکم کی کچھ بھی
پروا نہ کی ؟؟ مگر جو صورت کہ حکم طلب کاغذ و دوات مین پیش آئی اُس

مین مخالفین حکم پیغمبرؐ نے موقع ہی نہین آنے دیا کہ علی مرتضیٰؑ اس حکم کی کچھ تعمیل کر سکین۔

حضرت عمرؓ جو یہ سمجھ گئے کہ رسولؐ یہ لکھواتے ہین کہ قرآن کو مت چھوڑیو اس لیے اُنھون نے بعض صحابہ سے مخاطب ہو کر کہا کہ تمکو قرآن کافی ہے جیسا کہ مصنف مخاطب ظاہر کرتے ہین۔ مگر ایسا سمجھنا حضرت عمرؓ کا اور اُسی نیت سے اُن کا صحابہ سے کہنا اور مصنف مخاطب کا ایسا ظاہر کرنا سب غلط ہی پیغمبرؐ پہلے مجمع عام مین یہ کہہ چکے ہین کہ قرآن کو اور میرے اہل بیت کو مت چھوڑیو اگر پیغمبرؐ صرف یہ لکھوانے والے تھے کہ قرآن کو مت چھوڑیو جیسا کہ حضرت عمرؓ نے بہ قول مصنف مخاطب کے سمجھا تو ضرور تھا کہ حضرت عمرؓ پیغمبرؐ سے صرف اس لکھوانے پر اصرار کرتے کہ قرآن کو مت چھوڑیو کہ پیغمبرؐ اپنے فرمودہ سابق کو جس مین قرآن کے ساتھ اپنے اہل بیتؑ کے ساتھ تمسک کو فرمایا تھا منسوخ کرنے والے ہین۔

حضرت عمرؓ نے جو کچھ سمجھا اور کہا اُس کی حالت ہرگز ایسی نہین ہو سکتی جس طرح جریح کی حالت دیکھکر علیؑ یہ سمجھ گئے تھے کہ اب اس کا قتل مقصود نہین ہے اس کی حالت پر رسولؐ کو اطلاع کر دینا کافی ہے وقت طلب کاغذ و دوات کے پیغمبرؐ نے کوئی صورت معاملہ کی بیان نہین فرمائی تھی ولن تضلوا بعدی سے یہ قرینہ ہرگز نہین پیدا ہوتا کہ پیغمبرؐ یہی لکھوانا چاہتے ہین کہ قرآن کو مت چھوڑیو جو حضرت عمرؓ ایسا سمجھ سکتے کہ وہ جو کچھ حضرت رسولؐ لکھواتے ہین وہ ہمکو معلوم ہے اور اس کی اطلاع کر دینا کافی ہے اگر ہماری سمجھ مین غلطی ہوگی تو رسولؐ

دوبارہ حملہ کرینگے ورنہ شدت مرض مین رسول ص کو تکلیف دینے کی کیا ضرورت ہے کاغذ و دوات وغیرہ لانے سے یہ جواب اولی تہا کہ رسول ص یہ معلوم کرکے بہت خوش ہونگے کہ جو کچہہ مین لکھوانا چاہتا تھا وہ اُن کو خوب معلوم ہے اور یہ لوگ ایسی ہدایت کامل پاچکے کہ اب ان کو اور کچہہ بتانے کی حاجت نہین ؎ یہ سمجہہ حضرت عمرؓ کی جیسا کہ مصنف مخاطب کہتے ہین کسی طرح نہین ہوسکتی اگر حضرت عمرؓ کی یہ سمجہہ ہوتی تو دوسرے ہم نشینون سے بعد اس فرمانے کے کہ ہم کو کتاب خدا کافی ہے پیغمبر ص کی نسبت یہ نہ کہتے کہ ؎ اس مرد کو ہذیان ہے اس کو اس کی حالت پر چھوڑ دو ؎ اور باہم ہم نشینون کے جھگڑا کرا کر اور شور غل مچوا کرا ور ایسی تکلیف پیغمبر ص کو پہونچا کر پیغمبر ص سے اُٹھوا دیے جانے کا حکم حاصل نہ کرتے پیغمبر ص جانتے تھے اور بتا چکے تھے کہ قرآن کتاب خدا اور اہلبیت پیغمبر ص عالم قرآن لوگون کو دین اسلام پر چلانے کے لیے کافی ہین ۔ لن تضلوا بعدی ابدا سے مراد کسی امر عظیم مین اختلاف نہونے سے ہوسکتی ہے ۔ ایسا اختلاف جس نے دین اسلام کو کمزور اور مسلمانون کی خصلت کو خراب کردیا اور بیج نااتفاقی کا مسلمانون کے سرشت مین بو دیا ۔ لن تضلوا بعدی سے وہ قرینہ پیدا نہین ہوسکتا جسکو مصنف مخاطب سمجہہ حضرت عمرؓ کی ظاہر کرتے ہین ۔ بلکہ اُس تمام واقعہ سے صاف نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ پیغمبر ص امر صریح ایسا لکھوانے کو تھے کہ جو خلاف مقصد حضرت عمرؓ کے تہا اور حضرت عمرؓ سمجہہ گئے تھے کہ پیغمبر ص امر خلافت کے متعلق ایسا کچہہ لکھوانے کو ہین کہ اس مین گنجائش پھر کسی حجت و تکرار کی نہ ہوگی اور یہ ہی سمجہکر انھون نے اپنی دانائی اور

عقلمندی سے ایسا اختلاف کا جھگڑا اور شور غل مچوایا کہ نوبت لکھوانے اُس امر کی نہ آسکی - یہ سچ ہے کہ پیغمبرؐ جو کچھ لکھوانے کو تھے وہ نیا حکم نہیں تھا اس لیے کہ آیت اکملت لکم دینکم نازل ہو چکی تھی جیسا کہ مصنف مخاطب کہتے ہیں - اور میں اُس پر یہ اور اضافہ کرتا ہوں کہ قبل نزول اس آیت کے پیغمبرؐ خم غدیر پر تعمیل حکم آیت یاایہا الرسول بلغ ما انزل الیک الخ کی کر چکے تھے لیکن بہ نظر حکم عام اس آیت کے؛؛

"وانزلنا علیک الذکر لتبین للناس ما انزل الیھم" اور نازل کیا ہم نے اوپر تیرے ذکر تاکہ صراحت سے ظاہر کرے تو واسطے لوگوں کے جو کچھ نازل ہوا ہے اُن کے لیے "" پیغمبرؐ کسی امر کو زیادہ تفصیل سے بیان کرنے والے تھے اور جو کچھ کہ پیغمبرؐ بیان فرماتے وہ حدیث پیغمبر ہوتی - اکثر پیغمبرؐ نے کسی آیت کے معنی کسی وقت خود یا کسی کے استفسار پر بیان فرمائے ہیں اور وہ سب احادیث پیغمبرؐ میں داخل ہیں مگر کسی امر کا تصریح سے بیان کرنا خود پیغمبرؐ پر اپنی طرف سے ایسا واجب نہیں ہے جیسا کہ کسی آیت ربانی کا لوگوں پر پہونچانا لیکن آیت قرآنی جیسے نص ہوتی ہے ویسے ہی حدیث پیغمبرؐ - پیغمبرؐ نے جس امر کے لکھوانے کے لیے کاغذ دوات طلب کیا تھا اور لوگوں کی مخالفت اور تنازع اور شور غل کے سبب سے ناخوش ہو کر اون کو اُٹھوایا اور اُسوقت یا دوسرے وقت نہ لکھوایا یہ امر اُن کا اختیاری تھا الانہایت قابل افسوس کے ہے کہ آخر وقت زندگانی میں ادنی سے ادنی شخص کچھ لکھوانا یا کہنا چاہتا ہے تو اُس کے عزیز اور دوست نہایت

آرزو سے اُس کا سُننا اور لکھنا چاہتے ہیں - لیکن پیغمبر آخر الزمان کی وصیت اور پند اُس کے دوستوں نے سُننا گوارا نہ کی اور اُس کو لکھوانے سے روک دیا - اور جھگڑے کی ابتدا حضرت عمرؓ نے کی جنھوں نے یہ فرمایا کہ "ہم کو کسی کتاب کی ضرورت نہیں ہے ہم کو قرآن کافی ہے اور اس مرد کو ہذیان ہے اس کو اس کی حالت پر چھوڑ دو" کہ اسی مخالفت پیغمبرؐ پر تنازع شروع ہو کر شور غل ہوا اور مجلس پیغمبرؐ سے وہ لوگ اُٹھوا دیے گئے -

وہ راے حضرت عمرؓ کی اس بناء پر کسی طرح صحیح نہیں ہو سکتی کہ "رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے لکھوانے کی ضرورت نہ سمجھی بلا پیغمبرؐ کا وہ امر لکھوانا اختیاری تھا نہ ضروری لیکن پیغمبرؐ کے امر اختیاری کے استعمال کے وقت حضرت عمرؓ کی مخالفت قطعی ناواجب تھی - اور حضرت عمرؓ کی مخالفت سے جو اختلاف کرنے میں جھگڑا ہوا اسکا الزام خود حضرت عمرؓ پر ہے کہ نہ وہ مخالفت کرتے نہ اُن کی مخالفت سے اختلاف کا جھگڑا ہوتا اس سے تمام تر الزام حضرت عمرؓ پر ہے پیغمبرؐ نے جو اپنے پاس سے لوگوں کو اُٹھوا دیا وہ اس کا نتیجہ نہیں ہے کہ حضرت عمرؓ کی راے سے اختلاف کیا گیا تھا" بلکہ اس کا نتیجہ ہے کہ حضرت عمرؓ نے پیغمبرؐ سے مخالفت کی تھی - ابن عباس کی راے بالکل ٹھیک ہے کہ "وہ اس تحریر کے ملتوی ہو جانے کو بڑی مصیبت سمجھتے ہیں" مصنف مخاطب اُن کی راے کو اس بناء پر غیر صحیح قرار دیتے ہیں کہ "حضرت عمرؓ کی راے کو رسولؐ نے قبول کر لیا اور پھر لکھوانے کا قصد نہ کیا" حالانکہ یہ نتیجہ جو مصنف مخاطب نکالتے ہیں بالکل

غلط ہے پیغمبرؐ نے کوئی کلمہ ایسا نہین فرمایا کہ جس سے راے کو
حضرت عمرؓ کی پیغمبرؐ کا قبول کرنے کا نتیجہ نکلے اور پھر لکھوانے کا جو
پیغمبرؐ نے قصد نہین کیا اُس کی وجہ صریح ہے کہ پیغمبرؐ نے یہ سمجھ لیا
کہ عمرؓ اور اُن کے تائید کرنے والے مجھہ پیغمبرؐ کے قول کو ہذیان جانتے
ہین اور میری زندگی مین میرے سامنے مخالفت کرتے ہین تو بعد میرے
اُس کو کیا قبول کرینگے اور کیا اُس پر عمل کرینگے ایسی تحریر کا لکھوانا
بالکل بیکار ہے۔ پس حکم کی تعمیل نہ کرنے کا الزام سراسر حضرت عمرؓ
پر عائد ہوتا ہے علیؑ پر کیا اس حکم کی بابت اور کیا حکم قتل جریح کی
کی بابت کوئی الزام عائد نہین ہوسکتا۔

روایت حکم قتل جریح کا منشا رہی تھا کہ بعد تحقیق اور تفتیش کے
جریح قتل کیا جائے اور جس مین دوبارہ حکم کی ضرورت نہ تھی اور
اُس حکم پیغمبرؐ مین گو کسی نوعیت سے تھا علی مرتضیٰؑ نے کچھ حجت
نہین کی تھی اور فوراً اُس کی تعمیل کے لیے بغیر کسی چون وچرا کے
چلے گئے تھے۔ برخلاف اُس کے حکم طلب قرطاس ودوات مین اور
پیغمبرؐ جو کچھ کہ لکھوانا چاہتے تھے اُس مین کسی تحقیق اور تفتیش کی
ضرورت نہ تھی۔ حضرت عمرؓ نے چون وچرا کی۔ اور پیغمبرؐ کے
حکم کی تعمیل ہونے دی۔ علی مرتضیٰؑ نے مجرد صدور حکم قتل جریح
کے وقت پیغمبرؐ سے نہ مخالفت کی تھی نہ کچھ عذر کیا تھا نہ اُس کو
غیر ضروری سمجھا تھا۔ حضرت عمرؓ نے مجرد صدور حکم طلب قرطاس اور
دوات کے پیغمبرؐ سے مخالفت بھی کی عذر بھی کیا غیر ضروری بھی سمجھا
پیغمبرؐ کو ہذیان کی نسبت بھی دی یہ بھی کہا کہ اس مرد کو اسکی حالت

پر چھوڑ دو۔ یعنی حکم پیغمبرؐ کو قابل عمل بھی نہین سمجھا۔ قطب الدین
راوندی نے کتاب الخرائج مین نظم قرآن کے معجزات سے نوان معجزہ
بے شک یہ لکھا ہے جس کا ایک جزو مصنف مخاطب نقل کرتے ہین
کہ اُس مین وہ سب چیزین موجود ہین جنکے علم کی بندون کو حاجت
ہے اصول دین اور فروع دین سے۔" بعد اس کے اسی نوین معجزہ
قرآن مین ملا قطب الدین راوندی نے یہ لکھا ہے کہ اُس مین آگاہ
کرنا ہے طریقون عقلیات کا اور قائم کرنا حجت کا اوپر ملاحدہ اور
براہمہ و منکرین بعث اور قائلین طبائع کے نہایت مختصر و کلام بلیغ تر
سے اور اُس مین ہے طرح طرح کے اعراب اور عربیت اور حقیقت
اور مجاز یہان تک کہ طب اور محکم و متشابہ اور ناسخ اور منسوخ۔"
بحث یہ نہین ہے کہ قرآن کسی چیز سے خالی ہے یا وہ ناتمام ہے
یا اُس مین کچھ نقص ہے ۔ خدا خود فرماتا ہے "لا رطب و لا
یابس الا فی کتاب مبین۔"

ہمارے ہندوستان مین لاکھون مسلمان ایسے ہین۔ اور دوسرے
ملکون مین بھی کروڑون ایسے ہین کہ جنکی بغلون مین اور جن کے گھرون
مین قرآن موجود ہے اور وہ زبان عربی نہین جانتے یا جانتے ہین اور
اُس کے معنی و مراد نہین سمجھ سکتے خصوصًا آیات متشابہات کو سمجھنا
تو عالمون کو بھی مشکل ہوا ہے ایسے لوگون کو مجرد قرآن کیا کفایت
کرسکتا ہے اور ہر ایسا مسلمان کیا فائدہ اُس سے اُٹھا سکتا ہے
نہین قرآن کے ساتھ اعلم کا ہونا ضروری ہے اور اسی وجہ سے

پیغمبرؐ فرما گئے ہین کہ مین ہماری دو چیزین درمیان تمھارے چھوڑے
جاتا ہون کتاب اللہ اور اپنی عترت یا اہلبیت وہ اس سے جدا نہین ہونگی
اُن کو مضبوط پکڑے رہنا اور خاص علیؑ کی نسبت فرمایا ہے کہ
علیؑ قرآن کے ساتھ ہے اور قرآن علیؑ کے ساتھ جس سے مقصود
پیغمبرؐ یہ ہے کہ قرآن اُس وقت مین کافی ہے کہ جب اُس کلام کی مراد
اور مقصد کو علیؑ اور اہلبیتؑ سے جن مین ائمہ اہل بیت داخل ہین
پہونچو کہ اُن سے زیادہ کوئی عالم نہین ہو سکتا جیسا کہ خود پیغمبرؐ فرما گئے
ہین۔ پس حضرت عمرؓ کا یہ کہنا کہ ہم کو کتاب اللہ کافی ہے غلط اور
مخالف ارشاد اور ہدایت رسولؐ کے ہے۔ مصلحت اس حکم پیغمبرؐ
کی ظاہر ہے کہ قرآن کے مراد اور مقاصد علیؑ اور اہل بیت پیغمبرؐ ایک
ہی بتائین گے اور اُن مین اختلاف نہین ہوگا اور ایک راہ پر کل
مسلمان چلتے رہین گے۔ اور مضرت قول حضرت عمرؓ سے یہ ہوئی
کہ ہر شخص نے اپنے مطلب اور غرض کے واسطے یا اپنی اپنی سمجھ اور
ضرورت کے موافق قرآن کی مراد اور مقاصد کو بیان کرنا شروع کر دیا
جس سے امت رسولؐ مین اختلاف واقع ہو گیا اور اُس اختلاف
نے مسلمانون کو جداگانہ راہون پر ڈال کر باہم عناد پیدا کر دیا
اور امت واحد کو منتشر کر کے برباد کر دیا اور درجہ تنزل پر پہونچا دیا

حضرت سلمانؓ نے جو اُن لوگون پر اعتراض کیا ہے جنھون نے
قرآن چھوڑ کر حدیث پر عمل شروع کیا تھا وہ اعتراض اُن کا صحیح ہے
اور مجرد حدیث پیغمبرؐ پر عمل کرنے والون کا فعل خلاف ہدایت پیغمبرؐ
کے تھا۔ مجرد حدیث پر ہر شخص کا عمل اپنی سمجھ کے موافق رہ نہین سکتا

جب تک کہ وہ قرآن کو نہ جانے کیونکہ جب تک کوئی قرآن کو نہ جانے تب تک وہ صحیح اور غیر صحیح حدیث کو نہیں پہچان سکتا۔ اور قرآن کو وہی جان سکتا ہے کہ جس نے اُس کے معنی اور مراد کو علیؑ اور اہل بیت پیغمبرؐ سے سمجھا ہو۔ جو لوگ کہ مجرد حدیث پر عمل کرتے تھے اس حیثیت سے کہ اپنی راے سے اُس کے معنی لگاتے باوصف اس کے کہ علیؑ اُس وقت موجود تھے ایسے لوگوں پر اعتراض حضرت سلمانؓ کا نہایت ٹھیک تھا۔ اور مین جہانتک خیال کرتا ہون۔ حضرت سلمانؓ وہی ہیں جن کی نسبت پیغمبرؐ نے فرمایا ہے "سلمان منا اهل البیت" یہ اعتراض اُسی وقت شروع کیا ہے کہ جب حضرت ابو بکرؓ نے معاملہ فدک مین ایک حدیث پیغمبرؐ بیان کر کے قرآن کو چھوڑ دیا اور اپنی بیان کی ہوئی اور اپنی سمجھ سے سمجھی ہوئی حدیث پر عمل کیا۔ باوصف اس کے کہ علی مرتضیٰؑ اور فاطمہ زہراؑ جو اہل بیت پیغمبرؐ سے تھے۔ اصرار کرتے رہے کہ قرآن کے بموجب انبیاء بھی وارث ہوتے ہین۔ اور فاطمہؑ کو اپنے باپ کی میراث مال حضرت محمدؐ مین پہونچتی ہے۔ جیسے کہ دیگر مسلمانون کو اپنے مورث کی میراث۔

مصنف مخاطب حضرت عمرؓ کے اس قصہ کا مقابلہ اُس قصہ سے کرتے ہین جب رسولؐ کو اللہ نے یہ حکم دیا تھا۔ کہ ولایت علیؑ کا حکم اُمت کو سُنا دو۔ اور تفسیر صافی سے ذیل آیت "یا ایہا الرّسول بلغ ما انزل الیك من ربك وان لم تفعل فما بلغت رسالته الخ" کی امام محمد باقر علیہ السلام سے ایک روایت کا حوالہ دیتے ہین اور

اُس طولانی روایت کا بطور حاصل بہ قدر ضرورت اپنی کے بہ تبدیل الفاظ جس کی نوعیت متغیر ہو جاتے اپنی مذاق کے موافق ترجمہ کرتے ہیں۔

"پہلے ایک روایت امام علیہ السلام سے یہ ہے کہ خدا نے حکم کیا ولایت علی بن ابی طالبؑ کا اور نازل کی آیت انما ولیکم اللہ و رسولہ والذین امنوا الذین یقیمون الصلوٰۃ ویؤتون الزکوٰۃ وھم راکعون اور فرض کی ولایت اولی الامر کی پس نہ جانا لوگوں نے کہ وہ کیا چیز ہے۔ حکم کیا خدا نے محمدؐ کو یہ کہ تفسیر کر دیں واسطے ان لوگوں کے ولایت کی۔ جیسے کہ تفسیر کی اُن لوگوں کے لیے نماز اور زکوٰۃ اور روزہ اور حج کی پس دشوار معلوم ہوا پیغمبرؐ کو یہ امر اور خوف کیا یہ کہ پھر جاوینگے لوگ دین سے اور جھٹلاوینگے وہ پیغمبرؐ کو۔ پس رجوع کی پیغمبرؐ نے اپنے رب کی طرف اور وحی بھیجی اللہ نے یہ کہ یا ایھا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک وان لم تفعل فما بلغت رسالتہ واللہ یعصمک من الناس ۔

پس پیغمبرؐ نے سخن حق آشکار کیا اور ولایت علی بن ابی طالبؑ کو قائم کیا دن غدیر خم کے" اور اُس روایت کا حاصل جس کا مصنف عماد لعب ذکر کرتے ہیں یہ ہے "تحقیق قصد کیا پیغمبرؐ نے مدینے سے درحالیکہ تمام شرائع اپنی قوم کو پہونچا چکے تھے سوائے حج اور ولایت کے پس آئے ان کے جبرئیل اور کہا انھوں نے کہ اے محمدؐ خدا تم کو سلام کہتا ہے اور فرماتا ہے کہ میں کسی پیغمبرؐ اور نبیؐ کی روح قبض نہیں کرتا مگر بعد

کامل کرنے دین اور تاکید حجت کے اور تم پر دو فریضہ باقی رہے ہیں جنکی طرف قوم محتاج ہے فریضہ حج اور فریضہ خلافت بعد تمہارے مین خالی نہین چھوڑتا ہون زمین کو خالی حجت سے پس منادی کرائی پیغمبر نے کہ حج کا ارادہ کرتے ہین اور نکلے رسول اللہؐ اور لوگ اُنکے ساتھ اور حج کیا۔ جب تلبیہ کے متصل ٹھہرے پس آئے جبرئیل اور کہا کہ خدا سلام کہتا ہے اور فرماتا ہے کہ نزدیک پہونچی ہے اجل تمہاری پس پورا کرو عہد اپنا اور مقدم رکھو وصیت اپنی کو اور جو کچھ کہ تمہارے پاس ہے علم اور میراث علوم انبیاء سے اور سلاح و تابوت نشانیوں انبیاء سے سونپ دو اپنے وصی اور خلیفہ اپنے علی ابن ابی طالبؑ کو کہ حجت بالغہ میری ہے۔ اور یاد دلا دو میری بیعت اور میثاق کا ولایت لی میرے سے اور مولی ہر مومن و مومنہ سے کہ علی بن ابی طالبؑ ہے اور کمال توحید اور دین کا اور اتمام نعمت کا خلق پر اتباع میرے ولی کا اور اُس کی اطاعت ہے۔ پس اندیشہ کیا رسول اللہؐ نے اپنی قوم کا اور اہل نفاق اور شقاق کا یہ کہ متفرق ہو جائینگے اور رجوع کر جاوینگے طرف جاہلیت کے۔ کہ پیغمبرؐ اُن کی عداوت اور جو کچھ کہ اُن کے نفسون مین لپٹا ہوا تھا بغض علیؑ سے جانتے تھے اور چاہا جبرئیلؑ سے یہ کہ وہ نگہبانی پروردگار کی لوگون سے پیغمبرؐ کے لیے چاہین اور انتظار کیا جبرئیلؑ کا یہانتک کہ پہونچے پیغمبرؐ مسجد خیف تک پس آئے جبرئیل اور حکم دیا یہ کہ عہد کو پورا کرو اور قائم کرو علیؑ کو لوگون کے لیے اور نہ لائے نگہبانی خدا سے یہان تک کہ پیغمبرؐ آئی کراع الغمیم مین پھر آئے جبرئیل اور ویسا ہی حکم لائے اور نگہبانی نہین لائے

پیغمبرؐ نے کہا کہ اے جبرئیلؑ مجھکو اندیشہ ہے اپنی قوم کا یہ کہ جھٹلادین مجھکو اور نہ قبول کرین میری بات علیؑ کے بارے مین پس کوچ کیا پیغمبرؐ نے اور پہونچے غدیر خم پر پس آئے جبرئیلؑ پانچ گھڑی دن چڑھے ساتھ زجر اور تپ کیا ہٹ چڑھا دینے کے اور نگہبانی کی لوگون سے ؀

ان روایتون سے صاف یہ ظاہر ہوتا ہے کہ پیغمبرؐ تعمیل حکم کی مخالفت پر آمادہ نہین ہوئے جیسا کہ حضرت عمرؓ باعث منع قرطاس اور دوات کے ہوئے بلکہ پیغمبرؐ تعمیل حکم ربانی مین اندیشہ کرتے تھے اور اطمینان اپنی حفظ کا چاہتے تھے۔ چنانچہ یہ واقعہ کہ پیغمبرؐ کو تبلیغ رسالت اُس امر مین اندیشہ تھا اور نگہبانی اپنی چاہتے تھے خود اُسی آیت کے اخیر فقرہ وعدۂ ربانی سے واضح ہے۔

" واللہ یعصمک من الناس ؀ خدا نگاہ رکھے گا تجھکو لوگون سے ؀

پس جبکہ وہ اندیشہ اور خواہش وعدہ حفظ خود آیت قرآنی مین موجود ہے تو پیغمبرؐ سے پوچھنا چاہیے کہ اے پیغمبرؐ تم نے کیون اندیشہ کیا تھا اور کیون نگہبانی کا وعدہ چاہا تھا اور بلا کسی اندیشے اور وعدۂ نگہبانی کے فوراً تعمیل حکم کی کیون نہ کردی؟ باوصف اس کے جیسا کہ مصنف مخاطب کہتے ہین کہ " تم نے ضعف اسلام کے وقت مین مشرکین مکہ کے سامنے اُن کے معبود بتون کی برائی بیان کی اور شرک کا رد کیا اور اللہ کے حکم کے مقابلہ مین کافرون کی ایذاؤن کی کچھ پرواہ نہ کی اب قوت اسلام کے زمانے مین مسلمانون سے اُن کو یہ خوف ہوا کہ وہ اللہ پر توکل نہ کرسکے نہ اس سے پہلے جو اللہ نے اُنکی نصرت اور مدد کے بہت سے وعدے کیے تھے وہ اُن کو یاد رہے ؀ یا بلحاظ فقرہ

آخر آیتہ کے جس سے پیغمبرؐ کا اندیشہ ناک ہونا اور وعدہ حفظ کا چاہنا ظاہر ہے۔ مصنف مخاطب کو اُن سب اعتراض کا پیغمبرؐ پر وارد کرنا لازم تہا جو بنظر روایت امامؑ کے شیعون پر اعتراض بارادہ تصدیق امر جانشینی علی مرتضیٰؑ کے جس کا وقوع خم غدیر پر ہوا کیا جاتا ہی۔ کیونکہ آیت قرآنی مین جس اندیشہ اور وعدہ حفظ کا احتمال ہے اُسی کی امامؑ نے تفسیر کی ہے اور حق بالکل مطابق آیت کے ہی۔

اصلی بات یہ ہے کہ ان روایتون کا مفاد (جن مین بیان ایسے انداز سے ہے کہ انسان اُسی محاورے کے بموجب اُس مقصود کو باسانی سمجھ جاوے) صرف اسقدر ہے کہ پیغمبرؐ قوت ملکوتیہ کو مشورہ کی حیثیت سے کام مین لاتے تھے اور براہ دور اندیشی نگہبانی کا اطمینان چاہتے تھے۔ اور بالآخر ہر پہلو پر نظر کر کے تبلیغ رسالت اُس امر کی اطمینان کے ساتھ کی۔ اور مکہ مین جو مشرکین کے معبود بتون کی بُرائی کی اور شرک کو روکا اُس مین بھی پیغمبرؐ نے دور اندیشی اول مدنظر رکھی تھی اور حمایت حضرت ابو طالبؑ اور وجاہت حضرت خدیجۃ الکبریٰ پر اپنی نگہبانی کا اطمینان کر لیا تہا۔ جیساکہ تاریخ اسلام سے ظاہر ہے کہ جب ان حامیون کا انتقال ہوگیا تو پیغمبرؐ نے اپنی نگہبانی کا اطمینان اہل مدینہ سے کر کے مکہ سے مدینہ کو ہجرت کی۔ اور اللہ نے جہان کسی پیغمبرؐ سے نصرت اور مدد کے وعدے کیے تھے۔ اُس کے اسباب اور سامان ظاہری نصرت اور امداد کے موجود فرمائے تھے علی مرتضیٰؑ اور بنی ہاشم کا وجود جنھون نے کبھی پیغمبرؐ کو لوگون مین تنہا نہین چھوڑا باوصف اس کے کہ مخصوص صحابہ نے ہمیشہ بہی

اپنی راہ لی تھی۔ مصنف مخاطب یہ چاہتے ہیں کہ پیغمبرؐ کو وصف دور اندیشی اور اطمینان سے فائدہ اٹھانے کو پاک دکھاویں اور بے اندیشہ اور بغیر اطمینان حفظ کے پیغمبرؐ سے کسی امر کے وقوع میں لانے کی توقع رکھیں۔ حالانکہ بغیر اندیشہ اور اطمینان حفظ کے کسی امر کا کرنا داخل تہوری ہے جو اوصاف رذیلہ میں داخل ہے۔ اور با اندیشہ اور اطمینان حفظ کے کسی امر کا کرنا داخل شجاعت ہے جو اوصاف حمیدہ میں شمار کیا گیا ہے۔ اور پیغمبرؐ تمام اپنے کاموں میں نصرت کے اور اپنی حفظ کے خدا سے خواستگار اور امیدوار رہے ہیں جس میں شان عبد اور معبود کی ہے۔

اصول کافی کتاب الحجہ باب نص اللہ میں بیشک ایک طویل روایت ہے جس میں امام علیہ السلام نے تفسیر اطیعوا اللہ الخ کی فرمائی ہے اور اسمیں ذکر حدیث من کنت مولاہ الخ وحدیث ثقلین اور آیت تطہیر اور آیت اولی الارحام کا ذکر فرما کر ولایت کو علی مرتضیؑ اور ائمہ اہل بیت کے ساتھ مخصوص فرمایا ہے۔ لیکن اس حدیث میں وہ مضمون جو مصنف مخاطب نے ظاہر کیا ہے نہیں ہے البتہ وہ مضمون یعنے ذکر قصہ غدیر خم اور یہ بیان کہ جب تبلیغ ولایت کا حکم آیا تو رسولؐ کا دل تنگ ہو گیا اور خوف ہوا کہ کہیں لوگ دین سے پھر نہ جاویں اور اس حکم کو رب کی طرف پھیر دیا ایک دوسری حدیث میں ہے۔ کہ جو طولانی نہیں ہے۔ مصنف مخاطب نے یہ ترجمہ کہ وہ اس حکم کو رب کی طرف پھیر دیا دوسرے عنوان سے کیا ہے وہ اصل الفاظ یہ ہیں۔

وہ زراجعہ ربہ عزوجل ؑ جس کا ترجمہ یہ ہے کہ وہ رجوع کرایا اپنے پروردگار کو یعنی پروردگار کی توجہ کو اس طرف رجوع کرانا چاہا کہ تعمیل حکم ربانی میں جس امر کا اندیشہ تھا اور جو خواہش تھی ؑ

جس فقرۂ حدیث پر مصنف مخاطب اعتراض کرتے ہیں آخر احدیث کا شروع یہ ہے وہ امام محمد باقر علیہ السلام سے ہے کہ حکم کیا اللہ عزوجل نے اپنے رسول ص کو ولایت علی ع کا اور نازل کی اس رسول ص پر آیت انما ولیکم اللہ الخ۔ اور فرض کی ولایت اولی الامر کی۔ پس نہ جانا کسی نے کہ کیا ہے وہ۔ پس حکم کیا اللہ نے محمد صلعم کو یہ کہ تفسیر کریں اُن لوگوں کے لیے ولایت کو جیسے کہ تفسیر کی پیغمبر نے واسطے اُن لوگوں کے صلوٰۃ زکوٰۃ صوم اور حج کی۔ پس ہر گاہ کہ آیا یہ امر اللہ کی طرف سے۔ تنگ ہوا اُس کے سبب سے سینہ رسول اللہ ص کا اور خوف ہوا یہ کہ پھر جاوینگے اپنے دین سے اور یہ کہ جھٹلاوینگے وہ لوگ پیغمبر ص کو۔ پس تنگ ہوا سینہ آنحضرت کا اور رجوع کرایا اپنے پروردگار عزوجل کو ؑ

اس مضمون پر یہ اعتراض مصنف کا وارد نہیں ہوتا ہے کہ یہ رسول ص نے یہ بھی خیال نہ کیا کہ اللہ کو بھی سب کچھ خبر ہے وہ حکیم اور علیم ہے۔ پھر اُن کو اللہ کا حکم پہونچانے میں کیا تردد تھا۔ اللہ کے حکم کو بار بار رد کرنا اور اُس میں یہ شرط مقرر کرنا کہ محافظت کا وعدہ نازل ہوگا تو ہم اس حکم کو ادا کرینگے ورنہ ادا نہ کرینگے اطاعت نہیں بلکہ سرکشی ہے۔ اگر محافظت کا وعدہ نازل نہ ہوتا تو رسول ص اس حکم کی تبلیغ کبھی نہ کرتے ؑ مصنف مخاطب کے اس اعتراض

کا جواب ہماری اُسی تقریر سے ظاہر ہو جاتا ہے جو ابھی ہم نے اوپر تحریر کی ہے کہ جب خود آیت سے یہ ظاہر ہے کہ پیغمبرؐ نے کچھ اندیشہ بھی کیا اور وعدہ محافظت بھی چاہا تو ہر مسلمان کو سوچنا چاہیے کہ پیغمبرؐ سے زیادہ کوئی خدا کو حکیم اور علیم نہیں جان سکتا تھا پھر پیغمبرؐ نے کیون تفسیر آیت مین اندیشہ کیا اور کیون وعدہ محافظت کا چاہا؟

خدا کے حکیم ہونے کے یہ معنی ہین کہ اُس نے اپنی حکمت سے ہر کام کے ہونے اور نہونے کے لیے اسباب اور سامان کے جمع ہونے کا قاعدہ مقرر کیا ہے۔ اور خدا کے علیم ہونے کے یہ معنی ہین کہ جو جو واقعات پیش ہوتے جاتین اُس کا علم اُس کو محیط ہو۔ خدا کو بیشک اس بات کا علم تھا کہ مین ایک آیت متعلق ولایت کے نازل کرون گا اور پیغمبرؐ کو اُس کی تفسیر کرنے کے وقت اندیشہ ہو گا اور پیغمبرؐ اپنا اطمینان حفظ کا مجھسے چاہے گا اور مین وعدہ نگہبانی اُسکی کا کرونگا۔ تب وہ تفسیر اُس آیت کی کر دے گا۔ ایسی حالت مین نہ پیغمبرؐ کے اندیشہ اور خواہش اطمینان پر کوئی اعتراض ہو سکتا ہے اور نہ خدا کے حکیم و علیم ہونے پر۔

خدا اور پیغمبرؐ کے درمیان اور قوت ملکوتیہ کے ذریعہ سے جو کچھ کہ راز و نیاز ہوتا ہے مضمون حدیث کا کچھ بھی اُس کے منافی نہین ہے۔ اور نہ اُس سے رد کرنا حکم خدا کا۔ یا انکار تعمیل حکم کا لازم آتا ہی۔ ایک محکوم کی شان اطاعت اور ایک عبد کی شان عبودیت بمقابلہ اپنے حاکم و معبود کے اسی سے ثابت ہوتی ہے کہ محکوم اور عبد کے دل مین جو کچھ ہو وہ اپنے حاکم اور معبود کے سامنے ظاہر اور اُسی سے

دعاے نصرت کرے۔ اس موقع پر پیغمبر ص نے اس سے زیادہ کچھ نہین کہا کہ جو کچھ پیغمبر ص کے دل مین اندیشہ تھا وہ خدا کے سامنے بیان کیا اور اپنی حفظ کا اطمینان چاہا۔ خدا سے عرض حال اور دعا مانگنا اور خدا کو اپنی التماس پر متوجہ اور رجوع کرانے کی مراد ردّ حکم اور عدم اطاعت اور سرکشی سے نہین ہو سکتی اور یہ کہان سے معلوم ہوا کہ اگر خدا وعدۂ حفظ نہ کرتا تو پیغمبر ص اُس امر کو نہ کرتے بلکہ یہ یقین کرنا چاہیے کہ اگر خدا وعدہ حفظ نہ کرتا اور یہ فرماتا کہ اے پیغمبر ص گو تو قتل ہو جاوے مگر اس امر کی تعمیل کر تو بھی ضرور پیغمبر ص تعمیل اُس کی کرتے۔ نبی معصوم کا حال حضرت عمر ع پر طعن سے بالکل مخالف ہی۔ نبی ص نے نہ حکم خدا کو رد کیا نہ اطاعت خدا سے سرکشی کی۔ اپنی نگہبانی کا اطمینان چاہا ہی۔ اور حضرت عمر ع نے وہ حرکت کی کہ جس سے وہ اطاعت رسول ص سے منع قرطاس اور دوات کے باعث ہو کر خارج ہو گئے۔

علماے شیعہ مین سے کوئی بھی مضمون حدیث پر حیران نہین ہوا۔ ملا خلیل قزوینی نے جو یہ لکھا ہے کہ مدعا رسول ص کا یہ تھا کہ شاید تصریح اور تفسیر ولایت کی قرآن مین ہو جائے اور کتفیا سنت پر نہ ہے ملا نہ ہماری تقریر کے منافی ہے اور نہ کچھ قابل اعتراض کے ہے وہ بھی ایک عالم شیعہ کی راے ہے۔ اور جس سے یہ ظاہر نہین ہوتا کہ اُنھون نے حیران ہو کر وہ راے ظاہر کی ہے۔

اسرکی کامون مین بے شک رسول ص کو یہ دخل نہین کہ رسول ص خدا سے یہ چاہے کہ خدا اپنے حکم کو رد کر دے لیکن رسول ص کو یہ حق

یہ اختیار تھا کہ کسی امر کی تفسیر اور وضاحت بحیثیت قرآن کے نازل کرائے اور خدا کو یہ اختیار تھا کہ چاہے اس کی توضیح بہ حیثیت قرآن کے نازل کرے چنانچہ بار ہا ایسا ہوا ہے کہ رسولؐ تو رسولؐ کسی غیر رسولؐ نے بھی کسی امر کی تشریح رسولؐ سے چاہی ہے اور خدا نے اُس کے متعلق آیت نازل کر دی ہے اور یہ بھی خدا کا اختیار تھا کہ کوئی تفسیر بہ حیثیت قرآن کے نازل نہ کرے اور تفسیر کا اختیار رسولؐ پر چھوڑے اور اس واقعہ سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ یہ رسولؐ کے نزدیک مسئلہ امامت قرآن میں نہ تھا بلکہ یہ ثابت ہوتا ہے کہ رسولؐ کے نزدیک مسئلہ امامت قرآن میں تھا۔ جیسے کہ صلوۃ اور زکوۃ اور صوم و حج کا۔ مگر تفسیر اس کی اختیار رسولؐ میں تھی اور رسولؐ نے اس کی تفسیر کر دی۔ اور اسی وجہ سے جیسے کہ قرآن نص ہے ویسے ہی قول اور فعل رسولؐ کا۔

ملا محمد باقر مجلسی رہ نے حیات القلوب کی جلد دو ذکر حجۃ الوداع میں بیشک یہ لکھا ہے۔ کہ یہ پہلے بھی اس باب میں (نصب امیر المومنین بہ خلافت) وحی اُن حضرت پر نازل ہوئی تھی۔ لیکن وقت مقرر نہیں تھا اور تاکید نہ تھی اس سبب سے حضرت نے تاخیر کی کہ مبادا درمیان امت کے اختلاف حادث ہو۔ اور بعض اُن کے دین سے پھر جاویں یہ رائے اس عالم موصوف کی خلاف اخبار نہیں ہے اور انھوں نے فوراً عمل میں نہ لانے کی وجہ ظاہر کی ہے۔ لیکن اس کا نتیجہ یہ نہیں ہے۔ کہ رسولؐ اس امر کی تبلیغ کو ٹالتے رہے تھے اگرچہ تبلیغ رسالت رسولؐ پر واجب تھی مگر جب ابتدائی

حکم فوری نہ تھا۔ تو اُس حکم کی تعمیل مین رسول ص کو ہر پہلو پر نظر کرنا ضرور تھا۔ کہ کیونکر اُس کو عمل مین لاوین اور جو اندیشہ کہ اُس کے عمل مین لانے سے پیدا ہو سکتا تھا۔ اُس کے متعلق فکر اور اپنی حفاظت کی استدعا خدا سے کرین اور جس وقت کہ حکم تاکیدی آیا اور وعدہ حفاظت کا کیا گیا اُس وقت فوراً تعمیل کی اُس سے یہ لازم نہین آتا ہے۔ کہ پیغمبر ص اُس کی تعمیل کو ٹالتے رہے یا جس وقت کہ صلوۃ یا زکوۃ کا حکم آیا تھا۔ تو کیا یہ ہو سکتا تھا کہ پیغمبر ص اُسی وقت سے تعمیل ان احکام کی اس طرح سے شروع کر دیتے کہ بندگان خدا ہر وقت بلا تعین وقت اور تعداد رکعات کے برابر نماز پڑھے جاتے۔ اور زکوۃ بلا قید سال اور بلا تعین نصاب کے دے جاتے۔ کیا یہ کہا جا سکتا ہے۔ کہ تعین وقت اور تعداد رکعات سے یا در نصاب سے پیغمبر ص نے حکم صلوۃ اور زکوۃ کو ٹال دیا۔ کہ بجائے اس کے کہ رات دن نماز پڑھی جاوے پانچ وقت مقرر کر دیے کہ جس مین چند لحظہ صرف ہوتے ہین اور بجائے اس کے کہ بعد اخراجات معمولی روزانہ و شبانہ کے جو کچھ بچے وہ زکوۃ مین دیدیا جاوے ایک سال کے قوت اور نصاب زکوۃ مال پیش انداز پر مقرر کیا۔ اس کی نسبت معترض کہہ سکتا ہے کہ ان احکام کی تعمیل کو پیغمبر ص نے خوب ٹالا۔

اصول کافی کی کتاب الحجۃ مین باب ماعند الائمہ ؑ مین سلاح رسول اللہ ص مین بے شک امام جعفر صادق علیہ السلام سے یہ روایت ہے کہ جب نزدیک ہوئی وفات رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی بلایا عباس ابن عبد المطلب اور امیر المومنین علیہ السلام کو اور کہا عباس

سے (آیا) لے گا تو میراث محمدؐ کی اور ادا کرے گا تو دین اُس کا اور پورا
کرے گا تو وعدون کو اُس کے پس لوٹا دیا اُن عباس نے اُن پیغمبرؐ
پر اور کہا یا رسول اللہ میں بڈھا کثیر العیال قلیل المال تاب نہین رہ
سکتا تیزی حالانکہ تو برابری کرتا ہے ۔ ہوا کی (یہ ایک محاورہ عرب کا
کا ہے کہ تیزی اور مستعدی اور سخاوت کے محل پر بولتے ہین) پس سر
تھوڑا لیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تھوڑی دیر پھیر فرمایا اے
عباس آیا لیوے گا تو میراث محمدؐ کی اور پورا کرے گا اُس کے وعدون
کو اور ادا کرے گا دین اُس کا پھر کہا اُن عباس نے میرے ماں باپ
تم پر فدا ہون مین بوڑھا کثیر العیال اور قلیل المال ہون ــــ اور
حالانکہ تو برابری کرتا ہے ہوا کی ۔ فرمایا پیغمبرؐ نے آگاہ ہو بے شک
کہ مین قریب ہے کہ دون گا ایسے شخص کو کہ لے گا اُس کو کہ حقدار اُس
کا ہے "" مضمون اس حدیث سے صاف ظاہر ہوتا ہے ۔ کہ بنظر اسکے
کہ عباس چچا پیغمبرؐ کے تھے اور خاندان پیغمبرؐ مین بسن تھے ۔
پیغمبرؐ نے بہ نظر مصلحت اور اتمام حجت کے اس اندیشہ سے کہ مبادا
بعد وفات پیغمبرؐ کے حضرت عباس علی مرتضیٰؑ سے کسی قسم کا جھگڑا
کرین عباس اور علی مرتضیٰؑ دونون کو طلب کیا اور عباس کی نیت
اور ارادے کو بہ طریقہ اسلوب دریافت فرمایا اور حضرت عباس کے
جواب سے انکار اُن کا ظاہر ہو گیا ۔ یقین کرنا چاہیے کہ اگر حضرت عباس
اقرار کرتے تو پیغمبرؐ اُن کو سمجھا دیتے کہ وہ مستحق اُس کے نہین ہین ۔
جس کا وہ ارادہ کرتے ہین اور اُس کا مستحق وہ شخص ہے جو حضرت عباس
کے ساتھ بُلایا گیا ہے ۔ چنانچہ اسوقت بھی پیغمبرؐ نے فرما دیا کہ آگاہ

ہو کہ مین وہ اُس شخص کو دون گا کہ جو اُس کے لینے کا حق رکھتا ہے
اور کچھ شبہ نہین کہ پیغمبرؐ نے جو کچھ بہ اصرار حضرت عباس سے
دریافت فرمایا وہ بہ نظر اتمام حجت اور قطع نیت اور ارادہ حضرت
عباس کے تھا تاکہ ہر کوئی جان جاوے کہ بعد پیغمبرؐ حضرت عباس
کا کسی چیز مین کوئی حق نہین ہے اور جس اندیشہ سے کہ پیغمبرؐ نے یہ امر
کیا تھا وہ بعد پیغمبرؐ وقوع مین آیا۔ کہ با این ہمہ حضرت عباس علی مرتضیٰؑ
سے جھگڑتے ہوئے حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کے سامنے دونون
کے عہد خلافت مین گئے اور ناکام ہوئے۔ اور خلفاے بنی عباس
نے امر خلافت کو میراث پیغمبرؐ کا استحقاق اپنے دادا عم پیغمبرؐ پر قرار
دے کر ایک تدبیر سے اپنے اوپر قائم کر لیا اور اپنا مذہب اور مسلک
یہ قرار دے لیا کہ خلفائے ثلاثہ اور علی مرتضیٰؑ سب کے سب ناحق
تھے۔ حالانکہ اس روایت سے صاف ظاہر ہوتا ہے۔ کہ میراث پیغمبرؐ
لینے کی اور پیغمبرؐ کے دین ادا کرنے کی اور اُس کے وعدے کو پورا
کرنے کی لیاقت اور قابلیت اور اُس کا حق سواے علی مرتضیٰؑ کے
اور کوئی نہین رکھتا تھا۔ اور مقصود اس عمل پیغمبرؐ کا یہ ہی تھا کہ اس
امر کی لیاقت اور قابلیت اور حق علی مرتضیٰؑ رکھتے ہین نہ عباسؓ کوئی
اور۔ مصنف مخاطب جو اس روایت کا نتیجہ یہ بتاتے ہین کہ پیغمبرؐ کی
مرض موت مین نیت بدل گئی تھی۔ اور عباس کو اپنا وصی اور وارث
بنانا چاہتے تھے۔ اگر عباس وصی ہونا قبول کر لیتے تو یہ ہتھیار وغیرہ
اُنھین کو ملتے جو نشان امامت اور خلافت تھے۔ ایسا نتیجہ طرز بیان
اور مضمون حدیث کے صریح خلاف ہے۔ اگر حضرت عباس کا انکار بناوٹی

ہوتا تو پیغمبرؐ ضرور اُن کو سمجھا کر اپنا وصی اور ولی امت کا مقرر کر دیتے لیکن پیغمبرؐ اُن کو مستحق وصایت اور ولایت نہیں سمجھتے تھے اس لیے پیغمبرؐ نے اُن کے انکار کے اظہار کے بعد یہ فرما دیا کہ "وہ حقدار کو یہ امور عطا فرمائیں گے" یہ ظاہر ہے کہ حضانت حضرت فاطمہؑ دختر پیغمبرؐ کی بوجہ شوہر ہونے علیؑ کے۔ اور حفاظت حسنینؑ کی بوجہ والد ہونے علیؑ کے لامحالہ ذمہ علیؑ کے تھی اب طرف سے پیغمبرؐ کے حفاظت حقوق حضرت فاطمہؑ اور حسنینؑ کی بابت اور کوئی وصی مقرر کیسے ہو سکتا تھا؟ اور ایسے ہی کار امامت پیش پیغمبرؐ علیؑ کرتے تھے کسی اور کو حق ولایت پہونچ کیسے سکتا تھا؟ اور کچھ شبہ نہیں کہ یہ روایت مؤید روایت طلب قرطاس اور دوات کے ہے کہ جو خود اہل سُنت کے یہاں بھی صحیح طور پر منقول ہوئی ہے۔ پیغمبرؐ کو جو اندیشہ حیلہ اور حجت کا علی مرتضیٰؑ کی جانشینی کے متعلق۔ لوگوں کی طرف سے تھا اور اُس کے رفع کرنے کو پیغمبرؐ یہ ارادہ کرتے تھے کہ علی مرتضیٰؑ کی کی جانشینی کو ہر کوئی بلا حیلہ اور حجت کے قبول کر لے اور اُس کے سرانجام کے لیے جو تدبیر فرماتے تھے وہ بمقابلہ اہل خاندان پیغمبرؐ اور غیر اہل خاندان پیغمبرؐ دونوں کے لیے تھی اس لیے کہ وہ اندیشہ پیغمبرؐ کو خاندان اور غیر اہل خاندان دونوں کی طرف سے تھا۔ اور سخت اندیشہ اس بات کا تھا کہ اہل خاندان غیر اہل خاندان سے اتفاق کر کے امر جانشینی علی مرتضیٰؑ کو درہم و برہم نہ کر دیں اسی لیے پیغمبرؐ نے اول حضرت عباسؓ مسن اہل خاندان سے اپنے امر خلافت اپنے کا کہ جس کی حضرت عباسؓ قابلیت اور لیاقت نہیں رکھتے تھے اُس روش سے جو روایت میں کور

ہے ترک ارادہ اور نیت کا اور انکار اُس کا ظاہر کرایا تاکہ بوجہ ترک
ارادہ اور نیت اور انکار بڑے بوڑھے خاندان کے اہل خاندان مین سے
بھی کسی اور کو جرأت اور موقع حیلہ اور حجت جانشینی پیغمبرؐ علی مرتضیٰؑ
کی نسبت نہ ہوسکی اور جب اہل خاندان مین سے ایسی جرأت نہو سکیگی
تو غیر اہل خاندان کو موقع حیلے اور حجت کا ہرگز نہ ہو سکے گا۔ جب پیغمبرؐ
اہل خاندان کی طرف سے مطمئن ہو گئے۔ تب اُنھون نے غیر اہل خاندان
کے سامنے صرف اسی قدر کافی سمجھا کہ کاغذ و دوات منگا کر آخری وصیت
اپنی لکھا دین تاکہ پھر کسی کو موقع حیلے اور حجت کا اور مرضی پیغمبرؐ سے اختلاف
کا باقی نہ رہے یقین کرنا چاہیے۔ کہ پیغمبرؐ جو تدبیر اور کوشش کر رہے
تھے کہ علی مرتضیٰؑ کی جانشینی مین کوئی حیلہ اور حجت پیدا نہ ہو۔ اُسی
ایک تدبیر اور کوشش کے متعلق یہ دو حصہ ہین۔ اول روایت متعلق
حضرت عباس کے اور دوسری روایت متعلق طلب قرطاس و دوات
کے۔ پس امامت علیؑ کا حکم ایسا تھا کہ۔ رسولؐ آخر وقت تک اُس
کے قائم کرنے کے لیے کوشش کرتے رہے۔ یہ کہنا مصنف مخاطب
کا یہ کہ امامت علیؑ کا حکم ایسا تھا کہ رسولؐ آخر وقت تک اُس کی
مخالفت کی کوشش کرتے رہے" صریح غلط قرار پاتا ہے۔ رسولؐ کو
ہرگز خیال مخالفت حکم امامت علی مرتضیٰؑ کا نہین تھا۔ اور نہ اُس خیال کا
رسولؐ نے صحابہ کے دلون مین اثر کیا تھا۔ بلکہ صحابہ کے دلون مین
خود یہ خواہش تھی کہ خلاف مرضی پیغمبرؐ کے حیلہ اور حجت سے خلافت
اپنی طرف منتقل کرلین اور خلاف اپنی خواہشون کے صحابہ کی دلون
مین حکم امامت علیؑ کا اثر پیدا ابھی نہین ہوا تھا۔ کبھی دل سے اُنھون نے

امر امامت علی مرتضیٰ ع کو قبول ہی نہین کیا تھا۔ اور اسی وجہ سے
مانع قرطاس و دوات کے ہوئے کہ بہ حالت آخری وصیت تحریری
پیغمبر صلعم کے امر امامت علی مرتضیٰ ع مین کسی کو پھر موقع حیلہ اور حجت کا
باقی نہ رہے گا اور اُس آخری وصیت تحریری کو شور غل مچا کر اور
نزاع کو طول دے کر ٹال دیا۔ بخیال مخالفت حکم امامت علی ع کا
مستحکم کرنے کے لیے رسول ص نے یہ امر تقدیری نہین سنا دیا تھا۔
کہ میرے بعد ابوبکر ؓ اور عمر ؓ پھر خلیفہ ہونگے جیسا کہ مصنف مخاطب
کہتے ہین۔ بلکہ بنظر موجودہ حالت زمانہ کے جانتے تھے کہ لوگ میری
اور خدا کی مرضی کے موافق عمل نہ کرینگے اور جو کچھ کہ مین نے امر
امامت اور خلافت علی مرتضیٰ ع کے لیے تبلیغ رسالت قولاً اور فعلاً
کیا ہے اُس کو نہ مانین گے اور میرے آخر وقت تک کی کوشش رائگان
جائے گی اور حضرت ابوبکر ؓ اور حضرت عمر ؓ خلیفہ بن بیٹھینگے۔ اسی وجہ
سے پیغمبر ص نے وہ پیشین گوئی کی اور اُس پیشین گوئی مین مخالفت
حضرات شیخین کی پیغمبر ص نے ظاہر کی ہے۔

لیکن حضرت ابوبکر ؓ اور حضرت عمر ؓ کا مخالف مرضی اور کوشش
کے خلیفہ بن بیٹھنا ایسا امر تقدیری نہین تھا کہ جس سے وہ مجبور ہون۔
بلکہ وہ امر اُن کا اختیاری تھا اور اُسی اُن کے اختیار نے سیاہ
داغ مخالفت پیغمبر ص کا اُنکی پیشانی پر لگا دیا۔ کوئی مسلمان ارتداد
یا مخالفت ہدایت پیغمبر ص کی اختیار کرے تو وہ اُس امر کا ضرور مستوجب
ہوگا جس کا کہ وہ بحالت ارتداد یا مخالفت ہدایت پیغمبر ص کی مستوجب
ہو سکتا ہے۔ یہ سمجھ کر کہ امر تقدیری وہی تھا یہی نہین ہو سکتا

لیس (طعن قرطاس) مین جو الزام حضرت عمرؓ پر عائد کیا جاتا ہی اُس سے بڑھکر امر ولایت کی تبلیغ مین رسولؐ پر کیونکر الزام عائد ہو سکتا ہے جیسا کہ مصنف مخاطب خیال کرتے ہین پیغمبرؐ آخر وقت تک امر ولایت کی تبلیغ اور تعمیل اور تشریح مین ایسی حیثیت سے کہ کسی کو موقع حیلہ وحجت کا نہ رہے۔ کوشش کرتے رہا ہے۔ اور حضرت عمرؓ نے اسی آخری ہدایت پیغمبرؐ کی تشریح کو کہ موقع حیلہ وحجت کا باقی رہے حیلے سے اُس کی تعمیل کو روک دیا۔ اس سے جو کچھہ طعن قرطاس [illegible] الزام ہے وہ حضرت عمرؓ پر عائد ہی آمر ولایت علی مرتضیٰؑ [illegible] کی تعمیل اور سعی اُس کے قائم کرنے مین پیغمبرؐ پر کچھہ بھی الزام نہ عائد ہے نہ ہو سکتا ہے۔ واقعہ طلب قرطاس ودوات مین جو پیغمبرؐ کی نسبت لفظ ہجر کہا گیا ہے۔ اُسکی نسبت معترضین طلب [illegible] ہین اور واقعہ کو یہان سے لیتے ہین کہ وہ ایک [illegible] لاؤ دوسرا کہتا تھا کہ اس شدت مرض سے [illegible] اسوقت بعض لوگون نے یہ کہا۔

مَا شَأْنُهُ أَهَجَرَ اِسْتَفْهِمُوا۔ رسولؐ کا کیا حال ہے [illegible] ہو گئے غور کرو۔ واقعہ طلب قرطاس کے متعلق اہل سنت [illegible] بیان صحیح بخاری اور صحیح مسلم اور مشکوۃ[1] مین متعدد روایات [illegible] مختلفہ ابن عباس سے منقول ہوئی ہین جن مین سے کسی مین فقمیۃ

[1] بخاری کتاب العلم باب کتابۃ العلم کتاب الجہاد باب ہل یستشفع الی اہل الذمۃ۔ کتاب الخمس باب اخراج الیہود باب مرض نبی دو جگہ۔ کتاب المرضی مسلم کتاب الوصایا باب وصیت النبیؐ دو جگہ مشکوۃ۔

قرطاس کی تفصیل ہے اور کسی مین اجمال لیکن نتیجہ مضمون مین سب متحد ہین اور اُن سب روایات کو جب یکجا پڑھا جاوے تو حاصل مضمون اُن کا یہ ہوتا ہے کہ جس وقت نزدیک ہوا زمانہ وفات پیغمبرؐ کا اُس حالت مین کہ گھر مین چند لوگ اور اُن مین حضرت عمرؓ بھی تھے پیغمبرؐ نے فرمایا کہ لے آؤ تم میرے پاس کاغذ اور دوات تاکہ لکھدون مین تم کو ایک کتاب کہ ہرگز بعد اُس کے تم گمراہ نہ ہوویں کہا عمرؓ نے غلبہ کیا ہے پیغمبرؐ پر رنجوری اور دردمندی نے اور تمھارے پاس قرآن ہے - بس کافی ہے ہمارے لیے کتاب خدا - پس اختلاف کیا اور جھگڑا کیا اُن لوگون نے اور نہین سزاوار تھا نبیؐ کے پاس جھگڑا بعضے کہتے تھے کہ نزدیک لے آؤ سامان کتابت اور بعضے وہی کہتے تھے کہ جو کچھ عمرؓ نے کہا تھا - اور کہا لوگون نے ہجر کیا ہجر کیا رسول اللہ نے اور ہجر کرتا ہے رسول اللہ اور کہتے تھے کہ کیا شان ہے نبیؐ کی آیا ہجر کیا اُس نے سمجھہ لو پیغمبرؐ سے - جب جھگڑے کی باتین بڑھ گئین اور بیہودگی زیادہ ہو گئی - پیغمبرؐ نے فرمایا کہ چھوڑ دو مجھکو اُس حالت مین کہ جس حالت مین مین ہون کہ وہ بہتر ہے اُس سے کہ جس مین تم مجھکو چاہتے ہو - پس چلے گئے لوگ رو کرتے ہوئے پیغمبرؐ پر ابن عباس کہتے ہین - سخت مصیبت تھی ہر مصیبت سے جو کچھ کہ حائل ہوئی درمیان رسول اللہؐ اور اُن کی کتاب کے - ابن عباس یہ بھی کہتے تھے کہ مصیبت کا دن تھا دن پنجشنبہ کا اور پھر روئے یہانتک کہ آنسو اُن کے سنگریزون پر جاری ہو گئے ؎

ان روایتون مین یہ بھی منقول ہے کہ اُسی وقت پیغمبرؐ نے

تم کو وصیتیں کیں ایک اخراج مشرکین کے لیے جزیرہ عرب سے دوسرے جائزہ دینا سو غیروں کو۔ تیسری وصیت سے راوی نے سکوت کیا ہے یا کہا ہے کہ میں بھول گیا۔"

ہجر کے معنی جدائی کرنے اور پریشان باتیں کہنے ہمارے ہیں اور مہجور کے معنی سخن پریشان کرنے کے آتے ہیں۔ خدا کا قول ہے۔ان قومی اتخذوا ھذا القرآن مھجورا اسے قالوا فیہ غیر الحق" یعنی تحقیق کہ میری قوم نے ٹھہرایا اس قرآن کو غیر حق۔"

خاص لفظ ہجر کے کہنے والوں کا نام اگرچہ ان روایتوں میں مذکور نہیں ہے۔ لیکن حضرت عمرؓ کا نام بالتخصیص لیا گیا ہے کہ وہ ان لوگوں میں موجود تھے جو اس گھر میں حاضر تھے۔ اور حضرت عمرؓ نے کہا۔ کہ غلبہ کیا ہے درد نے پیغمبرؐ پر اور تمھارے پاس قرآن ہے پس کافی ہے ہمارے لیے کتاب خدا جس کا صاف مقصود یہ ہے کہ پیغمبرؐ شدت مرض میں ویسی ہی پریشان باتیں کرتا ہے جیسے کہ معمولاً انسان شدت مرض میں باتیں کیا کرتا ہے۔ اور ہمارے پاس کتاب خدا موجود ہے۔ پیغمبرؐ غیر حق کتاب لکھنا چاہتا ہے جن لوگوں نے کہ صاف ھجر کا لفظ پیغمبرؐ کی نسبت کہا انھوں نے وہ لفظ باتباع معنے مظہرہ حضرت عمرؓ کے کہا۔ اور روایتوں میں تو صاف منقول ہے۔ کہ بعضے وہی کہتے تھے کہ جو کچھ کہ عمرؓ نے کہا تھا۔ پس مصنف مخاطب کے اس کہنے سے کہ لفظ ھجر کے کہنے والوں کا نام معلوم نہیں۔ کہ وہ کون کون تھے اور اگر اس عبارت

سے کوئی طعن پیدا ہو تو وہ کسی شخص خاص کی طرف منسوب نہیں
ہو سکتا "۔ حضرت عمرؓ اُس طعن سے بری نہیں ہو سکتے۔ بلکہ جب
اُس حقیقت کو دیکھا جائے جو ہم نے ظاہر کی سراسر وہ طعن صرف
حضرت عمرؓ کے ذمہ عائد ہوتا ہے اور اُس مصیبت کے نازل کرانے
کے باعث حضرت عمرؓ ہی ہوئے ہیں۔ کہ جس مصیبت کو ابن عباس
یاد کرکے ایسا روتے تھے کہ اُن کے آنسوؤں سے سنگریزے
تر ہو جاتے تھے۔ اگر ہجر کے معنی جدائی کے لیے جائیں اور کہنے والوں کا
یہ مطلب سمجھا جاوے کہ "رسول اللہ جو ایسا فرماتے ہیں۔ کیا آپ
کی وفات کا وقت قریب آگیا۔ اور ہم سے جدا ہو گئے" جیسا کہ مصنف
مخاطب یہ ہی معنے لیا چاہتے ہیں تو سمجھ لینا چاہیے کہ پیغمبرؐ کے
ارشاد کا اور یہ جواب اُس ارشاد کے لوگوں کے اس جواب کا ربط
اور نتیجہ کیا ہوتا ہے۔ پیغمبرؐ نے یہ فرمایا تھا کہ لے آؤ میرے پاس
کاغذ اور دوات تا کہ لکھ دوں میں تم کو ایک کتاب کہ ہرگز بعد اُس کے
تم گمراہ نہ ہو۔ اُس ارشاد کا اگر لوگوں نے درحقیقت یہ جواب دیا
تھا کہ کیا اب آپ کی وفات کا وقت قریب آگیا ہے اور ہم سے جدا
ہو گئے تو بجواب اسکے پیغمبرؐ یہ فرما دیتے کہ ہاں میری وفات کا وقت قریب آگیا ہے اور میں تم سے
جدا ہوتا ہوں اور اسی واسطے میں تم کو ایسی کتاب لکھتا چاہتا ہوں
کہ بعد میرے تم گمراہ نہ ہو۔ اور اس کے بعد بالاتفاق کل مجمع پیغمبرؐ سے
وہ کتاب لکھوا لیتا جس کو کہ پیغمبرؐ لکھنا چاہتے تھے۔ لیکن نہیں ایسا
نہیں ہوا۔ بلکہ بعد ارشاد پیغمبرؐ کے سب سے پہلے حضرت عمرؓ نے
کہا "کہ پیغمبرؐ پر غلبہ رنجوری اور دردمندی نے کیا ہے۔ کافی ہے

ہمارے لیے کتاب خدا کافی ہے یعنے اور کتاب لکھنے کو پیغمبرؐ ناحق کہتے ہیں)۔
اور اسی پر لوگون مین اختلاف اور جھگڑا ہونے لگا کہ بعض کہتے تھے
کہ سامان کتابت کا لے آؤ اور بعض اُس کے خلاف تھے۔ بعضے جو
حضرت عمرؓ نے کہا تھا اُسی کی تائید کرتے تھے اور یہ کہتے تھے
کہ پیغمبرؐ نے ہجر کیا اور پیغمبرؐ کی شان کو سمجھو کہ آیا اُس نے ہجر
کیا ہے یعنے یہ گروہ حاضر کرنے سامان کتابت کا مانع ومخالف تھا
ایسی حالت مین ہجر کے معنے بجز سخن پریشان اور قول ناحق کے
اور کچھ لیے جا ہی نہین سکتے۔

ہجر کے اس معنے مین کہ شدت مرض مین بیمار کی زبان سے جو
باتین مشتبہ نہین جیسا کہ مصنف مخاطب کہتے ہین بلکہ پریشان اور
بیہودہ اور ناحق نکلین اُس کی ایک قسم مصنف مخاطب یہ قرار دینا
چاہتے ہین کہ مریض قصد صحیح سے کلام کرنا چاہے مگر زبان پر خشکی
غالب ہونے کی وجہ سے آواز ایسی نکلے جو سننے والون کی سمجھ مین
اچھی طرح نہ آوے یہ قسم ایجاد مصنف مخاطب نے کی ہے اہل
لغت نے یہ معنی نہ کہین لکھے اور نہ ایسی قسم معنی ہجر مین داخل ہو سکتی
ہے۔ اس لیے کہ ہجر کے معنے مین وہ قسم داخل ہو سکتی ہے۔ کہ جو
غلبۂ مرض کے سبب سے عقل اور فہم مریض مین فتور آگیا ہو۔ اور
اُس حالت مین وہ کچھ کلام کرے۔ اور مصنف مخاطب جو قسم ایجاد
داخل کرنا چاہتے ہین وہ یہ ہے کہ اُس مین مریض قصد صحیح سے کلام
کرنا چاہے مگر زبان سے بوجہ کسی اور تعذر کے ایسی آواز نکلے جو
سننے والون کی سمجھ مین اچھی طرح سے نہ آوے یہ صورت بوجھ

نقص اور تعذر عضو ادائے کلام کی ہوگی اور اسی واسطے مذہب شیعہ میں یہ شرط کی گئی ہے کہ پیغمبرؐ اور امامؑ ایسا نہیں ہو سکتا ہے جسکے کسی عضو میں نقصان ہو۔ اور اگر یہ قسم بھی ہجر کے معنی میں لیجاوے جس کا قصد مصنف مخاطب کرتے ہیں تو یہ حالت پیغمبرؐ پر طاری نہیں تھی اس لیے کہ پیغمبرؐ نے جو یہ ارشاد فرمایا تھا۔ کہ لے آؤ تم میرے پاس کاغذ و دوات تاکہ لکھدون میں تم کو ایک کتاب کہ ہرگز تم بعد اُس کے گمراہ نہ ہوگے یہ کلام بلا اختلاف اور بلا تردد صاف سمجھہ لیا گیا۔ کسی روایت میں یہ وارد نہیں ہوا کہ یہ کلام پیغمبرؐ کا زبان خشکی غالب ہونے کی وجہ سے آواز ایسی نکلی جو سننے والون کی سمجھہ مین اچھی طرح نہ آئی۔ اور کسی ایک شخص نے بھی اس نوعیت سے اس کلام پیغمبرؐ کو ظاہر کر کے اختلاف نہیں کیا اور بعد سننے اختلاف اور جھگڑے اور زیادتی بیہودگی کے پیغمبرؐ نے جو یہ فرمایا کہ چھوڑ دو مجھکو اُس حالت مین کہ جس حالت میں میں ہون کہ وہ بہتر ہے اُس سے کہ جس مین تم مجھکو چاہتے ہو۔ اس کلام کی نسبت بھی نہین کہا گیا ہے۔ کہ وہ حالت تعذر مین پیغمبرؐ نے کہا تھا اور اچھی طرح سمجھہ مین نہین آتا تھا۔ بلکہ کسی نے اس کلام پیغمبرؐ کو ہجر بھی نہین کہا اور جس کی مراد یہ تھی کہ وہ لوگ پیغمبرؐ کے پاس سے دور ہو جاوین اور اُٹھہ جاوین۔ اور اس کلام کو پیغمبرؐ کے پیغمبرؐ کا کلام سمجھکر بغیر کسی خیال ہجر کے سمجھہ کر اُس کی تعمیل لوگون نے کی اور پیغمبرؐ کے پاس سے چلے گئے۔ اگر پیغمبرؐ کے اس کلام کو بھی ہجر سمجھتے یا ہجر ہونے مین تردد کرتے تو پیغمبرؐ کے

پاس سے ہرگز نہ چلے جاتے اس حالت میں وہ قسم ہجر کی جس طرح قرار نہیں پاسکتی جو مصنف مخاطب قرار دینا چاہتے ہیں۔

اسی وقت پیغمبرؐ نے وہ تین وصیتیں بھی کی تھیں جن کا ذکر ہم نے اوپر کیا ہے۔ اور جن میں سے ایک وصیت کو راوی نے بیان نہیں کیا۔ اور وہ وصیتیں بھی اسی قصہ قرطاس میں منقول ہیں کیا وجہ ہے کہ ان وصیتوں کو صحیح اور قابل عمل اسوقت تک سمجھا جاتا ہے۔ اور ان کو ہجر نہیں کہا جاتا۔ اور حسبنا کتاب اللہ پر عمل کرکے ان وصیتوں پیغمبرؐ کو کیوں برحق قبول کیا جاتا ہے۔ مصنف مخاطب بیہوشی میں بلا قصد معنی فرض کرکے یہ کلام اس فریق کا ٹھہراتے ہیں کہ جو لکھنے کا اصرار کرتے تھے یہ قصد مصنف مخاطب کا ویسا ہی بے محل ہے جیسا کہ پیغمبرؐ کے ارشاد کو کچھ لوگوں نے ہجر کہا۔ وہ فریق جو لکھنے کا اصرار کرتا تھا اگر یہ کہتا تھا (حالانکہ اس نے ایسا نہیں کہا) کہ کیوں نہیں لکھواتے کیا رسولؐ کی باتیں بیہوشی کی ہیں ایسا کہنا ان کا اسی وقت میں ہو سکتا ہے کہ پہلے جب کوئی فریق یہ کہہ چکا ہو کہ وہ کلام پیغمبرؐ کا بوجہ غلبہ رنجوری اور درد کے سے ہے اور ہم کو کتاب خدا کافی ہے ہمیں اور کتاب کی حاجت نہیں ہے اور پیغمبرؐ کا یہ کلام ناحق ہے۔

بالآخر مصنف مخاطب اپنی تاویلات کے خلاف فرض کرکے ان لوگوں کی نسبت کہ جنھوں نے کلام پیغمبرؐ کو کلام بیہوشی کہا یہ لکھتے ہیں کہ شاید انھوں نے یہ خیال کیا ہوگا۔ کہ بیہوشی میں بلا قصد باتیں کرنا عوارض مرض سے ہے۔ اور جس طرح مرض کے دوسرے عوارض

رسول ص پر طاری ہوتے ہین اسی طرح کلام بیہوشی کی کیفیت بھی طاری ہوتی ہے - لیکن ایسی باتین جو منافی شان نبوت ہون بیہوشی مین بھی زبان رسول ص سے نہین نکلین گی - پس اس کلام کی نسبت کلام بیہوشی کا لفظ اس وجہ سے اُن کی زبان سے نکل گیا کہ وہ اس کلام کو منافی شان نبوت نہین سمجھتے تھے یعنی رسول ص کا یہ فرمانا کہ کاغذ و دوات وغیرہ لاؤ مین ایسا مضمون لکھوا دون جو تم کو گمراہی سے بچاوے منافی شان نبوت نہ تھا - اور اسی کلام کا بلا قصد رسول ص کی زبان سے نکل جانا وہ جائز سمجھتے تھے پس اگر یہ ثابت ہوجاوے کہ حالت بیہوشی مرض مین اچھے کلام بھی بلا قصد رسول ص کی زبان پر نہین آتے تب اُن کی خطا ثابت ہوگی وہ معصوم نہ تھے اور رسول ص کی شدت مرض دیکھکر اس وقت بدحواس بھی تھے ! اللہ سے امید مغفرت ہے " یہ بیان مصنف مخاطب کا جو اُن کی حالت صحت مین بالقصد ہے اور جس مین ایک عجیب تاویل قرار دی گئی ہے کم اُس سے نہین ہے کہ جو بلا قصد کسی مریض کی زبان سے کلمات نکلین - یہ سچ ہے کہ بیہوشی مین مریض پر ایسی حالت طاری ہوتی ہے کہ بلا قصد یا بے سمجھے باتین اُسکی زبان سے نکلتی ہین - لیکن اگر یہی کیفیت رسول ص پر بھی طاری ہوتی ہے - جیساکہ مصنف قائل ہین تو پھر مصنف مخاطب کا یہ کہنا کہ " ایسی باتین جو منافی شان نبوت ہون بیہوشی مین بھی زبان رسول ص سے نہین نکلین گی " ہماری سمجھ مین تو آتا نہین کہ رسول ص بیہوش بھی ہو اور منافی شان نبوت کی کوئی بات زبان سے بھی نہ نکالے - ہماری سمجھ مین تو یہ آتا ہے اور آسکتا ہے کہ نبی یا تو

ایسا بیہوش ہو جائے گا کہ اوس کی زبان سے کوئی بات نہ نکل سکے یعنی وہ قادر بات نکالنے
پر نہ ہوگا - اور یا بیہوش ہی نہیں ہوگا گویا تب ہی شدت مرض کی ہو کہ بلا قصد اور منافی شان
نبوت زبان سے نکالے اس لئے کہ انبیاء اور ائمہ کے دل و دماغ قدرت خدا
خاص وضع کے بناتی ہی پس یہ مسئلہ مسلمین تو نہیں مسلمہ ہونا چاہئے - اور میں جہان
تک خیال کرتا ہوں مسلم ہے کہ پیغمبر جو کوئی کلام کرے وہ اوسکا کلام یہ سمجھا
ہی نہیں جاتا [illegible] اس مسئلے بیہوشی نہیں کیا ہے - اور اسی وجہ سے یہ ماننا لازم
ہے کہ جس وقت تک پیغمبر کلام کرے وہ بیہوش نہیں ہے جس وقت کہ اوس کی زبان بند ہو جائے
اوس وقت بیہوش سمجھو - وہ بیہوش ہوگیا - جن لوگون کی زبان سے ایسا لفظ کلام پیغمبر کی
نسبت نکل گیا کہ وہ کلام پیغمبر کی بیہوشی کا ہے - مگر وہ اوس کلام کو منافی شان نبوت کے
نہیں سمجھتے ہیں - اون کی نسبت درحقیقت مصنف مخاطب اس بات سے [illegible]
کہ اون لوگون کے ذہن میں یہ نقص تھا کیونکہ اگر وہ کلام پیغمبر کا بیہوشی اور بلا قصد تھا
تو یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ وہ کلام منافی شان نبوت کے نہ تھا - کیا یہ امر قبول کیا جا سکتا
ہے کہ بلا قصد پیغمبر کا لکھنا - منافی شان نبوت کے نہیں ہے - بلا قصد [illegible]
شخص باتین کرسکتا ہے جیسے شاید جنون اور خلل دماغ کا ہو - اور کچھ ہے تو ایسا فعل
اوسکا فعل عبث سمجھا جائیگا جو منافی فعل حکیم کے ہے - ایسا ماننا پیغمبر کا کہ کسی حالت میں وہ
بلا قصد کلام کرتا ہے - تو اوس کے مجنون ماننے کے برابر ہے - اور جیسے کہ یہ نہیں مانا جا سکتا کہ
اچھے کلام ہی حالت بیہوشی میں بلا قصد رسول کی زبان پر آتے ہیں ویسے یہ بھی نہیں مانا جا سکتا
کہ حالت بیہوشی میں بیہودہ کلام بھی بلا قصد رسول کی زبان پر آتے ہیں - صرف یہ مانا جا سکتا ہے
کہ جب نبی بیہوش ہو جاویگا تب وہ کوئی کلام نہیں کریگا نہ اچھا نہ برا اور جب تک کہ وہ
کلام کریگا بیہوش نہیں سمجھا جاویگا - پس جن لوگون کی زبان سے کلام پیغمبر کی نسبت
کلام بیہوشی کا لفظ نکل گیا - اور وہ اوس کلام کو منافی شان نبوت بھی نہیں سمجھتے ہیں

تو اون کی نسبت سے لازم آویگا کہ وہ شان نبوت کو سمجھتے تھے اور نہ پہچانتے تھے لہذا کس
شان کا ماننا چاہیئے اور کیا اوس کی شان سمجھکر ایمان لانا چاہیئے۔ افسوس ہے کہ ایسے ایسے لوگ
صحابہ جنہون نے خود پیغمبر سے تعلیم پائی تھی۔ انہون نے اسقدر بھی نہین سمجھا کہ شان نبوت کیا
ہوتی ہے۔ اور نبی پر ایمان کس شان سے لانا چاہیئے۔ یہ اعتقاد کہ ایسا کلام کہ جو منافی شان
نبوت نہو۔ حالت بیہوشی مین بلا قصد رسول کی زبان سے نکل جانا جائز ہے کسیطرح صحیح نہین
ہوسکتا اس لئے کہ اس امر کا فیصلہ کرنیوالا کون ہوسکتا ہے کہ وہ کلام بلا قصد رسول کی زبان
سے نکلا۔ کلام پیغمبر کو بلا قصد کلام بیہوشی سمجھنا اور اوسکو منافی شان نبوت نہ سمجھنا۔ اور
ایسا اعتقاد رکھنا ادنی قسم کی خطا نہین ہے۔ جو غیر معصوم سے افعال مین وقوع پذیر ہو اور رسول
ہین۔ بلکہ نقص ایمان نسبت رسول کے ہے۔ اس نوعیت سے کہ درحقیقت رسول کو رسول نہین
مانا۔ ایسے لوگون کی نسبت اللہ سے امید مغفرت رکھنا ویسا ہی ہے کہ جیسا کہ جنہون نے رسول
کو رسول نہین مانا۔ اور اونکی نسبت امید مغفرت رکھی جائے۔ تمام ... دیکھا چاہتے
کچھ لوگ بعد رسول اپنے خلیفہ ہوجانے کی خواہش رکھتے تھے۔ اور ...
بالقلب قبول نہین کرتے تھے۔ اور حیلون پر تکیہ کئے ہوئے تھے۔ اور رسول خود ان امور کو
جانتے اور پہچانتے تھے اون کے حیلون کو قطع کرنے کی فکر اور تدبیر کرتے رہتے۔ وقت طلب
قرطاس رسول کی شدت مرض دیکھکر بدحواسی مین اون لوگون کی زبان سے یہ کلمہ نکلنا کہ
کلام پیغمبر حالت بیہوشی کا ہے کسیطرح سمجھا نہین جاسکتا بلکہ شدت مرض پیغمبر کی دیکھکر اس یقین
سے کہ مخالف مرضی پیغمبر کے پوری ہونے آرزوئے خلافت کا وقت قریب آگیا ہے اون کے حواس نے
کو جمع کردیا تھا۔ اور اوسی جمعیت حواس نے کلام پیغمبر کو حالت بیہوشی کا کہلوایا تاکہ بوجہ تحریر کی
ہونے اوس کتابت کے جو پیغمبر لکھوانا چاہتے تھے اون کی خواہشات خلاف مرضی پیغمبر کے
پوری ہو جاوین۔ اور اون کے حیلے قائم رہین۔ انہون نے اپنے کامل حواس سے
یہ سمجھ لیا تھا کہ پیغمبر کے کلام کو حالت بیہوشی کا ظاہر کرنا۔ اسی مرض موت پیغمبر کو وقت نہایت

درست ہے۔ کہ جس کے بعد پیغمبر کی جلد وفات ہوجائیگی اور پیغمبر کو موقع تکذیب مخالفون کا نہ ملیگا۔ غور کرنا چاہئے کہ یہ امور جمعیت حواس کے ہین یا بدحواسی کے۔ اگر وہ لوگ بدحواس ہوتے تو ہرگز ایسا کوئی کلمہ اون کی زبان سے نہ نکلتا اسلئے کہ محبت رسول کی مقتضی اس کے تھی کہ کوئی کلمہ اون لوگون کی زبان سے صادر نہ ہوتا۔ ہان یہ کہا جا سکتا ہے کہ اوس بدحواسی مین کہ جو مصنف مخاطب ظاہر کرتے ہین۔ رسول کے کلام کی اطاعت کا خیال بھی اون کے سینون سے محو ہوگیا تھا۔ مین مصنف مخاطب کو اس کہنے پر کہ وہ کلمہ لوگون کی حالت بدحواسی کا تھا جسکی رو سے انہون نے کلام پیغمبر کو بیہوشی کا ظاہر کیا۔ آفرین کہتا ہون کہ جن لوگون نے پیغمبر کے کلام کو بحالت بیہوشی کا ظاہر کیا خود اون لوگون کے کلام کو مصنف مخاطب نے بیہوشی کا ظاہر کرکے خوب اون لوگون سے پیغمبر کا بدلا لیا لیکن یہ سمجھ لینا چاہئے کہ اون لوگون کا کلام بوجہ بدحواسی کے جب قابل لحاظ نہ ٹھیرے گا تو اوس کا نتیجہ یہی ہونا چاہئے کہ بلا اختلاف پیغمبر جو کچھ چاہتے تھے وہ ہونا چاہئے تھا۔ اور پیغمبر جو کچھ چاہتے تھے وہ یہی ہو سکتا ہے جس کو از روئے تحقیق ہم اوپر بیان کر چکے ہین۔ یعنے علی مرتضی کی جانشینی ایسی حیثیت سے قائم کر دینا۔ کہ جس مین پھر کسی کو جائے دم زدن نہ ہو۔ بدحواسی اون لوگون کی جنہون نے پیغمبر کے کلام کو بیہوشی پیغمبر کا کلام کہا ایک ایسا تازہ مضمون ہے کہ جو از قضیہ قرطاس سے مصنف مخاطب کے زمانہ تک کیسکی زبان پر نہین آیا۔ اور نہ اتبک کبھی نے اون لوگون کی لئے معافی خدا سے مانگی۔ مصنف مخاطب کی یہ ایجاد تازہ اگرچہ بتائید تدبیر منع قرطاس کے ہے۔ مگر اوسی حیثیت سے ہے کہ جیسی یزید کے سنے اوس کے طرفدار نہ کے اپنے افعال پر پشیمان ہونے سے امید مغفرت رکھتے ہین۔ اور جب یہ لوگ مادہ بدحواسی کو [illegible] تھی تو اون مین سے کوئی بھی قابلیت خلافت کی نہین رکھ سکتا تھا۔ مصنف مخاطب نے روایت جس پر حاشیہ چڑھایا تھا اوسکی حقیقت مین دکھا چکنے کے بعد پھر اصل متن کی طرف متوجہ ہوتا ہون۔ اون کے متن مین موقع وہی ہے کہ

جہان وہ انبیا اور معصومین کے غلط قیاس قرار دے رہے ہیں تاکہ بی بی عائشہ کو غلطی قیاس مین روکنے ہو مصنف مخاطب نے الزام غلطی قیاس تابی بی عائشہ پر لگایا ہی جہان بحث غضبناکی و ناخوشی جناب فاطمہ صلوات اللہ علیہا پر شروع کی ہے ۱ ہم مرتبہ انبیا اور معصومین کا بتاوین اور انبیا اور معصومین کو درجۂ عصمت سے کھینچ کر درجہ تنزل غیر عصمت مین لائین مصنف مخاطب روایت جرح کے بعد غیر صحیح قیاس کی مثال یون دیتے ہین ۲۲ کہ سیدہ کو یہ یقین ہوگیا کہ علیؑ باوجود قوت کے میری مدد نہین کرتے اور غیض و غضب مین وہ مضمون ارشاد فرمایا کہ جسکا ترجمہ حق الیقین مین اول منقول ہے۔

ہم چو جنین در رحم الخ۔ حالانکہ جناب سیدہؑ کا یہ خیال بہ گمان خصم شیعہ صحیح نہ تھا کیونکہ یہ روایت منقولہ حق الیقین وہی روایت ہی جسپر مصنف مخاطب نے بہ نوع دگر استدلال کیا تھا اور جس کی حقیقت ہمنے جلد ایک صفحہ بارہ ستمبر ۱۸۹۷ء نمبر ۳ حرف جیم کی شروع مین دکھا دی ہے۔ یہ روایت صاحب کتاب حق الیقین نے کتاب سقیفہ ابوبکر جوہری سے لی ہی جو علماء ثقہ اہلسنت سے ہین تاہم اوسمین کوئی غلط قیاس جناب سیدہ کا درتوہم نہین ہے جناب سیدہ کا یہ یقین بہی ٹہیک تھا کہ علیؑ مرتضی نے شجاعان زمانہ کو خاک ہلاکت مین ملا دیا اور یہ یقین بہی ٹہیک تھا کہ وقت ضبطی فدک کے علیؑ مرتضی گوشہ نشین ہوگئے تھے۔ اور یہ یقین بہی ٹہیک تھا کہ پسر ابو قحافہ نے بخشش پدر سیدہؑ اور معیشت اون کے فرزندون کی ولیلی اور باواز بلند مخاصمہ کیا۔ اور یہ یقین بہی جناب سیدہؑ کا ٹہیک تھا کہ انصار جناب سیدہؑ کی یاری نہین کرتے تھے اور مہاجرون نے اپنے آپ کو ایک طرف کر لیا تھا۔ اس سے زیادہ مضمون اوس روایت کا اور کچھ مفہوم نہین ہے۔ ہان سیدہؑ علی مرتضی کو جوش دلاتی تہین کہ وہ تلوار کہینچین۔ تو یہ امر ایسا تھا کہ خود علیؑ مرتضی نے اسپر غور اور فکر کی تہی جیسا کہ انہون نے خطبۂ شقشقیہ مین فرمایا ہے۔ کہ مین سوچتا رہا کہ دست بریدہ سے حملہ کرون یا انہون کے اندھا دھند پر صبر کرون ۔ اور بالآخر اون کی رائے صبر کی قرار پائی

چنانچہ اس روایت مین بہی خطاب جناب سیدہ کا یہ جواب دیا کہ صبر کرو اور آتش حزن کو بجہا دو اے دختر برگزیدہ عالمیان تمہارے بابا نے سستی امر دین اپنے مین نہین کی اور جسقدر میرا مقدور تہا بجز رسے مین مامور تہا عمل مین لایا۔ اور جس قدر کہ میرا مقدور تہا طلب حق اپنے سے کوتاہی نہین کی" اس مضمون روایت سے کوئی غلط قیاس کرنا جناب سیدہ کی نسبت ظاہر نہین ہوسکتا۔ اور نہ کہین شیعون نے یہ ظاہر کیا ہے کہ جناب سیدہ کا یہ خیال صحیح نہین تہا۔ تعجب ہے کہ مصنف مخاطب نے کہان سے یہ بیان کیا ہے کہ جناب سیدہ کا یہ خیال بہ گمان حضرات شیعہ کے صحیح نہین تہا" اور اس سے زیادہ تعجب یہ ہے کہ مصنف مخاطب انبیا اور معصومین کا غلط قیاس اپنے زعم مین دیکہاتے ہین اور اس مثال مین وہ خلاف واقع غلط گمان شیعون کا دیکہانے لگے۔ مصنف مخاطب ایک مثال غلط فہمی او غلط قیاس علیؑ مرتضے کی جسکو بہلے نکتہ چینون نے بہی علی مرتضے کی غلطی قرار دیا ہے یون دیکہاتے ہین کہ "جب جناب امیرؑ جب خلیفہ ہوئے۔ تو جن بلوائیون نے عثمان کو قتل کیا تہا وہ یکایک اون پر ایسے مسلط ہوئے کہ جناب امیرؑ اون کے ہاتہ مین بالکل مجبور تہے اسی وجہ سے نہ قتل عثمان کا قصاص لے سکے نہ اوس مفسد گروہ کو کچہ سزا دے سکے اس جماعت کی کثرت دیکہکر جناب امیرؑ نے اون کی قوت بڑی سمجہ لی تہی اور اپنے آپ کو اون کے مقابلہ مین عاجز سمجہتے تہے۔ اسی وجہ سے جو کچہ وہ چاہتے تہے جناب امیرؑ کو بہ مجبوری وہی کرنا پڑتا تہا حالانکہ یہ خیال جناب امیرؑ کا خلاف واقع تہا۔ اگر جناب امیرؑ حسن تدبیر سے اون کو دفع کرنا چاہتے تو مفسد گروہ بہت جلد پریشان ہوجاتا"

مصنف مخاطب اپنے اس بیان کی تائید کلام علےؑ مرتضی سے کرنا چاہتے ہین۔ جس کا شروع یہ ہے۔ ومن کلام له علیه السلام بعد ما بویع بالخلافته اور اوس کلام کے ایک حصہ کا یون ترجمہ کرتے ہین "یہ ارشاد جناب امیر علیہ السلام کا کلام ہے اوسوقت کہ جبکہ اون سے خلافت کی بیعت کی گئی اور اون سے صحابہ کی ایک جماعت نے کہا تہا کہ جن لوگون نے عثمان پر بلوہ کیا تہا اگر اون مین سے ایک ایک گروہ کو سزا دو تو بہتر ہے تو جناب امیرؑ نے فرمایا کہ اے

میرے بھائیو مین ناواقف نہین ہون اس سے جو تم جانتے ہو" یہان مصنف مخاطب یہہ فائدہ لکھتے ہین " یعنے جسطرح تم جانتے ہو کہ یہ لوگ سزا دینے کی لائق ہین - مین بھی یہی جانتا ہون اور اسی خیال مین ہون - شرح میثم مین لکھا ہے کہ اس قول سے ثابت ہوتا ہے کہ جناب امیر کے دل مین تھا کہ کسیطرح اون کو سزا دون" پھر ترجمہ کلام علی مرتضی کا یہہ کیا ہے " اور لیکن مجھہ مین قوت کہان ہے اور بلوہ کرنیوالی جماعت اپنی پوری قوت پر ہے کہ وہ ہمپر قابو رکھتے ہین اور ہم اون پر قابو نہین رکھتے بیشک جمع ہوگئے ہین اونکے غلام تمہارے اور مل گئے ہین اون کے ساتھہ صحرائی لوگ اور وہ تمہارے درمیان مین ہین مجبور کرتے ہین - (بہ اعتبار لغت ترجمہ ہونا چاہئے " دھمکاتے ہین) تمکو جس امر پر چاہتے ہین کیا دیکھتے ہو تم کوئی موقع قدرت کا اس کام پر جس کا تم ارادہ کرتے ہو"

مصنف مخاطب نے کلام علی مرتضی کا آخری حصہ ترک کردیا ہے - جو اون کے استدلال کی نوعیت کو جڑ سے اوکھاڑتا ہے - اوس کا ترجمہ یہہ ہے -

" اور بالتحقیق یہہ امر جاہلیت کا ہے اور بیشک واسطے اس قوم کے مادہ ہے - تحقیق کہ لوگ اس امر مین جسوقت کہ تحریک کی گئی اوپر امور کے متفرق ہوگئے - فرقہ ہے کہ رائے رکھتا ہے جو کچھہ کہ تم رائے رکھتے ہو - اور فرقہ ہے کہ رائے رکھتا ہے جو کچھہ کہ تم رائے نہین رکھتے - اور فرقہ ہے کہ نہ رائے رکھتا ہے یہ نہ وہ - پس صبر کرو تم یہان تک کہ سکون پاجاوین لوگ (اسے فتنہ سکون پاجاوے) اور ٹھہر جاوین قلوب اپنے مواقعہ پر اور لیوین حقوق آسانی سے پس تسکین لو مجھہ سے اور انتظار کرو کہ کیا حکم ہوتا ہے میرا تمکو - اور نہ کرو کوئی فعل کہ پست ہوجاوے قوت اور ساقط ہوجاوے توانائی اور پیدا ہوجاوے سستی اور ذلت - اور قریب زمانہ تک روکتا ہون مین امر کو جب تک کہ رک سکے - اور جسوقت کہ نہ پاؤنگا مین کوئی چارہ پس آخری دوا داغ ہے " مصنف مخاطب تشریح اپنے استدلال کی یون کرتے ہین کہ "

شرح میثم مین لکھا ہے۔ کہ قتل عثمان کے قصاص نہ لینے کا عذر جناب امیر کیطرف سے یہی تھا۔ کہ پوری قدرت حاصل نہ تھی۔ جناب امیرؑ کی اس غلط فہمی کی۔ کہ قاتلان عثمان کے مقابلہ مین عاجز اور مغلوب سمجھ لیا تھا۔ یہان تک نوبت پہونچی کہ یہ بلوائی صحابہ کو دھمکانے لگے۔ طلحہؓ اور زبیرؓ۔ انہین کے دھمکیون کی وجہ سے مدینہ سے نکلے۔ انہین بلوائیون نے جناب امیرؑ کو فوج کشی پر مجبور کیا۔ اور اگرچہ بصرہ مین پہونچکر جناب امیرؑ کے اور طلحہ اور زبیر کے ساتھ بالکل صفائی ہو گئی تھی۔ مگر انہین بلوائیون نے بغیر اجازت اور اطلاع جناب امیرؑ کے یکایک لڑائی چھیڑ دی۔ اور کشت و خون شروع کر دیا جسکی وجہ سے چار و ناچار فریقین کو جنگ مین مبتلا ہونا پڑا۔ امیر معاویہ سے جو لڑائیان ہوئین اونمین بھی بناء مخاصمت یہی تھی۔ کہ ان بلوائیون سے قصاص کیون نہ لیا۔ اگر جناب امیرؑ ابتدا مین اس غلط فہمی مین مبتلا نہ ہوتے اور اون کو سزا دینے کا قصد مصمم کر لیتے تو یہ ناگوار حوادث جو واقع ہوئے کبھی پیش نہ آتے۔ اور مسلمانون مین باہم کشت و خون نہ ہوتا۔ طلحہؓ او ر زبیرؓ ا ور معاویہ بطرح مطیع خلفاء ثلثہ کے رہے۔ جناب امیرؑ کے بھی رہتے اور جناب امیرؑ کی خلافت کی و ہ حالت نہ ہوتی جو ہوئی۔ افسوس کہ جناب امیرؑ اون مفسد بلوائیون کو ساتھ لیکر بصرہ مین طلحہؓ اور زبیرؓ اور صفین مین معاویہ سے لڑے اور یہ نہ کیا کہ طلحہؓ او ر زبیرؓ اور معاویہؓ کو لیکر اون بلوائیون سے لڑتے۔ اس کی وجہ یہی غلط فہمی تھی کہ جناب امیرؑ نے اپنے آپ کو اونکے ہاتھون مین بالکل مجبور سمجھ لیا تھا۔؛

مصنف مخاطب نے اس موقع پر جو مثال غلط قیاس علیؑ مرتضیٰ کی دکھائی ہے اوسمین کہین تاریخی واقعات غلط دکھاتے ہین اور کہین غلط ترتیب واقعات اور اوس کی تو منیت سے نتیجہ نکالا ہے۔ اگرچہ وہ واقعات تاریخی ہمارے رسالہ جات روشنی مین جا بجا حسب موقع بقدر ضرورت مذکور ہو چکے ہین۔ مگر مناسب معلوم ہوتا ہے کہ بعد وفات پیغمبرؐ ترتیب مختصر واقعات تاریخی متعلق خلافت کے اور شروع برہمی خلافت حضرت عثمانؓ اور انکے

قتل کی دیکھا کر اور نتائج صحیح نوعیت سے نکال کر بتاتے ہیں کہ علیؑ مرتضی نے جو کچھ اپنے کلام میں فرمایا ہے اوسکے موافق کوئی نکتہ چینی نہ علیؑ مرتضی پر ہو سکتی ہے نہ انہوں نے کوئی غلط قیاس کیا - جو کچھ انہوں نے کیا اور کہا اوس سے بہتر نہ کوئی کچھ ہو سکتا تھا اور نہ کوئی کچھ کر سکتا تھا اور اونکے قول و فعل پر جو کوئی نکتہ چینی کرے وہ درحقیقت قول و فعل پیغمبرؐ پر نکتہ چینی کرنیوالا ہوگا - حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ نے جنازۂ پیغمبرؐ کو چھوڑ کر اور انصار نے شرکت جنازۂ پیغمبرؐ سے تعین خلیفہ مقدم جانکر سقیفہ بنی ساعدہ میں مجمع کیا جسمیں حضرت ابوبکرؓ کا تعین خلافت پر ہو گیا اور جب کا اثبات آہستہ آہستہ ہوتا گیا وقت وفات ابوبکرؓ نے حضرت عمرؓ کے لئے استخلاف کیا اور حضرت عمرؓ نے اپنی وفات کے وقت اہل شوریٰ مقرر کئے کہ اوس مجلس میں حضرت عثمان خلیفہ قرار پا گئے - لیکن علیؑ مرتضی شروع سے ان خلفا کے تعین و تقرر کے مخالف اور اون کے تقرر کو بے محل اور اپنا استحقاق برابر ظاہر کرتے رہے - مگر انہوں نے اون خلفا پر حملہ کرنے سے سکوت و صبر اختیار کیا - حضرت عثمانؓ سے اپنے زمانۂ خلافت میں ایسے افعال اور اعمال ظہور میں آئے - کہ جن مسلمانوں نے اون کی خلافت کو قبول اور اونکا اتباع کیا تھا وہی مسلمان اونسے برگشتہ اور اون کے مخالف ہو گئے - یہاں تک کہ بی بی عائشہ ترغیب قتل عثمانؓ کی دینے لگیں - اور طلحہ اور زبیر کوشش قتل عثمانؓ میں کرنے لگے[1] اور حضرت معاویہ کو جسوقت کہ حضرت عثمانؓ نے خائف ہو کر بلایا تو وہ نہ آئے جسکا مطلب یہی ہے کہ اگر حضرت معاویہ مدد حضرت عثمانؓ کے لئے آتے تو حضرت عثمانؓ پر واقعہ قتل نہ گذرتا - اول اول جو مخالفت کا اجتماع ہوا اوسمیں اکثر لوگ مدینہ اور کوفہ اور مصر کے تھے - اونکا قصد اصلاح اور عزل خلیفۂ وقت کا تھا جسمیں علیؑ مرتضی متوسط بنائے جاتے تھے اور وہ حضرت عثمانؓ کو نصیحتیں کرتے تھے

(۱) دیکھو تاریخ اعثم کوفی جنگ جمل ۱۲

لیکن مروان بن حکم جو خلیفہ وقت پر اپنا سکہ بٹھائے ہوئے تھے اور نصیحتون علی مرتضیٰ کا دل پر
حضرت عثمان کے نہین پہنچنے دیتے تھے۔ بالآخر ایسے واقعات پیش آئے اور عام مسلمانون
کو ایسا جوش پیدا ہوا کہ نوبت قتل حضرت عثمان کی پہونچی۔ اس کے بعد علی مرتضیٰ پر جو
عزلت اختیار کئے ہوئے تھے۔ اور قبول خلافت سے بدولی رکھتے تھے تمام اکابر او غیر اکابر
صحابہ اور حاضرین مدینہ بلوائیون اور غیر بلوائیون کا اتفاق اور ہجوم علی مرتضیٰ پر ہوا۔ عام اس
کہ رضائے باطنی کسی کی ہو یا نہو۔ یہ سب مسلمان جنہین اعیان و اشراف مہاجر و انصار
تھے بیعت کرنے پر تیار ہوئے۔ اور علی مرتضیٰ کیطرف دوڑ پڑے۔ اور عہد بیعت مین نصرت
اور مددگاری کا امر مضمر ہوتا ہے۔ ایسی حالت مین علی مرتضیٰ نے خلافت کو قبول کر لیا جب علی مرتضیٰ
خلیفہ قبول کر لئے گئے اور اون کے خلیفہ مقرر ہو جانے کی شہرت ہو گئی تب اون لوگون نے
کہ جنہون نے علی مرتضیٰ سے بیعت نہین کی تھی جیسے عبداللہ بن عامر کہ حضرت عثمان کیطرف
سے امیر بصرہ تھا۔ اور حضرت معاویہ جو امیر شام تھے۔ اور اون لوگون نے کہ جنہون
نے بیعت علی مرتضیٰ سے کر لی تھی جیسے طلحہ اور زبیر کہ ایسے لوگون نے کہ اونمین سے خواہش اپنی
خلیفہ ہو جانے کی رکھتے تھے۔ علی مرتضیٰ کی خلافت مین خلل ڈالنا چاہا چنانچہ طلحہ اور زبیر نے بی بی عائشہ
زوجہ رسول کو جو سالی حضرت زبیر کی تھین اپنے سر گروہی کا سرتاج بنا کر باتفاق عبداللہ
بن عامر اور عبداللہ خزرجی والی مکہ معہ گروہ اپنے اپنے کے متوجہ بصرہ کے ہوئے اور طلب خون حضرت
عثمان کا علی مرتضیٰ سے حیلہ اختیار کیا اور اصلی مقصد ان لوگون کا یہ تھا۔ کہ خلافت علی مرتضیٰ
کے ہاتھ مین نہ رہے۔ دوسری جگہ قائم ہو جاوے۔ جب بی بی عائشہ کی سرتاجی نے حضرت
طلحہ اور زبیر معہ لشکر فراوان بصرہ کو تشریف لیگئے تاکہ بصرہ پر اپنی امارت قائم کر کے خلافت
علی مرتضیٰ مین فتور ڈال دین تب علی مرتضیٰ نے اونکا تعاقب کرنا چاہا تاکہ اون لوگون کی
اصلاح کر کے اون کو راہ راست پر لا دین وقت تعاقب کرنے کے علی مرتضیٰ نے اہل مدینہ
سے معاونت چاہی۔ کچھ نے آپ کی اطاعت کا اظہار کیا۔ اور کچھ نے مخالفت کی۔ اور کہا کہ ہم نے

علی کو نصیحت کی تھی کہ قاتلان عثمانؓ پر سیاست کرے تاکہ کوئی دشمن نہ ہو سکے - لیکن علی مرتضیٰؑ نے قاتلان عثمانؓ کو سزا دینا چاہا تھا - مگر نہ کوئی مدعی حاضر ہوا نہ گواہ - علیؑ مرتضیٰ نے قصد سپاہ مخالف کا کیا - ابولیلیٰ بن عمرو بن جراح اور عبداللہ ابن عباس اور عمر بن سلمہ سید انصارؓ اور ابو قتادہ انصاری اور ابوالہیثم تیہان بدری اور خزیمہ بن ثابت ذوالشہادتین ساتھ تھے اور موضع ذی قار میں ٹھہر کر اپنے فرزند حسنؑ اور عمار یاسرؓ کو کوفہ روانہ کیا کہ لشکر کوفہ کو جمع کریں اور بصرہ میں لے آویں کہ رندہ میں خبر پہنچی تھی کہ طلحہ و زبیر نے بصرہ میں شیعیان علی کو قتل کر ڈالا اور عثمان بن حنیف عامل بصرہ مرتضیٰ کو قید کر دیا تھا یہاں تک کہ اوس کے عزیز اقربا خاموش نہیں رہینگے - اور اوسکی ڈاڑھی اور مونچھ اور پلکیں نوچ ڈالی تھیں - جب امام حسنؑ اور عمار یاسرؓ نے جامع مسجد کوفہ میں لوگوں کو جمع کیا اور مدد چاہی تو ابوموسیٰ اشعری نے کہ عامل کوفہ تھا لوگوں کو منع کیا کہ مسلمانوں کے ساتھ جدال و قتال روا نہ رکھو - عمار یاسرؓ نے اوس کو چپ کیا اور شیعیان علیؑ مستعد بجنگ ہو گئے - اوسوقت موسیٰ اشعری نے کہا کہ عائشہ نے مجکو لکھا ہے کہ اہل کوفہ کو اپنی طرف ملا لوں وہ اپنی گھر وں میں بیٹھے رہیں - آخرکار کوفہ کے لوگوں نے حسنؑ و عمارؓ کی بات قبول کی اور کئی ہزار مرد جمع ہو گئے اور علیؑ مرتضیٰ کی خدمت میں آ گئے - علیؑ مرتضیٰ اوس میدان سے کوچ کر کے لشکر عائشہ کے مقابل خیمہ زن ہوئے - اور ایک خط بنام طلحہ و زبیر کے لکھا جسمیں اون کی عہد شکنی اور مکر سے آگاہ کیا اور یہ کہ وہ اپنی تدبیر اور اندیشہ سے باز آئیں اور یہ کہ قتل عثمانؓ کی تہمت سے میں پاک ہوں - اہل مدینہ کو جو اسوقت میرے اور تمہارے موافقت میں نہیں ہیں پیچ کر دو کہ وہ لوگ واقعی گواہی دیں کہ میری طرف سے کس کس نے قتل عثمانؓ میں سعی کی سب جرم اوسکا معلوم ہو جاویگا - اور عثمان کے خون میں جسنے جسنے سعی کی ہو گی کھل جاویگی - بہتر یہ ہی کہ فرزندان عثمانؓ میری خلافت پر اقرار کریں اور اون کو میاقربان بر وار ہونا لازم ہے - اس کے بعد میں لوگوں [illegible] کو اپنے باپ کے خون کا دعوے ہو میرے حضور میں کرنا واجب

ہے کہ خالق دو ملک اور حکم شریعت کے اس قصہ کا تعلق کیا ہے ... دفعہ کر دیا
تون عثمان سے کیا واسطہ ہے - اور ایک خط بنام بی بی عائشہ کے لکھا کہ تو خدا اور
رسول کی گنہگار ہوگئی کہ تو گھر سے باہر نکل آئی - تجھے اوس کام کے سوا [illegible] کی
فکر ہے جس سے خدا نے عورتوں کو سبکدوش کیا ہے - عورتوں کو لشکر کشی کرنے
اور مردوں میں اصلاح کرانے سے کیا واسطہ - تو نے یہ مشہور کر رکھا ہے کہ خون عثمان
کا عوض چاہتی ہو - بنی تمیم اور عثمان میں کیا عزیز داری اور قرابت داری ہے لیکن
یہیں شروع جنگ سے پہلے علی مرتضیٰ کو کوشش اصلاح میں اس قدر کامیابی ہوئی کہ حضرت
زبیر نے ہدایت علی مرتضیٰ کے اثر سے ارادہ قتال علی مرتضیٰ سے ترک کر کے اپنے لشکر
کو چھوڑ دیا - اور لشکر سے علیحدہ ہو کر ایک ایسے مقام پر پہونچے کہ وہاں دھوکہ میں وہ قتل
ہوگئے - مگر بی بی عائشہ کے دل سے جنگ ... اور عبداللہ بن زبیر نے اور اون کی [illegible]
نے اور حضرت طلحہ نے جنگ سے ہاتھ نہ اوٹھایا اور لڑائی شروع کر دی اور جس میں آخر کار
وہ مغلوب ہوئے یہہ مغلوبی اوسی قتال میں ہوئی جو جنگ جمل کے نام سے مشہور ہے
اور جس میں حضرت طلحہ بھی حضرت مروان کے تیر سے جو شریک لشکر اون کے تھے قتل
ہوگئے - علی مرتضیٰ نے بعد قبول خلافت اپنے عمال مخصوص واسطے ضبط ممالک خلافت
کے معین کئے - اور اسی عرصہ میں ادھر ادھر سے ایسے لوگ جو علی مرتضیٰ سے عناد
رکھتے تھے یا ناخوش تھے یا دل سے اون کی اطاعت پسند نہیں کرتے تھے حضرت معاویہ
کے پاس پہونچ گئے اور حضرت معاویہ نے جزیرہ عرب سے بیعت لے کر اپنا خراج گذار
بنایا - علی مرتضیٰ نے مالک اشتر کو حاکم اون دیار کا مقرر کر کے بھیجا کہ مالک اشتر نے بعد
جنگ ... حالانکہ حضرت معاویہ کو ہزیمت دی - حضرت معاویہ نے تیاریاں شروع
کیں اور خود علی مرتضیٰ سے جنگ و جدال کیا ... اور اس درمیان میں باہم علی مرتضیٰ اور
حضرت معاویہ کے نامہ و پیام ہوئے - علی مرتضیٰ یہ چاہتے تھے کہ حضرت معاویہ علی مرتضیٰ کی خلافت

کو قبول کریں اور سرکشی سے باز آویں۔ لیکن حضرت معاویہ باز نہ آئے اور مستعد جنگ
کے ہوگئے اور بمقام صفین جنگ ہوکر وہ وقت قریب آگیا کہ حضرت معاویہ بالکل مغلوب ہوجاویں
یعنے بعد جنگ لیلۃ الہریر کے علی مرتضیٰ نے اپنے لشکر کے سرداروں سے فرمایا کہ تم دیکھتے ہو کہ نوبت
تمہاری اور تمہارے دشمنوں کی کس مرتبہ کو پہونچ گئی ہے۔ اور اونسے سوائے دم آخر کے
کچھ باقی نہیں رہا کل پھر مشغول جنگ میں ہو تا کہ خدا حکم کردے درمیان ہمارے اور وہ
خیر الحاکمین ہے۔ جب دوسرے روز جنگ شروع ہوئی۔ تو موجب اوس مشورہ کے جو شب
میں باہم عمرو عاص اور حضرت معاویہ کے ہوچکا تھا ساڑھے پانسو قرآن نیزوں پہ باندھ کر
پیش کئے گئے اور یہ پکارا گیا کہ اے گروہ عرب برائے خدا اپنی اولاد اور بیبیوں پر رحم کرو۔
اگر جنگ کو نہ بند کروگے۔ روم و فارس کے عرب تمہارے بچہ اور عورتیں پکڑ لیجاوینگے
اشعث بن قیس کی شب کو یہ رائے قرار پاچکی تھی کہ اگر کل لڑائی ہوگی۔ عرب کردماغون کی
دھوئیں اڑجاویں گے اور اہل وعیال اون کے جاتے رہیں گے۔ اہل عراق میں سے
کردوس بن ہانی بکری نے کہا۔ کہ قرآنوں کا بلند کرنا مکر و نفاق ہے۔ سفیان بن ثور
بکری نے کہا کہ پہلے ہم نے کتاب خدا کیطرف کو اون کو بلایا تھا اور وہ نہیں آئے تو اونکا
خون ہمپر حلال ہوگیا تھا اب وہ ہم کو کتاب خدا کیطرف کو بلاتے ہیں ہم اگر قبول نہ
کریں گے تو ہمارا خون اونپر حلال ہوجاویگا۔ خالد بن معمر اور حصین بن منذر نے کہا کہ
رائے علی کی صائب تر ہوگی۔ علی مرتضیٰ نے فرمایا کہ میں سزاوار تر ہوں کتاب خدا
کے قبول کرنے پر تم سے اور یہ حیلہ اور مکر ہے۔ مقصود اون کا کتاب خدا پر عمل سے
نہیں ہے بلکہ جنگ سے تنگ آگئے ہیں۔ اور میں اونسے لڑوں گا جب تک کہ وہ حکم
خدا پر راضی نہو جاویں۔ مگر اکثر امرا اور اعیان سپاہ علی مرتضیٰ نے کہا کہ معاویہ سے
رشوت لے چکے تھے۔ کہ دعوت معاویہ کو قبول کرنا چاہیئے اوس پر علی مرتضیٰ کے لشکر
کے لوگ جنگ سے باز آنے لگے مگر مالک اشتر بعد اصرار کے علی مرتضیٰ کی طلب کی بموجب

واپس آیا۔ اور اوس نے اہل عراق کو ملامت کی اور آخر کار عمرو عاص اہل شام کیطرف سے اور اشعث بن قیس اور لشکریان علیؑ مرتضیٰ کیطرف سے ابوموسیٰ اشعری خلاف راے علیؑ مرتضیٰ کی حکم مقرر ہوے جس کا نتیجہ مشہور ہے کہ جب دونون فرقہ دومۃ الجندل میں جمع ہوے۔ اور عمرو عاص کے مکر سے ابوموسے اشعری کے درمیان جھگڑا پیدا ہوا اور کوئی بات طے نہین ہوئی۔ اور زیادہ تفرقہ ہوگیا۔ جب ابوموسے اشعری دومۃ الجندل کو جانے لگے تو ایک گروہ نے یہ چاہا کہ تحکیم یعنی اوس کو رد کرلین اور علیؑ مرتضیٰ نے اس امر کو قبول نہ کیا تو اوس فرقہ نے یہ کہا کہ نہین ہے حکم مگر واسطے خدا کے۔ اور اس گروہ نے علیؑ مرتضیٰ سے سخت دشمنی اختیار کی۔ اور اسی گروہ کو خوارج کہتے ہین اور یہ فرقہ اونہین لوگون سے ہے جو خلاف راے علیؑ مرتضیٰ کے جنگ کا تہیہ ہوتا اور صلح باہم چاہتے تھے۔ جب ان واقعات پر بہ ترتیب غور کیا جاوے اور ہر واقعہ کے ساتھ یہ فکر کی جاوے کہ علیؑ مرتضیٰ کو ہر موقع پر کیا کرنا چاہئے تھا اوس سے بہتر کوئی راے قائم نہین ہوسکتی کہ جو اعلیٰ سے اعلیٰ صائب رائی شخص پولٹکل معاملات کا بیان کرنے والا اور راہ مستقیم پر بغیر کسی مکر و حیلہ کے سچائی سے چلنے اور چلانے والا کرسکتا جو کچھ کہ علیؑ مرتضیٰ نے سمجھا اور کیا اور فرمایا۔ جناب امیرؑ جب خلیفہ ہوے تو جن بلوائیون نے عثمانؓ کو قتل کیا تھا وہ اوسوقت ایسے متسلط نہین ہوگئے تھے کہ جناب امیرؑ اون کے ہاتھ مین مجبور رہون اور قتل عثمان کا قصاص نہ لے سکین۔ اور نہ محض اوسوقت اون کی قوت کو جناب امیرؑ نے بڑا سمجھ لیا تھا اور نہ اپنے آپ کو اون کے مقابلہ مین عاجز سمجھتے تھے اور نہ جو کچھ وہ چاہتے تھے۔ جناب امیرؑ کو مجبوری وہی کرنا پڑتا تھا جیسا کہ مصنف مخاطب کہتے ہین۔ بلکہ جناب امیرؑ جب خلیفہ ہوئے تو اون کو تمام مہاجر و انصار مدینہ اور تمام گروہ مسلمانون نے جو مدینہ مین اوسوقت موجود تھے خلیفہ قبول کیا تھا اور علیؑ مرتضیٰ کے ہاتھ پر بیعت کی تھی۔ گو اون مین وہ لوگ بھی شامل تھے کہ جنہون نے بلوہ کرکے حضرت عثمانؓ کو قتل کیا تھا۔ مگر علیؑ مرتضیٰ کے سامنے نہ کوئی مدعی حاضر آیا اور نہ گواہ قتل عثمانؓ کی تحقیق

بحیثیت رسالت تھا اور منصب خلافت سے انتہائی غضب کا مصمم ارادہ علی مرتضی رکھتے تھے قتل عثمان کے بعد تمام صحابہ کی جماعت نے جو علی مرتضی سے پہلے ظاہر کی تھی جن لوگوں نے عثمان پر بلوہ کیا تھا۔ اگر اونمین سے ایک ایک گروہ کو سزا دو تو بہتر ہے اور اوس کا جواب جو کچھ علی مرتضی نے دیا ہے وہ یہی ہے بعد تعین خلافت بمقابلہ مخالفان بلوائیوں سے نہین سنتے کہ جنہوں نے ابتدائی بلوہ کرکے حضرت عثمان کو قتل کیا تھا لیکن خیال اوس کل قوم کے ہے کہ جو بعد قتل عثمان اور خلافت علی مرتضی کے جنگ جمل اور صفین اور نہروان سے مخالف فرقہ مخالف اور مقابل علی مرتضی کے پیدا ہوگئے تھے۔ اور اون تمام فرقون مخالفین اور مقابل کا سلسلہ اوسی بلوہ اور قتل عثمان اور بیعت خلافت علی مرتضی کے ساتھ تھا۔ پیغمبر خدا نے دین اسلام کے قائم کرنے کے لئے جو عمل کیا تھا وہی علی مرتضی نے اپنی خلافت کے قائم کرنے کے لئے عمل کیا۔ بعد ہجرت کے مدینہ میں جب پیغمبر کو مہاجرین و انصار بہم پہنچ گئے تھے جو اقرار رسالت پیغمبر کا اور پیغمبر کی اطاعت کا بیعت کرکے کر چکے تھے۔ اور پھر جب قوم عرب کی مخالف گروہ پیغمبر پر حملہ آور ہوئی۔ یا پیغمبر کے اجرا دین مین مزاحمت کرنے والی تھی اون پر متفرق طور سے جب جس جس گروہ سے مقابلہ ہوا جنگ کی اور اونکی مزاحمتون کو جدا گانہ طور پر دفع کیا۔ ویسے ہی علی مرتضی نے جبکہ اون کے ہاتھ پر خلافت کے لئے بیعت ہوئی اور اوسکے بعد جو فرقہ مخالف اور مقابل ہوتا گیا اوس سے اوس اوس وقت پر جنگ کی اور مزاحمت کو دفع کیا لیکن ہنوز مخالفت بالکل طے نہین ہوئی تھے کہ علی مرتضی شہید ہوگئے۔ اون کی شہادت کیوجہ سے جو مقابلہ اور جنگ اور دفع ہونا مزاحمت کا باقی رہگیا تھا اوس سے یہ لازم نہین آسکتا کہ جو فکر اور کوشش علی مرتضی نے کہ وہ گروہ مخالف کو زیر اور مزاحمت کو اون سے دور کرنے کی کی اوس مین کوئی سوء تدبیر ہوتی جس تدبیر اسی مین تھا کہ یہ مفسد گروہ پیدا ہوا

اوس کے پریشان اور دفع کرنے کے لئے فوراً تدبیر اور کوشش کی گئی۔ پیغمبرؐ جیسا کہ جب کوئی فساد کسی گروہ قوم مخالف سے پیدا ہوتا تھا۔ اوسکا دفعیہ فوراً فرماتے تھے ویسا ہی علی مرتضیٰؑ نے جب گروہ مخالف قوم نے کوئی شگوفہ کھلایا فورا اوسکی کلی کو کچل دیا۔ اور اوسکے کچل دینے کے لئے بلا توقف کوشش کی۔ لیکن جیسے کہ پیغمبرؐ اپنی وفات کی سبب سے ملک شام اور روم اور ایران کل روئے زمین پر تسلط کرکے دین اسلام کو قائم نہ کرسکے ویسی ہی علی مرتضیٰؑ اپنی شہادت کیوجہ سے کل قوم سے مخالفت اور بغاوت کو رفع نہ کرسکے۔ مگر جیسے کہ پیغمبرؐ پر یہ الزام نہیں آسکتا کہ وہ کل قوموں اور انسانوں پر تسلط کرکے دین اسلام کو قائم نہ کرسکے۔ ویسے ہی علی مرتضیٰؑ پر یہ الزام وارد نہیں ہوسکتا ہے کہ وہ کل قوم مسلمانوں سے مخالفت اور بغاوت کو رفع کرکے اپنی خلافت کو قائم نہ کرسکے۔ اور علی مرتضیٰؑ کی نسبت کسی واقعہ یا اون کی کسی تدبیر یا اون کی کسی سعی کی نسبت ہرگز یہ متصور نہیں ہوسکتا کہ اون کا خیال کسی امر کی بابتہ خلاف واقع تہا جسکے ثابت کرنیکا مصنف مخاطب قصد کرتے ہیں۔ جب علی مرتضیٰؑ سے بیعت کی گئی۔ اور جن لوگوں نے حضرت عثمانؓ پر بلوہ کیا تھا انہوں نے بہی علی مرتضیٰؑ سے بیعت کی اوسوقت کوئی وجہ نہ تہی کہ اون لوگوں کی بیعت قبول نہ کی جاتی اور اون کو متبع اور مطیع خلافت کا نہ ہوسکنے سے تنہا پا جاتا۔ بلکہ ضرور تھا۔ کہ اون کی بیعت قبول کرکے متبع اور مطیع خلافت اون کو کیا جاتا تاکہ حکم قصاص قتل حضرت عثمانؓ کا اون پر نافذ ہوسکتا۔ لیکن یہ قصاص نہیں لیا جاسکتا تھا جب تک کہ کوئی مدعی اور گواہ نہ ہو اور ایسی حالت میں ضرور تھا کہ اون لوگوں کو ساتھ لیکر بمقابلہ باغیان اور خلل اندازان خلافت کے جنگ کی جائے۔ پیغمبرؐ ہمیشہ ایسے لوگوں کو ساتھ لیکر دشمنوں سے مقابلہ کرتے تھے کہ جن سے کبائر صادر ہوتے تھے۔ اون ابتدائی بلوائیوں کے ساتھ کہ جو مطیع خلافت ہوگئے تھے اور لوگ بہی شامل ہوگئے۔ اور وہ اور دوسری گروہ بہ اتباع علی مرتضیٰؑ مطیع خلافت

تیار بیٹھے تھے اور وہ کل جماعت واسطے رفع بغاوت اور رفع فتنہ ہردو [illegible] کا حضرت [illegible] بنی تھی لیکن جیسا کہ تھا پھر کثیر مخلوقات طور پر علی مرتضیٰ سے جدا ہو گئین اور [illegible] قتل اور مغلوب کیا اور گروہ کثیر مسلمانون کا ایسا پیدا ہو گیا کہ جو علی مرتضیٰ کی طرف [illegible] سست انکار اور اون کی حمایت مین سستی کرتا تھا۔ یعنی مختلف الرائے فرقے پیدا ہو گئے تھے کہ کوئی کچھ رائے رکھتا تھا اور کوئی کچھ رائے رکھتا تھا اور ایسا گروہ جو علی مرتضیٰ ہی موافق ہو۔ اور علی مرتضیٰ کی خلافت کا ماننے والا یا اون کے ساتھ ہو کر دشمن سے لڑنے والا تھا وہ اوس گروہ بلوائیون قتل حضرت عثمان سے کمزور تھا۔ اوسوقت ہرگز مصلحت یہ نہین ہو سکتی تھی کہ اون بلوائیون اپنے ہمراہیون مطیع خلافت کو قتل کر کے علی مرتضیٰ سزا دیتے کہ گروہ اون باغی اور دشمن کا مقابلہ جنکے ساتھ جمع کثیر تھا کیونکر کیا جا سکتا تھا اوسوقت کی مصلحت یہی ہو سکتی تھی کہ بہ ہمراہی اون لوگون کے جو بہ اتباع علی مرتضیٰ اور اون کی خلافت کے مطیع تھے اول اصلی باغیون اور دشمن سے مقابلہ اور بغاوت کو رفع کیا جاتا اور بعد اوسکے جو قاتلان عثمان قرار پاتے اون کو سزا دیجاتی۔ اوسوقت جو عذر یا مصلحت بلوائیون عثمان کو سزا نہ دینے کے لئے علی مرتضیٰ کو ہوا وہ بالکل صحیح تھا۔ اور شارح مثیم کا مفہوم بھی اسکے خلاف نہین ہے وہ خود لکھتے ہین کہ حضرت عثمان پر بلوہ کرنے والی اکثر اہل مدینہ اور اہل مصر اور کوفہ سے خلق عظیم اپنے شہرون سے قطع مسافت کر کے آگئی تھی۔ اور اجلاف اعراب بادیہ نشین اور بندگان مدینہ اون کے ساتھ ہو گئے تھے اور اسی حالت کے متعلق علی مرتضیٰ نے فرمایا ہے جسپر مصنف مخاطب بحث کرتا ہین "جبکہ ایک جماعت نے صحابہ مین سے کہا تھا کہ جن لوگون نے عثمان پر بلوہ کیا تھا۔ اگر اونمین سے ایک ایک گروہ کو سزا دو تو بہتر ہے" اوس کے جواب مین جو کچھ کہ علی مرتضیٰ نے فرمایا ہے وہ بہ نظر حالت اوس وقت کے ٹھیک ہے۔ اور ہر گروہ کی حالت پر نظر کر کے وہ ارشاد علی مرتضیٰ نے فرمایا ہے۔ کہ وہ گروہ جو علی مرتضیٰ کے ساتھ

ساتھ مین تھا باہم کیا کرتا تھا۔ اور علیؑ مرتضی کے ساتھ کیا کرتا تھا۔ جو گروہ در گروہ مخالف الرائے ہوگئے تھے علیؑ مرتضی نے اوسوقت بلوائیون اور اون کے شرکا کی قوت کا اور اپنی قوت کا جو ذکر کیا ہے۔ اوسوقت جناب امیرؑ نے اوس کے اندازہ مین کچہ غلط فہمی نہین کی اور نہ اوسوقت قاتلان عثمان کو سزا دینے کے لئے خلاف مصلحت سمجھنے مین غلطی کی۔ مصنف مخاطب نے اوسوقت کے متعلق جو یہ نتیجہ نکالا ہے کہ غلط فہمی جناب امیر کی اپنے آپ کو قاتلان عثمان کے مقابل مین عاجز اور مغلوب سمجھ لینے کی یہانتک نوبت پہونچی کہ یہ بلوائی صحابہ کو دھمکانے لگے طلحہ اور زبیر اونہین کی دھمکیون کی وجہ سے مدینہ سے نکلے اور انہین بلوائیون نے جناب امیرؑ کو فوج کشی پر مجبور کیا۔ اور اگرچہ بصرہ مین پہونچکر جناب امیرؑ کے اور طلحہ اور زبیر کے ساتھ بالکل صفائی ہوگئی تھی مگر اونہین بلوائیون نے بغیر اجازت اور اطلاع جناب امیر کے یکایک لڑائی چھیڑ دی اور کشت و خون شروع کر دیا جسکی وجہ سے چار و ناچار فریقین کو جنگ مین مبتلا ہونا پڑا بالکل غلط اور خلاف واقعہ ہے۔ جب علیؑ مرتضی ابتداءً خلافت کے لئے قبول کئے گئے ہین اوسی وقت اپنے آپ کو علیؑ مرتضی قاتلان عثمان کی سزا دینے کے لئے عاجز اور مغلوب ہرگز نہین سمجھتے تھے لیکن اوسوقت نہ کوئی مدعی کھڑا ہوا نہ گواہ باوصف اسکے کہ علیؑ مرتضی قاتلان کی سزا دینے پر جس جس پر الزام ثابت ہو آمادہ تھے۔ اور جیسے کہ اوسوقت علیؑ مرتضی قاتلان عثمان کو سزا دینے سے عاجز نہین تھے ویسے ہی بلوائیون کے دھمکانے سے طلحہ اور زبیر مدینہ سے نہین نکلے۔ طلحہ اور زبیر نے علیؑ مرتضی کے ساتھ جو بیعت کی تھی اوس کو بہت جلد اس خیال نے کہ خود خلیفہ بجائے علیؑ مرتضی کے بنجائین بہت جلد تڑوا دیا تھا۔ اور بی بی عائشہ جنہون نے علیؑ مرتضی کے خلیفہ ہونیکو اول ہی پسند نہین کیا تھا اپنے ہمراہ لیکر اور ایک لشکر جمع کرکے شروع خلافت علیؑ مرتضی پر جنگ کے لئے بمقام بصرہ پہونچین تھین اور حملہ کیا تھا۔ اور عین وقت جنگ تک علیؑ مرتضی نے کوشش کی کہ گروہ مخالف اونکا جنگ سے باز آکر علیؑ مرتضی کی خلافت کی اطاعت کرے اور اوسکا اثر صرف ذات حضرت زبیر پڑا

لیکن کل گروہ اپنے ارادۂ جنگ سے باز نہین آیا کشت و خون شروع ہو گیا تا اس مجبوری سے ہوا کہ گروہ مخالف علی مرتضیٰ کا راہ راست پر نہین آیا۔ اور اوس کے براہ راست آنے پر امید ہی نہین رہی تھی جو خلاف مرضی علی مرتضیٰ کے تھا۔ اور اگرچہ حضرت طلحہ نے اپنے اخیر وقت پر جن پر حضرت مروان کا تیر کارگر ہو گیا تھا علی مرتضیٰ کے ایک لشکری کے ہاتھ پر بیعت کی۔ لیکن جس وجہ سے کہ مسلمانون کو جنگ مین مبتلا ہونا پڑا اوس کی بادی اور بانی یہی طلحہ اور زبیر اور بی بی عائشہ تھین۔ حضرت معاویہ سے جو لڑائیان ہوئین اون مین بناء مخاصمت جس حیثیت سے مصنف مخاطب لکھتے ہین ہرگز یہ نہین تھی کہ ان بلوائیون سے قصاص کیون نہ لیا۔ بلکہ شروع سے حضرت معاویہ نے علی مرتضیٰ کی خلافت کو قبول نہین کیا اور باوصف اسکے کہ علی مرتضیٰ خلافت کے لئے قبول کئے گئے۔ اور جو اصلی اور برحق خلیفہ تھے حضرت معاویہ نے اون کی بیعت سے سرکشی اور سرتابی کی اور طلب خون عثمان کی علی مرتضیٰ کے مقابلہ مین ایک حجت ناحق پیدا کی۔ حضرت معاویہ کو چاہئے تھا کہ اول علی مرتضیٰ کی خلافت کو قبول اور اون کی اطاعت واجب سمجھ کر اون کی فرمانبرداری کرتے اور پھر قاتلان عثمان پر جرم ثابت کرا کے علی مرتضیٰ سے سزا دلواتے حضرت معاویہ کو بمقابلہ خلیفہ وقت اور برحق کے ہرگز یہ حق حاصل نہین تھا کہ باشتباہ بلوہ اور قتل عثمان کے جن جن لوگون کو چاہتے اپنے ہاتھ مین لیکر قصاص لین۔ یہ کام خلیفہ عہد کا تھا نہ اونکے غیر کا۔ یہ کام حضرت معاویہ کے ہاتھ مین دینا ایسا ہی تھا۔ کہ منصب خلافت علی مرتضیٰ اونکے ہاتھ مین دیدیتے۔ مصنف مخاطب غلط کہتے ہین کہ اگر جناب امیر ابتدا مین اس غلط فہمی مین مبتلا ہوتے تو یہ ناگوار حوادث پیش نہ آتے۔ علی مرتضیٰ ابتدا مین ہی بلوائیون اور قاتلان حضرت عثمان کو سزا دینے پر آمادہ تھے مگر نہ کوئی مدعی حاضر آیا نہ گواہ نہ کسی پہ جرم قتل حضرت عثمان کا یا بہ نسبت قتل حضرت عثمان کے کسی کا بلوہ کرنا ثابت ہوا۔ بلوائیون کی نسبت اون کی نیت کی تحقیق ضرور تھی کہ اون کا بلوہ محض بغرض اصلاح

حالت حضرت عثمان کی اور درستی انتظام خلافت کے تھا یا محض بغرض قتل حضرت عثمان کے جب تک کہ اون کی نیت بغرض قتل حضرت عثمان کے تحقیق نہ ہو جاتی کسی بلوائی کو سزا نہین دیجا سکتی تھی طلحہ اور زبیر اور معاویہ جسطرح خلفاء ثلثہ کی مطیع رہے ہے علی مرتضی کے مطیع نہین رہے۔ طلحہ اور زبیر با وصف بیعت کرنے کے بیعت کو توڑکر اطاعت علی مرتضی سے باہر ہوگئے اور معاویہ نے علی مرتضی کی نہ خلافت کو قبول کیا نہ اون کی اطاعت کی جسکی سبب سے مسلمانوں مین کشت و خون ہوا اگر طلحہ اور زبیر اور معاویہ علی مرتضی کی اطاعت کرتے جیسا کہ انہون نے تین خلافتون سابقہ کو قبول کیا اور اون کی اطاعت کی تھی اور بلوائیون کی نسبت اون کی نیت قتل عثمان کی اور قاتلان عثمان پر جرم قتل کرنیکے قتل کیا ثابت کراتے اور علی مرتضی سے انحراف کرکے اون کی خلافت پر حملہ اور جنگ کے لئے آمادہ اور خلافت علی مرتضی مین خلل ڈالنے کے لئے تیار ہوجاتے تو یہ ناگوار حوادث کبھی پیش نہ آتے۔ اور جناب امیر کی خلافت کی وہ حالت ہرگز نہ ہوتی جو ہوئی۔ جبکہ طلحہ و زبیر نے علی مرتضی سے انحراف کرکے اور خلافت علی مرتضی مین خلل ڈالنے کے لئے فتنہ برپا کرکے ساتھ بی بی عائشہ کے بصرہ مین علی مرتضی کی خلافت پر حملہ کیا اور جبکہ حضرت معاویہ نے اطاعت خلافت علی مرتضی کی نہ قبول کرکے اور لشکر گران لیکر علی مرتضی پر حملہ کرنے کو بمقام صفین پہونچے۔ تو یہ کیسے ہوسکتا تھا کہ علی مرتضی طلحہ اور زبیر اور بی بی عائشہ سے بمقام بصرہ اور معاویہ سے بمقام صفین نہ لڑتے اور اپنی خلافت مین خلل ڈالنے والون اور فتنہ پردازون سے جنگ کرکے فتنہ کو فرو اور رفع بغاوت کی کوشش نہ کرتے۔ بمقابلہ طلحہ اور زبیر اور بی بی عائشہ کے بمقام بصرہ اور بمقابلہ معاویہ کے بمقام صفین علی مرتضی صرف بلوائیون کو ساتھ لیکر مقابل نہین ہوئے تھے بلکہ بلوائی اور غیر بلوائیون کو جنمین مہاجرو انصار بھی شامل تھے ساتھ لیکر طلحہ اور زبیر اور بی بی عائشہ کے بمقام بصرہ اور حضرت معاویہ کے بمقام صفین مقابل ہوے تھے

اور بلوائی جو علیؑ مرتضیٰ کے ساتھ تھے اون کی نسبت اوسوقت تک یہہ تحقیق نہین ہوا تھا
کہ انہون نے بلوہ کس نیت سے کیا تھا اور حضرت عثمان کو کس کس نے قتل کیا تھا اور وہ
سب اوسوقت تابع علیؑ مرتضیٰ اور اون کی خلافت کے تھے کوئی وجہ نہین تھی کہ علیؑ مرتضیٰ
اون کو اپنے ساتھ نہ لیتے اور رفع بغاوت اور فساد اور فتنہ کے لئے جو علیؑ مرتضیٰ کی خلافت
مین برپا کیا گیا تھا اعانت کا فائدہ حاصل نہ کرتے۔ کیا پیغمبرؐ ایسے لوگون کو جن سے گناہ کبیرہ
صادر ہوجاتا تھا یا جو میدان جنگ مین پیغمبر کو چھوڑ جاتے تھے اور پیغمبرؐ کے ساتھ بدسلوکی
کرتے تھے یا جو لوگ کہ پہلے پیغمبرؐ سے جنگ اور پیغمبر پر حملہ اور پیغمبرؐ کے قتل پر آمادہ ہوچکے تھے
اور پھر اطاعت پیغمبرؐ کی قبول کرتے تھے تو اون کو پیغمبرؐ اپنے ساتھ لیکر دوسرے موقعون پر
اپنے دشمن سے مقابلہ کرنے کے لئے نہین لیجاتے تھے یا اون کو اپنے لشکر کے ساتھ نہین رکھتے تھے
ایسے ہی جن بلوگون نے عہد خلافت حضرت عثمان مین بلوہ کیا تھا یا حضرت عثمانؓ کے قتل
مین شریک ہوئی اور پھر انہون نے خلافت علیؑ مرتضیٰ کا اتباع کیا اور اون کو علی مرتضیٰؑ
نے ہمراہ لیکر باغیون اور مخالفون سے جنگ کی تو کوئی اعتراض وارد نہین ہوسکتا اس لئے کہ
بلوائی اور باغی اوسی وقت تک قابل سزا ہین جبتک کہ وہ اطاعت قبول نہ کرلین اور
امر اللہ کیطرف نہ آجاوین۔ یہی حکم خدا کے باغی رسول کے باغی امام اور خلیفہ کے باغی کے لئے
ہے اوس حالت مین جبکہ یہہ امر ملکی معاملہ سے تعلق رکھتا ہے۔ لیکن جبکہ یہہ امر کسی ذات واحد
سے تعلق رکھیگا یعنی کوئی کسی امام یا خلیفہ کو قتل کرڈالے تو قاتل ضرور قابل قتل ہوگا۔۔۔
افسوس ہے کہ طلحہ اور زبیر اور بی بی عائشہ نے اور حضرت معاویہ نے علیؑ مرتضیٰ کی اور اون کی خلافت کی
اطاعت کرکے بلوائیون اور قاتلان حضرت عثمان کو سزا نہ دلوائی اور خود علیؑ مرتضیٰ خلیفہ
مسلمہ اور برحق سے انحراف مخالفت کرکے جنگ کی۔ اور اون بلوائیون کی ایسی قوت
بڑھادی کہ جنکی نسبت بالآخر علیؑ مرتضیٰ کو وہ لکھنا پڑا کہ جو انہون نے اپنے کلام زیر بحث مین فرمایا
ہے۔ مصنف مخاطب اسی کے ساتھ علیؑ مرتضیٰ کی غلطی قیاس کی یہہ بہی مثال لاتے ہین۔

"کہ جناب امیرؑ نے اون لوگون کو جنہون نے بہت سا ہجوم کر کے اون سے بیعت کی اپنا ناصر اور مددگار سمجھہ لیا۔ چنانچہ خطبہ شقشقیہ مین فرماتے ہین۔

"اگر اتنے آدمی بیعت کے لئے حاضر نہوتے۔ اور مددگارون کے موجود ہوجانے کیوجہ سے حجت پوری نہو جاتی تو مین خلافت کو کبہی نہ قبول کرتا" یہہ دہوکہ جناب امیرؑ کو اسوجہہ سے ہوا کہ لوگ بڑی بدحواسی کے ساتھہ بیعت کے لئے آئے حالانکہ یہہ خیال جناب امیرؑ کا بالکل غلط تھا اور بعد کو ظاہر ہوگیا کہ وہ ہرگز مددگار نہ تھے۔ چنانچہ امتحان کیوقت اون کی حالت ظاہر ہوگئی۔ انہین کیوجہہ سے جناب امیرؑ اوس ظلم وجور کے باقی رکہنے پر مجبور ہوئے جیسا اوپر ذکر ہوچکا"۔

مصنف مخاطب اپنے اس بیان کی سند کیواسطے متن نہج البلاغۃ شرح میثم سے جناب امیرؑ کے دو کلامون کی سند لاتے ہین۔ ایک کا یہہ ترجمہ کیا ہے "غارت کرے تمکو اللہ بیشک۔ بہر دیا تمنے میرا دل پیپ سے اور بھر دیا تمنے سینہ میرا غصہ سے"۔ دوسرے کلام امیر المومنین کا یون ترجمہ کیا ہے "اے اللہ مین نے اون کو ملول کر دیا اور انہون نے مجھ کو ملول کر دیا اور مین نے اون کو عاجز کر دیا اور انہون نے مجھ کو عاجز کر دیا۔ پس بدل دے تو میرے لیے ان کے عیوض بہتر قوم اون سے اور بدل دے اون کے لئے میرے عیوض مین زیادہ شرّ والا مجھسے"۔

مصنف مخاطب نے اخیر مضمون اپنے ترجمہ کا جو یہہ لکھا ہے "اور بدل دے تو میرے لیے اُن کے عیوض بہتر قوم اون سے اور بدل دے اون کیلئے میری عیوض مین زیادہ شرّ والا مجھ سے" اس مضمون کا اصل فقرہ عربی یہہ ہے "فابدلنی بھم خیرا منھم وابدلھم بی شرا منی" مصنف مخاطب نے جو اول فقرہ مین لفظ بہتر ترجمہ کیا ہے وہ صحیح نہین ہے۔ وہان پر لفظ نیک ترجمہ کرنا چاہیے تہا۔ اور فقرہ دوم مین جہان "زیادہ شرّ والا مجھ سے" ترجمہ کیا ہے وہان بجائے اوسکے "بدتر" ترجمہ کرنا چاہیے تھا

اصل عبارت عربی مین کوئی لفظ ایسا نہین جس کے ترجمہ مین لفظ "زیادہ" کا لاسکے۔
مصنف مخاطب نے لفظ "زیادہ" ترجمہ مین اپنی طرف سے زیادہ کیا ہے۔ صحیح ترجمہ یہ ہے "پس بدل دے میرے لیے نیک اون سے اور بدل دے اُنکے لیے بجائے میرے بد" یعنے۔ بجائے اونکے میرے لیے نیک بدل دے اور بجائے میرے بد اُنکے لیے بدل دے۔

مصنف مخاطب اپنی ترجمہ کیے ہوئے اخیر فقرہ سے یہ نکتہ چینی کرتے ہین "اس قول مین جناب امیرؑ نے کسی قدر شر کی اپنی طرف بھی نسبت کی یہ کمال فصاحت کا مقتضا تھا کہ کوئی ایسا لفظ اُنکو میسر نہ آیا جسمین یہ وہم پیدا نہ ہوتا" لیکن یہ نکتہ چینی مصنف مخاطب کی صریح غلط ہے کیونکہ مصنف مخاطب جو معنے مضمون اپنے ترجمہ کے لیتے ہین اُس ترجمہ مین انہون نے خود لفظ "زیادہ" زیادہ کیا ہے۔ صحیح ترجمہ کے مضمون سے جو مراد اوسکی لی جاوے کوئی اعتراض اُسپر وارد نہین ہوتا ہے۔ مضمون دونون فقرون کا صرف یہ ہے "پس بدل دے میرے لیئے بجائے اُنکے نیک اون جیسون سے اور بدل دے اُنکے لیئے بجائے میری بد مجھ جیسے سے" اس مضمون مین کمال فصاحت اور بلاغت یہ ہے کہ صنعت تضاد کا پہلو ہی اور کوئی لفظ ایسا نہین کہ جس سے اپنی مدح اور اونکی مذمت ہوا اور پھر اپنی مدح اور اونکی مذمت صریح موجود ہے۔ اور ایسا کلام خاص فصیح اور بلیغ اور مہذب سے ہو سکتا ہے۔ اور لفظ خیر اور شر یعنی نیک اور بد کی تعبیر سے مفہوم ہو جاتا ہے کہ خیر کس مین ہے اور شر کس مین ہے یعنے وہ مضمون یہی ہے کہ اونکی جگہ نیک بدل دیئے جائین اور میری جگہ بد بدل دیا جائے۔ جسکا مفہوم بہ شان ضد یہ ہوگا کہ وہ لوگ بد ہین اور مین نیک ہون حالانکہ اُنکے نسبت لفظ بد اور اپنی نسبت لفظ نیک کا استعمال نہین کیا بلکہ اُنکے مقابل کو بہ لفظ نیک اور اپنے مقابل کو بہ لفظ بد استعمال کیا۔ کہ جس سے خاتمہ بلاغت اور فصاحت اور صنعت تضاد اور تہذیب و اخلاق کا ہو گیا۔

مصنف مخاطب نے جن دو کلاموں علی مرتضےٰ کا جزو لے کر ترجمہ کیا ہے۔ میں اُن پورے کلاموں کا ترجمہ کرتا ہوں۔ تاکہ اوس جزو کلام میں جس طرف خطاب ہے۔ اوس کا منشاء اور یہ کہ کن لوگوں کی طرف وہ خطاب ہے بآسانی سمجھ میں آجائے۔

ترجمہ کلام علی مرتضےٰ

اوّل

پس از حمد و نعت تمھیں معلوم ہو کہ جہاد ایک دروازہ ہائے جنت سے ہی خداوند عالم نے اسے اپنے مخصوص دوستوں کے واسطے کشادہ فرمایا ہے۔ اور جہاد پرہیزگاری کی کوشش ہے اور خداوند عالم کی مضبوط اور مستحکم زرہ ہے (یعنے دین خدا کی) اور اسکی سپر محکم اور استوار ہے۔ پس جو شخص اسے نفرت کی نگاہ سے چھوڑ دیگا خداوند عالم اوسے پوشاک ذلت پہنائیگا۔ اور بلا و مصیبت اوسکو گھیر لیگی اور ذلت و خواری کے ساتھ وہ شخص بے غیرت ہو جاویگا۔ اور اوسکے دل پر بے عقلی اور جہالت کی مار پڑیگی۔ اور حق و راستی اوس سے پھیر لی جاویگی بسبب ضائع کرنے اس جہاد کے۔ اور ملیگی اوسے ذلت اور باز رکھا جائیگا وہ شخص انصاف سے۔ آگاہ ہو کہ میں نے تمکو ان لوگوں سے لڑنے کے واسطے شبانہ روز اور برملا اور پوشیدہ طور پر دعوت کی اور تم سے کہتا ہا کہ تم ان لوگوں سے لڑو قبل اسکے کہ یہ تم سے لڑیں۔ کیونکہ قسم بخدا انھیں لڑی کوئی قوم کبھی اپنے گھر کے اندر مگر یہ کہ ذلیل ہوئے۔ پس تم لوگوں نے ایک دوسرے پر ٹالا اور ایک نے دوسرے کو چھوڑ دیا۔ یہاں تک کہ تمھارے یہاں لوٹ پڑگئی۔ اور تمھارے وطن چھین لیئے گئے۔ اب دیکھو کہ یہ برادر غامد (معاویہ) کا لشکر انبار میں اُترا ہے اور اسنے حسان بن حسان بکری کو قتل کر ڈالا اور تمھارے لشکروں کو سرحدوں کے مقام سے ہٹا دیا اور مجھے خبر ہے کہ ان میں کا ایک شخص زن مسلمان اور ذمیہ کے پاس جاتا ہے اور اسکے کنگن اور چھاگل اوتار لیتا ہے

ـــــــــــــــــــ

[۱] اوس تلوار کو کہتے ہیں جو میان میں رکھی ہو اور گویا یہ محاورہ برہنۂ شمشیر کی ضد میں ہے ۱۲

اور وہ اپنے آپ کو اوس سے ہرگز بچا نہیں سکتی مگر گڑگڑا کے پھر ہانک پینے سے اور بخشش چاہنے سے۔ اس کے بعد وہ لوگ مع مال بسیار لوٹ گئے۔ اون مین سے ایک شخص کو بھی زخم نہ لگا۔ اور نہ کسی کا اون مین سے خون بہایا گیا۔ بس اگر کوئی مرد مسلمان اس ظلم عظیم کے بعد اس رنج واندوہ مین مرجاسے تو وہ شخص لائق ملامت نہین ہے۔ بلکہ وہ سزاوار مرگ ہی۔ کتنا بڑا مقام تعجب کا ہے وہ تعجب جو قسم بخدا دل کو مردہ کردیتا ہے اور رنج وملال کو کھینچ لاتا ہی اس امر کو دیکھکر کہ یہ لوگ کسقدر اپنے باطل پر مجتمع ہوگئے ہین۔ اور تم لوگ اپنے حق پر متفرق وپراگندہ ہو۔ پس بدحال ہو تمھارا۔ اور تمکو صدمہ وملال نصیب ہوسے کہ تم لوگ ہدف بن گئے ہو تیرون کا۔ تمھارا مال لوٹا جاتا ہے اور تم نہین لوٹتے۔ اور تم سے لوگ جنگ کرتے ہین اور تم نہین جنگ کرتے۔ اور خدا کی نافرمانی کیجاتی ہے اور تم راضی ہو۔ جب مین تم سے موسم گرما مین اون کی طرف چلنے کو کھتا ہون تو تم کھتے ہو کہ سرخی گرمی کی جوش مین ہی۔ آپ اسقدر ہمکو مہلت دین کہ گرمی تیر جائے۔ اور جب جاڑے مین اُنکی طرف چلنے کو کھتا ہون تو کھتے ہو تم کہ اب سخت ٹھر ہو گئی ہے۔ آپ مہلت دین کہ ہمسے سردی گذر جاوے۔ یہ سب عذر جاڑہ اور گرمی سے بھاگنے کے لیئے ہین پھر جب تم اگر جاڑہ اور گرمی سی بھاگتے ہو تو تم بخدا تلوار سے زیادہ بھاگوگے۔ تم لوگون کی شکل مردون کی ہے مگر مرد نہین ہو تمھارے فکرین لڑکون کی سی فکرین ہین اور پردہ نشینون کی سی عقلین ہین۔ اے کاش مین نے تمہین دیکھا نہوتا۔ اور تمھین پہچانا نہ ہوتا۔ اس پہچاننے سے۔ قسم بخدا۔ مجھے سخت شرمندگی ہوئی۔ اور رنج وغم حاصل ہوا۔ خدا تمھین ہلاک کرے تم لوگون نے میرا دل پیپ سے بھردیا اور میرے سینہ کو غیظ وغضب سی پر کردیا۔ اور ہر سانس مین تم مجھے رنج وملال کے گھونٹ پینے کو دیتے ہو۔ اور اپنی نافرمانی اور ترک رہنے سے تمنے میری رائے کو بالکل بگاڑ دیا۔ یہانتک کہ قریش کھنے لگے کہ پسر ابوطالب مرد شجاع ہے۔ مگر لڑنا نہین جانتا۔ خدا کرے کہ انکے باپ اچھے رہتے۔ آیا اون مین سے کوئی ایسا ہے جو مجھسے بڑھکر جنگ کا علاج وتدبیر جانتا ہو۔ اور

*یہ محاورہ عرب کا ہو ۱۲

یا ایہا الذین آمنوا ما لکم اذا قیل لکم انفروا فی سبیل اللہ اثاقلتم الی الارض ارضیتم بالحیوۃ الدنیا من الآخرۃ فما متاع الحیوۃ الدنیا فی الآخرۃ الا قلیل ٥ الا تنفروا یعذبکم عذابا الیما و یستبدل قوما غیرکم و لا تضروہ شیئا و اللہ علی کل شیء قدیر

ترجمہ اے جو لوگ کہ ایمان لائے ہین تمہین کیا ہو گیا ہی کہ جب تمسے کہا جاتا ہے کہ دوڑ و راہ خدا مین (جہاد) بھاری کر لیا ہی تمنے آپ کو طرف زمین کے (تم اپنے گھر و نسے نکلنا نہین چاہتے) کیا تم راضی ہو گئے ہو زندگی دنیا کو بمقابلہ آخرت کے۔ پس نہین ہی فائدہ زندگی دنیا کا مگر تھوڑا۔ اگر نہ چلوگے تم (جہاد کو) عذاب دیگا تمکو عذاب دردناک اور بدل دے گا قوم غیر تمہاری۔ (اگر تم ایسا نہ کروگے) کچھ مضرت خدا اور اوسکے رسول کو نہین ہوگی خدا ہر چیز پر قادر ہی (سورۂ توبہ) اور اسی حالت کے متعلق سورۂ انفال مین یہ آیت موجود ہی۔

۞ سورۂ توبہ

کما اخرجک ربک من بیتک بالحق و ان فریقا من المومنین لکارہون ٥ یجادلونک فی الحق بعد ما تبین کانما یساقون الی الموت و ہم ینظرون ٥

ترجمہ جیسے کہ نکالا تجکو ربنے تیرے تیرے گھر سے سچائی کے ساتھ درحالیکہ بیشک ایک فریق مومنین سے ہر آئینہ کراہت کرنے والا ہی۔ جھگڑا کرتے ہین وہ تجسے حق بات مین بعد اسکے کہ ظاہر ہوگئی گویا کہ وہ لوگ گھسیٹے جاتے ہین طرف موت کے درحالیکہ وہ دیکھتے ہین۔"

یہی حالت قوم کی عہد خلافت علی مرتضیٰ مین بعد جنگ صفین و نہروان ہو گئی تھی جسکا ذکر انھون نے ان دونون خطبون مین فرمایا ہی۔ اور یہ وہی حالت ہی جو حالت پیغمبر کی صحابہ اور مسلمانون کی آخر عہد پیغمبر مین مین ہو گئی تھی اور علی مرتضیٰ کے یہ دونون خطبے آیات قرآنی سورۂ انفال اور سورۂ تو

سے مقتبس ہین - علی مرتضی نے ان خطبات مین قوم کو ترغیب جہاد کی دی ہی
اور بوجہ غصہ اور افسردگی کے جو قوم کیطرف سے علیؑ مرتضی کو پہونچی تھی علیؑ مرتضی
نے یہ فرمایا ہی کہ "جکو عوض مین اُنکے نیک لوگ دے اور اُنکے لیے میرے عوض
مین بد شخص قرار دے" یہ وہی حالت اور وہی مضمون ہی جسکا ذکر خدا نے آخر
عہد پیغمبرؐ مین سورۂ برات مین فرمایا ہی جسکو ابھی ہم اوپر لکھ آئے ہین - قوم کی
وہی حالت آخر عہد علیؑ مرتضی مین ہوئی اور وہی قوم کے لیے بدل جانا علی
مرتضیؑ نے خدا سے چاہا کہ جو خدا نے آخر عہد پیغمبرؐ مین قوم کو آگاہ کیا تھا - کہ مین
تمکو بدل دونگا - پیغمبرؐ نے سچ فرمایا ہی کہ "علیؑ قرآن کے ساتھ ہی اور قرآن علیؑ کے
ساتھ"

اب مین یہ سوال کرتا ہون کہ پیغمبرؐ کے وقت مین وہ قوم جو سلوک پیغمبرؐ سے
کرتی تھی اُس سے کیا یہ لازم آتا ہی کہ پیغمبرؐ نے وقت بیعت کے اُن لوگونکی
نسبت غلط قیاس یا غلط فہمی کی تھی یا پیغمبرؐ کو دھوکا ہوگیا تھا ؟ - اگر یہی امر
نسبت پیغمبرؐ کے لازم آتا ہی تو اُسی امر کے لزوم سے علی مرتضیؑ کی نسبت جیسا
مصنف مخاطب عائد کرنا چاہتے ہین ہمکو کچھ عذر نہین ہی کہ ہمکو علی مرتضیؑ کی
اسوۂ پیغمبرؐ کے ساتھ مقصود ہی - لیکن ہمکو یقین ہی کہ پیغمبرؐ پر کوئی مسلمان ایسا
الزام نہین لگا سکیگا - اُس ہر عمل پیغمبرؐ سے کہ جو سلوک قوم کے مقابلے مین پیغمبرؐ
وقوع مین لائے تھے - بلکہ ہر عمل پیغمبرؐ کو ہر مسلمان امر شرعی اور کم سے کم مسنون
سمجھیگا - ویسے ہی علیؑ مرتضے کے ہر عمل کو جو کچھ اُنھون نے اپنے ہر ایک زمانے
مین کیا اُسی کو واسطے قیام امر شرعی واجبی یا سنتی سمجھیگا - یقین کرنا چاہیے کہ
کسی قوم کی حالت سوائے معصوم کے ہر وقت یکسان نہین رہتی ہی اُسکے خیالات
ہمیشہ تبدیل ہوتے رہتے ہین اور واقعات و اتفاقات زمانہ قوم کی حالت اور

خیالات کو متغیر کر دیتے ہین۔ اِنَّ اللّٰہَ لَا یُغَیِّرُ وَا بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوا بِاَنْفُسِہِم۔ کہ خدا
کسی قوم کی حالت کو متغیر نہین کرتا جب تک وہ قوم اپنی حالت کو آپ متغیر نہ کرے
پس ایک وقت کی حالت سے دوسرے وقت کی حالت پر یا امام معصوم پر یہ
الزام نہین ہو سکتا کہ اُسنے کسی وقت غلط قیاس یا غلط فہمی قوم کی حالت دریافت
کرنے مین کی۔ کسی قوم کی حالت جب متغیر ہو جائیگی تو نبی اور امام اوس کی
ہر حالت کو سمجھ لیگا یعنی جسوقت جو حالت ہو گی اُسوقت وہی حالت اوسکی
سمجھکر ہر حالت کے لحاظ سے حکم دیگا۔

اس حقیقت کے ظاہر ہونے کے بعد مصنف مخاطب کی یہ مثال کہ بعیت
خلافت کے وقت علی مرتضیٰ کا خیال غلط تھا یا اُنکو دھوکا ہو گیا" ہرگز صحیح نہین
سمجھی جاسکتی۔

مصنف مخاطب اِسی مثال مین علی مرتضیٰ کے ساتھ بعیت کرنے والون
اور اونکی اطاعت کرنے والونکی نسبت جو یہ فقرہ لکھتے ہین کہ "اُنھین کیوجہ سے
جناب امیرؑ اوس ظلم و جور کے باقی رکھنے پر مجبور ہوئے جسکا ذکر اوپر ہو چکا"
مصنف مخاطب نے اعتراض جور و ظلم کے باقی رکھنے کا ایک خطبۂ علیؑ مرتضیٰ سے
اپنے رسالہ جلد اول مین کیا تھا جسپر پوری بحث ہمارے رسالہ روشنی ضمیمہ
اوّل جلد صفحۂ ۲۷ پر موجود ہی۔ اور اسمین شک نہین کہ علی مرتضیٰؑ نے اپنے
خطبے مین بہت کچھ اُن اُمور کا ذکر فرمایا ہی کہ جو عہد خلفائے ثلاثہ مین خلاف
شرع پیغمبرؐ کے ظہور مین آئے تھے لیکن علی مرتضیٰؑ اصلاح ان اُمور کی نہین کر سکے
کہ اُنکے خلیفہ قبول ہونے کے بعد فوراً مخالفتون اور دشمنیون اور بغاوتون نے
علی مرتضیٰؑ سے لڑائیان شروع کرا دین اور علی مرتضیٰ کو وہ وقت نہین ملسکا کہ
اُن مخالفتون اور بغاوت کو پورا فرو کرسکین کہ خود قتل ہو گئے۔ اِسلیے صرف

اُنھین لوگون نے نہین کہ جنھون نے حضرت عثمان پر بلوہ کیا تھا اور پھر علی مرتضٰے کو خلیفہ قبول کیا۔ علی مرتضٰے کی نسبت یہ نہین کہا جا سکتا ہی کہ علی مرتضٰی کو اُنھی جور و ستم کے باقی رکھنے پر مجبور کیا بلکہ اُن کل لوگون پر الزام ہی کہ جنھون نے علی مرتضٰی کی خلافت کو قبول نہین کیا یا قبول کر کے انحراف کیا اور علی مرتضٰی کو جنگ کرنے اور بغاوت کے فرو کرنے پر مجبور کیا وہ سب لوگ مانعین اصلاح اُن اُمور کے ہین کہ جو عہد خلفاے ثلاثہ مین خلاف شرع ظہور مین آئے تھے اگر وہ سب لوگ خلافت علیٰ مرتضٰی کو قبول کر لیتے اور بعد قبول خلافت علیٰ مرتضٰی کے انحراف نہ کرکے کسی قسم کا فتنۂ و فساد برپا نہ کرتے تو علی مرتضٰے اصلاح اُن اُمور کی فرما سکتے جب ملک اونکی خلافت کا فتنہ و فساد سے پاک ہو جاتا اور بعد رفع بغاوت کے ملک مین امن ہو جاتا تب اصلاح اُن اُمور کی ہو سکتی تھی۔

مصنف مخاطب ایک مثال غلطی اور دھوکہ کھانے علیٰ مرتضٰے کی اُسوقت کی پیش کرتے ہین جب جنگ صفین مین لشکر معاویہ کیطرف سے قرآن علمون مین باندھ کر دکھائے گئے۔ مصنف مخاطب یہ ظاہر کرتے ہین کہ "اُنھین یہ شبہ تھا کہ ای مسلمانو آپس مین ست لڑو اور کسی کو ثالث مقرر کر دو جو قرآن کے بموجب فیصلہ کر دے۔ اُسوقت ابتدا مین جناب امیر کی رائے یہ تھی کہ ہرگز ثالثی نہ کیجاوے اور غضب مین آکر آپ نے فرمایا کہ یہ لوگ کلمۂ حق زبان سے کہکر اُس سے باطل مراد لیتے ہین۔ اور تمام لشکر سے آپ نے فرمادیا کہ ہرگز ثالثی پر راضی نہونا چاہیے آس رائے کے ظاہر کرنے کے بعد جناب امیر کی (جو باعتقاد شیعہ خطای اجتہادی سے بھی معصوم تھے) رائے بدلی۔ اور ثالث مقرر کرنے پر راضی ہوگئے۔ بعض بعض خیالات سے دھوکا کھا کر جو

مجھسے زیادہ معرکۂ جنگ مین ثابت قدم ہو مین اُس زمانے مین جنگ کے واسطے کھڑا ہوا تھا کہ جب بیس سال کا بھی نہ تھا۔ اور اب ساٹھ برس سے زیادہ میری عمر آ چکی۔ لیکن اصل یہ ہی کہ جسکی بات نہ مانی جائے اُسکی راے کیا؟"

ترجمۂ کلام دوم

یہ اور یہ خطبہ اُن علیہ السّلام کے خطبون مین سے ہی جبکہ آپکو متواتر خبرین پہونچی تھین کہ اصحاب معاویہ شہرون پر غلبہ حاصل کر رہے ہین۔ اور دو عامل جو حضرت کے یمن مین تھے ایک عبید اللہ بن العباس اور دوسرے سعید بن نمران۔ حضرت کی خدمت مین حاضر ہوئے تھے جبکہ بُسر بن ارطاہ اِن دونون شخصون پر غلبہ پا چکا تھا اُسوقت حضرت نہایت بیچینی کی حالت مین بوجہ اسکے کہ حضرت کے اصحاب جہاد مین سُستی کرتے تھے اور حضرت کی راے سے مخالفت کرتے تھے منبر پر تشریف لیگئے اور فرمایا کہ کیا چیز رہگئی ہے میرے پاس سواے کوفے کے۔ اُسیکو سمیٹتا ہون اور اُسیکو پھیلاتا ہون۔ اگر تو (کوفہ) نہوتا میرے لیے۔ مگر تو ہے۔ کہ تجھ مین آندھیان چلا کرتی ہین۔ پس خداے تعالے بدحال کرے تجھے۔ پھر حضرت نے بطور مثال فرمایا (مضمون شعر) قسم ہو نیک زندگی تیرے باپ کی اے عمرو تحقیق کہ میرے پاس قلیل چکنائی لگا ہوا برتن رہ گیا ہی۔ مجھے خبر ملی ہی کہ بُسر یمن مین آ گیا ہی۔ اور قسم بذاتِ خدا مجھے ایسا معلوم ہوتا ہی کہ دولت تم لوگون سے نکلکر اُن لوگون کو ملجائے گی۔ کیونکہ یہ لوگ اپنے باطل پر مجتمع ہو گئے ہین اور تم اپنے حق سے متفرق ہو اور تم لوگ اپنے امام کی نافرمانی حق بات مین کرتے ہو۔ اور وہ لوگ اپنے امام کے باطل مین فرمانبردار ہین۔ اور وہ واسطے امانت کرتے ہین اپنے صاحب کی۔ اور تم خیانت کرتے ہو۔ اور وہ اپنے شہرون مین اصلاح کرتے ہین اور تم فساد کرتے ہو۔

پس اگر مین تم مین سے ایک شخص کو ایک چوبی پیالے کے واسطے بھی امین قرار دون تو مجھ خوف ہی کہ اوسکا بندھن تک نہ لے اوڑے ۔

پروردگارا ۔ مجھے اِن لوگون نے تنگ کر دیا ہی اور یہ مجھسے تنگ ہو گئے ہین ۔ اور مین انکو ستوہ مین لے آیا ہون اور یہ مجھے ستوہ مین لے آئے ہین ۔ پس مجھے اِنکے عوض مین اِنسے نیک لوگ عنایت فرما ۔ اور انکے لیے میرے عوض مین بدشخص قرار دے ۔ خداوندا ۔ انکے دلون کو مردہ کر دے جیسے نمک پانی سے گھل جاتا ہی ۔ قسم بخدا مجھے تمنا ہی کہ میرے پاس تمہارے عوض مین ہزار سوار قبیلۂ بنی فرس کے ہوتے (یہ خاندان شجاعت کے واسطے مشہور ہی ۔ اور یہ شعر پڑھا) اسوقت اگر تم بلا لیتے تو اُن (بنی فرس) لوگون مین سے لتنے سوار تمہاری پاس دوڑتے آتے جیسے گرمی کے بادل نہایت تیزی کے ساتھ دَل کے دَل دوڑتے چلے جاتے ہین ؛؛

جو واقعات تاریخی ہمنے ابھی اوپر لکھے ہین اور جن پورے دو خطبون کا بھی ترجمہ ہمنے تحریر کیا ہی کہ جن مین سے ایک ایک فقرہ مصنف مخاطب نے لیا ہی ۔ اُن واقعات اور علی مرتضےٰ ؑ کے خطبات کی دیکھنے سے ظاہر ہو جاتا ہی کہ وقت ہجوم بیعت کا علی مرتضےٰ ؑ پر اوّل تھا ۔ اور جسوقت قوم کی حالت علی مرتضےٰ ؑ نے اپنے اُن دونون خطبون مین فرمائی ہی اور اُنکو جنگ کی لیے تہدید اور اپنی نصرت کے لیے ترغیب دی ہی وہ وقت اخیر ہی ۔ اور یہ بھی ظاہر ہو جاتا ہی کہ جس قوم کو کہ تہدید اور ترغیب فرمائی ہی وہ قوم اُسوقت اُسیقدر نہین تھی کہ جسقدر نے مدینے مین علی مرتضیٰ ؑ سے بیعت کی تھی بلکہ علی مرتضیٰ ؑ کے قبول خلافت اور اطاعت مین بعد کو اور بھی ایک جماعت کثیر داخل ہو گئی تھی اور اُن دونون خطبون مین اگلے اور پچھلے کل قوم سے خطاب ہی ۔ یہ سچ ہی کہ علی مرتضیٰ ؑ پر مدینے مین بیعت کرنے والون نے ہجوم کیا تھا اور

ضمن بیعت مین اقرار نصرت کا داخل ہوتا ہی اور اسمین بھی کچھ شک نہین کہ اُسوقت علی مرتضیٰؑ کو خلیفہ قبول کرنے کے لیے اسقدر اور ایسے لوگ جمع ہوگئے تھے کہ علی مرتضیٰ پر قبول خلافت کے لیے حجت پوری ہوگئی تھی اور اُس حجت پوری ہوجانے نے علی مرتضیٰؑ کو قبول خلافت پر مجبور کردیا تھا اور اُس حجت کے پورا ہوجانے پر نہ علی مرتضےٰ کو شبہہ ہوسکتا تھا اور نہ دھوکہ سمجھا جا سکتا تھا۔ وہ لوگ کسی ایسی بدحواسی کے ساتھ بیعت کے لیے نہین آئے تھے کہ جسمین یہ گمان ہو سکے کہ اُنھون نے علی مرتضیٰ کی قابلیت خلافت کو نہین سمجھا تھا۔ اُنہین ایسے لوگ بالخصوص بھی شامل تھے کہ جو ہر زمانے مین علی مرتضےٰ کو مستحق خلافت سمجھتے تھے اور بالعموم اُسوقت علی مرتضےٰ سے بہتر کسی دوسرے مین قابلیت خلافت کی نہین جانتے تھے اور اسی وجہ سے بنظر حالت اُسوقت کے اُن لوگون کے دلون کے شوق اور جوشِ اصرار نے قبول خلافت کے لیے علی مرتضےٰ پر ہجوم کرایا۔

ایسے شخص کیطرف جو پہلے سے بیدل ہوکر گوشہ نشین ہوچکا تھا ایسے جوشِ بیعت کو مصنف مخاطب ایسی بدحواسی اُن لوگون کی قرار دیکر علی مرتضیٰؑ پر یہ الزام لگانا چاہتے ہین کہ اُنکو دھوکا ہوگیا۔ لیکن جو کوئی کہ حقیقت حالت اور واقعہ پر نظر کرے گا وہ کبھی مصنف مخاطب کا ہمداستان نہین ہوسکتا۔

اُسوقت کی حالت قطعی ایسی تھی کہ علی مرتضےٰؑ کے خلیفہ قبول کرنے کا لوگون کے دلون مین ایسا ہی جوشش تھا کہ جس سے بیعت کے لیے وہ ہجوم ہوا۔ اور اسوقت باعتبار اُس حالت ظاہری کے گو کسی کے باطن مین کوئی دوسری بات ہو لیکن امر شریعت پیغمبرؐ کے حجت کے پورا ہوجانے کی وجہ سے علی مرتضیٰ ایسے مجبور تھے کہ سوائے قبول خلافت کے اور کچھ نہین کرسکتے تھے۔ بعد اُسکے اگر قوم کی حالت متغیر ہوگئی اور خود قوم نے اپنی حالت کو متغیر کیا اور خلیفہ برحق اور باضابطہ کے خلاف

امر شریعت پیغمبر کی نافرمانی کی یا اوسکے حکم کی تعمیل مین سستی اور کاہلی کرنی لگے جیسا کہ واقعات تاریخی سے اور اُن دونون خطبہ ان علی مرتضےٰؑ سے ظاہر ہوتا ہی تو اس سے وقت ہجوم بیعت کے علیؑ مرتضےٰ کے فہم اور فعل پر کوئی غلطی وارد نہین ہو سکتی۔

پیغمبرؐ نے بھی یہ ہی کیا تھا۔ کہ اول جو کوئی پیغمبرؐ کی رسالت کو قبول یا اونکی رسالت کا اقرار کر کے بیعت کرتا تھا وہ اُسکو اپنے زیر اطاعت سمجھکے اور اپنے ساتھ لیکر دشمنون سے مقابلہ کرتے تھے گو کسی کے دل مین کوئی دوسرا امر بھی ہوتا تھا۔ چنانچہ نفاق اور منافقون کی علانیہ خبر قرآن مین دیگئی ہی لیکن پیغمبرؐ موافقون اور منافقون کو ساتھ لیکر برابر دشمنون سے لڑتے رہتے تھے اور تا نہایت نوبت پہونچتی تھی کہ معرکے کے وقت وہی لوگ جنھون نے پیغمبرؐ کی رسالت کا اقرار یا پیغمبرؐ کی رسالت اور اطاعت کو بیعت کر کے قبول کیا تھا میدان جنگ مین پیغمبرؐ کو چھوڑ دیتے تھے یا پیغمبرؐ سے جدا ہو جاتے تھے جیسے کہ عبد اللہ بن ابی سلول مع جماعت سوارون کے پیغمبرؐ سے علٰحدہ ہو گیا تھا۔ باینہمہ جو لوگ کہ میدان جنگ مین پیغمبرؐ کو چھوڑ جاتے تھے اور وہ پھر زیر اطاعت پیغمبرؐ آتے تھے اور کبھی پیغمبرؐ دربارۂ بیعت کے تجدید کرتے تھے یا جو لوگ ہمراہیان پیغمبرؐ سے وقت جنگ کے دشمن سے مقابلے کے لیے نہین نکلتے تھے یا جنگ کے جانے سے انکار کر دیتے تھے ایسے سب لوگون کو دوسرے موقعہ پر پیغمبرؐ دشمن سے مقابلے کیلئے پھر ساتھ لیجاتے تھے۔ اور آخر زمانے مین بعد فتح حنین اور طائف کے جب پیغمبرؐ نے قصد جہاد روم کا کیا تو پیغمبرؐ کے اطاعت والونکی یہی حالت ہو گئی تھی کہ وہ جنگ کیلیے آمادہ نہین ہوتے تھے اور دل چُراتے تھے۔ چنانچہ خدا تعالی فرماتا ہی۔

جناب امیرؑ نے اپنی رائے بدل دی اور ثالثی مقرر کر دی۔ یہ جناب امیرؑ کی بڑی بھاری غلطی تھی جسکے نتیجے مین جناب امیرؑ کے لشکر مین سے ایک گروہ خارجی ہو گیا اور یون کہنے لگا کہ پہلے تمنے ہمکو ثالثی مقرر کرنے سے منع کیا تھا اب ثالثی پر راضی ہونے کا حکم کرتے ہو۔ اب ہم نہین جانتے کہ تمہاری پہلی رائے صحیح تھی یا دوسری رائے بہتر ہی۔ مگر اس رائے بدلنے اور ثالثی مقرر کرنے سے یہ ظاہر ہو گیا کہ تمکو خود اپنی امامت مین شک ہی" اور نہج البلاغہ سے مصنف مخاطب ایک فقرہ سند مین لاتے ہین کہ" اسوقت جناب امیرؑ نے کفِ افسوس ملکر یہ فرمایا۔ یہ ہی سزا اوسکی جسنے چھوڑی رائے مستحکم"۔

مصنف مخاطب شارح میسم کا یہ قول بھی لکھتے ہین کہ" جناب امیرؑ کی رای بدلنے کی وجہ یہ ہوئی کہ اصحاب جناب امیرؑ سے ایک گروہ ثالثی مقرر کرنے پر ایسا اصرار کرتا تھا کہ اُسنے جناب امیرؑ سے یہ کہا کہ اگر تم ثالثی مقرر نہ کروگے تو ہم تمکو اسیطرح قتل کر دین گے جیسے ہمنے عثمانؓ کو قتل کر دیا۔ پس جناب امیر نے اپنی رائے چھوڑ کر اُنھین کی رائے اختیار کی"۔

اسکے بعد مصنف مخاطب یون اعتراض وارد کرتے ہین کہ" جب خلیفہ مفسدون کی دھکیون سے ایسا ڈر جائے تو اوس سے خلافت کا انتظام کیا ہو سکے۔ کثرت فضائل و مناقب دوسری چیز ہے اور انتظام ملک اور تدبیر جنگ دوسری چیز ہی۔ اسمین کچھ شک نہین کہ جناب امیرؑ کے قلب منوّر پر کیفیات باطنی کی تجلیات ایسی غالب تھین کہ وہ ہمہ تن اونھین مشاہدات مین محو تھے اور اونکی رائے کی جتنی قوت تھی وہ اوسی مین مصروف تھی۔ خلافت زبردستی اونکے سر پر ڈالی گئی جس سے وہ بچنا چاہتے تھے اسیوجہ سے اُنکے احباب نے جو اونکے حالات سے بہت اچھی طرح واقف تھے ابتدا

ہین خلافت کی مصیبت سے اُن کو بچایا تھا وہ جانتے تھے کہ جناب امیرؑ کی حالت کے مناسب یہی ہو کہ کیفیات باطنی اور مشاہدۂ انوار قدس کی اونکو پوری فرصت اور آزادی دیجائے اور انتظامی معاملات مین تکلیف نہ دیجاوے۔ چنانچہ یہ رائے صحابہ کی ایسی صائب تھی جسکا نتیجہ اوس شخص پر بہت اچھی طرح ظاہر ہوگا جسنے خلفاے ثلاثہ کے عہد حکومت اور کثرت فتوحات کا مقابلہ جناب امیرؑ کے عہد خلافت کے واقعات سے کیا ہوگا جناب امیرؑ نے جو اپنی رائے بدلی اور مفسدون کے دھمکانے سے ڈر گئے اِس سے یہ بھی ظاہر ہو گیا کہ وہ قاتلان عثمانؓ کے ہاتھ مین کیسے مجبور تھے

مصنف مخاطب نے جس خطبۂ علیؑ مرتضے سے ایک فقرہ لیکر اپنے اعتراض کو رونق دینا چاہا ہی اوس پورے خطبے کا مین ترجمہ لکھتا ہون تاکہ یہ امر آسانی سے معلوم ہوجاوے کہ اوس فقرے کے جسکو مصنف مخاطب سند لائے ہین کیا معنی ہین اور کس سے مراد ہے کہ یہی جزا ہر دو سکی جسنے چھوڑی رائے مستحکم اور اس پورے خطبے کے مضمون سے حقیقت غلطی اعتراض مصنف مخاطب کی معلوم ہوجاوے گی اور یہ بھی ظاہر ہوجاوے گا کہ علیؑ مرتضی نے جسوقت جو کچھ فرمایا اور کیا وہ بحالت تغیر قوم کے تھا اور اُس سے بہتر اور کچھ نہین ہوسکتا تھا۔

ترجمہ خطبۂ علی مرتضیؑ

حضرت علیہ السّلام کا ایک سخن ہو جبکہ ایک شخص حضرت کے اصحاب سے کھڑا ہوگیا اور کہنے لگا کہ آپ نے تحکیم مقرر کرنے سے ہمکو منع فرمایا اور پھر اوس کا ہمکو امر کیا اب ہم نہین جانتے کہ دونون امرون مین سے کونسا زیادہ رو براہ

لانے والا ہے۔ پس حضرت علیہ السلام نے اپنا ہاتھ دوسرے ہاتھ پر مارا کہ آواز آئی (اظہار افسوس کے لیے) پھر فرمایا کہ یہ سزا ہی اُس شخص کی جو رہے مستحکم کو چھوڑ دے۔ آگاہ ہو قسم بخدا اگر مین تمکو اُس کام کرنے کو کہتا جسکا مین نے تمکو حکم دیا تھا۔ تو مین تمکو ایسے امر ناپسندیدہ کے بوجھ کو تمھاری پشت پر رکھتا جسمین خدا نے نیکی قرار دی ہی۔ پس اگر تم استقامت ظاہر کرتے تو مین تمکو راہِ راست دکھا دیتا اور اگر تم کجی کرتے تو تمکو مین سیدھا کر دیتا۔ اور اگر تم انکار کرتے تو مین تمھارا تدارک کرتا ایسی حالت مین یہ کام استوار ہو جاتا۔ لیکن یہ کام کسکی مدد سے کرون اور کس سے مدد چاہون۔ مین چاہتا ہون کہ تمسے اسکا علاج کرون حالانکہ تم خود میرے لیے درد ہو۔ جیسے کہ کوئی کانٹے سے کانٹے کو نکالنے والا ہو درحالیکہ وہ جانتا ہی کہ وہ کانٹا اوس کانٹے کیطرف ہم پہلو جور کا ہی (یعنی کانٹے کو کانٹے سے نکالنے مین جور ہوگا۔ ایک کانٹے نے بدن مین چُبھ کر جور کیا ہی دوسرا کانٹا اُس کانٹے کے نکالنے کے وقت چُبھے گا اور جور کرے گا) بارخدا۔ اس درد جانکاہ کے علاج سے اطبا تنگ آگئے اور پانی کھینچنے والا اِس گہرے کنوئین کی لمبی رسیون سے عاجز آگیا۔ کہان ہین وہ لوگ جنکو اسلام کی دعوت کیگئی اور اُنھون نے اوسکو قبول اور قرآن کی تلاوت کی تو اوسکے عمل کو اُستوار کیا اور جہاد کیطرف رغبت دلائی گئی تو اونکو اُس سے ایسی محبت ہو گئی جیسے کہ حاملہ عورتون کو بچون کے پیدا ہونے کی ہوتی ہی۔ اُنھون نے اپنی تلوارین نیامون سے نکال لین اور گروہ در گروہ وصف در صف ہو کر اطراف زمین کو لے لیا بعض ان مین سے مارے گئے اور بعض انمین سے ہلاک ہو گئے اور بعضون نے نجات پائی۔ زندون کو تہنیت نہ دیگئی

اور مردونکی تعزیت نہ کیگئی کہ آنکھین روتے روتے بے آب ہو جائین۔
روزہ رکھتے رکھتے پیٹ اونکے لگ گئے اور دعائین مانگتے مانگتے لب
اونکے پژمردہ ہوگئے اور بیداری سے رنگ اُنکے زرد پڑگئے اُنکے
چہرون پر گرد فروتنی پڑی ہوئی تھی۔ وہ لوگ میرے بھائی تھے جو گذر گئے
اور ہمکو سزاوار ہے کہ ہم اونکے لیے پیاسے ہون اور اونکی جدائی پر اپنا
پشت دست دانتون سے کاٹین۔ بیشک شیطان تمہارے لیے ایک
طریقہ درست کر رہا ہے اور تمہارے دین کی گرہین کھول رہا ہے اور تمہاری
جماعت مین تفرقے کے پھندے دے رہا ہے پس سمجھو تم اور اُسکے وسوسون
اور منترون سے روگردانی کرو اور قبول کرو نصیحت اپنی خیر خواہی کی بات
اُس شخص سے جو تمکو راہ راست دکھاتا ہے۔ اور اپنی گانٹھ مین اوسکی بات
باندھ لو۔"

اِس سے کوئی انکار نہین کرسکتا کہ جسوقت تک کہ جب بمشورہ اور
حیلۂ حضرت معاویہ اور عمرو عاص کے لشکر حضرت معاویہ کیطرف سے
قرآن علمون مین باندھکر دکھائے گئے اُسوقت تک قوم اور جماعت
علیؑ مرتضے کے ساتھ تھی وہ ایسی زیر اطاعت علیؑ مرتضے کے تھی کہ باغیون
سے اور دشمنون سے یہان تک جنگ کررہی تھی کہ باغیون اور
دشمنون کو اپنے مغلوب ہو جانے کا سخت اندیشہ ہوگیا تھا اور اُس
وقت تک حالت قوم کی جو علیؑ مرتضے کے ساتھ تھی اُسکی نسبت یہ بھی
یقین ہوسکتا تھا کہ وہ برابر زیر اطاعت اور فرمان اپنے امام اور خلیفہ کے
رہے گی اسلیے کہ وہ قوم ایسا سخت کام کر رہی تھی کہ جس سے زیادہ کوئی
دوسرا کام دشوار نہین ہے یعنی قتل کرنا اور قتل ہونا۔ کسی کی جان کو ختم کرنا

اور اپنی جان کا صرف کرنا نہایت امر اہم ہے لیکن جسوقت کہ لشکر حضرت معاویہ کیطرف سے نیزون پر قرآن باندھ کر دکھائے گئے اُسوقت ایک جماعت کثیر اُس قوم سے جو علیؑ مرتضے کے ساتھ تھی خلاف یقین اور غیر متوقع اپنی حالت کو متغیر کر لیا اور اطاعت و فرمان علیؑ مرتضے سے باہر ہو گئی جیسے کہ کسی مسلمان یا گروہ مسلمان کی نسبت عموماً یقین کامل ہو کہ وہ برابر مسلمان اور اپنے مذہب پر رہیگا اور کسی وقت رسول یا امام اور خلیفہ برحق یا کسی بادشاہ کی اطاعت سے کوئی گروہ فوجی باہر نہوگا اور وہ دفعتاً اپنی حالت کو متغیر کرکے اپنے طریقے سے مُرتد یا اپنی مطاع سے منحرف ہو جائے جسکی مثالین خود عہد پیغمبرؐ اور خلفا اور شاہان سلف مین پائی جاتی ہین۔

اوس حصہ جماعت قوم نے جو علی مرتضےؑ کے ساتھ تھی۔ دفعتاً جبکہ لشکر حضرت معاویہ کیطرف سے قرآن نیزون مین باندھ کر دکھائے گئے۔ تو اپنی حالت کو یون متغیر کیا کہ باہم مسلمانون کے جنگ بند کیجائے اور حَکَم دونون طرف سے مقرر ہو کر فیصلہ کر دے۔ اور علی مُرتضے نے بہت سختی سے اونکو ہدایت اور اپنی رائے مستحکم ظاہر فرمائی کہ "باغی اور مخالف لوگ کلمۂ حق زبان سے کہکر اوس سے باطل مراد لیتے ہین مقصود اونکا کتاب خدا پر عمل سے نہین ہی بلکہ جنگ سے تنگ آگئے ہین اور مین اونسے لڑونگا یہانتک کہ وہ حکم خدا پر راضی نہو جائین"۔ لیکن اس جماعت نے علیؑ مرتضے کی نافرمانی کی اور اطاعت علیؑ مرتضے سے باہر ہو کر یہ اصرار کیا کہ اگر تم حکم مقرر نکروگے تو ہم تمکو اسیطرح قتل کر دینگے جیسے ہمنے عثمانؓ کو قتل کر دیا۔ اس جماعت مین صرف وہی لوگ نہین تھے جنھون نے حضرت عثمانؓ کو قتل کیا تھا یا اُنپر بلوہ کیا تھا۔ بلکہ وہ لوگ بھی تھے جو بلوہ اور قتل حضرت عثمانؓ مین شریک

نہین تھے مگر تحت حکومت خلافت حضرت عثمانؓ کے رہ چکے تھے اور جب خلافت علیؑ مرتضے پر منعقد ہوئی تو زیر اطاعت علیؑ مرتضے کے آ گئے تھے۔ مگر عموماً مسلمانون کے اُسوقت یہ خیالات راسخ ہو گئے تھے کہ مسلمانونکے ہاتھ مین خلیفہ کا نصب وعزل اور اوسکا قتل کر ڈالنا ہی۔ اور ایسا رسوخ اعتقاد اُن لوگون کا اُسی عمل سے ہو گیا تھا کہ جو وفات رسول صلعم کے بعد نصب خلیفہ کے بابت قرار دیا گیا۔ اگر موجب ہدایت اور مرضی خدا ورسولؐ کے جو اُصولی قواعد حق یا د شاہت سے مطابق تھے اور ملک عرب مین اوسکا رواج تھا ابتدا مین بعد وفات رسول امام اور خلیفہ برقرار رکھا جاتا اور قبول کیا جاتا تو جماعت برگشتہ کو علیؑ مرتضے سے اس سخن کی جُرأت نہوتی کہ "اگر تم حکم مقرر نہ کروگے تو ہم تمکو اُسی طرح قتل کر دینگے جیسے کہ ہمنے عثمانؓ کو قتل کر دیا"۔ اور نہ وہ خلاف حکم امام اور خلیفۂ وقت کے ایسا اصرار کر سکتے تھے کہ حکم مقرر کیا جائے اور نہ وہ علی مرتضےؑ کے قتل پر مثل قتل عثمانؓ کے آمادہ اور مستعد ہو کر اپنی حالت کو متغیر کر سکتے تھے۔ اور جبکہ اُس جماعت نے اپنی حالت کو ایسا متغیر کر لیا تھا تو مین پوچھتا ہون کہ اوسوقت اُس حالت کے اعتبار سے علیؑ مرتضے بجز اسکے کیا کر سکتے تھے کہ اوس جماعت کو اوسکی حالت پر چھوڑین اور وہ حکم مقرر کر لے۔ اُسوقت علیؑ مرتضے یہ نہین کر سکتے تھے کہ اُس جماعت کے قتل پر اُسیوقت آمادہ ہون یا اوسکے ساتھ جنگ پر مستعد ہو جائین۔ اسلیے کہ جسقدر قوم علیؑ مرتضے کے ساتھ تھی وہ قبل اِسکے کہ لشکر معاویہ کیطرف سے قرآن علمون مین باندھ کر دکھائے گیے اِس امر پر متفق تھی کہ حضرت معاویہ اور باغیون سے مقاتلہ کیا جائے لیکن اس

قوم کی جماعت کثیر نے جب اوس امر سے انحراف کیا اور یہ چاہا کہ حضرت معاویہ اور باغیون سے جنگ بند ہو اور حکم مقرر کیا جائے تو پھر علی مرتضےٰ اُس موقع پر جبکہ لشکر علی مرتضےٰ مین اختلاف واقع ہو گیا اور جماعت کثیر خلاف رائے علی مرتضےٰ کے اس بات پر آمادہ ہو گئی کہ بجائے حضرت معاویہ اور باغیون کے خود علی مرتضےٰ کو قتل یا اونسے جنگ کرین اُن لوگون کو سزا نہین دے سکتے تھے۔ اسوجہ سے نہین کہ علی مرتضیٰ اُن مفسدون کی دھمکیون سے ڈر گئے تھے بلکہ حالت قوم کی وہ ہو گئی تھی جیسا کہ علی مرتضےٰ کا اونکے خطبے مین ارشاد ہی کہ "بقسم خدا کی مین یہی کر سکتا تھا کہ تمکو حکم دون باغیون سے جنگ کے لیئے جو مکروہ تھی مگر خدا نے بہتری اُسی مین گردانی تھی۔ اگر تم اوس حکم کی تعمیل پر قائم ہوتے تو ہدایت پا جاتے اور اگر تم اپنی گردنین کج کرتے تو مین تمہاری گردنین سیدھی کرتا اور اگر تم انکار کرتے تو مین تمہارا تدارک کرتا اوسوقت وہ امر مضبوط ہو جاتا۔ لیکن مین ایسا کرنے مین کس سے مدد لیتا اور استعانت مین کسکی طرف رجوع کرتا اور مین دوا کس سے چاہتا تمہارے بعض کی ساتھ بعض کے درحالیکہ تم سب میرے لیئے درد تھے اور اگر مین ایسا کرتا تو اس ضرب المثل کا مصداق ہو جاتا کہ کانٹے کو کانٹے سے نکالنا چاہیے کہ وہ ہم پہلو جور کا ہی" یہ مثل اُسوقت بولی جاتی ہی جبکہ استعانت چاہی جائے اور یہ نہین ہو سکتا اسلیے کہ بعض سے اعانت بعض کے لیے غیر ممکن ہو جبکہ وہ مشابہ ہون اور اونکی خواہشونکا اتحاد ہو اور میل بعض کا طرف بعض کے ہو جیسے ہمارے یہان بھی فارسی کی یہ مثل مشہور ہی۔ سگ زرد برادر شغال یعنی دونون ہمرنگ اور مشابہ ہین۔ درحقیقت علی مرتضےٰ نے اپنی اُس رائے مستحکم کو

کہ لڑائی بند نہ کی جائے اور حکم مقرر نہ کیا جائے خود نہین چھوڑا بلکہ قوم نے
اپنی حالت سابقہ کو متغیر کرکے علی مرتضے کی اس رائے کو چھوڑا اور جو حالت
کہ قوم نے اپنی متغیر کی تھی اوس حالت تغیر پر علی مرتضے نے قوم کو چھوڑا
اور وہ حالت متغیرہ قوم کی یہی تھی کہ وہ جنگ کو بند کر دے اور حکم مقرر
کرلے۔ اور اس حالت سے حالت اول پر قوم کو لانے کے لیے علی مرتضے
کو موقع ہی نہین تھا اور اُسوقت یہی مصلحت تھی کہ قوم کو اُسکی حالت متغیرہ
پر چھوڑا جائے تاکہ اوس فتنے سے محفوظ رہا جائے جو علی مرتضے کے
قتل کے لیے یا لشکر علی مرتضے مین باہم جنگ ہونے کے لیے (گو علی مرتضے
کے ساتھ اُسوقت اُنکے قرابت دار اور چند صحاب ہون) برپا ہو۔

اِس تحقیق کا نتیجہ یہ ہے کہ علی مرتضے نے اپنی اول رائے کو تبدیل
نہین کیا۔ بلکہ قوم نے اُس رائے پر عمل نہ کرکے دوسرا فتنہ برپا کرنا چاہا
اور اوس فتنے کے برپا ہونے کے لیے قوم کی خواہش کے بموجب حکمین
مقرر ہوئے۔

حکمین مقرر ہونے کے بعد اُس جدید فتنے سے امن ہوگئی اور اُسوقت
علی مرتضے نے جو قوم کو اوسکی حالت متغیرہ پر چھوڑا اوسکا صواب بھی ظاہر
ہوگیا۔ لیکن ایک دوسرا فتنہ تازہ یہ پیدا ہوگیا کہ بعد تقرر حکمین کے بعض
ہمراہیون نے اِس خدشے کو دلی یقین کرکے اپنی حالت کو متغیر کیا کہ
"منع کیا آپ نے ہمکو حکم مقرر کرنے سے اور پھر حکم کیا آپ نے اوسکا دای
جب قوم نے علی مرتضے کی رائے مستحکم کو نہین مانا اور علی مرتضے قوم نافرمان
کو سزا نہین دیسکتے تھے اور دوسرا فتنہ برپا ہوتا تھا اوسوقت قوم سے یہ
فرمایا کہ تم اپنی خواہش کے موافق حکم مقرر کرلو) پس ہم نہین جانتے کہ دونون

امرون مین سے کس مین رشد زیادہ ہی" اسپر علی مرتضےٰؑ نے جو ہاتھ کو ہاتھ پر مار کر یہ فرمایا ہے کہ "یہ سزا ہے اوس شخص کی کہ جسنے چھوڑا رائے مستحکم کو" کچھ شبہہ نہین کہ علی مرتضےٰؑ نے جو فعلاً افسوس ظاہر کیا ہے وہ قوم کی حالت پر ہے کہ قوم اپنی حالت کو لحہ بلحہ اور لحظہ بلحظہ متغیر کرتی تھی۔ قوم کو اپنی حالت دم بدم تغیر پر اور اپنے امام اور خلیفہ برحق کے حکم کو نہ ماننے پر خود نادم اور شرمندہ ہونا چاہیے تھا لیکن حالت قوم کے تغیر سے جو الزام کہ قوم پر عائد ہونے کے لائق تھا وہ اپنے امام اور خلیفہ برحق پر لگاتی تھی۔ ضرور تھا کہ علی مرتضےٰؑ کو قوم پر افسوس ہو ایسی قوم جو اپنی حالت کو یون تغیر کرے اور نافرمانی اپنے امیر سے نادم نہو ایسی بیغیرت اور نافرمان قوم بے شک اپنے امیر کے لیئے قابل افسوس کے تھی۔ اور جیسی کہ علی مرتضےٰؑ نے قوم پر افسوس کیا ہی ویسی ہی بمقابلہ اُس پوچھنے والے کے "کہ منع کیا تمنے ہمکو حکم مقرر کرنے سے اور پھر حکم دیا تمنے اُسکا پس نہین جانتے ہم کون سی بات دونون مین سے کس مین زیادہ رشد ہے"

یہ ارشاد علی مرتضےٰؑ کا کہ "یہ سزا ہے اوس شخص کی جسنے چھوڑا رائے مستحکم کو" اوسی قوم قابل افسوس کے لئے ہے۔ علی مرتضےٰؑ نے فعلاً اور قولاً اوس قوم کو جو لحہ بلحہ اپنی حالت متغیر کرتی تھی۔ اور فرمان اپنے امیر کا نہین مانتی تھی جواب دیا ہے۔ اس ارشاد علیؑ کا انطباق علی مرتضےٰ پر نہین ہو سکتا ہے جیسا کہ مصنف مخاطب عمداً یا غلط فہمی سے علی مرتضےٰؑ پر عائد کرنا چاہتے ہین بلکہ یہ مضمون پوچھنے والے اور ہر شخص اُس جماعت پر منطبق ہوتا ہے کہ جسنے علی مرتضےٰؑ کی اُس رائے مستحکم کو چھوڑا۔ آپ کے اس فرمانے کی تشریح یہ ہے کہ۔

کہ اون لوگون نے علی مرتضٰے کی رائے مستحکم کو نہ مان کر چھوڑ دیا اور
اطاعت اور فرمان برداری سے باہر ہو گئے اور علی مرتضٰے
اس درد کی دوا کچھ نہین کر سکتے تھے۔ اور بغرض اسکے کہ وہ لوگ ایک
اور فتنہ مین مبتلا ہون علی مرتضٰے نے انکو انکی حالت متغیر پر چھوڑا کہ وہ
حکم مقرر کر لین اب جو انکو یہ خدشہ ہوا کہ علی مرتضٰے نے پہلے حکم مقرر کرنے
سے منع کیا تھا اور پھر حکم دیا اور نہین معلوم ان دونون امردن مین سے
کس مین زیادہ رشد ہے اُن لوگون کا کلام دلالت کرتا ہے اس بات
پر کہ بے شک علی مرتضٰے کے نفس امامت مین اُن لوگون کو شک ہوا
یہ خدشہ اُس رائے مستحکم کے نہ ماننے سے زیادہ خراب ہے کہ جس سے بجائے
نافرمانی کے انکار مطلق امامت اور خلافت سے پیدا ہوتا ہے اور قطعی
امامت اور خلافت سے منکر ہو کر اطاعت سے خارج ہو جاتا ہے پس
یہ فرمانا علی مرتضٰے کا اون لوگون کے حق مین ٹھیک ہوتا ہے کہ "یہ سزا
ہے اُس شخص کی جسنے چھوڑا رائے مستحکم کو" اور وہ رائے مستحکم یہی تھی کہ جنگ
قائم رکھو اور جنگ کرنے پر علی مرتضٰے کو اصرار تھا اور وہ جنگ اگرچہ مکروہ
تھی مگر اللہ نے اُسی مین بہتری فتحمندی کی اور سلامتی عاقبت کی گردانی
تھی۔ اگر وہ لوگ اُس رائے مستحکم یعنی قائم رکھنے حرب کو مانتے جسکے
نہ ماننے پر علی مرتضٰے کچھ علاج اُن کا نہین کر سکتے تھے اور علی مرتضٰے اونکو
حالت متغیرہ پر نہ چھوڑتے اور حکم مقرر کر لینے نہ دیتے تو یہ خراب
خدشہ اونکو ہرگز پیدا نہ ہو سکتا کیونکہ اوس خراب خدشہ کے درجہ پر
پہونچنا اون کا اسی سبب سے ہوا کہ رائے مستحکم قائم رکھنے حرب کو نہ مانا۔ اور
یہ خدشہ خراب تر اسلیے ہے کہ جن لوگون کے دلون مین یہ خدشہ

پیدا ہوا اونکی دنیا اور آخرت دونون خراب ہو گیئن کہ یہ بھی فرقہ علی مرتضےٰؑ
کا امامت اور خلافت کا منکر ہوکر علی مرتضیٰؑ کی اطاعت سے باہر ہو گیا
اور جسنے لقب خوارج کا پایا سواسے چند آدمیون کے وہ فرقہ دنیا مین قتل
ہو گیا۔ اور آخرت مین اگر رسولؐ اور امام اور خلیفہ برحق اور سلطان
عادل وقت سے جو کوئی انحراف کرے اور اُنکی اطاعت سے اپنے آپ کو
خارج کرے اگر اُسکے لیئے کوئی سزا ہے آخرت مین تو یقین کرنا چاہیئے کہ
وہ اُس سزا کو بھگتے گا۔

علیؑ مرتضےٰ کے تمام خطبہ پر غور کرنے سے صاف ظاہر ہو جاتا ہے کہ
علیؑ مرتضےٰ نے قوم کی حالت کو قابل افسوس سمجھا ہے اور مصداق اس
فقرہ کا (یہ سزا ہے اُسکی جسنے چھوڑا راے مستحکم کو) اُسی قوم کو قرار دیا ہے۔
یہ امر کہ وہ قوم قابل افسوس کے اور مصداق اوس فقرہ کی تھی اور خود علیؑ
مرتضےٰ مصداق اُس افسوس اور اس فقرہ کے نہین ہو سکتی خود اوس ارشاد
علی مرتضےٰ سے ظاہر ہوتا ہے کہ علی مرتضےٰ نے اُس فقرہ کے بعد صاف فرمایا ہے
وہ کیا نہین ہے یہ بات قسم خدا کی بیشک جسوقت کہ حکم کیا مین نے تمکو جس امر
کا کہ حکم کیا مین نے تمکو (قیام جنگ) اور بوجھ رکھدیا مین نے تمھارے سرون
پر ایسے مکروہ کا کہ جس مین اللہ نے بھلائی قرار دی تھی۔ پس اگر قائم ہو جاتے
تم ہدایت کرنے والا ہوتا مین تمھارا اور اگر تم اپنی گردنین ٹیڑھی کرتے سیدھا
کر دینے والا ہوتا مین تمھارا۔ اور اگر انکار کرتے تم تدارک کرتا مین تمھارا اہر
آئینہ ہوتا یہ امر مضبوط لیکن کس سے مین اعانت لیتا اور کس کے طرف رجوع
کرتا یہ کہ دوا کرے اور تم خود میرے لیئے درد تھے پس ہوتا مین شل نکالنے
والے کانٹے کے ساتھ کانٹے کے ظاہر ہے کہ علی مرتضےٰؑ کیونکر مدد چاہتے

Presented by www.ziaraat.com

ساتھ بعض اُن کے کی بعض ان کے کے پائے ۔ جب کہ وہ سب اپنی خواہش مین متحد تھی اور میل اور پہلو جو بعض اُنکے کا طرف بعض اُنکے کے تھا طبیعتین بعض اُن کے کی مشابہ بعض کے تھین اور خواہش بعض کی طرف بعض کی تھی پس اس ارشاد سے لازم آتا ہے کہ علی مرتضےٰؑ نے قوم کو قابل افسوس کے جانا ہے نہ اپنے آپ کو اور مصداق اُس فقرہ کا "کہ یہ سزا ہے اُس کی جس نے چھوڑا رائے مستحکم کو" قوم کو قرار دیا ہے نہ اپنے آپ کو۔ جس سے ظاہر ہے کہ علی مرتضےٰ کی کوئی غلطی نہین تھی نہ انھون نے دھوکھا کھایا۔ جس ارشاد سے کہ ایسا لازم آتا ہے اوسکے بعد آپ خدا سے شکایت کرتے ہین کہ "بارخدایا عاجز آگئے اطبا اِس درد لا علاج سے اور گران ہوگیا ہے کھینچنا ساتھ رسیون دراز کے پانی گہرے کنوں کا"

اس ارشاد مین بھی قوم کے قصور کی خدا سے شکایت ہے۔ اور اس شکایت نے بھی ظاہر کردیا کہ قوم کی حالت پر علی مرتضےٰؑ نے افسوس کیا ہے نہ اپنی حالت پر۔ اور فقرہ زیر بحث بھی قوم کی نسبت فرمایا ہے نہ اپنی نسبت یہ شکایت اُسی قسم کی ہے کہ حضرت یعقوبؑ نے شکایت کی تھی جسکا ذکر خدا نے فرمایا ہے آیۃ "انما اشکو بثی وحزنی الی اللہ۔ (سورۂ یوسف)

ترجمہ "سوائے اسکے نہین ہے کہ شکایت کرتا ہون مین "اپنے حال پراگندہ اور حزن کی طرف اللہ کے" اس شکایت کے بعد علی مرتضےٰ نے اُس قوم مسلمانون کو یاد کیا ہے۔ جسکی حالت مخالف حالت اس قوم مسلمانون کے تھی "یعنے اون لوگون کو اسلام کی دعوت کی گئی انھون نے اُسکو قبول کیا اور یہ لوگ دعوت امامت اور خلافت کو قبول نہین کرتے اور جنھون نے قبول کیا اُس سے انحراف کرتے ہین۔ اُن لوگون نے

قرآن کی تلاوت کی تو اُسکے عمل کو نہایت استوار کیا یہ لوگ قرآن کی تلاوت کرتے ہین تو اُسکے عمل کو استوار نہین کرتے ۔ اُن لوگون کو جہاد کی طرف رغبت دلائی گئی تو اُنکو ایسی محبت ہو گئی جیسے حاملہ ماؤن کو اپنے بچون کی پیدائش سے ہوتی ہے ۔

اِن لوگون کو جہاد کی رغبت دلاجاتی ہے تو اسمین حیلہ کرتے ہین اور جہاد کا بند کرنا چاہتے ہین اُن لوگون نے اپنی تلوارین میانون سے نکالین یہ لوگ اپنی تلوارین میانون کے اندر ڈالتے ہین اُن لوگون نے جماعت در جماعت اور صف در صف ہو کر اطراف زمین کو لے لیا یہ لوگ متفرق اور پراگندہ ہو کر اپنے مقبوضہ اطراف زمین کو چھوڑنا چاہتے ہین ۔ اُن لوگون مین سے جو مارے گئے ۔ اونکو تعزیت کی پرواہ نہ ہوئی ۔ یہ لوگ یہ سمجھتے ہین کہ مرنیسے تباہ ہو جائین گے اون لوگون مین سے جو زندہ رہے اُنکو کچھ تہنیت نہین دی گئی ۔ یہ لوگ جو زندہ ہین وہ مشتاق بشارت کے ہین اُن لوگون کے شکم روزہ رکھتے رکھتے پیٹھ سے لگ گئے تھے یہ لوگ شکم سیری اور شکم پروری چاہتے ہین اون لوگون کے لب دعائین مانگتے پژمردہ ہو گئے تھے ۔ یہ لوگ خدا سے دعا مانگنے کی پروا نہ نہین کرتے اُن لوگو نکو کثرت بیداری سے رنگ زرد پڑ گئے تھے یہ لوگ خواب آسائش مین ایسے سو گئے ہین کہ چونکتے ہی نہین اون لوگون کے چہرون پر گرد فروتنی پڑی ہوئی معلوم ہوتی تھی ۔ یہ لوگ اپنے چہرون پر غازہ غرور اور نخوت کا ملے ہوئے ہین ۔" یہ یاد علی مرتضےٰ کی واسطے ترغیب سامعین کہ ہے ۔ تاکہ یہ لوگ اپنی حالت مثل حالت اون لوگون کی بنا دین کہ جنکے اوصاف حمیدہ علی مرتضےٰ ؑ نے بیان فرمائے ۔ اور اس یاد علی مرتضےٰ سے صاف ظاہر ہو جاتا ہے کہ حالت ان مسلمانونکی

خلاف اُن مسلمانون کے تھی۔ کہ جنکو علی مُرتضٰےؑ نے یاد فرمایا۔

چنانچہ اُن لوگون کو یاد کرنے کے بعد علی مُرتضٰےؑ نے فرمایا ہے ہمکو زیبا ہے کہ ہم اُنکے لیئے پیاسے ہون اور اُنکی جدائی پر پشت دست اپنی کو دانت سے کاٹین اور پھر اُن لوگون کو نصیحت فرمائی ہے کہ شیطان تمھارے لیئے ایک طریقہ درست کر رہا ہے اور تمھارے دین کی گراہین کھول رہا ہے اور تمھاری جماعت مین تفرقہ کے پھندے ڈے رہا ہے۔ پس سمجھو تم اور اُسکے وسوسون اور منترون سے رو گردانی کرو اور قبول کرو اپنی خیرخواہی کی بات اُس شخص سے جو تمکو راہ راست دکھاتا ہے اور اپنی گانٹھ مین اُس کی بات باندھ لو۔ اِس تمام ارشاد سے علانیہ واضح ہو گیا۔ کہ علی مُرتضٰےؑ نے اپنے ہمراہیون کی حالت کو قابل افسوس سمجھا ہے۔ اور فقرہ زیر بحث کا مصداق انھین کو قرار دیا ہے۔ نہ اپنے آپ کو۔

اور کچھ اسی خطبہ پر موقوف نہین ہے۔ کہ علی مُرتضٰےؑ نے اُن کو قابل افسوس اور لائق شکایت سمجھا اس سے پہلے بھی دو خطبون مین اُنکی نسبت ایسے ہی قابل افسوس اور لائق شکایت فقرہ فرمائے ہین۔ جنکو خود مصنف مخاطب ڈی او پر نقل کیا ہے۔ اور جسپر بحث ہو چکی ہے۔ ایک کلام مین علیؑ مرتضٰے اون سے مخاطب ہو کر یون فرماتے ہین۔

"خدا غارت کرے تمکو اللہ بیشک بھر دیا تمنے میرا دل پیپ اور بھر دیا تمنے سینہ میرا غصہ سے" دوسرے کلام مین فرماتے ہین "اے پروردگار مجھے اُن لوگون نے تنگ کر دیا ہے اور یہ مجھسے تنگ ہو گئے ہین اور مین اُنکو ستوہ مین لے آیا ہون اور یہ مجھے ستوہ مین لے آئے ہین پس مجھے اُنکی عیوض مین نیک لوگ عنایت فرما اور اُنکے لیئے میری عیوض مین بد شخص

قرار دے" ان تمام ارشادات علی مرتضےٰ سے ظاہر ہے کہ قوم بوجہہ اسکے
کہ بار بار اپنی حالت کو متغیر کر تی تھی اور پے در پے خطائین وقوع
مین لاتی تھی اور کسی طرح اصلاح پذیر نہین ہوتی تھی اور اپنے آپکو
قابل افسوس اور لائق شکایت کے بناتی تھی - قوم کی رنگ برنگ حالت
مین ہوجانے اور ایک حالت سے دوسری حالت پر بدلتے رہنے سے
کوئی اعتراض غلط فہمی یا دہوکا کھانے کا علی مرتضےٰ پر وارد نہین ہوسکتا -
علے مرتضےٰ قوم کی ہر حالت کو عین اُسوقت پر جو اوسکی حالت ہوجاتی تھی
ٹھیک سمجھ لیتے تھے -

مصنف مخاطب جو کثرت فضائل اور مناقب کو دوسری چیز اور انتظام
ملک و تدبیر جنگ کو دوسری چیز قرار دیکر بغیر کسی شک کے قبول کرتے
ہین کہ "جناب امیرؑ کے قلب منور پر کیفیات باطنی کی تجلیات ایسی غالب
تھین کہ وہ ہمہ تن اُس مشاہدات مین محو تھے اور اُنکی رائے کی جتنی قوت
تھی وہ اُسی مین مصروف تھی"

اس تقریر مصنف مخاطب مین صریح اشعار ان امور کا موجود ہے کہ
علی مرتضےٰؑ کے کثرت فضائل و مناقب اور اُنکے قلب منور پر کیفیات باطنی
کی تجلی ایسی تھی کہ جو دوسرے خلفاء کے لیئے نہین تھی بحث باقی یہ رہتی ہے
کہ انتظام ملک اور تدبیر جنگ علی مرتضےٰ کی فضائل و مناقب کو شامل ہے یا
نہین؟ اور اُنکے قلب منور پر کیفیات باطنی کی تجلیات جن کے مشاہدات مین
وہ محو تھے اور اُنکی رائے کی جتنی قوت تھی وہ اوسی مین مصروف تھی اور
انتظام ملک اور تدبیر جنگ اسمین داخل ہے یا نہین؟ مصنف مخاطب کو اپنی
تقریر مین بتانا چاہیئے تھا کہ علی مرتضےٰ کی قلب منور پر جو کیفیات باطنی کی تجلیات

کا غلبہ تھا اور وہ اُنکے مشاہدات مین محو تھی اور اُنکی رائے کی قوت اُس مین
مصروف تھی - تو انتظام ملک اور تدبیر جنگ جو امامت اور خلافت سے
متعلق ہے علی مرتضےٰ کے قلب منور پر کیفیات باطنی کی تجلیات کی غلبہ
اور محویت اون کے مشاہدات اور اُنکی مصروفیت قوت رائے سی کیسے
جدا رہ جاتی تھی اور اُن کا جدا رہنا کیون اور کس طرح سمجھا جا سکے - مذہب
اسلام مین دین و دنیا جدا جدا چیزین نہین ہین -

دین اسلام اور شریعت محمدی کی وضع پر جب ادسنے غور کیا جاتا ہی
تو صاف ظاہر ہو جاتا ہے - کہ اصول تمدن اور انتظام تمدن اور سیاست
مدن سب دین ہے جسمین انتظام ملک اور جنگ کی تدبیرین سب کچھ داخل
ہین - کون وجہ ہے کہ علیؑ مرتضےٰ کے قلب منور پر کیفیت باطنی کی تجلیات
جو غالب تھین اور جنکے مشاہدات مین وہ محو تھے اور اپنی رائے کی قوت
اسی مین صرف کرتے تھے اُس مین انتظام ملک اور جنگ کی تدبیرین شامل
نہ ہو سکین - پیغمبر خدا (جب کہ اُنکو وہ وقت آیا ہے کہ دشمنون سے محفوظ ہین
اور دشمنون کے حملون کو دفع کرین اور دشمنون پر حملہ کرین - کہ جسمین
تدبیر جنگ اور ملک عرب پر قبضہ حکومت اور انتظام ملک سب کچھ داخل
ہے - یعنے زمانہ ہجرت سے تجہیز جیش اُسامہ اور قریب اوس زمانہ تک کہ
جب روح مقدس پیغمبرؐ کے جسم مقدس سے پرواز کر گئی) علی مرتضےٰؑ
سے تخلیہ مین مشورہ کرتے رہتے تھے اور دن مین ایک وقت ایسا ہوتا تھا
کہ تنہائی مین علی مرتضےٰؑ سے راز داری کے امور طے پاتے تھے اور علم و
رایون پیغمبرؐ سے علی مرتضےٰ کو آگاہی ہوتی تھی - بعض دفعہ تخلیہ کو ایسا طول
ہوا ہے کہ دوسرون نے اُسپر رشک کیا ہے - (یہ امور ہمارے رسالہ جات

روشنی مین کتب اہل سنت سے مذکور ہوگے ہین) توکیا کسی کی سمجھ مین آسکتا ہے کہ اُن روزانہ مشورون اور تخلیون اور رازداریون مین تدابیر جنگ اور انتظام ملک شامل نہین تھین جبکہ انھین امور کے لیئے وقت تھا۔

نہین۔ بلکہ یقین کرنا چاہیئے کہ پیغمبر خدا نے ان تمام اُمورکے لیے بھی علی مرتضےؑ کو منتخب کرلیا تھا اور یہ انتخاب درحقیقت اُسی وقت سے جانب اسد عمل مین آیا تھا جبکہ پیغمبر خدا نے۔ اپنے کنبہ کو بہ تعمیل حکم (وانذر عشیرتک الاقربین) کے دعوت اسلام کیلیئے بلاکر ضیافت کی تھی اور اسی مجلس مین علی مرتضےؑ نے کھڑے ہوکر پیغمبرؐ سے کہا کہ مین تمہارا ناصر اور مددگار رہونگا اور پیغمبرؐ نے فرمایا تھا کہ تو میرا وزیر اور خلیفہ ہے" کیا کسیکی سمجھ مین آسکتا ہے۔ کہ پیغمبرؐ خدا اپنے وزیر اور خلیفہ سے امور وزارت اور خلافت کے متعلق تخلیہ اور مشورہ اور رازداریان نہین کرتے تھے۔ ایسے شخص سے کہ جسکو اپنا وزیر اور خلیفہ قرار دیا تھا۔ ہان یہ کہا جاسکتا ہے کہ یہ انتخاب تخلیون اور مشورون اور رازداریون کے لیئے پیغمبرؐ کی طرف سے غلط ہوا تھا۔ لیکن ایسا کہنا بھی خود غلط ہوگا کیونکہ عہد پیغمبرؐ مین علی مرتضےؑ نے جو تدابیر جنگ اور اوسکے ذریعہ سے فتحمندیان اور انتظام ملک کے باتباع پیغمبرؐ عملاً دکھائی ہین (جسکی مفصل کیفیت سوانح عمری پیغمبرؐ خدا اور علی مرتضےؑ سے ظاہر ہوجاتی ہے اور اُسکے نشانات جابجا ہمارے رسالہ جات روشنی مین بھی موجود ہین۔) اُنسے خود بخود ثابت ہوجاتا ہے۔ کہ علی مرتضےؑ قدرتاً ایسے قابل اور لائق تھے کہ پیغمبرؐ خدا تخلیہ مین مشورہ ہر امر کا سوائے علی مرتضےؑ کے کسی دوسرے سے نہین لے سکتے تھے اور علی مرتضےٰ ہی ایسے شخص تھے کہ تمام امور رسالت کو جسمین تدابیر جنگ اور انتظام ملک شامل تھا ٹھیک طورپر اپنی کارگذاری سے

قائم کرتے تھے اور اوسی کارگذاری کی بدولت سندین فضائل اور مناقب کی پیغمبرؐ سے حاصل کرتے تھے اون اسناد فضائل اور مناقب کو جب واقعات تاریخی کی حیثیت سے دیکھا جاوے جو خود کتب اہل سنت مین منقول ہین اور ہمنے بھی اپنی رسالہ جات روشنی مین کسیقدر اُن کا ذکر کیا ہے) تو صاف ظاہر ہوجاویگا کہ تدابیر جنگ اور انتظام ملک کی حیثیت سے بھی علی مرتضےٰ کے فضائل اور مناقب مین بہت کچھ سندین پیغمبرؐ کی عطا کی ہوئی موجود ہین سب سے اعلیٰ درجہ کی فضیلت انسان کے لیے علم ہے۔ اور پیغمبرؐ نے خود فرما دیا ہے کہ "پیغمبرؐ مدینہ علم ہین اور علیؑ اوسکا دروازہ اور علیؑ قرآن کے ساتھ ہے اور قرآن علیؑ کے ساتھ اور علیؑ تم مین اقضا ہے" اور اسی اعتبار سے علیؑ مرتضیٰ نے جنگ صفین مین جبکہ لشکر معاویہ کی طرف سے نیزون پر قرآن دکھائے گئے فرمایا کہ یہ قرآن صامت ہے اور مین قرآن ناطق ہون" پیغمبرؐ نے اپنے اسناد سے جو تصدیق علم علی مرتضےٰ کی کی ہے۔ علم تدابیر جنگ اور انتظام ملک علم علی مرتضےٰ سے اوسی وقت خارج سمجھا جاسکتا ہے کہ جب علم پیغمبرؐ سے بھی خارج سمجھا جاوے۔

علی مرتضےٰ کا تدابیر جنگ اور انتظام ملک اور دیگر امور مین اعلیٰ درجہ کا عالم اور اہل الرائے ہونا اُن واقعات سے بھی ظاہر ہوتا ہے۔ کہ جو بعد پیغمبرؐ عہد خلفاء ثلاثہ مین پیش آئے ہین اور علیؑ مرتضےٰ کی رائے ہمیشہ امور اہم مین لی گئی ہے یا خود انھون نے نصیحت کی ہے۔ حضرت عمرؓ جو بڑی فاتح ملک شام اور ایران کے سبب سے سمجھے جاتے ہین خود اُنھون نے حملہ شام اور ایران کے وقت علیؑ مرتضےٰ سے تدابیر جنگ اور انتظام ملک کیلیے مشورہ کیا ہے اور علی مرتضےٰ کی رائے لی ہے۔

عہد خلفاء ثلاثہ مین جو ایسے واقعات پیش آئے ہین۔ کہ جن مین

علی مرتضیٰؑ سے پوچھا گیا ہے یا خود علی مرتضیٰؑ نے نصیحت کی ہے اُن سے یہ امر مستنبط ہوتا ہے کہ خود خلفاء ثلاثہ علی مرتضیٰ کو اعلیٰ درجہ کا عالم اور اہل الرائے تسلیم کرتے تھے۔

علی مرتضیٰؑ کے خطبات اور اُن کے مکتوبون اور کلامون سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ تدابیر جنگ اور انتظام ملک اور تمام امور دین مین اعلیٰ درجہ کا علم اور قابلیت رکھتے تھے خلفاء ثلاثہ کو اُس وقت خلافت ملی تھی کہ جسوقت پیغمبرؐ اور علی مرتضیٰ کا کیا ہوا انتظام موجود تھا علی مرتضیٰؑ کو خلیفہ اسوقت قبول کیا گیا ہے کہ بوجہ بلوہ کے خلافت پر اور قتل حضرت عثمان کے انتظام خلافت درہم برہم ہوگیا تھا اندرون ملک کیلئے تدبیر جنگ اور انتظام ملک کا خلفاء ثلاثہ کے لئے وقت ہی نہین ہوا تھا اگر انکے عہد مین ایسا برہمی خلافت کا معاملہ پیش آتا اور وہ تدابیر جنگ اور انتظام ملک اپنی رائے سے کرتے تو انکی ستائش موازنہ کی حیثیت سے قابل نظر کے ہوتی۔ قوت مجتمعہ متفقہ مین جسمین علی مرتضیٰؑ نے خلل نہین ڈالا تھا۔ شام اور حصہ ایران کے فتح کرنیکا معاملہ جو بیرون سلطنت تھا اور جسکے متعلق علی مرتضیٰؑ کی رائے لیگئی تھی معاملہ فتنہ و فساد اور بغاوت اندرون سلطنت کی تدابیر جنگ اور انتظام ملک سے موازنہ نہین ہو سکتا۔

اندرون سلطنت جو فتنہ فساد اور بغاوت پھیلی اُسکے فرو کرنے مین علی مرتضیٰؑ نے جو تدابیر جنگ کین اور اونکو فتحمندیان حاصل ہوئین کہ جنمین انتظام ملک خلافت شامل تھا اُس مین علی مرتضیٰؑ کو کامیابی حاصل ہوئی اور جسقدر کہ فتنہ و فساد اور بغاوت باقی رہگئی تھی اگر علی مرتضیٰؑ قتل نہ ہو جاتے تو یقین کرنا چاہیئے کہ وہ بھی فرو ہو جاتی۔ علی مرتضیٰؑ نے اندرون خلافت کے جو فتنہ و فساد اور بغاوت کے رفع کرنے کے لیئے تدابیر جنگ

اور انتظام ملک کے لیے لیکن جس مین کامیابی ہوئی علی مرتضےٰ کی غلطی یا غلط فہمی کھنا یا یہ کھنا کہ انھین تدابیر جنگ یا انتظام ملک کی قابلیت نہین تھی۔ کسی طرح روا اور صحیح نہین ہوسکتا۔ (دیکھو اسی بحث کے متعلق رسالہ روشنی جلد ۵ صفحہ ۵۹)

اور نہ اُس حیثیت سی جس حیثیت سی کہا گیا ہے یہ کھنا مصنف مخاطب کا صحیح ہوسکتا ہے وہ کہ جناب امیر کے قلب منور پر کیفیات باطنی کی تجلیات ایسی غالب تھین کہ وہ ہمہ تن اُنھین مشاہدات مین محو تھی اور انکی رائے کی جتنی قوت تھی وہ اُنہی مین مصروف تھی خلافت زبردستی اونکے سر پر ڈالی گئی " علی مرتضےٰ خلافت اوّل سے لے کر خلافت سوم تک برابر خواہش خلافت کی اور اپنے حق کا اظہار اور دعوی اور خلفاء ثلاثہ کے نصب پر اعتراض کرتے رہے اور ان تینون عہد خلافت مین جب اُن سے رائے لی گئی۔ یا جب اونکو موقع ملا اسلوبی خلافت کو لیے اور اوسکی بہبودی اور ترقی کے لیے رائے برابر دیتے رہے اگر اُن مین اعلی درجہ کی قابلیت انتظام ملک اور تدبیر جنگ کی نہین تھی تو اُن کی رائین کیون لے جاتی تھین اور اُنکی رائون کو کیون پسند کیا جاتا تھا۔

البتہ مرتبۂ چہارم میں اُس زمانہ مین علی مرتضےٰ بیدل ہو گئے تھے اور حالت خلافت کی برہم درہم ہو گئی تھی اور یہ برہمی درہمی صرف اسی وجہ سے ہوئی تھی کہ خلاف اصول سلطنت اور مخالف ایماء خدا اور رسول کے علی مرتضی اعلی اور افضل قابلیت رکھنے والے خلافت کو سلطان اور خلیفہ قبول نہ کرکے اُنکے غیرون کو خلیفہ اور بادشاہ بنایا تھا۔ اگر علی مرتضےٰ کو بعد وفات رسول خلیفہ قبول کیا جاتا تو نوبت بیدلی علی مرتضےٰ اور برہمی درہمی خلافت کی نہ پہونچتی۔

بیشک وقت قتل حضرت عثمانؓ کے جب حالت خلافت کی نہایت خراب ہو گئی اور مدینہ کے تمام موجودہ اہل الرائے نے یہ دیکھا کہ سوائے علی مرتضےٰ کے کوئی حالت خلافت کو درست نہ کرسکیگا کہ اُسوقت "خلافت زبردستی اُنکے سر پر ڈالی گئی جس سے وہ بچنا چاہتے تھے" لیکن بیعت کرنے والونکی حضوری ہی نے اون پر حجت تمام کردی اور اونکو قبول خلافت پر مجبور کیا۔

مگر پھر جیسے کہ ابتدا مین خلافت کے لیئے اونکو قبول نہین کیا گیا باوصف اسکے کہ اوسکے مستحق خلافت اور قابلیت کار خلافت سے کوئی انکار نہین کرتا تھا اور انتظام ملک اور تدبیر جنگ اور انفصال قضایا مین اونکی رائے وہدایت اور اُنسے مدد لی جاتی تھی۔

(جس سے ظاہر ہے کہ خود خلفاء ثلاثہ اونکو علی اور افضل کار خلافت کیلیئے جانتے تھے) ویسے ہی پھر بعض لوگون نے مثل حضرت طلحہ اور زبیر اور بی بی عائشہ کے اون کی خلافت سے انحراف کیا اور بعض لوگون نے مثل حضرت معاویہ کے اونکو خلافت کے لیئے قبول نہ کیا جس سے ظاہر ہے کہ کسی وقت مین خواہ وقت تقرر خلفاء ثلاثہ کے خواہ بعد قبول کیے جانے کے خلافت کے لیئے درجہ چہارم مین علی مرتضےٰ کو اس خیال سے کہ "وہ کیفیات باطنی اور مشاہدہ انوار قدس کی اونکو پوری فرصت اور آزادی دی جاوے اور انتظامی معاملات مین نہ پھنسایا جاوے" کار خلافت سے علٰحدہ نہین رکھا اور علیحدہ کرنا نہین چاہتے تھے۔ اگر یہی وجہ تھی تو عہد خلفاء ثلاثہ مین کیون اونکو انتظام ملک اور تدبیر جنگ اور انفصال قضایا کے لیئے رائے اور ہدایت اور مدد حاصل کرنے کے واسطے تکلیف دی جاتی تھی۔ اور کیون مرتبہ چہارم مین اونکو خلیفہ قبول کیا گیا اور اون کی پوری فرصت اور آزادی کیفیات باطنی اور

مشاہدہ انوار قدس کو کیون رد کا گیا اور اونکی مرحمت بہ تنزل کیون لائی گیا اور کیون انتظامی معاملات مین پھنسایا گیا۔ اس سے ظاہر ہے ۔ اور تمام تمام واقعات تاریخی دیکھا رہی ہے کہ خلفاء ثلاثہ نے جاہ لیے خلافت کو حاصل کیا اور بعد قبول خلافت کے مرتبہ چہارم مین علی مرتضےٰ سے انحراف کیا گیا۔ اونکی وجہ خواہشات نفسانی تھین نہ کچھ اور غیر صائب ہونا اس رائے کا کہ بعد وفات رسولؐ علی مرتضےٰؑ کو خلیفہ قبول نہ رکھا گیا اور مرتبہ چہارم مین اونکی خلافت سے انحراف کیا گیا ہم پہلے دکھا چکے ہین کہ ایسی رائے نے اشاعت مذہب اسلام کو تمام روئے زمین پر مسلمانون کی قوم کو ضرر اور نقصان پہونچایا اور یہ بھی دکھا چکے ہین کہ خلافت ثلاثہ کی عہد حکومت اور کثرت فتوحات کا مقابلہ جناب امیرؑ کے عہد خلافت کے واقعات سے کرنا سخت غلطی ہے اور یہ بھی دکھا چکے ہین کہ علی مرتضےٰ نے کبھی اپنی رائے نہین بدلی نہ مفسدون کے دہمکانے سے ڈر گئے ۔ اور نہ وہ قاتلان عثمانؓ کے ہاتھ مین کبھی مجبور ہوئے بلکہ تغیر جیسا حالت قوم کا ظہور مین آتا گیا اوسی کے موافق وہ اپنی رائے صحیح قائم کرتے گئے ۔ اگر وہ مفسدون کے دہمکانے سے ڈر جاتے اور قاتلان عثمان کے ہاتھ مین مجبور ہوتے تو انھین مفسدون اور انھین قاتلون کے مونھ پر مجمع عام مین اون کی بار بار تغیر حالت پر اور اپنی نافرمانی کرنے پر اور اپنی اطاعت سی باہر ہو جانے پر ہرگز نہایت سختی اور شدت سے اونکی مذمت اور ملامت اور افسوس ظاہر نہ فرماتے ۔ ہر حالت موجودہ پر اور ہر وقت کی ضرورت کے لحاظ سے علی مرتضےٰ صحیح رائے قائم کرتے تھے اور حکم دیتے تھے ۔ حالت مابعد پر رائے اور حکم دینے سی یہ اعتراض کرنا ۔ یا نتیجہ نکالنا کہ حالت اوّل کی وقت غلط فہمی ہوئی خود مصنف مخاطب کی غلط فہمی ہے ۔

مصنف مخاطب ایک مثال غلط فہمی امام محمد باقر علیہ السلام کی یون ظاہر کرتے ہین وہ اصول کافی کی باب کراہتہ التوقیت مین مذکور ہے کہ جب اللہ نے خروج مہدی کے لیے سنہ ۷۰ مقرر کیے تھے تو امام باقر علیہ السّلام نے اپنے اصحاب سے فرمایا کہ ہمنے تمکو اسکی خبر کر دی اور تمنے اس راز کو مشہور کر دیا - اس لیے اللہ نے اُس وقت کو ٹال دیا اور آئندہ اوس کا کوئی وقت مقرر نہ کیا۔

اس روایت سے یون استدلال کرتے ہین کہ امام باقرؑ وغیرہ ائمہ نے نااہلون سے اس راز کو ظاہر کیا تھا پس اگر اونکو پہلے سے نااہل جانتے تھے تو اونسے راز کھنا گناہ کبیرہ تھا اور اگر دہوکا کھایا اور اہل نااہل کا تمیز نہ ہوا تو یہ غلطفہمی تھی۔

یہ روایت وہی ہے جسکو مصنف مخاطب نے اپنے رسالہ جلد اوّل کی نمبرے پر نقل کرکے دوسری نوعیت سے اعتراض کیا تھا - اور جسکی حقیقت ہمنے اپنے رسالہ حصہ اوّل اکتوبر سنہ ۱۸۹۳ء کے صفحہ ۴۶) پر دکھائی ہے اور پھر اسی روایت اور اسی کی ہم قسم دوسری روایتون پر ہمارے رسالہ جلد ۳ نمبر ۴) مین صفحہ ۴۷ اسے بحث ہوئی ہے -

مصنف مخاطب نے جو اس روایت مین یہ ظاہر کیا ہے کہ جب اللہ نے خروج مہدیؑ کے لیے سنہ ۷۰ مقرر کیے تھے یہ بیان اون کا غلط ہے - روایت مین مطلق ذکر خروج مہدیؑ کا نہین ہے - بلکہ روایت مین یہ ہے -

بیشک اللہ تبارک وتعالے کے (نزدیک) تھا وقت اس امر کا سنہ ۷۰ مین پس جبکہ قتل کیے گیے حسینؑ علیہ السّلام سخت غضب اللہ کا ہوا اہل زمین پر پس تاخیر ہوئی سنہ ۱۴۰ تک پس بیان کیا ہمنے تم سے اور ضائع کیا تمنے بات کو اور کھول دیا تم نے پردہ بھید کا اور نہ گردانا اللہ نے اُسکے لیے بعد اُسکے کوئی وقت ہمارے پاس وہ محو کرتا ہے اللہ جو کچھ چاہتا ہے اور ثابت کرتا ہے

لہ یہ ترجمہ روایت کا جو کلام امام ہین ہے، یَمحُو اللّٰہُ مَا یَشَاءُ وَعِندَہٗ اُمُّ الکِتَابِ ۱۲

اور اُسکے پاس اُم الکتاب ہے" کہا ابو حمزہ نے کہا کہ مین نے اس حدیث کا ذکر کیا امام جعفر صادق علیہ السلام سے انھون نے فرمایا تحقیق ایسا ہی تھا"

اِس روایت سے ظاہر ہے کہ خروج مہدی علیہ السلام کا تعین کچھ ذکر نہین ہے۔ بلکہ یہ حدیث اس امر سے متعلق ہے کہ خلافت خاندان رسالت مین کسی کسی وقت آنے کو تھی اور نہ آئی۔ امام علیہ السّلام نے جو جو وقت بیان فرمائے ہین اُس اُس زمانہ مین ایسے ایسے سامان اور اسباب مہیا ہو گئے تھے کہ خلافت خاندان رسالت مین آجاتی اسی اعتبار سے امام علیہ السّلام نے فرمایا ہی کہ وہ اوقات خدا کے نزدیک ایسے تھے کہ خلافت خاندان رسالت مین آجاتی۔ مگر دوسرے وجوہ اور اسباب ایسے پیدا ہو گئے کہ خلافت خاندان رسالت مین نہ آئی خلافت کا خاندان رسالت مین آنا نہ آنا تقدیر الٰہی ہے اور اسی نظر سے امام علیہ السّلام نے آیت اِلٰہی کا ذکر کیا کہ محو کرتا ہے اللہ جس چیز کو چاہتا ہی اور ثابت کرتا ہی اور نزدیک اوسکے اُم الکتاب ہی" مگر باعتبار فطرت انسانی کے کہ جو خدا کی قدرت سے وضع ہوئی ہے انسان اپنے اعمال اور افعال کا مختار رکھا گیا ہے اور قوم اپنی حالت کو متغیر کرتی ہے چنانچہ خدا فرماتا ہی کہ "وہ خدا کسی قوم کو متغیر نہین کرتا بلکہ قوم اپنے آپ کو اپنے نفسون سے متغیر کرتی ہے" اور یہ ہی مُراد ہے کہ "وہ محو کرتا ہی اللہ جس چیز کو چاہتا ہے اور ثابت کرتا ہی اور پاس اُسکے ام الکتاب ہی" یعنے جب قوم اپنے آپ کو خود متغیر کرتی ہی تو اُس کا علم خدا کے عندیہ مین ہوتا ہی۔

جسوقت کہ حضرت امام حسین علیہ السّلام قتل ہوئے اوس زمانے

مین بیشک ایسی حالت تھی کہ خاندان رسالت مین خلافت آجائے اوس وقت
سے اسوقت تک کسی مسلمان کے ذہن مین یہ آسکتا ہے کہ قوم مسلمانونکی بمقابلہ
یزیدؑ کے حضرت امام حسینؑ کو خلیفہ قبول نکرے - یا قبول کرکے منحرف ہوجائے
اور یزید کی طرف سے حسینؑ علیہ السلام کو قتل کرڈالے اسی تغیر حالت قوم
نے خلافت خاندان رسالت مین نہ آنے دی اور جسوقت کہ قوم مسلمانون
نے کوفہ مین حضرت مسلمؑ کے ہاتھ پر بیعت حضرت امام حسین علیہ السلام کی
لیلی جیت کی اوسوقت کسی کے ذہن مین یہ آسکتا تھا کہ وہی قوم منحرف
ہوکر حضرت مسلمؑ اور حضرت امام حسین علیہ السلام کو قتل کرڈالیگی - حضرت
امام حسینؑ علیہ السلام نے جو مکہ سے کوفہ کا سفر اختیار کیا تھا وہ بہ اعتبار حالت
قوم کے تھا جو اسوقت حالت قوم کی تھی اگر قوم اپنی حالت کو متغیر نہ کرتی
توپھر شبہہ نہین ہی کہ سنہ ۶۰ تک خلافت خاندان رسالت مین آکر محکم ہوجاتی
جسکا اشارہ اس حدیث امام علیہ السلام مین ہی - لیکن قتل حضرت امام حسینؑ
علیہ السلام کا سنہ ۶۱ ہجری مین واقع ہوگیا - سنہ ۱۴۰ مین زمانہ منصور دوانیقی کا
تھا اور محمد اور ابراہیم اولاد حسن علیہ السلام کا خروج مشہور رہے اوسکے عہد
مین امام اہلبیتؑ اور شیعون کو امید اس بات کی تھی کہ خلافت خاندان رسالت
مین آجاے جسکے سامان اور اسباب مہیا ہوچکے تھے - مگر راز کے فاش
ہوجانیسے خلیفہ عہد نے اُسکے خلاف انتظام کرلیا اور خلافت خاندان
رسالت بنی فاطمہ مین نہ آسکی اور امام زمانہ خلافت پر مسلط نہ ہوسکے جس
وقت امام زمانہ نے شیعون پر اپنا راز ظاہر کیا تھا اسوقت اُنکی حالت بیشک
ایسی ہی تھی کہ امام اہلبیت راز کو اون سے مخفی نرکھتے اور اُسوقت ضرورت
اس بات کی تھی کہ اون لوگون سے راز ظاہر کیا جاسئے اور اُس وقت

وہ لوگ قطعی رازداری کے قابل سمجھے جاتے تھے اسوقت امام اہلبیت سے کوئی غلط فہمی نہین ہوئی البتہ اون شیعون رازدارون سے غلطی ہوئی کہ انھون نے اوس راز کا افشا نا وقت کردیا۔ حالت مابعد سے حالت ما قبل کی نسبت یہ کھنا کہ حالت اوّل پر غلط فہمی ہوئی کسی طرح صحیح نہین ہو سکتا۔ اسباب کو سوائے خدا کے کوئی نہین جان سکتا۔ کہ کل کیا واقعہ پیش آویگا اور کل کسکی حالت متغیر ہو جائیگی۔

مصنف مخاطب ایک مثال غلط فہمی امام محمد باقر علیہ السلام کی یون ظاہر کرتے ہین کہ امام باقر علیہ السلام کو اتفاقات زمانہ سے ایک ایسا طعام طیب نعمت غیر مترقبہ مل گیا تھا جسکے کھانے والے کے لیئے خواہ وہ عمل کرے یا نکرے جنّت واجب ہو جاتی تھی اُسکو جناب امام نے ایک اپنے غلام کے پاس امانت رکھا اور حکم کیا کہ اِس امانت کو رکھ مین تناول کرونگا مگر وہ غلام نافرمان اور خائن اُس مال طیب کو بلا اجازت امام خود کھا گیا پس امامؑ نے جو اُسکو امین سمجھا تھا یہ اُنکی غلط فہمی تھی۔

مصنف مخاطب اپنے اس بیان کی سند کیلیئے کتاب من لایحضرہ الفقیہ باب المکان للحدث سے ایک روایت نقل کرکے یہ ترجمہ کرتے ہین "

"داخل ہوئے امام باقر علیہ السلام پاخانے مین تو پایا روٹی کا ایک ٹکڑا جو گوہ مین پڑا تھا تو اٹھا لیا اوسکو اور دہویا اور ایک غلام کے حوالہ کردیا جو اونکے ساتھ تھا اور فرمایا کہ یہ ٹکڑا تیرے پاس رہنے جب مین نکلونگا تو اسکو کھاؤنگا پھر جب امام پاخانے سے باہر تشریف لائے تو غلام سے پوچھا کہ لقمہ کہان ہے غلام نے کہا کہ ابن رسول اللہ مین اُسکو کھا گیا۔ امامؑ نے فرمایا کہ وہ نہ پہونچے گا کسی کے معدہ مین مگر واجب ہو جائیگی

اُسکے لیئے جنت پس چلا جا تو آزاد ہے مین ناپسند کرتا ہون کہ کسی ایسے شخص سے خدمت لون جو جنت والا ہو"

مصنف مخاطب یہ اعتراض کرتے ہین کہ "اس روایت سے یہ بھی ظاہر ہوگیا کہ ائمہ اہل جنت سے خدمت نہین لیتے تھے اور چونکہ سب آئمہ کی حالت ایک سی ہوتی تھی تو اب فرمایئے کہ رسُول نے اور آئمہ نے جن لوگون سے خدمت لی ہے جیسے بلال اور قنبر وغیرہ اُنکی کیا حالت ہوگی"

مصنف مخاطب یہ حجت بھی کرتے ہین کہ "جب یہ بات معلوم ہوگئی کہ بعض صورتون مین شارع معصوم کی نافرمانی مین بھی جنت ملتی ہے تو قصہ قرطاس مین عمرؓ پر کیا الزام ہے"

پھر شیعون پر یہ تعجب کرتے ہین "کہ شیعان امام سنت امام کو چھوڑکر تلاش معاش مین سرگردان ہین ایسی غذائے لطیف اور لقمۂ طیب کی تلاش کیون نہین کرتے کہ ہم خرما و ہم ثواب ہو لذت زبان اور سیری شکم کے علاوہ جنت مُفت ملتی ہے"

یہ روایت متعلق مسئلۂ طہارت کے ہے کہ جو ایک جزو شریعت محمدی کا ہے اور جسکا مقصود یہ ہے کہ اگر کسی چیز کو ماکولات مین سے قاذورات لگجائین۔ تو وہ چیز پانی سے طاہر ہو سکتی ہے اور اسکے کھانے سے نفرت کرنا نہین چاہیے یہ ظاہر ہے کہ جو کوئی ایسے ماکولات کے کہانے سے کہ جو طاہر کرلی گئی ہو منکر یا متنفر ہوگا حقیقت مین وہ ایک مسئلۂ طہارت شرعیہ کا منکر اور اُس سے نفرت رکھنے والا ہوگا۔

جو کوئی کہ کسی مسئلۂ طہارت شرعیہ سے منکر یا متنفر ہوگا اوسکے جہنمی ہونے مین کوئی شبہہ نہین ہو سکتا۔ اور جو کوئی کہ مسئلۂ طہارت پر

رغبت اور عمل کرنے والا ہوگا لازم ہی کہ وہ جنتی ہو۔
امامؑ کا دراصل کام یہ ہی کہ وہ ہر ایک مسئلہ شریعت کو اپنے عمل سے دکھاتے تاکہ لوگون کو اُس مسئلہ کی صحت پر شبہہ نرہے اسی نظر سے امام علیہ السلام نے اُس روٹی کے ٹکڑے کو قاذورات سی نکال کر اور طاہر کرکے حوالہ غلام کے کیا اور یہ ارادہ ظاہر فرمایا کہ خود امام علیہ السلام اوسکا استعمال کرین گے تاکہ عمل امامؑ سے اس مسئلہ شریعت پر کسیکو شبہہ نرہے اور کسی کو اس مسئلہ طہارت سی انکار۔ یا اوس سی نفرت پیدا نہ ہو غلام کو امام علیہ السلام کے اس ارشاد سی یقین ہوگیا کہ امام علیہ السلام اپنے عمل سے اس مسئلہ طہارت کو دکھائنگے اور وہ اس ٹکڑہ طاہر شدہ کے استعمال سی نفرت کرنی نہین چاہیے جس سی انکار ایک مسئلہ طہارت شریعت کا لازم آتا ہی اور ایسی حالت مین اس مسئلہ طہارت پر عمل کرنیسے جنتی ہونا لازمی ہے اور اُسکے انکار یا نفرت پیدا ہونیسے جہنمی ہونا لازم آتا ہی اس سے غلام نے اُس ٹکڑیکو کھالیا تاکہ یہ بات ظاہر ہو جائے کہ جس مسئلہ طہارت کو امام علیہ السلام اپنے عمل سی دکھانا چاہتے تھے اوسپر اوسنے عمل کر لیا اور اُس مسئلہ کے انکار یا اوس سی نفرت پیدا ہونیکے باعث وہ جنتی ہوگیا اور امام علیہ السلام نے اسی بناء پر اوس غلام کا جنتی ہونا ظاہر فرمایا۔ اور نفس یہی عمل غلام کا جس سی صحت مسئلہ طہارت شرعی کا ثابت ہونا لازم آتا ہے۔ ایک عمل عظیم تھا اور وہ اوس غلام کے جنتی ہونے کی لیئے بس ہے۔

امام علیہ السلام مسئلہ غلامی اور آزادی کے متعلق منشاء پیغمبر صلعم کو بخوبی سمجھتے تھے کہ جہانتک ہوسکے انسان قید غلامی سی آزاد کیا جائے اور غلامون کی

ساتھ وہ ہی برتاؤ کیا جائے جو آزادون کے ساتھ کیا جاتا ہی ایسی - جہ سی امام علیہ السلام آزادی کو نہایت پسند فرماتے تھے اور اپنے عمل سی اپنی پسندیدگی دکھاتے تھے جیسا کہ امام علیہ السلام نے اوس غلام کو جسنے ہدایت امامؑ کی بموجب ایک مسئلہ طہارت شریعت کو اپنے عمل سے ثابت کر دیا فوراً اور بلا توقف آزاد فرمایا -

پیغمبرؐ اور آئمہ اہلبیت نے بلالؓ اور قنبرؓ اور مثل اونکے دوسرون سی غلامی اور آزادی دونون حالتون مین خدمت لی ہے - فرق یہ تھا کہ خدمت حالت غلامی کی معاوضہ مین ہوتی تھی اور آزادی کیحالت مین وہ خدمت اُن آزادون کی اپنے اختیار اور خوشی سے ہوتی تھی صرف بہ لحاظ اعتقاد کی جو مذہب اسلام قبول کرنیکے سبب سی وہ نسبت پیغمبرؐ اور آئمہ اہلبیتؑ کے رکھتی تھی - اور جسکے سبب سی اونکو عزت اور فخر اور اجر عظیم حاصل ہوتا تھا اون آزاد شدون کی وہ خدمت اُسی حیثیت سی ہوتی تھی کہ جو ایسے لوگ بلا معاوضہ کرتے تھے جو کبھی غلام نہ ہوئے ہون اور حُر ہون - اور غلامون کو بعد مسلمان ہو جانیکے پیغمبرؐ اور آئمہ خاص خاص موقعون پر آزاد کر دیتے تھے - جب اونکی حالت قابل آزادی کے پاتے تھے جس سی اخلاق پیغمبرؐ اور آئمہ کا قابل تسلیم ہو جاتا تھا -

امام علیہ السلام نے اوس غلام کو آزاد کر کے جو فرمایا ہی کہ مین ناپسند کرتا ہون کہ کسی ایسے شخص سی خدمت لون جو اہل جنت سی ہو اوس سے صرف مقصود یہ ہی کہ اہل جنت کو حالت غلامی مین رکھنا اور حالت غلامی مین اوس سی خدمت لینا ناپسندیدہ ہی اور یہ ایک خاص موقع غلام آزاد کردینیکا اور امامؑ کی حُسنِ اخلاق کی ثابت ہونیکا تھا -

اِس حقیقت کے ظاہر ہونیکے بعد وہ خارشہ مصنف مخاطب کا کہ آئمہ اہل جنت سی خدمت نہین لیتے تھے اور رسول اور آئمہ نے خدمت لی ہے کسی طرح باقی نہین رہ سکتا۔

مصنف مخاطب کا یہ اعتراض کہ غلام نے امانت مین خیانت اور نافرمانی امام علیہ السلام کی کی بالکل غلط ہی وہ ٹکڑا روٹی کا اُفتادہ اور مال لقطہ سی تھا ملکیت امام علیہ السلام کا نہین تھا اور غلام اِس اُمر کو جانتا تھا کہ وہ مال لقطہ ہی اور ملکیت امام نہین ہی اور امام علیہ السلام نے اوس ٹکڑے روٹی کو امانتاً اوسکی سپرد نہین کیا تھا اور نہ روایت مین کوئی لفظ ایسا ہی جس سی امانتاً اوسکے سپرد کرنا ظاہر ہو بلکہ روایت سے صاف ظاہر ہی کہ مال لقطہ امام علیہ السلام نے حوالہ غلام کے کیا تھا اور یہ ظاہر فرمایا تھا کہ امام مسئلہ طہارت خود اپنے عمل سی دکھا دین گے اور غلام کو منع نہین کیا تھا کہ تو اوسکو نہ کھانا۔ غلام نے امامؑ کی اِسبات پر یقین کرکے کہ امام علیہ السلام ایک مسئلہ طہارت کی صحت کو ہم لوگون کی ہدایت کیلئے اپنے عمل سے دکھانا چاہتے ہین خود اُسی نے جو اُس ٹکڑے روٹی کو کھالیا اور مسئلہ طہارت پر موافق منشاء امام علیہ السلام کے عمل کیا تو ایسی حالتمین نہ اوس مال پر کہ لقطہ تھا اطلاق امانت کا ہوسکتا ہی اور نہ غلام خائن اور نافرمان قرار پاسکتا ہی۔ بلکہ وہ اعلی درجہ کا مطیع اور فرمان بردار قرار پاتا ہی۔ کہ جسنے امام علیہ السلام کو واجب الاطاعت مانکر مسئلہ طہارت پر اُسی طرح سی عمل کیا کہ جسطرح مسئلہ طہارت کو امام علیہ السلام اپنے عمل سے دکھانا چاہتے تھے۔

یہ عبارت اِس روایت سی ہرگز نہین پیدا ہوتی ہے کہ شارع معصومؑ

کی نافرمانیسے بھی جنت ملتی ہی بلکہ اس روایت سے صریح ظاہر ہی کہ شارع معصوم کی فرمابرداری اور اطاعت سے جنت ملتی ہی۔ اور قصۂ قرطاس کا الزام حضرت عمرؓ پر سے رفع نہین ہوسکتا جسکے رفع کرنیکا مصنف مخاطب اس موقع پر قصد کرتے ہین۔ پیغمبرؐ نے جسوقت یہ فرمایا تھا کہ دے لے آؤ میرے پاس کاغذ و دوات تاکہ مین لکھ دون تمکو ایسی کتاب کہ میرے بعد گمراہ نہ ہوئے اُسوقت اگر حضرت عمر دوات قلم لاکر خود وہ کتاب لکھدیتے کہ جو پیغمبرؐ کا منشا رتھا تو یہ الزام حضرت عمرؓ پر عائد نہین ہوسکتا تھا کہ پیغمبرؐ نے تو فرمایا تھا کہ مین وہ کتاب لکھ دون اور حضرت عمرؓ نے موافق منشا پیغمبرؐ کے وہ کتاب لکھ دی۔ بلکہ یہ فعل اونکا ایک اعلی درجہ کا فضل اطاعت اور فرمابرداری کا سمجھا جاتا اور اُسوقت حضرت عمر مثل اُس غلام امام محمد باقر علیہ السلام کے سمجھے جاتے کہ جیسے مسئلۂ طہارت کو امامؑ علیہ السلام نے اپنے عمل سے قائم کرنے کا ارادہ ظاہر کیا تھا اُس مسئلہ کی صیحت کو اُس غلام نے اپنے عمل سے موافق منشار امام کے ثابت کردیا۔ ویسی ہی حضرت عمرؓ اوس امر ہدایت کو جسکے لکھنے کے لیے پیغمبرؐ نے اپنا ارادہ ظاہر کیا تھا خود لکھدیتے۔ لیکن حضرت عمرؓ نے بجائے اسکے کہ جو عمل پیغمبرؐ کرنا چاہتے تھے وہ ہی عمل خود کرتے یہ کیا کہ حجت کرکے پیغمبرؐ کو اس عمل سے باز رکھا۔ ایسی حالت مین وہ الزام نافرمانی کے عائد ہونے سے محفوظ نہین رہ سکتے۔ یہ ظاہر ہے کہ غلام کی حالت جسکا ذکر اس روایت مین ہے مثل حالت حضرت عمرؓ کے اُسوقت ہوتی کہ جب امام علیہ السلام نے پائخانہ سے باہر تشریف لاکر غلام سے پوچھا کہ وہ لقمہ کہان ہی اور غلام اُسکے جواب مین کہتا کہ وہ لقمہ موجود ہے مگر مین یہ لقمہ

آپ کو ہرگز کھانے نہین دون گا۔ اِس صورت مین اِس روایت سے نہ یہ معلوم ہوتا ہی کہ بعض صورتون مین شارع معصوم کی نا فرمانی مین بھی جنت ملتی ہے نہ قصہ قرطاس مین جو الزام حضرت عمرؓ پر ہے وہ ٹل سکتا ہے شیعان ائمہ نے سنت امام کو کبھی نہین چھوڑا وہ تلاش معاش جائز اور غذا ی لطیف و لقمہ طیب مین ہمیشہ رہے اور رہتے ہین۔ اُنھون نے کبھی حرام کو حلال اور حلال کو حرام اور نجس کو طاہر اور طاہر کو نجس خلاف شریعت نہ سمجھا نہ قرار دیا جن لوگون نے کہ خلافت خاندان رسول پر ناحق قبضہ کیا اور خلاف حق متصرف ہوئے اور حق کو ناحق اور ناحق کو حق قرار دیا اور اُس دولت سے کہ جو اونکے لیے غیر طیب اور غیر طاہر بلکہ نجس اور متنجس تھی ظاہرہ غذاے لطیفہ مثل شراب وکباب کی تناول فرماتے رہے وہ غذا بموجب مسلہ شریعت کی درحقیقت باطن مین قاذورات کے برابر ہے۔ ایسے لوگ جنکو ایسی غذاے لطیف اور لقمہ طیب بہم پہونچتے رہے ہین اور جس کے کھانے کے وہ عادی ہوگئے ہین اونکو کچھ ضرورت ایسی غذا کی تلاش کی بلا شک نہین رہی ہے کہ جس کی ہدایت مصنف مخاطب شیعون کو کرتے ہین۔

اہل سنت کو اپنے یہان کے مسائل طہارت اور نجاست پر نظر کرنی چاہیے (دیکھو دُرمختار اور ردمحتار) نجس چیز خواہ برتن ہو خواہ کھانے کی شے مستعمل پانی سے اور سرکہ اور گلاب ورد ودھ سے اور جس حیوان کا گوشت کھاتے ہون اوسکے پیشاب سی (جو اونکے نزدیک خود نجس ہے) پاک ہو جاتی ہے یہانتک کہ لعاب ذہن سے۔ جس چیز مین مسام نہ ہون جیسے ناخن اور آئینہ اور شیشی اور چکنا برتن اور غیر منقوش چاندی کی ٹکرے سے پونچھنے سے پاک ہو جاتی ہی اُس نجاست کا جرم ہو یا نہ ہو وہ نجاست تر ہو یا خشک ہو اِن مسلہ سے

قائلین کو چاہیئے ۔ کہ چینی کی رکابی یا پیالہ جو بول و براز سے نجس ہو جائی ۔ اوسکو پونچھ کر بے تکلف اوس مین کھانا کھالین ۔ نجس گھی زیادہ جوش اور نجس گوشت جوش سے پاک ہو جاتا ہے ۔ ایسے گھی اور گوشت سے اغذیۂ لطیف طیار کر کے تناول فرمانا چاہیئے ۔ اور کھانیکی دیگ مین شراب ڈال دی جائی ۔ پھر سرکہ ڈال دیا جائے ۔ اور وہ ترش ہو جائے اوسکے کھانے کا کچھ مضائقہ نہین ہے ۔ ایسے مزیدار کھانے کو ہرگز ترک کرنا نہین چاہیئے ۔ خشک منی بھی جہان کھین لگی ہو اوسکا میل رگڑنے اور چھیلنے سے پاک ہو جاتا ہے ۔ اونا پاک روئی دُھنتے سے پاک ہو جاتی ہے ۔ ایسے لباس جسمین منی رگڑ ڈالی ہو ۔ اور ناپاک روئی دُھنی ہوئی سے لباس تیار کرا کے زیب تن فرمانا چاہیئے ۔ تاکہ جیسی غذائی لذیذ ہو ویسا ہی نفیس لباس ہو ۔

بدن کے صاف کرنے کے لیئے بھی عمدہ صابون تجویز کیا گیا ہے ۔ نجس روغن اوسکا صابون بنانے سے پاک ہو جاتا ہے اور یہ سمجھتے ہین ۔ حقیقت مین جو لوگ ایسے صابون سے بدن کو صاف کرین اور ایسے لباس پہنین اور ویسی غذائین کھائین اون کو اور کسی مطہرات کے تلاش کی ضرورت نہین ہو سکتی ۔

جس روایت پر امام اہلبیت کی اعتراض کیا جاتا ہے اُس مین یہ ثابت کرنا چاہیئے تھا کہ وہ ٹکڑا روٹی کا جو قاذورات مین پڑا ہوا تھا دھونے سے پاک نہین ہو سکتا تھا ۔ جس پر یہ الزام لگ سکتا کہ امام علیہ السلام نے نجس کو طاہر اور حرام کو حلال قرار دیا جیسا کہ ہم نے مختصر حالت آئمہ اہل سنت کے دکھائی ۔

مصنف مخاطب نے ابتک جو مثالین غلط فہمی انبیاؑ اور آئمہ کی

دکھائی تھیں اور عائشہ صدیقہ کو جھٹلایا تھا انسے منقول روایت غضبناکی اور ناخوشی جناب سیدہؑ کی بابت انکی حقیقت ہم دکھا چکے اور اس جلد ششم کو ختم کرتے ہین۔ آئندہ جو مثالین مصنف مخاطب نے غلط فہمی ملائکہ کی دکھائی ہین انکی حقیقت انشاء اللہ جلد ہفتم سنہ ۱۹۰۰ع مین دکھائی جائے گی۔

راقم مین ہون وہی خاص شیعہ

مختصر فہرس مضامین جلد ہذا

نمبر شمار	نام معاونین	تعداد
۷۸	جناب سید محمد عسکری صاحب ضلعدار	سے ر
۷۹	جناب سید محمد نصیر صاحب ضیا	سے ر
۸۰	جناب قاضی سید نور الدین علیخانصاحب بہادر بابقایا	عہ ر
۸۱	جناب مرزا محمد عباس علیخانصاحب بہادر	عہ ر
۸۲	جناب قاضی سید حسین خانصاحب بخشی رجسٹرار	سے ر
۸۳	جناب ماسٹر سید کاظم علیصاحب	سے ر
۸۴	جناب مولوی سید آل احمد صاحب وکیل	سے ر
۸۵	جناب بابو سید محمد تقی صاحب بابت بقایا	عہ ر
۸۶	جناب سید غلام امام صاحب سپرنڈنٹ پولیس معہ بقایا۔	عہ ۸ ر
۸۷	جناب سید احمد حسین صاحب سرشتہ دار محکمہ سروے	سے ر
۸۸	جناب حکیم سید میر نصاحب مجملہ بقایا	عہ ر

جن چند بزرگوارون کے ذمہ ابھی سنہ ۹۸ء جلد پنجم کا چندہ باقی ہے وہ بھی براہ کرم اگر جلد ششم سنہ ۹۹ء کے ساتھہ ہی بھیجدین تو بڑی عنایت ہو۔ ہمین تو بار بار تقاضا کرتے ہوئے حجاب معلوم ہوتا ہے۔

العبد مرزا عبد التقی قزلباش اڈیٹر روشنی

دفتر روشنی سے ذیل کی کتابین نقد قیمت آنے پر یا بذریعہ ویلیو پارسل بھیجی جاسکتی ہین۔ اِخصاء

علی مرتضیٰ کے اسلام و ایمان کی ثبوت مین۔ قیمت عہ

تنقید الفاروق کا ریویو موسوم بہ النظر عہ ر

رسالہ روشنی

دو جزو ماہوار شایع ہوتا۔

سالانہ چندہ سے ر ہے۔

مجلدات سنین ماضیہ کی قیمت علاوہ محصول ڈاک حسب ذیل

جلد اول معہ حصص ضمیمہ۔

جلد ثانی بابت سنہ ۹۵ء۔

جلد ثالث بابت سنہ ۹۶ء

جلد رابع بابت سنہ ۹۷ء عہ ر

جلد خامس بابت سنہ ۹۸ء عہ ر

جلد سادس بابت سنہ ۹۹ء یعنی جلد ہذا } سے

ترسیل زر اور ہر قسم کی خط و کتابت بنام اڈیٹر دفتر رسالہ روشنی لکھنؤ کے پتے سے ہونی چاہیئے۔ اپنا پتہ نشان معہ نام ڈاکخانہ صاف لکھنا چاہیئے۔ اور بحالت تبدل مقام سے بھی اطلاع دینی چاہیئے۔

المشتہر مرزا قزلباش اڈیٹر روشنی چاہ گنگر لکھنؤ۔

انی تارک فیکم الثقلین

نور علے نور

رسالہ روشنی یا رسالہ نصیحۃ الشیعہ

التماس

آج جو نمبر آپ کے پیش نظر ہین وہ ساتوین جلد رسالہ روشنی کی چوماہی اوّل ہو جس مین جلد
دوم نصیحۃ الشیعہ کے متعلق بحث ختم ہوئی ہے اور اس وجہ سے ان نمبرون کو نصف اوّل جلد
ہفتم سے موسوم کیا گیا ہو تا کہ اس امر کے سمجھنے مین آسانی ہو کہ یہ حصہ بمقابلہ جلد ثانی
نصیحۃ الشیعہ کے ہو۔ باقی سال تمام کے نمبر نصف ثانی جلد ہفتم [illegible] بمقابلہ آخری جلد
ثالث نصیحۃ الشیعہ کے جواب [illegible]
[illegible] الفاروق محوی
[illegible] (۲) دوم رسالہ ولادت
[illegible] خان صاحب قزلباش [illegible]
[illegible] دلائل سے حضرت مسیح ابن مریم [illegible]
[illegible] سوم رسالہ ریاض [illegible]
[illegible]
[illegible] اور ایک کالم مین
[illegible]

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جلد سابع من مجلدات روشنی

بابت ۱۹۰۰ء

مصنف مخاطب بہ سلسلہ اونھین مثالون غلط فہمی کے جو وہ امداد یا بنیا کے
واسطے تکذیب عائشہ صدیقہ کے دکھا رہے ہین اور جنکی حقیقت ہم جلد سابق
مین دکھا چکے۔ ایک اور مثال غلط فہمی ملائکہ کی نہایت مذاق اور مضحکہ سے یون
دکھاتے ہین کہ وہ شہادت حسینؑ سے پہلے ملائکہ نے اللہ سے اجازت حاصل
کرلی تھی کہ حسینؑ کی مدد کرین ملائکہ یہ سمجھتے تھے کہ جب اللہ نے ہمکو مدد کی
اجازت دی ہی تو ضرور ہمکو مدد کرنے کا موقع ملے گا چنانچہ ملائکہ نے سامان
جنگ درست کرنے کے لیئے کسی قدر توقف کیا (شاید زنگ آلودہ ہتیار
تیز کرتے ہونگے رسد کے اہتمام کے لیئے باربرداری کے جانور اور غلہ بہم
پہونچاتے ہون گے آسمان سے زمین کربلا تک عبور فوج کے لیئے سڑکین
بناتے ہونگے خبر رسانی کے لیئے ٹیلیگراف قائم کیا ہوگا زخمیون کیلیئے اسپتال
بنائے ہون گے) جب وہ ملائکہ زمین کربلا مین پہونچے تو امام حسینؑ شہید ہوچکے
اوسوقت اللہ سے اون ملائکہ نے شکایت کی کہ اگر ہمارے پہونچنے سے
پہلے امام حسینؑ کا خاتمہ کردینا منظور تھا تو ہم کو اجازت کیون دی تھی۔

تو اون کو یہ حکم ملا کہ اب تم اونکی قبر پر بیٹھے رویا کرو جب وہ قبر سے نکلین تو اونکی مدد کیجیئو ۔ پس ملائکہ نے جو یہ سمجھا تھا کہ اللہ نے ہمکو مدد کی اجازت دی ہے تو ضرور ہم کو مدد کرنے کا موقع ملے گا اور ہم جب تک سامان جنگ درست کرکے کربلا تک پہونچین گے اُسوقت تک جناب امام ضرور زندہ ہونگے یہ اُنکی غلط فہمی تھی ۔"

مصنف مخاطب اصول کافی کے باب ان الائمۃ لم یفعلوا شیئا ولا یفعلون الا بعہد من اللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت نقل کرکے یہ ترجمہ کرتے ہین ۔

"امام حسین علیہ السلام کو جو صحیفہ عطا ہوا تھا وہ اُنھون نے پڑھا اونکے لیئے اُس مین تفسیر تھی آنے والی باتون کی معہ خبر مرگ کے اور باقی رہ گیئن تھین اوس صحیفہ مین بہت سی چیزین جو ابھی پوری نہین ہوئی تھین پھر نکلے امام حسین قتال کے لیئے ۔ اور تھے وہ اُمور جو باقی رہ گیئے تھے یہ کہ ملائکہ نے اللہ سے اجازت چاہی تھی امام حسین کے مدد کرنے کی تو اللہ نے اُنکو اجازت دیدی پس ٹھیرے ملائکہ کہ تیار ہوتے تھے لڑائی کے لیئے اور سامان درست کرتے تھے جنگ کے لیئے اِتنے مین قتل ہوگئے حسین ۔ پھر ملائکہ اوترے اور ختم ہوچکی تھی عمر حسین کی اور قتل ہوچکے تھے حسین ع تو ملائکہ نے کہا کہ اے اللہ تو نے ہمکو اجازت دی تھی اُترنے کی اور تو نے ہمکو اجازت دی تھی حسین کی مدد کرنے کی پس ہم اوترے اور تو نے اونکی روح قبض کرلی تو اللہ نے فرشتون کی طرف وحی بھیجی کہ حسین کی قبر پر ہر وقت موجود رہو اُسوقت تک کہ تم حسین کو دیکھو کہ قبر سے نکلین تو اُنکی مدد کیجیو اور اب روتے رہو حسین پر ۔"

اس روایت پر مصنف مخالف یہ اعتراض بھی کرتے ہیں کہ جس طرح ملائکہ کو مغالطہ نہیں ہوئی اسی طرح حسین علیہ السلام سے بھی غلط فہمی نہیں ہوئی - جلد اول میں مفصل ذکر ہو چکا ہی کہ جو فرشتہ جناب کی مدد کے لیے نازل ہوا تھا انکی مدد آنحضرت نے قبول نہیں کی اسکی وجہ شاید یہی تھی کہ اپنے صحیفہ سے انکو یہ خبر مل گئی تھی کہ ملائکہ کا لشکر مدد کے لیے نازل ہوگا - پس وہ اسی خیال پر اُس مدد کے منتظر رہے لیکن تا تریاق از عراق آوردہ شود کا حساب ہوگیا - اب اگر کسی کو یہ خیال پیدا ہو کہ اللہ نے معرکہ کربلا میں حسینؑ کی جان کیون نہ بچائی اور ظالمونکو دفع کیون نہ کیا تو اُسکا معقول جواب یہ ہی کہ اللہ نے فرشتونکو مدد کرنے کا حکم کیا تھا اب فرشتے نہ آئین تو اللہ پر کیا الزام - پھر اگر فرشتونکو یہ الزام دیا جائے - کہ تم نے دیر کیون کی تو انکا جواب یہ ہی کہ بغیر درستی سامان کے فرشتے آتے تو کیا کر سکتے تھے - درحقیقت حسینؑ کے معاملہ مین اس وجہ سے تساہل ہو گیا کہ رسولؐ نے اور جناب سیدہؑ نے بار بار انکی بشارت رد کی تھی اور جناب سیدہؑ نے بہت سی رد و کد کے بعد رضامندی ظاہر کی اور پھر ایسی ناراض ہوگئین کہ انکا حمل ورتولد ناگوار تھا - پس جب حسینؑ مظلوم کے معاملہ مین رسولؐ اور جناب سیدہ کی نگاہین پھری ہوئی تھین پھر انکے معاملہ مین فرشتے تساہل نکرتے تو اور کیا کرتے "

کوئی فرقہ مسلمانون کا وجود ملائکہ اور نزول ملائکہ سے انکار نہین کر سکتا - ملائکہ کا ذکر عام اور خاص طور پر قرآن مین موجود ہی - اور یہانتک کہ لشکر کے لشکر ملائکہ کے جنگ بدر اور جنگ احد اور حنین مین پیغمبرؐ کی نصرت کیلیے اور پیغمبرؐ کے دشمنون کے قتل کیلیے ایک دوسرے کے پیچھے سوار ہوکر نازل ہوئے ہین دیکھو آیات قرآنی صفحہ رسالہ روشنی جلد اول چوتھا

حصہ جنوری سنہ ۱۸۹۴ء) روایات اہل سنت سے یہ بھی ظاہر ہی کہ ان ملائکہ
کے عمامہ سُرخ اور سُفید پوشاک تھی اور عماموں کے طرے دو نوشانون کے
بیچ مین لٹکے ہوئے تھے اور وہ ابلق گھوڑون پہ سوار تھے اور انکے گھوڑونکا
یہ نشان تھا کہ صوف سُرخ گھوڑون کی پیشانی اور کانون پر باندھا تھا یا انکا
یہ نشان رکھا تھا کہ عمامہ سُفید تھے اور طرے دونوشانون کے درمیان لٹکے
ہوئے تھے۔ مبارزان عرب کی عادت مستمر تھی کہ وہ بروز جنگ کوئی نشان
اپنے گھوڑے پر یا اپنے سینے پر باندھتے تھے۔"

بہرحال اُن ملائکہ نے جو دشمنون پیغمبرؐ کے قتل کیلیے اور پیغمبرؐ کی کمک
کے لیے آئے تھے اُنکی شکلین مثل انسانون کے تھین یا اُنھون نے ایسی
صورتین مثل انسانونکے بنائی تھین۔

مین بلحاظ مذاق مصنف مخاطب کے لکھ سکتا ہون کہ خدا نے پیغمبرؐ کی
مواطن کثیرہ پر جو لشکر ملائکہ سے مدد کی ہی وہ لشکر خود خدا نے بھیجا تھا ان
ملائکہ نے خود درخواست نصرت پیغمبرؐ کی نہین کی تھی اور خدا نے جس لشکر
ملائکہ کو خود بھیجا تھا اُس سے یہ لازم آتا ہے کہ وہ لشکر ملائکہ کا خاص اردلی
خدا کا باڈی گارڈ تھا اُسکے ہتیار نہ زنگ آلودہ تھے نہ ہتیارون کے تیز
کرنے کی اونکو ضرورت تھی نہ رسد کے اہتمام کی حاجت تھی باربرداری
کے بانو اور غلہ ہر وقت موجود رہتا تھا آسمان سے مواقع جنگ تک
سڑکین بنی ہوئی تھین خبررسانی کے لیے تیلیگراف قائم تھے زخمیون کیلیے
ہسپتال بنے ہوئے تھے۔ اُنکو صرف خدا کے حکم کی دیر تھی اور سامان
جنگ سب اُنکے لیے طیار تھا بمجرد حکم ایزدی کے گھوڑے سرپٹ
اوڑاتے ہوئے میدان جنگ مین داخل ہوتے اور اُنھون نے کفار

کو قتل کرنا شروع کر دیا۔

برخلاف اس کے جن ملائکہ کا ذکر روایت نصرت امام حسین علیہ السلام مین ہے انکی حالت ہی۔ ان ملائکہ نے خود اجازت مدد امام حسین علیہ السلام کی چاہی تھی اور اللہ نے اونکو اجازت دے دی تھی جس سے یہ معلوم ہوتا ہی کہ یہ ملائکہ رسالہ باڈی گاڈ سے نہین تھے وہ عام لشکر ملائکہ سے تھے اور انکے لیے ویسا سامان جنگ مُہیا نہین تھا جیسا کہ رسالہ باڈی گاڈ کیلئے تھا اونکو اگر لڑائی کے لیے طیار ہونے اور سامان جنگ درست کرنے کے لیے توقف ہوا تو کچھ محل استعجاب نہین ہی۔ پرانی سلطنتون مین پچھلے وقت کے بادشاہون کے عہد مین فوج کی ایسی ہی حالت ہوا کرتی تھی کہ سامان جنگ درست نہین ہوتا تھا اور جنگ کے لیے طیاری مین فوج کو بہت توقف ہوتا تھا اور خدا کی سلطنت اور بادشاہی سب سے زیادہ قدیم ہی۔

موافق مذاق مصنف مخاطب کے عام لشکر خداوندی کی اگر ایسی حالت ہو کر لڑائی کے لیے تیاری اور سامان جنگ کی درستی مین توقف ہو تو کچھ تعجب کرنا نہین چاہیئے۔ مدد حضرت امام حسین علیہ السلام کی درخواست کا طرف سے ملائکہ کے اور اُنکو اجازت کا ہو جانا طرف سے خدا کے جو اس روایت مین مذکور ہی۔ اس سے یہ لازم نہین آسکتا کہ مدد وقوع مین بھی آجاتی اس لیے کہ اسکا تعلق واقع سے ہوتا ہے اور کسی امر کا بندوبست یا لڑنے کے لیے تدبیر کی جائے تو اوس سے یہ لازم نہین آسکتا کہ وہ امر ویسے ہی وقوع مین بھی آجائے۔

اس لیئے یہ اعتراض مصنف مخاطب کا وارد نہین ہو سکتا کہ ملائکہ سے غلط فہمی ہوئی لا ملائکہ نے جو خواہش مدد امام حسین علیہ السلام کی کی تھی

اور خدا نے اُنھین اجازت دی تھی اور وہ اُس وقت پہونچے کہ حسین علیہ السلام قتل ہو چکے تھے اور ملائکہ نے کہا کہ اے اللہ تو نے ہمکو اجازت دی تھی اترنے کی اور حسینؑ کی مدد کرنے کی پس ہم اُترے اور تو نے اونکی روح قبض کر لی جیسا کہ روایت مین ہی یہ اُن فرشتون کا اظہار اپنی آرزو کا ہے کہ جو پوری نہین ہوئی تھی چنانچہ اُسکی تلافی کے لیے خدا نے اُن فرشتون کو یہ حکم کیا کہ قبر حسینؑ کی ملازمت کرو اور اون پر روتے رہو جیسا کہ روایت مین وارد ہے۔

مصنف مخاطب نے جو مذاقانہ اعتراض اس روایت پر کیا ہی اور ہنسنے بھی اونھین کے مذاق کے موافق جواب دیا ہے یہ سب کچھ قابل افسوس کے ہی اور غیر مسلمانون کے دوسرے فرقون کے لیئے ملائکہ کی نسبت اُن امور کا جو قرآن اور روایات مذہب اسلام مین بیان ہوئے ہین قابل مضحکہ ہے۔

افسوس ہی کہ مصنف مخاطب نے وقت اس اعتراض مذاقانہ کے کچھ لحاظ نہ کیا کہ اس اعتراض سے عموماً قرآن اور مذہب اسلام کا مضحکہ دوسری قومون کی نگاہ مین ہوگا مصنف مخاطب کو چاہیئے تھا کہ وہ ماہیت اور حقیقت ملائکہ پہلے تحقیق کرتے اور یہ دیکھتے کہ علما اور حکما شیعہ ماہیت اور حقیقت ملائکہ کی کیا سمجھتے ہین اور کیا قرار دیتے ہین۔ پھر یہ دیکھتے کہ اُس روایت پر کوئی اعتراض وارد ہو سکتا ہے یا نہین؟ اور ملائکہ اور حضرت امام حسین علیہ السلام کے کوئی غلط فہمی قرار پا سکتی ہی یا نہین؟

قرآن مین اور احادیث پیغمبرؐ اور ائمہ اہلبیتؑ مین جو ذکر ملائکہ کا ہوا ہے اوس مین ماہیت اور حقیقت اُنکی کچھ بیان نہین ہوئی اور ایسے امور کا بیان موافق محاورہ انسانونکے ایسے انداز سے کیا گیا ہے کہ جسکو انسان اپنی

سمجھ کے موافق جان سکیں۔ فلسفانہ حیثیت سے اور علم حکمت کی رُو سے یہ سمجھا جاتا ہے کہ خداوند عالم نے جو انتظام عالم کے لیے اپنی قدرت سے قوائے اور قوام عالم میں قوتیں پیدا کی ہیں اور اسباب عالم سے جو نتائج پیدا ہوتے ہیں وہ ہی ملائکہ ہیں۔ جن انسانوں میں کہ ملکہ نکوئی کا ہو اور جنکے سبب سے نیک نتائج پیدا ہوں وہ سب فرشتہ خصلت ملائکہ ہیں اور ایسی قوت ملکوتیہ سے بشر خالی نہیں ہے گو ایسے بشر کم ہوں اور جن میں ایسے اعلیٰ درجہ کی صفت قدرتاً ہوگی وہ پیغمبرؐ یا امامؑ امر رسالت کو تعمیل کرنے اور کرانے والا ہوگا۔

تاریخانہ حیثیت سے ایسی روایتیں وارد ہوئی ہیں۔ کہ بہت مسلمان دوست داران اہلبیت پیغمبرؐ ایسے موجود تھے۔ کہ وہ نہایت شوق سے نصرت حسین علیہ السلام کے لیئے حاضر ہوتے۔ مگر انکو حسین علیہ السلام کی۔ اس حالت کی۔ کہ جو مقام کربلا پر نوبت پہونچی خبر نہیں ہوئی کہ تمام راہیں چارہ کی مسدود ہو گئی تھیں۔ اور انکو بعد قتل حسینؑ کی خبر پہونچی۔

اور قرب و جوار کے جو ایسے مسلمان دوست دار تھے۔ جیسے کہ مسیتب بن محمد قعقاع یا سلیمان بن صرد خزاعی۔ اور مختار بن ابی عبیدہ ثقفی۔ جن کو حسین علیہ السلام کی حالت کی خبر ملی اونکو بیشک یار و یاور کے جمع کرنے اور سلاح کے بہم پہونچانے اور تیز کرتے میں اور اپنے مقامات سے باوصف اسکے کہ وہ بطور ایلغار کے روانہ ہوئے یا بوجہ دیگر مقام کربلا تک قبل شہید ہو جانے حسین علیہ السلام کے نہ پہونچ سکے۔ ایسے ہی دوستداران حسین علیہ السلام سے کہ جو نصرت حسین علیہ السلام کی آرزو رکھتے تھے۔ یہ ہی امر ظہور میں آیا کہ ثبکار ر علی الحسینؑ میں مصروف ہوئے اور [illegible]

طلب خون حسین علیہ السلام مین برابر خروج کرتے رہے - اِن تاریخانہ حیثیت کا بیان اس روایت مین کیا بطور استعارہ کے نہین سمجھا جا سکتا جس مین حُسن بیان کا جلوہ ہے -

اِس روایت مین جو حضرت حسین علیہ السلام کے لیئے صحیفہ کا ذکر ہے - اُسکی حقیقت اور کیفیت اُس بحث عہد نامہ سے جو جلد اوّل رسالہ روشنی حصہ ہشتم مئی سنہ ۱۸۹۴ء صـ۱ـ مین ہمنے لکھی ہے بخوبی واضح ہوسکتی ہے - اور یہ بھی ظاہر ہے کہ ہر فرد بشر کے لیئے ایک سرگذشت ہوتی ہے - وہی سرگذشت اوس بشر کے لیئے صحیفہ ہے جسکو نوشتہ تقدیر بولتے ہین (یعنے جو کچھ کسی بشر کے حق مین قوتون پیدا کردہ خدا سے اور نتائج اسباب سے اور اُس کے اپنے افعال سے ظہور مین آتا ہے اُس کا اندازہ) کہ اُس اندازہ کے خلاف کچھ نہین ہوسکتا اور اِس لیئے اُسکو صحیفہ اور نوشتہ تقدیر بولتے ہین اور ضرور ہے کہ اُس اندازہ مین - قضائی معلق اور قضائی مبرم ہو اور بلحاظ اُس اندازہ کے کہ اُسکے اُمور کا ظہور مین آنا قوتون خداوندی از نتائج اسباب فعال بشر پر موقوف ہے قضائی معلق اور قضائی مُبرم کا ہونا عقلاً ضروری ہے -

نتائج اسباب سے اور حضوری دستاران سے حسین علیہ السلام کو اگر نصرت پھونچ جاتی - اور حسین علیہ السلام امر خلافت پر متمکن ہوجاتے تو بیشک اُنکی سوانح عمری کے متعلق بہت اُمور ظہور مین آتے - لیکن نتائج اسباب جو دخل قوتون خداوندی کے ہین قبل قتل حسین علیہ السلام کے مہیا نہ ہوسکے اور حسین علیہ السلام کے قتل کی نوبت پھونچ گئی - اِس سے بہت اُمور متعلق سوانح عمری حسین علیہ السلام کے باقی رہ گئے - لیکن

اون کے قتل ہو جانے نے جو قضائی معلق کے متعلق تھا - صداقت امر حق اور اوس کی حقیقت کو قائم اور برقرار کر دکھایا اور ایسا اُنکی مودت (جو بموجب آیۂ قرآنی کے ہر مسلمان پر واجب ہی) حقیقت لازم کرتی ہے -

منشا اور مُراد اس حدیث کا ایسا ظاہر ہونے کے بعد کوئی غلط فہمی ملائکہ کی پیدا نہین ہو سکتی -

کچھ شبہہ نہین کہ تمام قوتین ظاہری اور باطنی جو حقیقت مذہب اسلام کو قبول کیئے ہوئے تھین متمنی اور اُمیدوار شرکت نصرت حسین علیہ السلام کی تھین اور ہونی چاہیئے تھین - اور یقین کرنا چاہیئے کہ ایسی تمام قوتون کو اجازت اللہ کی طرف سے نصرت حسین علیہ السلام کی تھی - لیکن ایسی تمام قوتین (سوائے اُن قوتون کی جو اس نصرت سے منکر اور نافرمان ہون کہ وہ قوتین شیطانی ہین) وقت پر بہم نہ ہو سکین اور اسی لیئے بہ محاورہ بشری اُن قوتون کے لیئے یہ کہنا درست ہو گا کہ اب تم روتے رہو - اور جس طرح ملائکہ کی غلط فہمی قرار نہین پا سکتی اسی طرح سے حسین علیہ السلام کی بھی غلط فہمی قرار نہین پا سکتی - نصر فرشتہ کا مدد کے لیئے نازل ہونے کا اور اُنکی مدد قبول نہ کرنے کا جلد اوّل مین جو ذکر مصنف مخاطب نے کیا ہو - اُسکی حقیقت

ہم جلد اول حصہ ہشتم اپریل سنہ ۱۸۹۴ء صفحہ ۱۳ پر رسالہ روشنی مین دکھا آئے ہین -

حسین علیہ السلام بیشک متوقع نصر کے تھے اور اُنھون نے زبان اور تلوار سے پوری کوشش کی مگر اسباب نصرت جمع نہوئے اور بالاخر اُنھون نے ملاقات خدا کی اختیار کی - اوس حدیث نصر اور اس حدیث ملائکہ کے منشا جُدا گانہ ہین - اگر حسین علیہ السلام کو اپنے صحیفہ سے یہ خبر

ملی تھی کہ ملائکہ کو مدد کی اجازت ہوگئی ہو تو انکو ضرور یا اہتمام مدد ملائکہ بھی معلوم ہوا ہوگا اسلیئے مصنف مخاطب کا یہ اعتراض کہ "تا تریاق از عراق آوردہ شود کا حساب ہوگیا" وارد نہین ہو سکتا۔ اور نہ بلحاظ منشاء اور مراد حدیث کے کوئی اعتراض مصنف مخاطب کا مصداق صحیح ہو سکتا ہے۔ ہمنے حقیقت اوس بشارت اور جناب سیدہؑ کی نا رضامندی اور رضامندی اور حمل اور تولد کی ناگواری کی جسکا ذکر اعتراضانہ مصنف مخاطب اس موقع پر کرتے ہین بہت تفصیل سے جلد اوّل حصہ چہارم جنوری ۱۸۹۶ء اور حصہ نہم جلد اوّل ص۱ و ص۲ رسالہ روشنی مین دکھا دی ہے جہان جہان مصنف مخاطب نے اُس حدیث پر اعتراض کیا تھا۔ اُس حقیقت کے دیکھنے کے بعد ہر مسلمان جو صحیح اعتقاد رکھنے والا ہے اچھی طرح سے قبول کر لیگا کہ اس مقام پر مصنف مخاطب نے جو مضحکانہ اعتراض وارد کرنا چاہا ہے وہ کسی طرح وارد نہین ہو سکتا اور ایسا مضحکہ انکو کسی وقت بہت رولائیگا۔

مصنف مخاطب غلطی گمان غالب انبیا کی ایک مثال یہ بھی ظاہر کرتے ہین "کہ علماء شیعہ نے یہ تصریح کی ہے کہ کبھی بعض انبیا نے گمان غالب کے اعتبار پر کوئی حکم کر دیا ہے لیکن وہ غلط ہوگیا۔ چنانچہ حضرت موسیٰؑ نے کوہ طور سے واپس آنیکا وعدہ تیس دن کا کیا تھا مگر وہ غلط ہوگیا" اور ملا خلیل قزوینی کے قول کا یہ ترجمہ کرتے ہین "موسیٰ کلیم اللہ عالم الغیب تھے گمان غالب کے اعتبار پر وعدہ کیا تھا وہ گمان انکا غلط ہوگیا" یہ بحث کہ حضرت موسیٰؑ تیس دن کا وعدہ کرکے گئے تھے اور چالیس دن مین آئے ہمنے رسالہ روشنی جلد ۳ ص۲۰۶ مین مفصل کی ہے جہان مصنف مخاطب نے حدیث امام جعفر صادق علیہ السلام پر اوسکے متعلق اعتراض کیا تھا۔

مصنف مخاطب اس موقع پر جو مثال وعدہ حضرت موسیٰؑ کی اور علماء

شیعہ کی تصریح کی دیتے ہین۔ اوسکا انطباق اُس امر کے بابت نہین ہے تاہم کہ جس امر کے لیے وہ مثال لاتے ہین۔

حضرت موسیٰؑ نے ایک کام کے کرنے کے لیئے ایک مدت اور وقت مقرر کیا تھا جسکو میقات کہتے ہین اور وقت کا مقرر کرنا کسی کام کیلیئے اندازہ سے ہوتا ہی۔ اور مصنف مخاطب جس امر کے لیئے کہ وہ مثال لاتے ہین۔ وہ یہ ہے کہ بی بی عائشہؓ نے جو فرمایا ہے۔ کہ حضرت فاطمہ صلوات اللہ علیہا ابو بکرؓ سے ناراض مرگئین یہ ایک خود واقعہ ہی کہ جسکا علم خود بی بی عائشہ کو تھا اور اُسکے نسبت اونکا علم غلط نہین قرار پاسکتا بی بی عائشہ نے ناخوش کرنے جناب سیّدہ کا کوئی وقت مقرر نہین کیا تھا جسکے سبب سے اُنکے اندازہ مین غلطی سمجھی جاسکے۔

مصنف مخاطب ایک یہ مثال بھی دیتے ہین کہ "مثلاً علمار شیعہ نے یہ تصریح کی ہے کہ ملائکہ اور انبیا اور ائمہ سے کبھی یہ غلطی ہوجاتی ہے کہ جس کام کا وقت ابھی دور ہی اُسکو سمجھ لیتے ہین کہ جلد ہونیوالا ہی یا جس کام کا وقت جلد ہی اُسکو سمجھ لیتے ہین کہ دیر مین ہونے والا ہی"

اور کتاب صافی ترجمہ کافی باب البدا سے قول شارح کا سند لاتی ہین۔ "کبھی ایسا بھی ہوتا ہی کہ ملائکہ اور رسول اور ائمہ کسی چیز کی نسبت یہ گمان کرلیتے ہین کہ دیر مین واقع ہوگی اور اللہ اُسکو جلدی کردیتا ہے۔ اور کبھی ہوتا ہے کہ کسی چیز کے جلد واقع ہونے کا گمان کرتے ہین۔ اور اللہ اسمین دیر کرتا ہے۔ قرآن مین جو یہ آیۃ ہے "ہو الذی خلقکم من طین ثم قضی اجلاً و اجل مسمّی عندہٗ" ترجمہ "خدا وہ ہے کہ پیدا کیا تمکو مٹی سے پھر جاری کیا اجل کو اور ایک اجل مقررہ ہے نزدیک اُس خدا کے"

اس آیتہ مین جن دو اجلون کا ذکر ہی اُسکی نسبت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا ہے ۔ کہ: "وہ دو اجلین ہین ایک اجل محتوم اور اجل موقوف" (اجل محتوم کے یہ معنے ہین کہ ایک کام ایک وقت پر ہو ہی جاویگا اور اجل موقوف کے یہ معنی ہین ۔ کہ ایک وقت پر کسی کام کا ہونا یا نہ ہونا موقوف ہے) اور انھین امام سے حدیث مین یہ وارد ہے کہ "علم دو علم ہین ایک علم خدا کے نزدیک محفوظ ہے جس پر اپنی مخلوق سے کسیکو اطلاع نہین دی ۔ اور ایک قسم علم کی وہ ہی کہ جسپر ملائکہ اور رسولون اپنے کو علم دیا ۔ اور جس چیز کا ملائکہ اور رسولونکو علم دیاہے پس بیشک کذب اپنے لیے روا نہین رکھیگا ۔ اور نہ اپنے ملائکہ اور نہ اپنے رسولون کے لیئے ۔ اور جو علم کہ نزدیک خدا تعالی کے محفوظ ہی تقدیم کرتاہے جو کچھ چاہتا ہی اور تاخیر کرتا ہے جو کچھ چاہتا ہے" یہ احادیث باب بدا مین منقول ہوئی ہین ۔ اور شارح نے صاف لکھدیا ہے ۔ کہ علم اللہ تعالے کا (جسکا ذکر کہ حدیث مین ہی) متعلق باحوال حوادث اللہ کے ہے اور اسی علم کے متعلق شارح نے وہ شرح لکھی ہے جسکو مصنف مخاطب سند مین لائے ہین ۔ اسلیے یہ مثال مصنف مخاطب کے اُس واقع گذشتہ پر منطبق نہین ہو سکتی کہ جو بی بی عائشہ نے ناخوشی جناب فاطمہ صلوات اللہ علیہما کی بیان کی ہے ۔

ایسے ہی مصنف مخاطب جو یہ مثال دیتے ہین کہ "وہ مثلاً علما شیعہ نے یہ تصریح کی ہے کہ بدا کے معنی یہ ہین کہ امام کو جو پہلے سے غلط فہمی ہو گئی ہے وہ رفع ہو جاتے" اور اسکی سند کیلیئے صافی ترجمہ کافی باب البدا سے یہ قول شارح نقل کرتے ہین کہ "بدا کا حاصل یہ ہے کہ امام نے جو خلاف واقع کی کوئی گمان کر لیا ہے وہ رفع ہو جائے" یہ مثال ٹھیک نہین ہو سکتی

اِس لیئے کہ شارح نے پہلے معنے بداء کے یہ بیان کیئے ہین کہ "بہم پہونچنا کسی کام کا کسی وقت اللہ کے واسطے یعنے کسی چیز کا صادر ہونا کسی وقت اللہ سے کہ پہلے اوسکا کسی کو سوائے اللہ کے علم نہ ہو کہ خدا سے صادر ہوگا" اِسکے بعد شارح نے یہ لکھا ہے کہ "پس بداء مستلزم محض گمان امام کا ہے۔ اگر گمان خلاف مقتضاء اُسکے کیا ہو جس سے مُراد یہ ہے۔ کہ مثلاً ایک سطح زمین کا مدت سے ہموار اپنی حالت پر چلا آتا ہے۔ اور اُسکا کسی کو علم نہ ہو کہ یہ سطح زمین کا کب پھٹ جاویگا اور کوئی گمان کرے کہ یہ نہین پھٹیگا۔ یا اِس قدر مدت کے بعد پھٹ جاویگا۔ اور وہ سطح زمین کا اُس مدت تک نہ پھٹے جسکا کہ گمان کیا گیا ہے یا اُس مدت سے آگے یا پیچھے پھٹ جاوے اور وہ گمان غلط ہو جاوے"

ظاہر ہے کہ یہ مثال متعلق گمان حادثہ آئندہ سے ہے نہ بیان واقعہ گذشتہ سے اِس لیے یہ مثال بی بی عائشہ کے بیان ناخوشی جناب سیدہ ع سے منطبق نہین ہو سکتی۔

پھر مصنف مخاطب ایک آخر مثال یہ لاتے ہین کہ "علماء شیعہ نے یہ تصریح کی ہے کہ ہر سال ائمہ کے اعتقادات بدلا کرتے ہین اور جو اعتقادات پہلے سے حاصل ہین۔ اُنمین بعض کی غلطی ظاہر ہو جاتی ہے اور بعض نئے اعتقادات سکھائے جاتے ہین جو پہلے سے حاصل نہ تھے اور یہ تغیر اور تبدل بذریعہ ایک کتاب کے ہوتا ہے جو ہر سال لیلۃ القدر مین نازل ہوتی ہے اور شارح صافی ترجمہ کافی کا یہ قول سند مین لاتے ہین کہ۔

"وہ ہر سال کی علحدہ کتاب ہوتی ہے جس مین اُن امور کی بابت

ہونے پر جنکی دوسرے سال تک امام کو حاجت ہوگی ۔ ملائکہ اور ارواح اُس کتاب کو لیکر شب قدر مین نازل ہوتے ہین اُس کتاب کے ذریعہ سے اُنکے امام کے جو اعتقادات چاہتا ہے باطل کر دیتا ہے اور جو نئے اعتقادات چاہتا ہے ثابت کر دیتا ہی۔ اِس موقع پر مصنف مخاطب نے اسی اعتراض کو مذاق شاعرانہ مین بھی اسطرح ظاہر کیا ہے۔

نظم

ہر شب قدر مین نازل ہی ہوئی ہی کتاب	جس مین احکام نئے ہوتے ہین اقوال نئے
حق جو تھا سال گذشتہ مین وہ اب ناحق ہے	اعتقادات بدل جاتی ہین ہر سال نئے

مصنف مخاطب نے ایک جزو قول شارح کا لیکر اصل امر کو بدنما کر کے دکھایا ہے۔ اور جبکا وہ مقصود نہین ہی جو مصنف مخاطب نے دعویٰ کیا ہی۔ صافی شرح کافی کے دیکھنے سے ظاہر ہو جاتا ہے کہ اصل پوری آیت سورہ رعد مین یہ ہی کہ "لقد ارسلنا رسلاً من قبلک و جعلنا لہم ازواجاً و ذریۃ وما کان لرسول ان یاتی بآیۃ الا باذن اللہ لکل اجل کتاب یمحوا اللہ ما یشاء ویثبت وعندہ ام الکتاب"

ترجمہ ہر آئینہ تحقیق بھیجا ہے ہمنے رسولون کو تجسے پہلے اور گردانا ہمنے اونکے واسطے ازواج اور ذریت اور نہین ہوتا ہے رسول کے لیے یہ کہ لاوے کوئی آیت مگر باذن خدا ۔ واسطے ہر وقت کے ایک کتاب ہی۔ محو کرتا ہے جو کچھ اللہ چاہتا ہے اور ثابت کرتا ہے اور نزدیک اُسکے اُم الکتاب ہے"

اِس آیت کی تفسیر مین اِن مضمونکے متعلق کہ "محو کرتا ہے اللہ جو کچھ چاہتا ہی اور ثابت کرتا ہے" امام جعفر صادق علیہ السلام نے یہ فرمایا ہے "محو کیجاتی ہے وہ چیز کہ جو ثابت ہو اور آیا ثابت کی جاتی ہے وہ چیز کہ نہو" یہ حدیث امام

کی باب بدا میں منقول ہوئی ہے اور جسکا مقصود صرف اسقدر ہی کہ خدا
نے علم سے امر موجود نابود ہوجاتا ہے۔ اور امر نابود پیدا ہوجاتا ہے۔ لیکن اصل
آیت میں چونکہ یہ امر بھی موجود ہے کہ نبی جو کوئی آیت لاتا ہے باذن خدا لاتا
ہے اور ہر وقت کے لیے ایک کتاب ہے اُسکے لحاظ سے شارح نے جہاں
اور مطالب شرح میں بیان کیئے ہیں وہاں وہ امر بھی بیان کیا ہے جس کو
مصنف مخاطب سند میں لائے ہیں۔ مذہب مسلمہ شیعہ کے بموجب اگرچہ
یہ ضرور نہیں ہے کہ ایک وقت کا عالم یا مجتہد کوئی امر متعلق آیتہ یا حدیث
کے کچھ بیان کرے وہ ہمیشہ کے لیئے سند ہو لیکن شارح علیہ الرحمتہ نے اس موقع
پر جو کچھ بیان کیا ہے اُنکے پورے بیان پر نظر کرنے سے یہ حاصل پیدا ہوتا ہے کہ
ہر وقت کے لیے جو کتاب ہوتی ہے اُسمیں تفسیر احکام حوادث ہوتی ہے
کہ جسکی طرف امام محتاج ہوتا ہے یا جو کچھ کہ گمان امام رکھتا ہوتا ہی۔ اوسکا
محو و اثبات ہوجاتا ہے حقیقت یہ ہے کہ ہر زمانہ کے لیے امور مصالح انتظام
خلائق کے لیے جداگانہ ہوتے ہیں اور ہر وقت کے لیئے ایک مصلحت نئی ہوتی
ہے جیسے کہ حوادث بھی نئے نئے ہر ایک زمانہ کے مختلف صورت سے ظاہر
ہوتے ہیں اور کتابیں بھی انبیا پر خدا کی طرف سے بقدر ضرورت اور مصلحت
ہر زمانہ کے نازل ہوئیں اور دراصل وہ امور اور واقعات علم الٰہی میں جو ہر وقت
اور ہر زمانہ کے لیے جداگانہ اور مختلف ہیں منقش ہوتے ہیں جنکو نوشتہ یا
کتاب بولا جاتا ہے اور اُن کا القا ایسے لوگوں پر ہوتا ہے کہ جنکے دماغ
اور قلوب خدا نے اپنی قدرت سے خاص طور کے وضع کیئے ہیں کہ جنمیں
استعداد وہبی ہوتی ہے اور جنپر اطلاق انبیا اوصیا اور ائمہ کا صادق آتا ہی
اور ایسے القا کا وقت کوئی وقت خاص ہوتا ہی جسوقت کہ وہ انفاس

زکیہ اور ذوات مقدسہ غور اور فکر کرتے ہیں اور اکثر ایسا ثبت او قائمین سے
رات کا ہوتا ہی اور جس رات کہ ایسا القا ہو وہ شب اپنی قدر و منزلت
کی وجہ شب قدر ہوتی ہے۔ جو کچھ تفسیر امام نے آیتہ کی فرمائی ہے۔ اور
جو کچھ تشریح اسکی ہمنے دکھائی ہی وہ مطابق آیت کے ہی۔ اور جب یہ امور
ذہن نشین رکھ لیے جائیں کہ ہر زمانہ کے لحاظ سے انبیا پیدا ہوئے اور
ہر زمانہ کی ضرورت کے موافق احکام دئیے گئے اور ہر زمانہ کی حاجت کے
موافق کتابیں نازل ہوئیں اور کسی زمانے میں کوئی امر حلال تھا اور کوئی
حرام اور ہر زمانہ کے واقعات کے لحاظ سے نئی نئی تدبیروں کی ضرورت
ہوئی اور ہوتی ہے اور نئی نئی تحقیقاتوں سے نوعیت اعتقادات تبدیل
ہوتی جاتی ہے اور ہر انسان اپنے زمانہ زندگی میں اپنے خیالات کو مختلف
طور پر مختلف ذرایع سے تبدیل کرتا رہتا ہے تو وہ ہی اشعار مصنف مخاطب کے
صحیح اور مطابق واقعہ کے ہو سکتے ہیں اور انھیں کو ہم اپنی طرف سے کہہ سکتے
ہیں۔

نظم

ہر شب قدر میں نازل نئی ہوتی ہی کتاب	جسمیں احکام نئے ہوتے ہیں اقوال نئے
حق جو تھا سال گذشتہ میں وہ اب ناحق ہے	اعتقادات بدلجاتے ہیں ہر سال نئے۔

یہ مثال جو مصنف مخاطب نے دی ہے اُس واقعہ سے منطبق نہیں
ہو سکتی ہے جو بی بی عائشہ صدیقہ نے جناب سیّدہ کی ناخوشی بیان
کی ہی۔ ہمنے بی بی عائشہ کو اکثر صدیقہ اِس لحاظ سے لکھا کہ اُنھوں نے
ناخوشی جناب سیّدہ کی سچ ظاہر کر دی۔

مصنف مخاطب اپنے نزدیک یہانتک بیان اون خطاؤں کا کر چکے

جنمین غلطی کا قصد نہین کیا جاتا بلکہ بمقتضاے بشریت غلطی ہوجاتی ہے
لیکن درحقیقت وہ خطائین ہی نہین تھین نہ قصداً نہ بلا قصد نہ اُسمین
کچھ غلطی ہوئی جیسا کہ ہم نے ہر ایک بیان مصنف مخاطب کے مقابلہ مین دکھایا
مگر مصنف مخاطب اپنے عندیہ مین علما ر شیعہ کا اس سے بڑھکر ایک نادر دکھاتے
ہین اور کہتے ہین کہ "علما ر شیعہ نے یہ تصریح کی ہے کہ انبیا جب تک اللہ
کی کسی قدر مخالفت نہ کرلین اُسوقت تک وہ ذلت عبودیت کا اقرار نہین
کرتے اسلیے اللہ کبھی پیغمبرون کو انکی حالت پر چھوڑ دیتا ہے تاکہ کوئی گناہ
کرلین" اور بیان کی تائید ملا محمد باقر مجلسی علیہ الرحمۃ کے قول حیات القلوب
جلد اوّل بیان قصہ داؤد ع سے اسطرح کرتے ہین کہ "پیغمبرون سے گناہ نہین
ہوتا لیکن انسان کے کمال کا سب سے بڑا مرتبہ یہ ہے کہ اپنے عجز و ذلت
کا اقرار کرے اور یہ اقرار اُسوقت تک حاصل نہین ہوتا جب تک کہ
کچھ مخالفت نہ کرے اسلیے اللہ کبھی انبیا کو اور اپنے دوستون کو اُنکی حالت
پر چھوڑ دیتا ہے کہ کوئی گناہ جو مکروہ یا ترک اولیٰ ہو اُنسے صادر ہو جائے
شعر گناہ کیون نہ کرین شوق سے نبی و ولی - کہ ہے مخالفتِ حق کمال
انسانی"

مصنف مخاطب نے قول صاحب حیات القلوب کا یہ ترجمہ کیا ہے "
اللہ کبھی اپنے انبیا اور دوستون کو اُنکی حالت پر چھوڑ دیتا ہے کہ کوئی گناہ جو
مکروہ یا ترک اولیٰ ہو اُنسے صادر ہو جائے" اِس فقرہ مین جو لفظ "گناہ"
کا درج کیا گیا ہے وہ مصنف مخاطب کی زیادتی ہے چنانچہ اصل قول
فارسی حیات القلوب کا جو مصنف مخاطب نے نقل کیا ہے اُسمین لفظ
گناہ کا نہین ہے اور اُسکا ترجمہ یون ہوتا ہے کہ "حق تعالیٰ کبھی انبیا اور اپنے

دستون کو اُنکے حال پر چھوڑ دیتا ہے کہ کوئی کمروہ یا ترک اولی اُون سے
صادر ہو جاسکا حیات القلوب مین ایک فصل بیان ترک اولی حضرت
داؤد مین لکھی گئی ہی اوراس مین اُن آیات قرآنی کی نقل ہے جو حضرت داؤد
کے متعلق نازل ہوئی ہین اوراُس مین بیان ہے کہ دو جھگڑا کرنے والے
حضرت داؤد کے سامنے آئے اوراُن مین سے ایک نے دوسرے کی نسبت
کہا کہ اس میرے بھائی کے پاس ۹۹ بھیڑین ہین اور میرے پاس ایک بھیڑ ہے
اور رکھتا ہی کہ وہ بھی اسکو دیدے اور مجھپر زیادتی کرتا ہے ۔ حضرت داؤد نے کہا
کہ اُسنے تجھپر ستم کیا ۔ اور حضرت داؤد نے گمان کیا کہ اُنمین میرا امتحان کیا
گیا ۔ پس استغفار کیا اُنھون نے اپنے پروردگار کا اور رکوع کرتے ہوئے
زمین پر گر پڑے اور توبہ کی پس خدا نے اُنکو بخش دیا اور فرمایا کہ اے داؤد
بیشک ہمنے تجکو خلیفہ کیا زمین کا پس حکم کر لوگون مین سچائی سے اور پیروی
مت کر خواہش نفس کی ۔ پھر صاحب حیات القلوب نے یہ بیان کیا ہی
کہ قصہ حضرت داؤد اور اوریا کو ایک گروہ نے اہلسنت مین سے جو
تجویز گناہ پیغمبران کی نسبت کرتے ہین تمسک کیا ہی اور عصمت پیغمبرونکی
ضروریات دین شیعہ سے ہی ۔ اور پھر احادیث شیعہ اور سنی کے یہان سے
نقل کی ہین جس سے وہ قصہ دروغ ثابت ہوتا ہے ۔ اور جسمین ایسے قصے
گو کو قابل حد تجویز فرمایا ہے بعد اُسکے یہ بیان کیا ہی کہ جو لوگ تجویز گناہ
نسبت پیغمبرون کے نہین کرتے ہین اُنکے یہ امر خلاف ہے کہ استغفار حضرت
داؤد کا کسواسطے تھا اور امتحان اُن کا کس واسطے لیا گیا ۔ اس خدشہ کے
دفع کیواسطے صاحب حیات القلوب نے جہان اور امور لکھے ہین وہان
یہ امر بھی لکھا ہے کہ وہ استغفار واسطے تذلل خشوع اور شکستگی کے تھا ۔

اور اوریا نے ایک عورت کی خواستگاری کی تھی اور داؤد علیہ السلام نے بعد اسکے
اُسیکی خواستگاری کی وہ اُوریا کو اس عورت نہین رکھتا تھا اور حضرت داؤدؑ
کے ۹۹ عورتین تھین اونکے یہ تھا کہ وہ عورت اوریا کے لیئے چھوڑ دی جاتی - اور جب
خبر شہادت اوریا کی پہونچی تو حضرت داؤدؑ زیادہ متاثر نہ ہوئے اور یہ امر مکروہ
تھا جو مناسب شان حضرت داؤدؑ کے نہ تھا لیکن موجب گناہ نہین تھا - اور
جب وہ دو شخص جھگڑتے ہوئے حضرت داؤدؑ کے پاس آئے تھے تب حضرت
داؤدؑ نے مدعی کے کہنے پر قبل اسکے کہ مدعا علیہ سے کچھ پوچھین یہ فرما دیا کہ
تجھپر ستم کیا ہے اگرچہ مقصود داؤدؑ کا یہ تھا اگر مدعی نے راست کہا ہے تو اُسپر
ستم کیا ہو مگر اولے یہ تھا کہ مدعا علیہ کا جواب لیکر کچھ کہتے انھین امور مکروہ
اور ترک اولے کے لیئے استغفار اور تضرع حضرت داؤدؑ کا تھا -

حضرت امام رضا علیہ السلام سے پھر ایک حدیث نقل کی ہے -
جسمین اس قصہ کو جو اہلسنت کے زبان بیان کیا گیا ہے کہ حضرت داؤدؑ
نماز توڑ کر ایک جانور کے پکڑنے کو چلے گئے اور کوٹھے پر پہونچکر ایک عورت
پر عاشق ہو گئے اور اس سبب سے اُسکے شوہر کو مروا ڈالا غلط باطل قرار دیا ہے
اور استغفار حضرت داؤدؑ کی وجہ یہ فرمائی ہے کہ داؤدؑ نے گمان کیا کہ
حق تعالی نے اونسے دانا تر پیدا نہین کیا ہے پس دو فرشتہ خدا کے بھیجے
اور مدعی نے اپنا دعوی بیان کیا اور حضرت داؤدؑ نے مبادرت کی [illegible]
[illegible] پوچھین [illegible] دعوی [illegible] غلط ہے [illegible]
کرنے مین اونسے ترک اولے ہوا اور اسیواسطے خدا نے حضرت داؤدؑ کو
فرمایا کہ تجھکو خلیفہ گردانا مین نے زمین مین - پس حکم کر تو درمیان لوگونکے
ساتھ راستی کے -

اور قصہ اوریا کا یہ تھا کہ زمانہ داؤدؑ مین یہ مقرر تھا کہ جس عورت کا شوہر مرجائے یا مارا جائے دوسرا شوہر نہین کر تی تھی۔ حق تعالی نے حضرت داؤدؑ کے لیے ایسی عورت کو حلال کیا۔ جب اوریا مارا گیا اور عدہ منقضی ہو گیا حضرت داؤدؑ نے اسکو اپنی عورت کر لیا الخ بعد اسکے صاحب حیات القلوب نے وہ فقرہ لکھا ہی جسکو مصنف مخاطب نے استدلالاً نقل کیا ہی اور اُس فقرہ کے شروع مین صاف ہے کہ پیغمبرون سے گناہ صادر نہین ہوتا ہے الخ اور اس مین کچھ شبہہ نہین ہے کہ ترک اولے یا امر مکروہ کہ جو درحقیقت گناہ نہین ہوتا ہی شایان انبیا اور دوستان خدا کے نہین ہوتا اور جب وہ اُس حالت مین تذلل اور عجز ناتوانی اور تضرع اپنا خدا کے سامنے پیش کرتے ہین تو انکو اور زیادہ مرتبہ کمال انسانی منزلت قرب الہی کی حاصل ہو جاتی ہے۔ اور اُسی مکروہ اور ترک اولے کو کہ جو شایان انبیا اور دوستان خدا کے نہین ہوتا مخالفت فی الجملہ کے الفاظ سے جو صاحب حیات القلوب نے بیان کیا ہی تو کچھ بیجا نہین ہی جس حیثیت سے مصنف مخاطب نے اعتراض کیا ہی وہ وارد نہین ہوتا۔

نظم

امر مکروہ ترک اولی سے	جب تضرع کرے نبی و ولی
تب ہی ہوتا ہی قرب حق حاصل	اور یہی ہی کمال انسانی

مصنف مخاطب نے یہان سے بلحاظ اپنے بیان کے توجیہات شروع کی ہین جنکے نقل کرنے کی ہمکو ضرورت معلوم نہین ہوتی کیونکہ اُسکے مقابلہ مین جو کچھ ہم کہین گے اوسی سے انکی توجیہات کا نشان مل جائیگا۔

انبیا اور ائمہ اور ملائکہ کی غلط فہمی کا حال کسی امر موہوم یا واقعہ گذشتہ

مین ظاہر نہین ہوا اور نہ کوئی استدلال مصنف مخاطب کا بی بی عائشہ کے لیئے غلط فہمی کا واقعہ موجودہ زیربحث کی نسبت قائم ہو سکتا ہی اور محل طعن بدستور باقی رہتا ہے۔ اور یہ واقعہ ناخوشی جناب سیدہ اور محل طعن معاملہ فدک ایسا حقیقی اور واقعی ہے کہ ہمارے معاصر مشہور شاہ بہادر شمس العلما مولوی نذیر احمد دہلوی کو خواب مین بھی ایسا ہی نظر آیا ہے اور ایسے ہی حقیقی اُمور کے بیان کو جو خواب کے پیرایہ مین لکھے جائین خود مصنف اور زمانہ نے رویاء صادقہ کے نام سے پکارا ہے جب جناب سیدہ فی الوقع خفا اور ناخوش ہوئین تو اُس مین سراسر قصور حضرت ابوبکرؓ کا ہے کہ اونکے ہی عمل کے سبب سے جناب سیدہؑ کو ناخوشی پیدا ہوئی۔ حضرت ابوبکرؓ کا بیشک فعل یہ تھا کہ انھون نے ایک ایک حدیث پیش کی جسکو اُنھون نے ظاہر کیا کہ وہ حدیث پیغمبرؐ ہے اور اوسکے وہ تنہا راوی وقت ضرورت کے ہوئے جبکہ ضبطی فدک پر مستعد ہوگئے اور جیسا کہ اُنھون نے محض اپنی طرف سے اُس حدیث کے پیش کرنے مین غلطی کی ویسے ہی اون سے اُسپر عمل کرنے مین غلطی ہوئی۔ اِس لیئے کہ وہ حدیث خلاف آیات قرآنی کے تھی تو اُنکو چاہیے تھا کہ اُس حدیث کی مُراد ایسی قرار دیتے کہ جو مطابق آیات قرآنی کے ہوتی (دیکھو بحث فدک جلد اول کے ضمیمہ اول مین و جلد ششم صفحہ ۱۹۹)۔

ل شمس العلما تحریر فرماتے ہین کہ "جو شخص سب سے زیادہ پیغمبر صاحب کی وفات سے متاذی ہوا وہ فاطمہؓ تھین۔ والدہ پہلے انتقال فرما چکی تھین۔ اب مان اور باپ دونون کی جگہ بنہ بہیا تھے اور باپ بھی کیسے دین اور دُنیا دونون کے بادشاہ۔ ایسے باپ کا سر پر سے اُٹھ جانا۔ پھر حضرت علیؑ کا خلافت سے محروم رہنا اور تمک برحراحت ترکۂ پدری باغ فدک کا دعوی کرنا اور مقدمہ کا ہار جانا۔ کسی دوسرے کو ایسے پیہم صدمات پہونچتے تو وہ زہر کھا کر مر رہتا۔ مگر اُنکے صبر و ضبط اُنکے ساتھ تھے۔ پھر بھی انھین کہ بجو ہین گھل گھل کر چھ ہی مہینے کے اندر اندر انتقال فرما گئین اور جتنے دن زندہ رہین اُن لوگون سے جنھون نے اُنکو رنج دیے تھے نہ بولین اور نہ بات کی۔ یہان تک کہ ان لوگون کے

جب غیر صحیح اور غلط فعل حضرت ابو بکرؓ سے جناب سیّدہ ناراض ہو گئین تو ابو بکر کو چاہئے تھا کہ اپنے غلط اور غیر صحیح فعل سے باز آتے۔

شیعون کا یہ مطلب ہرگز نہین ہی کہ ابو بکر جناب سیّدہ کی خاطر سے حدیث پر عمل چھوڑ دیتے" بلکہ شیعون کا یہ مطلب ہی کہ حضرت ابو بکر جناب سیّدہ کی خاطر شکنی کے لئے ایسی حدیث پیش نہ کرتے نہ اُس پر عمل کرتے کہ جو مخالف قران کے تھی اور بیشک حدیث خلاف قرآن پر عمل چھوڑ دیتے اور قرآن پر عمل کرتے ایسا قرآن جسکی نسبت حضرت عمر نے فرمایا ہی "حسبنا کتاب اللہ"

معصومین مین کبھی باہم رنج نہین ہوتا ہے اور نہ معصومین مین سے کسی کا قصور ہوتا ہے۔ حضرت موسٰی اور ہارون کے قصہ کو ہم نے ایک زیادہ مقام پر اپنے رسالہ روشنی مین دکھایا ہے نہ اُنمین باہم رنج تھا اور نہ کسی کا قصور تھا اور ایسے ہی جناب سیّدہ کے اوس غضب کا حضرت ابو بکر پر جو بخاری کی روایت مین ہی جناب سیّدہ کے اون الفاظ سے وہ ہجو جنین الخ" مقابلہ ہوسکتا ہے اور نہ اُن الفاظ سے جناب امیرؑ پر غصہ جناب سیّدہ کا ظاہر ہوتا ہے۔ (دیکھو رسالہ روشنی جلد ۶ صفحہ ۵۵ و ۳۰۸)۔

اگر باہم حضرت موسٰیؑ اور ہارونؑ کے یا جناب سیّدہ اور علی مرتضٰیؑ کے کوئی رنج واقعہ ہوتا تو حضرت ہارونؑ حضرت موسٰےؑ کو اور جناب سیّدہ علی مرتضٰےؑ کو منع کر جاتے کہ ہماری تجہیز و تکفین اور دفن مین شریک نہوں لیکن ایسا امر ظہور مین نہین آیا اسی سے ظاہر ہے کہ نہ تھا بین حضرت موسٰیؑ اور ہارونؑ کے کوئی رنج تھا اور نہ درمیان جناب علی مرتضٰےؑ اور سیّدہ کے۔

جناب سیدہ کو حضرت ابو بکر اور جن جن لوگوں سے رنج تھا اون کو منع کر دیا تھا کہ انکے جنازہ اور دفن میں شریک نہوں - اور علی مرتضے نے انکے جنازہ کو بوقت شب بموجب انکی وصیت کے بغیر ابو بکر و غیرہ کی شرکت کے دفن کیا - جیسا کہ صحیح بخاری اور مسلم میں وارد ہوا ہے (صفحہ ۲۲۹ و ۲۵۱ جلد ۶ روشنی) -

الفاظ وہ ہیچو جنین الخ درحقیقت نہ درشت ہین اور نہ کسی غصہ کی خبر دیتے ہین اور نہ آخر وقت تک اونکا رفع نہ ہونا لازم آسکتا ہی اور نہ اوسکے بعد دونون کا ساتھ رہنا متعلق زوجیت اور بیماری کی مجبوری سے سمجھا جا سکتا ہے مگر بیماری کی مجبوری کی جو وجہ مصنف مخاطب ظاہر کرتے ہین اُنکی طرف ایسی وجہ کا ظاہر کرنا مجکو بہت تعجب مین ڈالتا ہے - بعد وفات پیغمبر خدا خلافت اور فدک کا لے لینا اور اُن جھگڑون مین جو صدمات جناب سیدہ کو پہونچائے گئے جن کے سبب سے وہ لب گور ہین کیا اسی بیماری کی طرف اشارہ ہی؟ ورنہ کوئی اور بیماری نہین رہی -

یہ امر کہ وہ جناب سیدہ کے آخر وقت مین ابو بکر و عمر نے جناب امیر ع کے توسط سے اپنا قصور معاف کرانا چاہا جناب سیدہ نے اپنے حضور مین بلا لیا مگر اُن دونون نے ہر چند معذرت کی قصور معاف نہ کیا شیعو نکی بعض روایتون مین نہین ہے بلکہ خود اہلسنت کی بعض معتمد کتابون مین ہے لیکن یہ واقعہ آخر وقت جناب سیدہ کا نہین ہے بلکہ بعد ناخوشی

جناب سیدہ کے ہے (دیکھو رسالہ روشنی جلد ۶ صفحہ ۲۱۹ لغایتہ ۲۲۹)

ایسی روایات پر مصنف مخاطب نے شیعون پر بہت زور سے اعتراض کئے ہین کہ وہ شیعون کو شرم نہین آتی کہ جناب سیدہ سے کمال محبت کا

بڑے غلو کے ساتھ دعوے ہے اور کیسی بیرحمی اور سنگدلی کا عیب ان مین لگایا معذرت کے بعد معاف نہ کرنا بیمروتی ہے لیکن مصنف مخاطب نے شیعہ کی کسی کتاب کا حوالہ نہیں دیا کہ کس کتاب مین ہے اور شیعہ انکو بقید نام کتاب کے بتا چکے ہین کہ ایسے روایات انکی بعض معتبر کتابون[۱] مین ہین تو جو کچھ بے شرمی شیعون کی مصنف مخاطب دکھاتے ہین وہ خود حضرات اہلسنت کو اپنی بے شرمی قبول کرنی پڑیگی - لیکن ایسی روایتون سے کوئی بیرحمی اور سنگدلی جناب سیدہ کی یا معذرت کے بعد قصور معاف نکرنا بے مروتی سمجھی نہین جا سکتی - جو بیرحمی اور سنگدلی کا برتاو جناب سیدہ ع کے ساتھ کیا گیا اور معافی مانگی گئی - تو معافی اسی حالت مین دیجا سکتی تھی کہ جن امور سے جناب سیدہ ع ناخوش ہوئین وہ امور واپس کریے جاتے (دیکھو رسالہ روشنی جلد ششم صفحہ ۲۲۵) جناب سیدہ ع اگر بغیر واپسی اُن امور کے معافی دیدیتین تو البتہ اُنپر اطلاق بے رحمی اور سنگدلی کا صادق آتا اور ایسا الزام کسی طرح جناب سیدہ ع اپنے اوپر عائد نہین کر سکتی تھین جناب سیدہ ع نے جو قصور معاف نہین کیا ٹھیک کیا - آخرت کی حکومت بلاشک اُنکے اختیار مین نہوگی لیکن جسکے ہاتھ مین ہوگی وہ احکم الحاکمین ہے - اور جن لوگون نے کہ خلاف حکم اُسکے کی عمل کیا ہے اون کے لیئے وہ ہرگز غفور الرحیم نہین ہوگا - وہ خوب جانتا ہے کہ اُن دونون نے جو معذرت کی وہ محض زبانی تھی - عمل کے ذریعہ سے نہین تھی یعنے جو امور کہ خلاف حکم خدا عمل مین لائے گئے اور جن سے جناب سیدہ ع کو ناخوشی پیدا ہوئی اُنکو اُن دونون نے واپس نہین لیا تھا - اگر اون امور کو وہ دونون واپس لے لیتے اور جناب سیدہ ع

[۱] دیکھو صفحہ ۱۲۲ لغایتہ ۲۲۳ جلد ۶ روشنی جسمین نام کتابون کے گنائے ہین - اڈیٹر ۱۲

سے معافی چاہتے تو دلی معافی اونکی سمجھی جاتی اور اُسوقت ضرور جناب سیدہؑ
اونکو معاف کر دیتین۔ لیکن جن امور سے کہ ناخوشی جناب سیدہؑ کو پیدا ہوئی تھی
بغیر اُنکے واپس لیئے جو معذرت کیگئی اور معافی جناب سیدہؑ نے نہین دی
تو اُس سے جناب سیدہؑ کی سنگدلی اور بیرحمی جو مومن کی شان سے بعید ہو
ہرگز سمجھی نہین جا سکتی بلکہ جو لوگ کہ مخالفت حکم خدا اور امور ناخوشی کو واپس
نہ لین اور بغیر اُسکے معافی چاہین یہ فعل اونکا خود سنگدلی اور بیرحمی کا ہی جو
مومن کی شان سے بعید ہے۔ اور جس تعریض سے کہ انھون نے معذرت چاہی
اُس سے صرف وہی الزام جو اُنپر تھا باقی نہین رہتا بلکہ ایسی معذرت چاہنے
سے کہ جو بغیر واپسی اون امور کے جو باعث ناخوشی ہوئے تھے اُس الزام کو
اور شدید کرتا ہے۔ اور جبکہ وہ روایت خود اہلسنت کے یہان موجود ہے تو
اہلسنت کو اُسکے قبول سے گریز نہین ہو سکتا ہی اور جناب سیدہؑ پر اُس سے
ہرگز کوئی طعن عائد نہین ہوتا ہے۔

شیعون نے اس روایت کو تصنیف نہین کیا جس سے ابوبکرؓ اور عمرؓ
پر الزام بڑہانا اونکا مقصود ہو بلکہ خود اہلسنت نے حقیقی واقعات کو اپنی
کتابون مین مندرج کیا ہے تاکہ آئندہ نسلین ان واقعات پر غور کرکے اپنی
رائین قائم کرین۔ مگر مصنف مخاطب کی یہ جدید تصنیف ہے کہ مسلمان کو
بے راہ کرنے کے لیے اپنے یہان کی ایسی سچی روایات کو شیعون کی طرف منسوب
کرکے دہوکا دین۔

مصنف مخاطب اپنے گمان مین ایک اور روایت شرح نہج البلاغہ
ابن میثم بحرانی سے پیش کرتے ہین اور اپنا عندیہ یہ ظاہر کرتے ہین کہ "اس
روایت (معافی نہ دینے) کی قباحت علمائے شیعہ سمجھ گئے اور اس کے مقابلہ مین

دوسری روایت پیش کرتے ہین -
مصنف مخاطب نے جس روایت کو شرح ابن میثم سے لیا ہے صرف اُسکو ہم علحدہ لکھنے کی ضرورت نہین سمجھتے کیونکہ اوّل ہم فرمان علی مُرتضےٰؑ موسومہ عثمانؓ بن حنیف کے اُس مضمون کا ترجمہ لکھتے ہین کہ جسپر ابن میثم نے اِس موقع پر شرح کی ہے اور پھر ہم اُس مضمون شرح کا ترجمہ کرتے ہین جس مین وہ روایت بھی شامل ہی جسکو مصنف مخاطب نے نقل کیا ہی اور اُس پر خط کھینچ دینگے تاکہ امتیاز ہو جائے کہ وہ حصّہ مضمون مصنف مخاطب کا مستدلہ ہے جس سے یہ بھی ظاہر ہو جائے گا کہ وہ حصّہ مضمون مستدلہ مصنف مخاطب فرقہ شیعہ کے یہان سے لیا گیا ہے یا کیا -؟

ترجمہ حصۂ مضمون فرمان علی مرتضیٰ موسومہ عثمان بن حنیف

(یہ وہی فرمان ہے جسکا ترجمہ ہم نے پہلے بھی کیا ہے دیکھو صفحہ ۸۹ ہم جلد چہار رسالہ روشنی)

"ہان تھا ہمارے ہاتھ مین فدک کل اُس چیز سے کہ سایہ ڈالا ہے اُسپر آسمان نے پس بخل کیا اُسپر نفوس ایک قوم نے اور جوانمردی کی اوس پر دوسرے نفوس نے (یعنے ایک قوم نے اُسکو لیلیا اور دوسرے نفسون نے اُسپر صبر کیا) اور اچھا حکم کرنے والا خدا ہے اور کیا کرون مین فدک کو اور غیر فدک کو درحالیکہ نفس کی منزل کلیتہً قبر ہے کہ شگرٹے ٹکرٹے ہو جاتے ہین اوسکی ظلمت مین نشان اُسکے اور پوشیدہ ہو جاتی ہین خبرین اُسکی الخ"
اُسپر ابن میثم نے جو شرح لکھی ہے وہ پورا مضمون شرح کا یہ ہے "واضح ہو کہ فدک خاص واسطے رسول صلعم کے تھا جب حضرت نے فتح خیبر کی اور

خدا نے قلوب اہل فدک مین رعب کو ڈال دیا پس انھون نے خواہش ظاہر کی کہ نصف فدک پر حضرت اُن لوگون سے مصالحہ کرلین حضرت نے اس امر کو قبول کرلیا اس سے فدک خاص حضرت کے لیے ہوا کیونکہ اُسپر حضرت نے لشکر کشی نہین فرمائی۔ اور روایت کی گئی ہے کہ حضرت نے اُن لوگون سے کل فدک پر مصالحہ فرمایا اور مشہور بین الشیعہ بلکہ متفق علیہ ہے کہ رسول خدا صلعم نے فدک کو حضرت فاطمہ کو عطا فرمایا۔

اور روایت ہے اس امر کی شیعون سے طرق مختلفہ سے منجملہ اون کے روایت ابی سعید خدری ہے کہ جسوقت آیۃ وآت ذی القربی حقہ۔ (دے تو قرابت دارون کو حق اونکا) نازل ہوئی۔ حضرت نے فدک حضرت فاطمہ کو عطا کر دیا۔ پس جسوقت ابو بکر خلیفہ بن گئے قصد کیا لینے فدک کا حضرت فاطمہ سے۔ پس جناب سیدہ نے وراثۃً فدک کا مطالبہ کیا اور یہ بھی کہا کہ حضرت نے اپنی حالت حیات مین مجھے اسکو عطا کر دیا تھا۔ اور اسکی شہادت حضرت علی اور ام ایمن نے دی۔ پس ابو بکر نے میراث مین حدیث نحن معاشر الانبیا سے۔ کہ جسکے وہ خود ہی تنہا راوی بھی تھے۔ جواب دیا۔ اور متعلق عطاء فدک یہ کہا کہ وہ خاص حضرت کی ملکیت نہ تھی بلکہ اونکے ہاتھ مین کل مسلمانون کا مال تھا جسکی آمدنی سے حضرت بت لوگون کو جنگ پر بھیجتے تھے۔ اور سبیل اللہ مین بھی صرف کرتے تھے اور مین اسپر اوسی نہج سے متصرف ہون جیسے حضرت تھے۔ جب یہ خبر سیدہ کو پہونچی حضرت نے برقع اوڑھا اور ایک جماعت اپنے اعوان و قوم کی عورتون کو لیے کر ابو بکر کے پاس آئین درحالیکہ چادر آپ کے قدمون سے اولجھ رہی تھی اور

سلہ روشنی جلد ۶ صفحہ ۱۹۲ پر بھی بقدر ضرورت یہ خطبہ موسوم بہ لمۃ کا معہ اسناد سابقاً درج ہو چکا ہے۔ ایڈیٹر

اوسوقت، پہونچین جبکہ تمام مہاجر اور انصار ابو بکرؓ کے پاس موجود تھے بس ایک باریک پردہ درمیان اُن لوگون اور سیدہ کے تانا گیا بعد اُسکے حضرت نے ایسا ایک نعرہ کیا جسکی وجہ سے حاضرین متاثر ہو کر رونے لگے پھر حضرت نے تھوڑی دیر تامل کیا یہان تک کہ جوش گریہ کم ہوا اور فرمایا کہ آبتدا کرتی ہون مین خدا کی حمد سے جیسا کہ بزرگ اور مستحق حمد ہے۔ شکر کرتی ہون مین اوسی خدا کا اُسکی نعمتون پر اور شکر کرتی ہون مین اوسکا اون چیزونکے لیئے کہ جنکا ہمارے قلوب مین الہام کیا ہے بعد اوسکے خطبہ طویل ایسا فرمایا جسکی آخر یہ ہی۔ بس خوف کرو خداوند عالم کا حق خوف کرنے کا اور اطاعت کرو اُسکی اُس امر مین کہ جسکا اوسنے حکم دیا ہے۔ پس جزاین نیست کہ خدا کا خوف اوسکے بندون مین علماء کرتے ہین اور حمد کرو اُس خدا کی جس کی عظمت اور نور سے تمام مخلوقات زمین و آسمان اُسکی طرف وسیلہ ڈہونڈتے ہین۔ اور ہم ہین وسیلہ خلق مین۔ اور ہمین خاص الخاص اُسکے بندے ہین۔ اور ہمین محل قدس ہین۔ اور ہمین اوسکی حجت ہین۔ اور ہمین ورثاء انبیا ہین۔ مین فاطمہؑ دختر رسول صلعم ہون۔ اور مین مکرر کہتی ہون کہ مین نے اپنے فخر اور شرف کے بیان مین تجاوز نہین کیا ہے۔ پس دل لگا کر اور کان دہر کر سنو۔ بعدہٗ یہ آیہ لقد جاءکم الخ تلاوت فرمائی ہے۔ ترجمہ تحقیق کہ آیا تمہارا ایک رسول تمہین مین سے گران ہے اُسپر تمہارا معصیت کرنا۔ اور حریص ہی تمہارے اوپر۔ اور مہربانی اور رحم کرنے والا ہے مومنین پر۔ پس اگر تم نسبت دو اوسکو مجھسے تو وہ میرا باپ ہے نہ تمہارا۔ اور وہ بھائی ہے میرے ابن عم کا نہ تمہارے ابن عم کا۔ پھر کیا تم گمان کرتے ہو کہ نہین ہے ارث میرے لیئے (ترجمہ آیہ) "آیا حکم جاہلیت کو اختیار کرتے ہو اور کون شخص ہے زیادہ حکم دینے والا خدا سے واسطے اوس قوم کے جو کہ

یقین کرنے والی ہے ٹ۔ ای گروہ ملت آیا لے لی جائے مجھسے میراث میرے باپ کی۔ حالانکہ وارث ہو ابن ابو قحافہ اپنے باپ کا اور نہ وارث ہوں میں اپنے باپ کی۔ یہ تمنے ایک عجیب امر مصنوعی کیا پس لازم ہو گیا یہ فعل سپرے لیئے۔ اور مثل اوسکی مثل اُس ناقہ کی ہے جو لجام دیا ہوا اور جو کسا ہو اکھڑا ہو۔ اور تو ای ابو قحافہ ملاقی ہو گا اس فعل کے ساتھ روز حشر۔ پس کیا ہی اچھا حاکم ہے خداوند عالم اور کفیل آنحضرت اور وعدہ گاہ قیامت (ترجمہ آیتہ) ۱ اور وقت روز قیامت کے افعال باطل کرنے والے زیان کار ہوں گے اور واسطے ہر امر کے مستقر ہے اور قریب ہے معلوم کرو گے جسپر نازل ہو گا عذاب رسوا کرنیوالا اور حلول کرے گا اُسپر عقاب دائمی ۲۔ راوی کہتا ہے کہ پھر متوجہ ہوئیں طرف قبر اپنے پدر بزرگوار کے اور قول ہند بنت امامہ کو پڑھا (جس کا ترجمہ یہ ہے) ۳ بالتحقیق آپ کے بعد بڑے بڑے امور پیش آئے اگر آپ موجود ہوتے تو کاہیکو ایسا سخت واقعہ ہوتا ظاہر کیا لوگوں نے اپنے امور مخفی کو جسوقت کہ لپنے قضا کی اور حائل ہیں درمیان آپ کے بڑے تودے ریگ کے تحریش روئی کی مجھسے لوگوں نے اور استخفاف کیا میرا جسوقت کہ آپ غائب ہو گئے ہمسے۔ پس آج کے روز ہم مغضوب ہوئے ہیں ۴

راوی کہتا ہے اُسوقت ایسا زیادہ جوشش گریہ تمام مرد و زنمیں واقع ہوا کہ کبھی ایسا نہیں دیکھا گیا تھا۔ بعد اُسکے آپ نے انصار موجودہ مسجد کیطرف متوجہ ہو کر کہا کہ ای گروہ انصار اور بازوان ملت اور پرورش کنندگان اسلام میری مددگاری میں کیوں تمکو تامل ہے۔ اور میری اعانت میں کیوں سُستی ہے۔ اور میرے حق میں کیوں تمکو ضعف ہے۔ اور میری فریاد رسی سے کیوں غافل ہو۔ آیا نہیں فرمایا ہے آنحضرت صلعم نے کہ انسان کی

حفاظت اُنکی اولاد مین کیجاتی ہے بہت جلدی کی تمنے اِن افعال کی کرنے
مین - ابھی آنحضرت نے انتقال کیا اور تمنے اُنکے دین کو بھی مردہ کردیا -
تحقیق کہ موت اُنکی ایک مصیبت بزرگ ہی - وسیع ہو گیا ہے چاک اوسکا -
اور کشادہ ہو گیا ہے سُوراخ اُسکا - اور مفقود ہو گیا ہے درست کرنے والا اُسکا
اور تاریک ہو گئی ہے زمین اور جھک گئے ہین پہاڑ - اور نا اُمید ہو گئی ہین
آرزوئین - اور ضائع کئے گئے بعد اُنکے حریم اور ہتک کی گئی حرمت اور اہانت
کی گئی عزت اور یہ ایک ایسی مصیبت ہی جسکا کہ کتاب اللہ نے اعلان کیا تھا
قبل اُنکی وفات کے - بس کہا خدا نے (ترجمہ آیۃ) نہین ہین محمد صلعم - مگر رسُول
تحقیق گذرے ہین قبل اُنکے بہت سے پیغمبر - آیا بس اگر وہ مرجائے یا قتل ہو جائے
پلٹ جاوٴگے تم اپنے پچھلے پاوٴن پر - اور جو شخص پلٹ جائے گا اپنے پچھلے
پاوٴن اُس سے خدا کو کچھ ضرر نہو گا اور قریب ہے کہ جزا دیگا خداوند کریم شاکرین
کو[1] ای انصار آیا محروم کی جاوٴن مین ارث سے اپنے باپ کے دران حالیکہ
تم دیکھتے ہو اور سُنتے ہو پہونچتی ہی تمکو میری فریاد - اور شامل ہی تمکو میری آواز
اور تم مین سامان بھی ہے اور تم کثیر التعداد بھی ہو - اور تمھارے واسطے گھر
بھی ہے - اور سپرین بھی ہین - اور تمکو منتخب کیا ہی خدا نے اور برگزیدہ کیا ہے
مقابلہ کیا ہی تمنے عرب کا - اور متوجہ ہوئے ہو تم اُمور کی طرف - اور دفع
کیا ہے تمنے سختیون کو - یہان تک کہ چلّی اسلام کی تمھاری وجہ سے چکّی
اور جاری ہوا شیرا اوس کا - اور بجھ گئی آتش حرب اور ساکن ہو گیا
شرک کا جوش اور سست ہو گئے فتنہ - اور مستحکم ہو گیا انتظام دین کا -
آیا بس تم بعد اقدام کے پیچھے ہو گئے - اور پیچھے رہ گئے بعد حملہ کرنے کے - اور

[1] دیکھو جلد ۶ صفحہ ۶۸ پر اِس آیتہ سے استدلال ۱۲

بزدل ہو گئے بعد شجاعت کے۔ ایسی قوم سے جنھون نے عہد شکنی کی بعد اپنے ایمان کے۔ اور رخنہ ڈالا انھون نے اپنے دین مین۔ پس قتل کرو ائمہ کفر کو نہین ہے عہد انکے لیئے تاکہ وہ منتہی ہو جاوین۔ آگاہ ہو بہ تحقیق مین دیکھتی ہون تم کو کہ تم مائل ہو گئے ہو عیش و آرام کی طرف اور انکار کیا تمنے دین کا اور پلی گئے جو تم بلائے گئے (ترجمہ آیتہ) ۱۲۔ اور اگر کفر کرو تم لوگ اور وہ لوگ جو کہ زمین پر ہین سب کے سب پس بہ تحقیق کہ خدا غنی ہی اور حمید ہے ۱۳۔ آگاہ ہو تحقیق کیا ہی مین نے درحالیکہ مین یقین کرتی ہون اُس رسوائی کا جو تمکو لازم ہو گئی ہے اور علم ہی تمھاری ضعف طبیعت کا اور ضعف یقین کا۔ بس یہ قول تمھارے لیئے لازم ہو گیا ہے پس متحمل ہو تم اُسکے اور مثال اُس فعل کی مثال اُس ناقہ کی ہے جسکی پشت زخمی ہو اور سم اُسکے گھس گئے ہون۔ اور یہ فعل ایسا ہی کہ جسکا عار و ننگ اور ملامت کا اُسمین نشان باقی رہے گا اور اُس دہکتی ہوئی آگ کے ساتھ موصول ہو گا جو کہ بھوڑکیگی اوپر قلوب کے پس خدا اُس کو دیکھتا ہے جو تم کرتے ہو (ترجمہ آیتہ) ۱۴۔ اور قریب ہے کہ جا بین گے وہ لوگ کہ جنھون نے ظلم کیا ہے کہ کیسا پلٹا کھاوین گے جائے منقلب مین۔

بعدہٗ آپ اپنے مکان پر واپس آئین۔ اور قسم کھائی۔ کہ نہ کلام کرینگی مدت العمر ابوبکرؓ سے۔ اور بد دعا کرین گی خدا سے اُسکے لیئے۔ اور اور ایسا ہی حضرت نے کیا یہان تک کہ وفات پائی۔ پس وصیت کی کہ نہ نماز پڑھے ابوبکرؓ اُن پر پس نماز پڑھی اُن پر عباسؑ نے اور دفن کی گئین شبکو

روایت کی گئی ہے ابوبکرؓ نے جب جناب سیدہ کا کلام سُنا۔ تو ابوبکر نے اللہ کی حمد بیان کی اور ثنا کی اور رسُول پر درود پڑھا پھر کہا۔ کہ ای افضل

عورتون کی اور بیٹی اوس باپ کی جو سب مین افضل ہے - مین نے رسول اللہ
کی رائے سے تجاوز نہین کیا - اور نہین عمل کیا مین نے مگر رسول کے حکم پر -
بیشک تمنے گفتگو کی اور بات بڑہا دی - اور سختی اور ناراضی کی - اب اللہ
معاف کرے ہمارے لیے اور تمہارے لیے - اسکے بعد یہ ہے کہ مین نے رسول
کے ہتیار اور سواری کے جانور علیؑ کو دیدیے - اور لیکن جو کچھ اسکے سوا ہے
اس مین مین نے رسول اللہ کو کہتے ہوئے سُنا ہے کہ - ہم جماعت انبیا نہ سونے
کی میراث دیتے ہین نہ چاندی کی - نہ زمین کی - نہ کہیتی کی - نہ مکان کی - اور
لیکن ہم میراث دیتے ہین ایمان اور حکمت اور علم اور سنت کی اور عمل کیا مین
نے اسپر جو مجکو حکم کیا تھا - اور مین نے نیک نیتی کی ہے - تو جناب سیدہؑ
نے فرمایا کہ بیشک رسول اللہ نے فدک مجھکو ہبہ کر دیا ہے - ابو بکرؓ نے کہا
اسپر گواہ کون ہے - تو آئے علیؑ بن ابیطالب اور امّ ایمن اُن دونون نے
فاطمہؑ کے لیے گواہی ہبہ کی دی - پھر آئے عمر بن خطاب اور عبدالرحمان بن
عوف اُنھون نے یہ گواہی دی کہ رسول اللہ صلعم فدک کو تقسیم کر دیتے تھے
تو ابو بکرؓ نے کہا کہ اے رسول کی بیٹی تو نے سچ کہا اور علیؑ اور امّ ایمن نے بھی
سچ کہا اور عمرؓ نے بھی سچ کہا اور اُسکا تصفیہ یہ ہے کہ جو تیرے باپ کے لیے تھا
وہ ہی تیرے لیے ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ فدک سے تمہارا قوت
رکھ لیتے تھے - اور باقی کو تقسیم کر دیتے تھے اور اُٹھاتے تھے اُس مین سے
اللہ کی راہ مین - اور مین تیرے لیے اللہ کی قسم کہاتا ہون کہ فدک مین
وہ ہی کرون گا جو رسول کرتے تھے - تو اسپر فاطمہؑ راضی ہوگئین اور فدک
مین اُسی پر عمل کرنے کا ابو بکرؓ سے عہد لیلیا اور ابو بکرؓ فدک کی پیدا وار کو
لیتے تھے اور جتنا اہلبیت کا خرچ ہوتا تھا اونکے پاس بھیجدیتے تھے -

پھر ابوبکرؓ کے بعد اور خلفاء نے بھی یہی کیا یہانتک کہ حاکم ہوئی معاویہ تو امام حسنؑ کی وفات کے بعد مروان نے فدک کے ایک ثلث کو اپنی جاگیر بنالیا پھر اپنی خلافت کے زمانہ مین اپنے لیئے خاص کرلیا اور مروان کی اولاد کے پاس رہا یہان تک کہ عمر بن عبدالعزیز کے پاس پہونچا تو اُسنے اپنی خلافت کے زمانے مین فدک کو اولاد فاطمہؑ پر رد کردیا۔

پس کہا شیعون نے کہ یہ اوّل حق تھا جو رد کیا گیا اور اہلسنت نے کہا بلکہ لے لیا اوس نے اُسکو اپنی ملک مین بعد اُسکے ہبہ کردیا اُسکو اولاد فاطمہؑ پر پھیر لے لیا اُنسے یہان تک کہ دولت بنی اُمیہ کی ختم ہوگئی پس رد کیا اوسکو ابوعباس سفاح نے اولاد فاطمہؑ پر۔ پھر لے لیا اوسکو منصور نے۔ پھر رد کردیا اُس کو اُسکی بیٹے مہدی نے۔ پھر لے لیا اُسکو اُس کے دونون بیٹون موسیٰ و ہارون نے۔ پس اسیطور سے بنی عباس کے ہاتھ مین رہا تا زمانہ مامون پس رد کیا اُسکو مامون نے اولاد فاطمہؑ پر۔ اور باقی رہا عہد زمان متوکل تک۔ پس لے لیا اوسکو متوکل نے۔ اور دیدیا اُسکو عبداللہ ابن عمر باز یار کو۔ اور روایت کی گئی ہی کہ اُسی فدک مین گیارہ درخت تھے خرمہ کے۔ جن کو رسول خدا صلعم نے اپنے ہاتھ سے بویا تھا۔ بنی فاطمہ ہدیتہً اُسکے ثمر حاجیون کو پیش کرتے تھے پس اوسکے صلہ مین وہ اُنکو بہت مال کثیر نذر کرتے تھے۔ پس باتریار نے ایک شخص کو بھیجکر اون درختون کو کٹوایا اور جب وہ درخت کاٹ کر واپس بصرہ آیا تو مفلوج ہوگیا اور اس قضیئہ مین شیعون اور اُنکے مخالفین مین نہایت اختلاف ہے اور ہر فریق کے لیئے کلام طویل ہے انتہٰی

جس مضمون شرح ابن میثم پر خط کھینچا گیا ہی اُسپر مصنف مخاطب استدلال کرکے یہ کہتے ہین کہ وہ اس روایت کے ملاحظہ کے بعد نہ غصب فدک کی شکایت باقی

رہی نہ ناراضگی اور خفگی کا وجود رہا اور اس طعن کی جڑ کٹ گئی؟"

فرمان علی مرتضےٰ موسومہ عثمان بن حنیف میں جو حضرت علی مرتضےٰ نے نسبت معاملہ فدک کے لکھا ہے اوسکی شرح ابن میثم نے کی ہے اسکے دیکھنے سے ظاہر ہے کہ انہوں نے اپنے نزدیک واقعات تاریخی کی حیثیت سے جو نتیجہ روایات کا ہو سکتا بیان کیا ہے اور یہ نہیں لکھا ہے کہ وہ روایات فرقہ شیعہ کی ہیں لیکن ہم بتا دینگے کہ وہ روایات کہ جن سے واقعات تاریخی کا نتیجہ نکالا ہے اہل سنت کے یہاں کی ہیں مگر جب ابن میثم نے کسی روایت کی نسبت یہ نہیں لکھا کہ وہ شیعوں کے یہاں کی ہے تو مصنف مخاطب کو لازم تھا کہ اس روایت کو جس میں یہ بیان ہے کہ حضرت فاطمہ راضی ہو گئیں تھا ورنہ بغیر مصنف مخاطب کو حجت ہے دکھاتے کہ وہ روایت شیعوں کے یہاں کی ہے اور اس کتاب کا نام ظاہر کرتے تاکہ شیعہ دیکھتے کہ اوس روایت کا راوی کون ہے اور وہ کتاب کس کی تصنیف سے ہے ابن میثم کی کتاب شرح نہج البلاغت کتاب حدیث شیعوں کی یہاں کی نہیں ہے کہ اس میں روایت رضامندی جناب فاطمہ زہرا صلوات اللہ علیہا کے منقول ہونے سے یہ لازم آجائے کہ وہ روایت شیعوں کے یہاں کی ہے بلکہ یہ سبب اسکے کہ ابن میثم شیعی المذہب تھے اونہوں نے اپنی اس کتاب میں یہ قصد کیا ہو کہ روایات کتب اہلسنت سے شرح کریں تاکہ اہلسنت پر حجت ہو۔

سوائے اُس روایت کے کہ جسمیں رضامندی جناب سیدہ کی مذکور ہے اور اُسپر ہم علیحدہ بحث کرینگے ابن میثم شارح نے اُس مقام پر جن روایات سے واقعات تاریخی لکھے ہیں اون روایات کو شارح ابن ابی الحدید نے اُسی مقام پر اپنی شرح میں مفصل بہ قید سلسلہ راویوں کے لکھا ہے اور یہ ظاہر کر دیا ہے کہ جو کچھ اُنہوں نے

---

[1] جزو ۱۶ صفحہ ۲۹۴ - طبع طہران ۱۲

اخبار اور سیر سے نقل کیا ہے وہ زبانی اہل حدیث اور اُن کی کتابون سے ہے ۔ شیعون کی اور اُن کے لوگون کی کتابون سے نہین ہے ۔ ابن ابی الحدید نے اپنے نفس پر شرط کر لی ہے کہ وہ شیعون کے یہان سے کچھ جمع نہ کرین اور یہ شرط اُنہون نے مخفی نہین رکھی ہے ۔ اِس سے ظاہر ہے کہ شارح ابن میثم نے جو نتیجہ کہ اِس موقع پر لکھا ہے وہ شیعون کے یہان کی روایات اور کتب سے نہین ہے ۔ بلکہ مخالفین مذہب اہل شیعہ سے ہے ۔ جنکو ابن ابی الحدید نے منقول کیا ہے بلکہ اون شدائد کو جو فاطمہؑ اور علیؑ صلوات اللہ علیہما پر ہوئے اور اُس استخفاف کو جو اُن دونون کا کیا گیا ۔ (مثل خانہ فاطمہ کے جلا دینے کا قصد اور اُم طحال زن فاحشہ کی مثال اور لومڑی اور اُسکی دُم کی گواہ ہونے کی تمثیل کے) اُن روایات سے جو شارح ابن ابی الحدید نے لکھے ہین ۔ ابن میثم نے واقعات تاریخی کے بیان مین چھوڑ دیا ہے ۔

وہ روایت جس سے رضامندی جناب سیدہ کا سنت مخاطب استدلال کرتے ہین ۔ ابن میثم نے بہ لفظ "روی" مجہول کے نقل کی ہے اور اہل فن ایسی روایت کو ضعیف اور غیر معتمد جانتے ہین ۔ جب تک کہ اُسکی تصدیق دوسری روایتون سے نہ ہو ۔ اور خود کتب معتمد اہلسنت کے روایات صحیحہ سے ثابت ہو چکا ہے کہ جناب سیدہ قضیہ فدک مین ناراض ہو گئین اور بد دعا کرتی رہین اور ناراضگی کی حالت مین مر گئین اور وصیت کی [illegible] تا [illegible] کرنے والے اُنکے شریک جنازہ نہ ہون[1] [illegible] تکلیف [illegible] جناب سیدہ کا [illegible] سوا [illegible]
باقی کل قسمون [illegible]

[illegible] جلد اول بحث سبب وفات سیدہ [illegible] بحث فدک ۔

[1] دیکھو صفحہ ۲۱ و ۲۴ جلد ہذا کا حاشیہ ۔ اڈیٹر

اور اُن روایات کو شارح ابن ابی الحدید نے نقل کیا ہے اور جہاں اِس روایت مین رضامندی جناب سیّدہ کا ذکر ہے وہان مضمون روایت یون شروع ہوا ہے کہ وہ جب ابوبکرؓ نے یہ کہا کہ رسول اللہ صلعم سے مین نے سنا ہو کہ جماعت انبیا میراث نہین دیتے ہین تو جناب سیّدہ نے فرمایا کہ بیشک رسول اللہ نے فدک مجکو ہبہ کر دیا ہو۔ ابوبکرؓ نے کہا اوسپر گواہ کون ہے تو آئے علی بن ابیطالب اور ام ایمن اون دونون نے فاطمہؑ کے لیئے گواہی ہبہ کی دی۔ پھر آئے عمر ابن خطاب اور عبدالرحمن بن عوف انہون نے یہ گواہی دی کہ رسول اللہ صلعم فدک کو تقسیم کر دیتے تھے تو ابوبکرؓ نے کہا کہ ای رسول کی بیٹی تو نے سچ کہا اور علیؑ اور ام ایمن نے بھی سچ کہا اور عمرؓ نے بھی سچ کہا اور اسکا تصفیہ یہ ہو کہ جو تیرے باپ کے لیے تھا وہ ہی تیرے لیے ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ فدک سے تمہارا قوت رکھ لیتے تھے اور باقی کو تقسیم کر دیتے تھے اور اٹھائی تھے انمین سے اللہ کی راہ مین اور مین تیرے لیئے اللہ کی قسم کھاتا ہون کہ فدک مین وہ ہی کرونگا جو رسول اللہ کرتے تھے تو اُسپر فاطمہ راضی ہوگئین اور فدک مین اسی پر عمل کرنے کا ابوبکرؓ سے عہد لے لیا اور ابوبکرؓ فدک کی پیداوار کو لیتے تھے اور جتنا اہلبیت کا خرچ ہوتا تھا اونکے پاس بھیج دیتے تھے پا سوائے فقرہ رضامندی جناب سیّدہ کے باقی یہ کل مضمون بعینہ ایک روایت مین مندرج ہی جسکو شارح ابن ابی الحدید نے منقول کیا ہے جو اہل سنت کے یہان کی روایت ہی بیشک ابن ہیثم نے جس وقت جس کتاب مین اس روایت کو دیکھا تھا اسمین ذکر رضامندی جناب سیّدہ کا موجود تھا اور اسی روایت مین ذکر رضامندی جناب سیّدہ کا شرح ابن ابی الحدید مین جو طہران کے چھپی ہوئی ہے موجود نہین ہے تو اِس حالت مین امر دو حال سے خالی نہین ہو سکتا کہ یا تو ابن ہیثم نے جس کتاب

مین یہ روایت دیکھی تھی اوسمین فقرہ رضامندی جناب سیدہ کا بڑھایا گیا تھا او
یا شرح ابن ابی الحدید مطبوعۂ حال سے فقرہ رضامندی جناب سیدہ کا
نکال ڈالا گیا ہی۔ اب ہمکو یہ دیکھنا چاہیئے کہ اس فقرہ کا بڑھانا اور نکالنا کس فرقے
کے مفید ہی اور جس فرقہ کے مفید ہو وہی فرقہ اوسکا مرتکب ہوگا۔ اگر اصل روایت
مین وہ فقرہ نہین تھا جیسا کہ روایت شرح ابن ابی الحدید مین نہین ہے اور وہ
روایت اوس کتاب مین موجود تھی جسکو ابن میثم نے دیکھا تھا تو صریح ہے کہ اس فقرہ
کا بڑھانا مفید اہلسنت ہے اسلیئے اہلسنت نے اپنے یہان کی روایت اور کتاب
مین وہ فقرہ بڑھا دیا۔ اور اگر وہ فقرہ اصل روایت مین درحقیقت تھا جیسا کہ
ابن میثم نے دیکھا تو شرح ابن ابی الحدید کی کتاب سے وہ فقرہ وقت طبع کتاب
کے یا اور کسی وقت کسی شیعہ نے نکال ڈالا ہی کہ جسکا نہونا شیعون کے مفید ہے
لیکن جب وہ فقرہ رضامندی جناب سیدہ کا درمیان روایت شرح ابن میثم اور
اور شرح ابن ابی الحدید کے مختلف فیہ اور صحت اسکی مشتبہ ہی۔ تو وہ فقرہ
واسطے رضامندی جناب سیدہ کے قابل استدلال کے نہین ہوسکتا مگر یہ ضرور
قابل تسلیم کے ہی کہ وہ روایت مخالفین شیعہ کی ہے۔ خواہ اوس مین وہ فقرہ
رضامندی جناب سیدہ کا ہو یا نہو۔ اور یہ خیال مصنف مخاطب کا کہ ابن میثم کے
نقل کرلینے سے شیعون پر قابل حجت ہی غلط ہے۔

یہ روایت جس مین رضامندی جناب سیدہ کی حکایت ہی وہ بیان
کسی امام اہلبیت کی طرف سے نہین ہی جو قابل حجت کے ہوسکے بلکہ وہ بیان کسی
راوی مجہول کا ہے جس سے کسی واقعہ کے سمجھنے اور اوسکا استنباط کرنے مین غلطی
ہوئی ہے۔ وہ واقعہ صرف یہی ہے کہ جب جناب فاطمہ زہرا کو ان کی مرضی کے
موافق جس حیثیت سے کہ انہون نے دعویٰ کیا تھا فدک حضرت ابوبکر نے واپس

ند یا اور جناب سیدۃؑ اور علیٔ مرتضٰےؑ کی حجتون کی سماعت نہوئی تو جناب سیدہؑ
چُپ ہو کر غضب اور ناخوشی کی حالت مین گھر کو چلی آئین۔ اور علی مرتضےؑ نے
حضرت ابو بکرؓ پر کوئی حملہ نہ کیا۔ اور فدک حضرت ابو بکرؓ کے حصہ مین چھوڑ دیا
اور فدک حضرت ابو بکرؓ کے قبضہ مین رہا جس حثییت سے کہ اونکے اور دوسرون
کے قبضہ مین رہا۔ اس واقعہ کی نسبت علیٔ مرتضےؑ نے اُس فقرے مین (جسکی
شرح مین ابن میثم نے روایت زیر بحث لکھی ہے جسمین رضامندی جناب سیدہؑ
کا ذکر ہے) فرمایا ہو کہ "ایک قوم نے بخل کیا اور دوسری قوم نے سخاوت کی"
چونکہ وہ سخاوت بطیب خاطر اختیاری نہین تھی۔ جیسا کہ ابن ابی الحدید نے
بتایا ہو۔ اور درحقیقت مجبوری سے فدک حضرت ابو بکرؓ اور دوسرون کے
قبضہ مین چھوڑا گیا اور اُسکے واپس کر لینے مین حملہ نہ کیا گیا اسلیے اس درگذر کو
سخاوت کہا گیا اور حال مراد اُسپر صبر کرلینے سے ہو۔
اور اسی امر کو اہل سنت کے یہان کی روایتون مین کسی نے مراد "سکوت"
چپ ہو جانے سے اور کسی نے "گفت" باز آنے سے لی ہے جیسا کہ ابن ابی
الحدید نے بھی نقل کیا ہو۔ اس محل پر اس راوی مجہول اہلسنت نے مراد "رضیت"
راضی ہو جانے سے لی۔ ایسی حالت مین ایسی روایت سے نہ غصب فدک کی
شکایت رفع ہوسکتی ہو۔ نہ ناراضگی اور خفگی کا وجود مٹ سکتا ہے نہ اوس
طعن کی جڑ کٹ سکتی ہو۔
مصنف مخاطب نے اس موقع پر قضیہ بحث فدک کو بیان کیا ہو جس کا نتیجہ
یہ نکلتا ہو کہ فدک قبضہ خلیفہ وقت مین رہنا چاہئے تھا اور حضرت فاطمہؑ
کو نہین دیا جا سکتا تھا۔

ہمنے ضمیمہ اوّل جلد اوّل رسالہ روشنی صفحہ ۳۴۴ مین مفصل بحث قضیہ

فدک پر کی ہی جو صرف روایات کتب اہلسنت پر مبنی ہے اور جس سے غلطی عندیہ مصنف مخاطب کی بحث فدک مین ظاہر ہو جاتی ہی اور طعن ضبطی فدک کا بر قرار اور قائم رہتا ہے۔

مصنف مخاطب نے اس موقع پر جو عندیہ اپنا ظاہر کیا ہی۔ اسمین انہون نے کچھ واقعات کو تبدیل کیا ہی اور کچھ نتیجہ غلط نکالا ہی اسلیئے ہمکو اس موقع پر بھی ضرور ہوا کہ اسکی حقیقت کو دکھائین ۔

مصنف مخاطب بحث فدک کا بیان یون شروع کرتے ہین کہ "بعض قطعات جو مسلمانون کے حملہ کے وقت کافرون نے منذب ہو کر بغیر لڑائی کے مسلمانون کو دیدیئے تھے وہ رسول اللہ صلعم نے اپنی حاجتون کے واسطے اپنے قبضہ مین رکھ لیے تھے جنمین ایک فدک تھا اور اسکے علاوہ سات قطعہ مدینہ سے ملحق تھے وہ بھی یہود بنی نضیر سے ملے تھے ۔ اِن کے علاوہ بھی بعض قطعات خیبر کے تھے جسکو جہاد مین فتح کیا تھا وہان سے پانچوان حصہ حق رسول ملتا تھا جہاد مین سے جو غنیمت کا مال آتا تھا اوسمین سے بھی حق رسول ملتا تھا یہی رسول کی آمدنی تھی اور یہی رسول کا خزانہ تھا۔ اپنا خرچ بھی اسی مین سے کرتے تھے اور بنی ہاشم کو بھی کچھ کچھ دیتے تھے۔ مہمانون اور بادشاہون کے سفیرون کی مہمانداری بھی اُسی مین سے ہوتی تھی جہاد کے وقت سواری اور ہتیار ندارد اور زاد راہ اسی مین سے تھا۔ مجاہدین کی بھی مدد کرتے تھے۔ کسیکو گھوڑا یا اونٹ بھی دیتے تھے کسیکو ہتیار یا زاد راہ دینا پڑتا تھا اصحاب صفہ کی خبر گیری کرتے تھے سلطنت کے جتنے مصارف ہوتے تھے وہ سب اسی مین سے ہوتے تھے صدقہ کا مال جو آجاتا تھا وہ فوراً مستحقین پر تقسیم ہو جاتا تھا تمام ضروریات سلطنت مصرف زکات نہ تھے رسول کی بیبیون کا نفقہ اور بنی ہاشم کا وظیفہ بھی اوس مین سے ادا

نہین ہو سکتا تھا یہ آمدنی ان تمام مصارف کے مقابل مین ایسی تہوڑی تھی کہ ہمیشہ رسول کو عسرت رہتی تھی یہ سب زمینین بہ تعلق حیثیت سلطنت اور جہاد کے حاصل ہوئی تھین اسی لیے یہ سلطنت کے مصارف کیلیئے تھین۔ رسول اللہ نے اونکو ذاتی ملکیت نہین بنایا تھا اللہ کا مال اللہ کی راہ مین صرف کرتے تھے یا بنظر ظاہر یہ سمجھ لو کہ سلطنت کا مال تھا۔

سوائے فدک کے جو سات قطعے مدینہ سے ملحق تھے اور جو یہود بنی نضیر سے ملے تھے اون کی نسبت درمیان شیعہ اور سنی کے کچھ بحث نہین ہے اور وہ قطعات نہ اوس دعوی مین شامل تھے جو فدک کے متعلق جناب سیدہ نے حضرت ابوبکر کے سامنے کیا تھا جیسا کہ روایات خود کتب اہلسنت سے ظاہر ہی اور ان سات قطعون پر جناب سیدہ کی طرف سے دعوی پیش نہ ہونے کی وجہ یہ ہوئی ہی کہ یہ سات قطعہ پیغمبر نے فاطمہ علیہا الصلوات پر وقف کر دئے تھے اور بذریعہ اوس وقف کے جناب سیدہ اوسپر قابض تھین اور حضرت ابوبکر نے یہ سات قطعا ونکے قبضہ سے نہین نکالے تھے[1]۔

لیکن جو قطعات کہ جہاد مین جنگ ہو کر حاصل ہوئے اسکی آمدنی مین یا جو مال غنیمت مین ملے اوسمین پانچوان حصہ جو رسول کا اور اہلبیت کا مقرر تھا اُس خمس کا دعوی بیشک جناب سیدہ نے کیا تھا اور جس سے ناحق وہ محروم کی گئین لیکن اس موقع پر بحث صرف فدک سے ہے۔

فدک کی نسبت مصنف مخاطب قبول کرتے ہین کہ وہ بغیر لڑائی کے ملا تھا اور تمام علمائے اہلسنت اسوقت تک قبول کرتے چلے آتے ہین کہ جو مال بغیر گھوڑے دوڑانے یعنے جنگ کے حاصل ہو وہ خاصہ اور خالصتہ صرف واسطے پیغمبر کے تھا اور جو مال کہ گھوڑے دوڑا کر اور جنگ ہو کر حاصل

[1] دیکھو جلد ۶ روشنی از صفحہ ۲۰۹

ہوا اومین پانچواں حصہ رسول صلعم اور انکے اہلبیت کا حق تھا اور باقی کل مسلمانونکا جو شریک اس جنگ مین ہوئے اور ان دونون قسمون کو عرف مین مال غنیمت کہتے ہین اسی قاعدہ کے بموجب فدک کہ بغیر گھوڑے دوڑانے اور جنگ کے حاصل ہوا تھا جس سے کوئی انکار نہین کر سکتا مال ووفے یا خالصتہً اور خاصتہً واسطے پیغمبر صلعم کے تھا۔ اور اُسمین پیغمبر صلعم کو اختیار ذاتی تصرف اور قبضہ کا اُسی حیثیت سے تھا جس حیثیت سے کہ دیگر مسلمانون کو اپنے حق کے تصرف کا مال غنیمت مین حاصل ہوتا تھا۔ فدک مین کوئی حق کسی دوسرے مسلمان کا نہین تھا۔ اور اگر فدک مین کوئی حق کسی مسلمان کا بطور مال غنیمت کے ہوتا تو پیغمبر اُسکو مسلمانون پر برابر تقسیم کر دیتے۔ اور حضرت فاطمہ ع کو ہرگز ہبہ یا عطا نہ فرماتے۔ روایات خود کتب اہل سنت سے ظاہر ہے کہ جناب فاطمہ نے دعوی ہبہ اور عطیہ کے ذریعہ سے اول کیا تھا اور جسکو کوئی نہین کہہ سکتا کہ دعوی انکا جھوٹ تھا گو علی مرتضے اور ام ایمن کی گواہی کو قابل منظوری کے نہ سمجھ کر حضرت ابو بکر نے دعوی ہبہ اور عطیہ کا جو جناب سیدہ کی طرف سے پہلے پیش ہوا تھا نامنظور کر دیا اور بحث اس امر کی کہ یہ شہادتین قابل منظوری کے تھین یا نہین ایک جداگانہ بحث ہے جسکو ہم بحث فدک مین پہلے لکھ چکے ہین۔ اور روایات کتب اہل سنت سے یہ بھی ظاہر ہو چکا ہی کہ بذریعہ ہبہ یا عطیہ کے فدک پر قبضہ جناب سیدہ کا تھا کیا اس الزام کا پیغمبر پر عائد کرنا لوگ پسند کرتے ہین کہ فدک جو مال مسلمانون کا تھا پیغمبر صلعم نے اپنا حق ذاتی قرار دیکر اپنی دختر کو قابض کرا دیا؟ اور کیا لوگ اس بات کو کہہ سکتے ہین کہ پیغمبر سے زیادہ کوئی شخص جاننے والا ہی کہ فدک ذاتی ملکیت پیغمبر صلعم کا تھا یا نہین اور بذریعہ ہبہ اور عطیہ کے جناب سیدہ پر پیغمبر منتقل نہین کر سکتے تھے

یہ امر کہ فدک ذاتی ملکیت پیغمبرؐ کا نہین تھا جیسا کہ اسوقت مصنف مخاطب کہتے ہین حضرت ابو بکرؓ یا اون کے صلاح کارون نے وقت نامنظوری دعوی بذریعہ ہبہ اور عطیہ کے نہین کہا ـ بلکہ وہ دعوی اس بنا پر نامنظور کیا گیا کہ شہادت ہبہ یا عطیہ کی کافی نہین ہی اگر حضرت ابو بکرؓ کے ذہن کے موافق شہادت ہبہ یا عطیہ کی کافی ہوتی تو ہر کوئی اس امر کا قائل ہو سکتا ہے کہ حضرت ابو بکرؓ اوس دعوے کو منظور کر لیتے اور اوس حالت مین یہ امر لازم آ جاتا کہ فدک خالصتہً اور خاصتہً پیغمبرؐ کا تھا اور وہ ذاتی اختیار تصرف کا اوسپر رکھتے تھے لیکن درحقیقت حضرت ابو بکرؓ اور اونکے طرفدار اس امر کا یقین کرتے ہین کہ فدک ذاتی ملکیت پیغمبرؐ کا ہی اور وہ جناب سیدہؑ کے دعوی کو اس بنا پر نامنظور کر دیتے کہ فدک ذاتی ملکیت پیغمبرؐ کا نہین ہی اور کل مسلمانون کا حق ہی اور پیغمبرؐ کو اوسکے ہبہ اور عطیہ کا اپنی دختر کو اختیار حاصل نہین تھا ـ

جسوقت کہ حضرت ابو بکر نے جناب سیدہؑ سے گواہ طلب کئے اوسوقت اونپر تسلیم اس امر کی لازم آگئی کہ فدک ذاتی ملکیت پیغمبرؐ کا ہی اور پیغمبرؐ اوسکے انتقال کا اختیار رکھتے تھے صرف گواہون سے اس امر کا ثابت ہونا باقی تھا تھے کہ آیا پیغمبر نے جناب فاطمہؑ کو ہبہ یا عطا کیا ـ یہ صحیح ہی کہ پیغمبرؐ کے قبضہ خالص مین جو زمینین آئی تھین یا اونکو خمس ملا و ہ انکا حق خاص تھا اور وہ اوسکو وہ اپنی ذات پر اپنی ازواج پر اپنی دختر پر اور تجہیز جنگ مین یا مصارف مین صرف کرتے تھے لیکن اس سے یہ لازم نہین آسکتا کہ انھون نے اون چیزونکو ذاتی ملکیت نہین بنایا اسلیئے کہ بموجب حکم آیتہ

"وما افاء اللہ علی رسولہ منھم فما ا..." (اور جو کچھ مال غنیمت دیا خدا نے اپنے رسولؐ کو

جنہیں تم نے علیہ من خیل و لا رکاب ،، اون مسلمانون مین سے پس نہین دوڑائے تھے گھوڑے اور اونٹ) کے ایسی چیزین اونکی ذاتی ملکیت بنی ہائی تھین اور کوئی شخص جب تک کہ اپنی ذاتی ملکیت کو راہ خدا مین وقف نہ کردے اور اپنا حق ملکیت ساقط نکردے تب تک کسی چیز سے کسی کا حق ملکیت معدوم نہین ہوسکتا۔ مجرد اس امر سے کہ کوئی شخص اپنی ذاتی ملکیت سے کچھ مصارف خیر اور راہ خدا مین صرف کرتا ہی کسی بادشاہ کو یہ حق نہین ہوسکتا کہ اُس شخص کی وفات کے بعد اوس متوفی کے حق ملکیت پر قبضہ کرلے اور اُسکو وقف فی سبیل اللہ سمجھ لے یہ امر مسلمہ ہی کہ پیغمبرؐ اپنے حقوق خاص اور خالص کو اپنی ذات پر اور اپنے اختیار سے صرف کرتی تھی یہانتک کہ اپنی ازواج کا دین مہر ادا کیا جیسا کہ قرآن مین نازل ہوا۔

یاایہا النبی انا احللنا لک ازواجک الاتی اتیت اُجورہن وما ملکت یمینک مما افا اللہ ،،	اے نبی تحقیق ہم نے حلال کین واسطے تیرے عورتین تیری ایسی عورتین کہ دیا تونے اُنکو اجورہ (مہر) اُنکا

اور جو کچھ کہ مالک ہوا دہنا ہاتھ تیرا اُس چیز سے کہ مال فے ،، کردیا ہی اللہ نے ،، پس صحیح ہی کہ انہون نے اپنے اُن حقوق کو فی سبیل اللہ قرار نہین دیا تھا اور نہ وہ سلطنت کا خزانہ تھا بلکہ یہ حقوق اُس سردار اور بادشاہ مومنین اور مسلمانونکی ملکیت ذاتی تھی جیسے کہ دیگر مال غنیمت مومنین اور مسلمان کا حق ہوتا تھا اور جیسے کہ وہ مومنین اور مسلمان اپنا مال غنیمت مصارف خیر اور راہ خدا مین صرف کرتے تھے اور اُس سے اُنکے حقوق اور ملکیت قابل ایسکے نہین ہوسکتے تھے کہ بادشاہ اُسپر قبضہ کرلے ویسے ہی بعد پیغمبرؐ کی وفات کے کسی بادشاہ کو یہ حق نہین ہوسکتا کہ پیغمبرؐ کے اُن حقوق پر قبضہ کرلے اور نہ وہ شامل خزانہ سلطنت

کے سمجھا جا سکتا ہی اسلیئے کہ بیت المال سلطنت علیحدہ چیز ہی اور ذاتی مال اور خزانہ علیحدہ چیز ہوتی ہے -

یہ ذاتی حقوق جس زمانہ مین کہ پیغمبرؐ کو حاصل ہو گئے تھے اوس زمانہ مین تجہیز لشکر کے لیئے پیغمبرؐ کو قرض لینے کی ضرورت ہوتی تھی مگر پیغمبرؐ کی عسرت ذاتی کسیطرح سمجھی نہین جا سکتی تھی اسلیئے کہ قرآن مین خدانے پیغمبرؐ کی نسبت فرمایا ہی ؎

ووجدک عائلاً فاغنےٰ ۔ اور پایا (خدانے) تجکو درویش پس غنی کیا ۔ اور یہ ارشاد خدا کا اُسی لحاظ سے ہی کہ جو خدانے مال غنیمت مین خاص اور خالص حق پیغمبرؐ کا سوائے مسلمانون کے قرار دیا ہی ۔ آیت

وما افاء اللہ علی رسولہ منہم فما اوجفتم علیہ من خیل ولا رکاب ۔ اور جو کچھ مال غنیمت دیا خدانے اپنے رسول کو اون (مسلمانون) مین سے پس نہین دوڑائے ہین تمنے گھوڑے اور اونٹ (لشکر) ظاہر ہی کہ مسلمانون مین پیغمبرؐ کے لیئے حق خاص اور خالص مقرر ہوا ہی - اور حق خمس پیغمبرؐ اور اُن کے قرابت دارون کے لیئے جو قرار دیا گیا ہی وہ آیت مشہور ہی انہین حقوق خاص اور خالص کی وجہ سے خدانے پیغمبرؐ کو درویشی کی حالت سے غنی کر دینا فرمایا ہی - اور معاملہ خلافت اور اُسکے خزانے کا اس سے علیحدہ ہی خدانے خلافت کے متعلق جو آیتین نازل فرمائی ہین اونمین عام مسلمانون سے خطاب ہی خاص ذات پیغمبرؐ سے خطاب نہین ہے -

- خدا ایمان والون اور عمل صالح کرنے والون سے وعدہ فرماتا ہے کہ ہم اُنکو خلافت فی الارض (بادشاہت) دینگے ۔ پھر فرماتا ہی ایمان لاؤ ساتھ اللہ اور رسول کے اور خرچ کرو اُس چیز سے کہ گردانا تمکو جانشین پہلونکا

بیچ اوسکے ۱۸۱ یعنے جنکو پہلے خلافت فی الارض تھی پھر فرماتا ہی کہ پھر کیا ہمنے تمکو خلیفہ فی الارض (بادشاہ) پھر فرماتا ہی وہ ایسا ہی جیسے گردانا تمکو خلیفہ زمین کا ۱۱ اور پورے وہ آیات ہمنے بحث فدک مین لکھ دیئے ہین اعادہ کی ضرورت نہین ہے۔ اس سے ظاہر ہی کہ معاملہ ذاتی غنی ہونے پیغمبرؐ کا علیحدہ ہی معاملہ بادشاہت کے ملجانے کا مسلمانون کو علیحدہ ہی اور جو مال کہ ذاتی پیغمبرؐ کا تھا وہ مال سلطنت کا مال نہین ہوسکتا اور جو مال کہ سلطنت کا تھا وہ ذاتی پیغمبرؐ کا نہین ہوسکتا۔ اور پیغمبرؐ جو کچھ اپنے ذاتی مال سے اصلاح مسلمانون اور وسعت قومی اور ملکی مین صرف فرماتے تھے وہ اونکا قوم اور ملک پر سلوک اور احسان تھا منجانب خدا انپر صرف کرنا واجب نہین تھا البتہ قومی سلطنت کے کام کے لیے وہ کبھی قرض لیتے تھے باوصف اسکے کہ وہ غنی ہوچکے تھے جیسی کہ تجہیز جیش اسامہ مین کہ جو زمانہ مرض مین پیغمبرؐ نے لشکرکشی کا حکم دیا تھا حالانکہ اس زمانہ مین بھی ہم دیکھتے ہین کہ ایک سلطنت دوسری سلطنت یا کسی شخص خاص سے قرض لے لیتی ہی اور اسکا ادا ذمہ سلطنت کے ہوتا ہی نہ کہ اوسکی ذات کے متعلق۔ اور اس قرضہ لینے سے وہ بادشاہ ذاتی حیثیت سے مفلس نہین سمجھا جاتا ہے۔

پیغمبرؐ نے تجہیز جیش اسامہ کے لیے جو قرضہ لیا تھا۔ وہ قرضہ بعد وفات پیغمبرؐ علی مرتضےٰؑ نے ادا کیا حالانکہ حضرت ابوبکرؓ کو جو بادشاہ ہوگئے تھے اُس قرضہ کا ادا کرنا لازم تھا کسقدر تعجب کی بات ہے کہ قرضہ جو بادشاہت پر تھا اُسکو علی مرتضےٰؑ بموجب وصیت پیغمبرؐ ادا کرین اور بادشاہ حضرت ابوبکرؓ بنین۔ اس مین شک نہین کہ پیغمبرؐ تمام قوم مسلمانون اور تمام ملک مسلمانون کے بادشاہ قرار پاگئے تھے اور تمام روئے زمین پر سلطنت کا حق رکھتے تھے اور بادشاہت کی وجہ سے وہ مالک اُن تمام زمینون اور جزیرون کے تھے

جو مسلمانون یا دوسرے لوگون کے قبضہ مین تھین اور علاوہ اون خاص قیمتون اور مال کے جسمین ذاتی حق ملکیت رکھنے والے تھے سلطنت کے متعلق جو چیزین اور چیزین تھین اون مین بھی اون کو اختیار تھا جیسے کہ تمام بادشاہون کو ہوتا ہی کہ کسی زمین یا مال سلطنت کو جس کسیکو چاہین ہبہ یا عطا فرماوین کا ایسا اختیار قدیم سے تمام بادشاہون کو از روے اصول سلطنت کے حاصل ہونا مستمر چلا آتا ہے اور جو کوئی بادشاہ زمین یا مال سلطنت کسی کو ہبہ یا عطا کردے اُسکو بادشاہ آیندہ بحال اور برقرار رکھتا ہی اگر وہ بادشاہ آیندہ بادشاہ سابق کے ہبہ یا عطیہ کو ضبط کرلیگا تو یہ امر داخل اُسکی بداخلاقی کے سمجھا جاتا ہی اور یہی مسئلہ مذہب اسلام مین پیغمبر صلعم اور امام زمانہ اور خلیفۂ برحق اور سلطان عادل کے لیے مقبول چلا آتا ہی۔ اس اصول پر اگر فدک متعلق مال سلطنت کے تھا اور پیغمبر صلعم نے حضرت فاطمہ کو ہبہ یا عطا کردیا تھا تو حضرت ابو بکرؓ کو زیبا نہین تہا کہ وہ اُسکو ضبط کرتے۔

بادشاہ کے حقوق ذاتی اور حقوق متعلق سلطنت مین صرف یہ فرق ہوتا ہی کہ بعد ایک بادشاہ کے دوسرا بادشاہ حقوق سلطنت پر قبضہ پاتا ہی لیکن بادشاہ بجاے ایک بادشاہ کے وہی ہوسکتا ہی کہ جسمین وہ اوصاف موجود ہون جو قواعد اصول سلطنت مین قرار پائے ہین یعنے استخلاف۔ قرابت۔ انتخاب۔ انتخاب مین ان امور کا لحاظ رکھا گیا ہے کہ اُس شخص کو منتخب کیا جائے کہ جسمین وصف شرافت اور علم اور شجاعت کا سب سے اعلی ہو یہ بحث ہم مشرح لکھ چکے ہین[1]۔ مین اس بات کو بیشک تسلیم کرتا ہون کہ حق سلطنت مین میراث جاری نہین ہوتی ہے بلکہ حق سلطنت

[1] دیکھو جلد ۴ صفحہ ۵۶۴

اوسی اصول سے پیدا ہوتا ہی جو بیان کیا گیا مگر حقوق ملکیت ذاتی بادشاہ مین میراث جاری ہوتی ہے اس سبب سے کہ اوس کو کچھ تعلق حقوق سلطنت سے نہین ہوتا۔

جناب فاطمہؑ نے اول دعویٰ ہبہ یا عطاء فدک کا کیا تھا فدک خواہ ملکیت ذاتی خالص اور خاص پیغمبرؐ کی تھی جیسا کہ ابتک کہا گیا ہی خواہ متعلق سلطنت کے ہو جیسا کہ اس وقت مصنف مخاطب لکھتے ہین دونون حالتون مین ہبہ اور عطا اوسکا جناب پیغمبرؐ صحیح اور درست تھا لیکن جب دعویٰ ہبہ یا عطا کا نامنظور ہوا اور فدک درحقیقت ملکیت ذاتی خالص اور خاص پیغمبرؐ کی تھا اور اوسمین میراث جاری ہوسکتی تھی تب جناب فاطمہؑ نے فدک پر دعوائے میراث کیا کہ جو کسیطرح سے قابل نامنظوری نہین سمجھا جاسکتا جسمین نہ گواہ کی ضرورت تھی اور نہ شاہد کی۔

مصنف مخاطب فدک کے عطیہ یا ہبہ نہو سنے پر ابوداؤد سے جو منجملہ صحاح اہلسنت سے ایک روایت کا ذکر کرتے ہین کہ وہ فدک کو جناب فاطمہؑ نے مانگا تھا مگر رسولؐ نے انکار کردیا" اور وجہ اوسکی یہ ظاہر کرتے ہین کہ اللہ کے کام جسمین روپیہ خرچ کرنیکی ضرورت تھی اوسسے زیادہ عزیز تے"

خود علماء اہلسنت کا یہ اعتقاد اور اطمینان نہین ہی کہ کل روایات کتب صحاح ستہ صحیح ہین یا قابل اعتقاد کے ہین - اور یہ روایت ابوداؤد کی جسکو مصنف مخاطب حجت لاتے ہین قابل اعتماد کے کسیطرح نہین ہوسکتی اور اسی وجہ سے مصنف مخاطب نے اوس روایت کو پورا نقل نہین کیا اور صرف اتنا فقرہ لکھدیا کہ وہ فدک کو جناب سیدہ نے مانگا تھا رسولؐ نے انکار کردیا" اور وہ پوری روایت یہ ہی کہ "عبداللہ بن الجراح نے روایت

کی ہی کہ جسکا آخری راوی مغیرہ کو ظاہر کیا ہی کہ اوسنے کہا کہ جمع کیا عمر ابن
عبدالعزیز نے بنی مروان کو جسوقت کہ خلیفہ ہوا وہ اور کہا کہ بیشک رسول
صلعم کے لیئے فدک تھا اور خرچ کرتے تھے اُس سے۔ اور اُسی مین سے پھر دیتے تھے
بنی ہاشم کے اطفال کو اور تزویج کرتے تھے اُس سے اُنکی رانڈونکی اور
بیشک فاطمہؑ نے پیغمبرؐ سے چاہا یہ کہ گردانے اُس فدک کو فاطمہؑ کے لیئے پس انکار
کیا پیغمبرؐ نے اور یہی حالت تھی حیات رسول اللہ صلعم مین یہانتک کہ گذر گئے اپنی
راہ پر پس جسوقت کہ بادشاہ ہوے ابوبکرؓ عمل کیا اُس فدک مین جو کچھ کہ عمل کرتے
تھے نبیؐ اپنی زندگی مین یہانتک کہ گذر گئے ابوبکرؓ اپنی راہ پر پھر جسوقت کہ
بادشاہ ہوے عمر عمل کیا عمر نے اُس فدک مین مثل اُسکے کہ عمل کیا اُن دونونے
یہانتک کہ گذر گئے وہ بھی اپنی راہ پر پھر جدا کرلیا اُسکو مروان نے گردانا واسطے عمر بن
عبدالعزیز کے کہا عمر یعنے ابن عبدالعزیز نے پس دیکھتا ہون مین امر کو کہ منع کیا
نبیؐ نے فاطمہؑ کو نہین ہی واسطے میرے حق اور بیشک گواہ کرتا ہون مین تمکو تحقیق
کہ مین لوٹاتا ہون اُس فدک کو اُسیطرح پر جسطرح تھا عہد رسول اللہ صلعم مین
اس روایت سے ظاہر ہی کہ عمر ابن عبدالعزیز نے اُس بخشش کو کہ جو مروان نے
اپنے پوتے عمر ابن عبدالعزیز کو کی تھی اس دلیل سے کہ پیغمبرؐ نے اپنی بیٹی فاطمہ کو فدک
نہ دیا باطل سمجھا اور فدک کو اُس حالت پر رکھا کہ جس حالت پر عہد پیغمبرؐ مین سمجھا
یعنے شامل خلافت کے رکھا حالانکہ تمام مورخ اہلسنت کے متفق ہین کہ عمر
ابن عبدالعزیز نے فدک خاص قبضہ بنی فاطمہؑ مین دیدیا تھا اور ہمیشہ
خادمی خدمت سے نکال دیا تھا اور یہی وجہ ہے شیعہ بھی عمر ابن عبدالعزیز کا نام
نیچی کتابون مین اوس سیاہی سے نہین لکھتے ہین جس سیاہی سے اوسکے
ہم نام کسی دوسرے خلیفہ کا لکھتے ہین۔ اور جب درایت سے ثابت ہے کہ

عمر بن عبد العزیز نے فدک کو خلافت سے جدا کر کے خاص بنی فاطمہؑ کے حوالے کر دیا تو اس روایت میں جو یہ امر مذکور ہے کہ پیغمبرؐ نے فدک کو فاطمہؑ کے دینے سے انکار کر دیا باطل ہوتا ہے۔ اور یہ لازم آتا ہے کہ عمر بن عبد العزیز کے نزدیک یہ محقق ہو گیا کہ فدک پیغمبرؐ نے فاطمہؑ کو دیدیا تھا اور اسی وجہ سے مروان نے جو عمر بن عبد العزیز کو دیا تھا اوس کو باطل سمجھکر اور فدک کو حق خالص فاطمہؑ قرار دیکر حوالہ بنی فاطمہؑ کر دیا

متعدد روایات معتمد کتب اہلسنت سے جسکا حوالہ ہم پہلے بحث فدک میں دے چکے ہیں ظاہر ہے کہ جب آیت

وآت ذا القربیٰ حقہ الخ (دے لئے پیغمبرؐ قرابتدار ون کو حق انکا) نازل ہوئی تو پیغمبرؐ نے فدک اپنی دختر فاطمہؑ کو دیدیا اور جناب سیدہ کا فدک پر قبضہ تھا اور انہون نے دعوی ہبہ یا عطیہ کے ذریعہ سے کیا تھا جسکی نسبت کوئی نہیں کہہ سکتا کہ وہ دعوی انہون نے جھوٹ کیا تھا گو وہ دعوی بوجہ ناکافی ہونے شہادت کے نامنظور کیا گیا بمقابلہ ان تمام روایات کے ابو داؤد کی ایک روایت مخالف ان تمام روایات کتب اہلسنت کے منظور نہیں ہو سکتی۔

عمر بن عبد العزیز کے بیان میں یہ نہیں ہے کہ یہ امر اسکو کہان سے معلوم ہوا کہ جناب فاطمہؑ نے فدک پیغمبرؐ سے مانگا تھا اور پیغمبرؐ نے انکار کر دیا۔

یہ ظاہر ہے کہ پیغمبرؐ سے جناب فاطمہؑ نے اپنے گھر میں یا پیغمبرؐ کی کسی بی بی کے گھر میں جہاں اسوقت پیغمبرؐ تشریف رکھتے ہونگے فدک کو مانگا ہوگا بلا تک کہ کوئی راوی ایسا نہو کہ جو جناب فاطمہؑ یا پیغمبرؐ کی کسی بی بی کے گھر میں موجود ہونے کی شان رکھتا ہو تب تک ایسا واقعہ قبول نہیں کیا جا سکتا عمر بن

عبدالعزیز نے کسی راوی کا نام نہین لیا اور یہ بیان نہین کیا کہ اُسکو کیونکر علم ہوا
اور یہ عقل نہین قبول کرتی ہے کہ جناب سیدہ ع نے فدک پیغمبر ص سے
نبوی مین یا کسی دوسرے مقام پر گھر سے باہر جہان مجمع اصحاب کا موجود ہو
طلب کیا ہو اور پیغمبر ص نے انکار کر دیا ہو۔ اگر ایسا ہوتا تو جسوقت کہ جناب سیدہ ع
نے حضرت ابوبکر کے سامنے دعویٰ بذریعہ ہبہ یا عطا کے کیا تھا تو اُسوقت
اصحاب ضرور ظاہر کرتے کہ ہمارے سامنے جناب سیدہ ع نے فدک پیغمبر ص سے
مانگا تھا اور اُنہون نے انکار کر دیا کہ ایسی شہادت واسطے ابطال دعوا
فاطمہ ع کے بہت موثر ہوتی اور صرف ایسی شہادت کا اثر دعویٰ پر نہ پڑتا بلکہ
علی مرتضےٰ اور ام ایمن کی گواہی کے بطلان کیلیئے بھی حجت ہو سکتی۔

روایات سے یہی ظاہر ہے کہ جب جناب سیدہ ع نے دعویٰ کیا تھا تو
حضرت ابوبکر نے ہر ایک صحابی او رموجودین سے تلاش کی تھی کہ خلاف
دعویٰ اُنکے پاس کچھ فرمودہ پیغمبر ص ہے لیکن کسیکے پاس کچھ نہین نکلا۔ ایسی حالتون
مین روایت ابوداؤد کی جسمین یہ بیان ہے کہ پیغمبر ص نے فاطمہ ع کو فدک دینے سے
انکار کر دیا کسیطرح صحیح قرار نہین پاسکتی۔

آیت مین جو یہ ذکر ہے کہ اے پیغمبر ص قرابت دارون کو دیدے حق اُنکا
اُس سے ظاہر ہے کہ جناب سیدہ ع کا فدک مین کچھ حق تھا اور ہم بتائینگے
کہ جناب سیدہ ع کا حیات پیغمبر ص مین کیا حق تھا۔ پیغمبر ص نے جو فدک ہبہ یا عطا
جناب سیدہ ع کو کیا تھا وہ بہ سبب محبت یا عزیز ہونے حضرت فاطمہ ع کے
بطور سلوک کے نہین کیا تھا جو یہ سمجھا جائے کہ اللہ کے کام مین پیغمبر ص کو خرچ کرنا
زیادہ عزیز تھا بلکہ فاطمہ ع کو فدک بوجہ اسکے کہ اون کا حق تھا پیغمبر خدا نے
اون کو دیا اور کسی کا حق اوسکو دینا مقدم اور اوسلئے ہو کہ وہ مال راہ خدا

مین صرف کیا جاوے۔

تمام عرب کو تسلیم تھا اور تمام مسلمان قبول کرتے چلے آتے ہین۔ کہ حضرت خدیجہ مادر جناب فاطمۃ الزہرا ایک اعلیٰ درجے کی دولتمند مالدار تھین۔ جنکی ابتداءً پیغمبرؐ نے ملازمت اختیار کی تھی اور پیغمبرؐ کی اُس زمانہ مین حالت عسرت کی تھی جیساکہ خدا نے بھی ابتدائی حالت پیغمبرؐ کی درویشی کی فرمائی ہےؔ اور پھر اُنہون نے اُنکے ساتھ نکاح کر لیا اور جب تک کہ وہ زندہ رہین اُسوقت تک پیغمبرؐ نے مکہ سے مدینہ کو ہجرت نہین کی تھی اسوقت تک پیغمبرؐ کو اللہ کے کامون مین زیادہ خرچ کرنے کا کوئی موقع یا ضرورت نہین ہوئی تھی لیکن زمانۂ ہجرت سے خدا کے کامون مین مال کثیر صرف کرنے کی ضرورت ہوئی چنانچہ عین وقت ہجرت کے ایک اونٹ حضرت ابوبکرؓ سے پیغمبرؐ نے نو سو درہم کو خرید کیاؔ جس مین نفع کثیر حضرت ابوبکرؓ کو ملا تھا اور اسی اونٹ پر پیغمبرؐ مکہ سے مدینہ کو ہجرت کر کے تشریف لائے تھے اور پیغمبرؐ قتل ہو جانے سے محفوظ رہی اوسکے بعد جو اخراجات غزوات اور سریات یعنے آراستگی اور مہیا کرنے سامان جنگ اور فوج کے ہوتے رہے اوسکا اندازہ ہم بھی نہین کر سکتے مگر مصنف مناظب نے بھی اُن اخراجات کو بہتات سے ابھی دکھلایا ہی بس اب ہم پوچھتے ہین کہ ان اخراجات مین جو پیغمبرؐ نے صرف کیا وہ مال پیغمبرؐ کے پاس کہان سے آیا تھا اُسکا جواب ہر شخص جو ذرہ برابر بھی ایمان رکھتا ہے یہی دیسکتا ہی کہ وہ مال اور دولت حضرت خدیجۃ الکبرا کی تھی جو پیغمبرؐ نے خدا کے کامون مین صرف کی ہی اب مین سوال کرتا ہون کہ قبل وفات حضرت خدیجہ کے پیغمبرؐ جو کچھ اپنے اوپر یا کسی کار خیر مین صرف کرتے تھے وہ باجازت

ؔ دیکھو مدارج النبوۃ ۱۱

حضرت خدیجۃ الکبریٰ ضرور صرف کرتے تھے لیکن پیغمبر کا اخلاق اور غیرت کسی طرح مقتضی اسکے نہیں ہو سکتی تھی کہ وہ اپنی زوجہ کا مال صرف کرنا اور یہ نیت نہ رکھتے ہون کہ جسوقت اونکے ہاتھ مین مال آوے تو اسکا معاوضہ دینگے۔ اگر مسلمان اسی امر کے قائل ہو جاوین کہ پیغمبر نے مال و دولت اور نکاح حضرت خدیجہ کے ساتھ اسی نیت سے کیا تھا کہ اونکا مال اور دولت اپنے اوپر اور اپنی مرضی سے بغیر نیت ادائے معاوضہ صرف کرین تو مین ایسے شخص کو جو ایسی بیغیرتی اور بداخلاقی کی خو رکھتا ہو پیغمبر نہین مانسکونگا۔

لیکن ابعد وفات حضرت خدیجۃ الکبریٰ کی جو مال اور دولت حضرت خدیجہ کی باقی رہی وہ پیغمبر نے کیونکر اور کسکی اجازت سے صرف کی۔ اس لیے لابد ضرور ہین صرف مال اور دولت کی بعد وفات حضرت خدیجہ کے لاحق ہوتی تھین بموجب مذہب اہلسنت کے اور روایت حضرت ابوبکر کے جو ضبطی فدک کے وقت فرمائی ہے پیغمبر مال اور دولت مین حضرت خدیجہ کے کوئی حق نہین رکھتے تھے کہ نہ پیغمبر نہ کسی کا وارث ہوتا ہے اور نہ پیغمبر کا کوئی وارث ہوتا ہے اور بموجب مذہب شیعہ کے مال و دولت متروکہ حضرت خدیجہ مین چوتھا حصہ پیغمبر کا تھا لیکن تین ربع حصہ حضرت فاطمہ کا تھا اور حضرت فاطمہ اسوقت نابالغ تھین جسکے ولی بشک پیغمبر تھے مگر مین اب اہلسنت سے یہ پوچھتا ہون کہ پیغمبر نے جو یہ کل مال اور دولت متروکہ حضرت خدیجہ کا خدا کے کامون مین صرف کر دیا وہ کس کی اجازت سے اور آیا وہ صرف بغیر نیت اور ارادہ ادائے معاوضہ کے تھا؟۔ اگر کوئی یہ قبول کری کہ وہ مال اور دولت بغیر نیت اور ارادہ ادائے معاوضہ کے صرف کر دیا گو وہ صرف خدا کے کامون مین ہو مگر پیغمبر کا اپنا مال نہین تھا۔

آیا ایسا صرف پیغمبرؐ کر سکتے تھے؟ اور پیغمبرؐ کو ایک لڑکی نا بالغ کا مال جسکے وہ ولی تھے صرف کرنا جائز تھا؟۔

اگر پیغمبرؐ کا ایسا اختیار اور جواز قبول کیا جاسے تو ضرور یہ لازم آسے گا کہ ایک نا بالغ بچہ کا پیغمبرؐ مال اور دولت صرف کرنے والا تھا۔ اور اس سے جو الزام پیغمبرؐ پر لازم آتا ہی وہ محتاج بیان نہین ہے۔ پس بجز اسکے کوئی چارہ نہین ہے کہ یہ قبول کیا جائے پیغمبرؐ نے بہ نیت اور ارادہ اداے معاوضہ کے اُس مال کو صرف کیا۔

پیغمبرؐ نے جو کچھ مال اور دولت حضرت خدیجہ کا خدا کے کام مین صرف کیا اُسی کا نتیجہ یہ ہوا کہ فدک خاص اور خالص کہ جسمین کسی دوسرے مسلمان کا حق نہین تھا نبیؐ کے قبضہ مین آیا چونکہ وہ فدک ایسے مال اور دولت کے خرچ سے حاصل ہوا تھا کہ جسمین حضرت فاطمہؑ کا حق تھا اسلیئے خدا نے فرمایا ہی کہ ''اے پیغمبرؐ دے اپنے قرابتدارون کو حق اون کا'' اور یہ حق فاطمہؑ کا دینا مقدم اور اولے تھا کہ پیغمبرؐ اوسکو خدا کی راہ مین صرف کرین۔

جب آیت قرآنی سے یہ ظاہر ہی کہ پیغمبرؐ کو یہ حکم ہوا کہ وہ قرابتدارونکو اون کا حق دیدے اور روایت ابو داؤد مین یہ ذکر ہے کہ پیغمبرؐ نے فدک دینے سے انکار کیا تو یہ مضمون روایت کا مخالف آیت قرآنی کے ہی اور یہ امر ضرور قابل قبول کے ہی کہ پیغمبرؐ نے ضرور تعمیل آیت قرآنی کی جس سے ہبہ یا عطا فدک کا جناب فاطمہؑ کو قبول کرنا لازم آتا ہی اور اگر یہ امر ہے کہ پیغمبرؐ نے فاطمہؑ کو فدک دینے سے انکار کر دیا تو علماء اہلسنت بتاوین کہ پیغمبرؐ نے تعمیل اس آیت قرآنی کی کیا کی اور پیغمبرؐ کے قرابتدارونکا وہ کیا حق تھا

بنسکے دینے کا خدا نے امر فرمایا ہے - کچھ شبہ نہین ہے کہ روایت ابو داؤد
مین جو ذکر انکار پیغمبر کا ہے وہ بغرض ابطال دعوی فاطمہ ع کے وضع کیا گیا ہے
جب یہ دیکھا ہے کہ صحیح دعوی جناب سیدہ کا جو ہبہ یا عطیہ کے بموجب تھا
ایک حجت ناکافی سے نامنظور کیا گیا ہے -

یہ سچ ہے کہ جناب سیدہ نے اپنے ہاتھون کے آبلے دکھائے جو رو ٹی
کے پکانے اور چکی کے پیسنے سے پڑ گئے تھے رسول اللہ صلعم نے انکے
جواب مین تسبیح اونکو بتا دی لیکن یہ حالت جناب سیدہ کی اسی سبب سے
ہو گئی تھی کہ جناب سیدہ کی مان کا مال اور دولت پیغمبر نے جو حق جناب
سیدہ کا تھا ایسے خدائی کام مین صرف کیا تھا کہ جسکا نتیجہ بادشاہت
کا حاصل ہونا لازمی تھا اور تسبیح جو جناب سیدہ کو پیغمبر نے بتائی اوس سے
غرض پیغمبر کی یہی تھی کہ اے فاطمہ تم خدا کو یاد کرو تمہارا حق ستردکہ حضرت
خدیجۃ الکبری کا جو خدائی کام مین صرف ہو گیا ہے اوس کا نتیجہ ایک وقت ایسا
ہوگا کہ تمکو اسکی وجہ سے فارغ البالی ہو جاویگی جیسا خدا نے پیغمبر کی
نسبت فرمایا ہے کہ پیغمبر کو خدا نے درویش پایا تھا اور تونگر کر دیا - اسی
جگہ سے یہ امر بھی پایا جاتا ہے کہ مذہب اسلام مین دین اور دنیا علیحدہ علیحدہ
چیزین نہین ہین جناب سیدہ کو پیغمبر نے جو تسبیح بتائی تھی اور اوس مین جو
ایما تھا وہ اسی طرح پورا ہوا کہ حصول فدک جو مال اور دولت حضرت
خدیجہ کے صرف کا نتیجہ تھا وہ پیغمبر نے بموجب حکم خدا کے حضرت
فاطمہ ع کو دیدیا -

خصال ابن بابویہ مین کہ جسمین سیرت او رخصلت پیغمبر اور آئمہ اہلبیت
کی جمع کی گئی ہین بیشک یہ روایت ہے کہ جناب سیدہ رسول کے پاس

مرض الموت مین تشریف لائین اور کہا کہ یہ دونون بچے ہین انکو کچھ میراث دیجیے تو رسول نے فرمایا کہ حسن کو میری ہیبت اور حسین کو میری جرأت ملیگی۔

انبیا کی ایسی شان ہوتی ہے کہ مال دنیا سے سواے چند ضروری چیزون کے کچھ اونکے پاس ذاتی نہین رہتا ہے چنانچہ پیغمبر خدا کے پاس بھی سواے اسلاح اور سواریکے گھوڑے اور اونٹ اور لباس کے وقت وفات کے اور کچھ نہین تھا اصل میراث پیغمبرون کی اونکے علم اور اونکے خصائل مین ہوتی ہے۔ جناب سیدۂ نہ مانہ مرض الموت پیغمبر مین چاہتی تھین کہ جو کچھ اشیا اور اسباب اون کے باپ چھوڑینگے وہ میراث مین مجکو نہ ملیگی البتہ انھون نے اپنے بچون کے واسطے پیغمبر سے یہ خواہش کی کہ پیغمبر کی خصلتون مین سے اونکے بچون کو ملے اور حقیقت مین ایسی خواہش سے مقصود جناب سیدۂ کا یہ تھا کہ پیغمبر اون کے بچون کے حق مین خدا سے دعا کرین کہ پیغمبر کے خصائل انکے بچون کو ملین اور پیغمبر نے اسوقت جناب سیدۂ کے منشار اور مقصود کو بخوبی سمجھ لیا تھا کہ یہ اپنے بچون کے لیے میری خصلتین مانگتی ہے اور اسی سبب سے پیغمبر نے جناب سیدۂ کی خواہش کے بعد جب یہ فرمایا کہ حسنؑ کو میری ہیبت اور حسینؑ کو میری جرأت ملیگی۔

اس سے یہ لازم نہین آسکتا ہی کہ پیغمبر جو کچھ مال اور اسباب چھوڑنے والے تھے اونمین سے حق ارث جناب سیدۂ کو نہین پہونچ سکتا۔ اور نخلاف قرآن پیغمبر یہ سمجھ سکتے تھے کہ میرے مال اور اسباب مین فاطمہؑ کو کچھ ارث نہین مل سکتا۔ یہ بھی ظاہر ہے کہ حسنینؑ کے لیے فاطمہؑ پیغمبر سے کچھ میراث مانگ بھی نہین سکتی تھین کہ حیات فاطمہؑ مین میراث پیغمبر حسنینؑ کو مل

نہ دین سکتی تھی اور نہ فاطمہؑ پیغمبرؐ سے خلاف قرآن مانگ سکتی تھیں ایسے الزام جو خلاف قرآن ہوں پیغمبرؐ اور فاطمہؑ پر اہلسنت لگا سکتے ہیں مگر شیعہ ایسے الزاموں کو ہرگز قبول نہیں کر سکتے کہ جس سے فاطمہؑ اور پیغمبرؐ کے معصوم ہونے میں فرق آوے۔

رسول صلعم کی صرف یہ تمنا ہی نہ تھی کہ گو اگرچہ نبوت ختم ہو چکی مگر یہ سلطنت الٰہی اون کے بعد اسیطرح قائم رہے گا بلکہ بموجب مرضی خداوند عالم کے رسول اللہ کا مقصد یہ تھا کہ سلطنت قومی مسلمانوں کی بعد پیغمبرؐ کے اسیطرح قائم رہے جسطرح کہ پیغمبرؐ کی حیات میں قائم ہو چکی تھی اور اُسکی توسیع یہاں تک ہو کہ تمام دنیا میں مذہب اسلام جاری ہو کر تمام جہان پر یہ قومی سلطنت قائم ہو جائے مگر صرف اس جائداد یعنے فدک کی آمدنی محض اخراجات سلطنت کیلیے (ایسی حیثیت سے کہ اُسمیں حق ذاتی ملکیت پیغمبرؐ کا یا اونکی اولاد کا ساقط ہو) قرار نہیں پا گئی تھی بلکہ اوسکے مالک کے اختیار میں تھا کہ جسقدر اُسکی آمدنی سے چاہیں اپنی ذات پر اور جسقدر چاہیں مصرف خیر امور سلطنت میں خرچ کریں اور چونکہ اس جائداد میں حق ملکیت ذاتی پیغمبرؐ اور اون کی اولاد کا تھا اس لیے پیغمبرؐ نے اوس کو جناب سیدہؑ کے نام ہبہ یا عطا کر کے قبضہ دیدیا تھا۔

پیغمبرؐ نے جو اس جائداد کو جناب سیدہؑ کے نام منتقل فرمایا اور علیؑ مرتضےٰ کو جو اپنا وصی مقرر کیا کہ بوجہ عورت ہونے جناب سیدہؑ کے اور نابالغ ہونے حسنینؑ کے جو اولاد رسول تھے وصی مقرر کرنیکی ضرورت تھی تو اس سے صاف مقصد پیغمبرؐ کا ظاہر ہے کہ خلافت یعنے سلطنت پہلے مرتضےٰ کے اور اُن کے بعد حسنینؑ کے ہاتھ میں رہے گی اور وہ اپنی

مرضی کے موافق اِس جائداد یعنے فدک سے جسقدر چاہین سگے امور سلطنت مین بھی صرف کرسکین سگے جب تک کہ وہ سلطنت قومی اور الٰہی ہاتھ مین علیؑ مرتضے کے اور اونکے بعد حسنینؑ اور اونکی اولاد کے نہ آتی تب تک اِس جائداد کی آمدنی اُسیطرح سے ضروریات سلطنت مین ہرگز صرف نہین ہوسکتی تھی جس طرح کہ عہد پیغمبرؐ مین صرف ہوتی تھی۔ کہ پیغمبرؐ بھی اس جائداد مین حق ذاتی ملکیت کا رکھتے تھے اور علیؑ مرتضے بذریعہ وصایت پیغمبرؐ کے جناب سیدۃؑ اور حسنینؑ کی طرف سے اور زمانہ ابتدا مین خود علیؑ مرتضے اور حسنینؑ اور دیگر اون کی اولاد آئمہ اہلبیتؑ حق ذاتی ملکیت کا رکھنے والے ہوتے اور اپنے اختیار سے آمدنی اُس جائداد کی امور سلطنت مین خرچ کرتے جسقدر ضرورت سمجھتے اور اسی فعل ہبہ یا عطا پیغمبرؐ سے یہ امر بخوبی ظاہر ہوتا ہے کہ پیغمبرؐ سلطنت کو حق اپنے اہلبیتؑ کا سمجھتے تھے اور فدک کا ہبہ اور عطا صرف ایک ایسی مستحکم تدبیر تھی کہ سلطنت اہلبیتؑ سے باہر نہ جاسکے لیکن خلاف مرضی اور منشاء پیغمبرؐ کے سقیفہ بنی ساعدہ مین جب سلطنت اہلبیتؑ رسالت سے نکال لی گئی اور حضرت ابوبکرؓ کو بادشاہ مقرر کیا گیا تو فدک سے حق ملکیت ذاتی جناب سیدۃؑ یا آئمہ اہلبیتؑ کا ساقط نہین ہوسکتا اور نہ یہ لازم آسکتا ہے کہ فدک کو سلطنت کے تحت قرار دیکر جناب سیدۃؑ اور آئمہ اہلبیتؑ کو اونکے حق سے محروم کرکے اون کو بیدخل کردیا جائے اور بادشاہ وقت بہ حیثیت بادشاہ ہونے کے اپنے اختیار سے اوسکی آمدنی امور سلطنت مین خرچ کرے کسی بادشاہ کو یہ حق نہین ہوسکتا کہ بغیر رضا اور اجازت بلکہ بغیر عطا کسی مالک کے اوسکی جائداد کی آمدنی کو گو وہ مالک تحت سلطنت مین رہتا ہو امور سلطنت مین صرف کرے اگر ایسی جائداد ملکیت کسی مالک پر کسی بادشاہ کو قبضہ کرنیکی

ضرورت ہوتی ہے تو لازم ہوتا ہے کہ وہ معاوضہ اوسکا اوسکے مالک کو دے جیساکہ اسی اصول کے موافق آجکل برٹش گورنمنٹ جو ہندستان مین حکومت کر رہی ہے عمل کرتی ہے۔ حضرت ابو بکرؓ کو اگر بضرورت سلطنت فدک کا لینا مقصود تھا تو معاوضہ فدک کا آمدنی سلطنت مین سے دیتے۔

چنانچہ شارح ابن ابی الحدید نے تو اسکے متعلق کہ وہ عوض دیکر دختر رسولؐ کو راضی کر لینا چاہیے تھا۔ اگر مسلمان فدک سے دست بردار نہین ہوتے تھے یہ مسئلہ شریعت کا لکھا ہے کہ وہ جائز ہے امام کو کہ ایسا کرے بغیر مشورہ مسلمانان جسوقت کہ مصلحت دیکھے تا حضرت ابو بکرؓ کو بھی اسوقت بنظر تکریم جناب سیدہؑ کے اس سے بہتر کوئی مصلحت نہ تھی کہ وہ معاوضہ جناب سیدہؑ کو دیکر راضی کر لیتے۔ اگرچہ حضرت ابو بکرؓ نے جناب سیدہؑ سے یہ کہا تھا کہ تم میرا مال و دولت لے لو جیساکہ بعض روایات اہلسنت کا مقصود ہے مگر جناب سیدہؑ اوس کا لینا قبول نہین کر سکتی تھین کہ وہ ملکیت ذاتی حضرت ابو بکرؓ کی تھی اور حضرت ابو بکرؓ امور سلطنت کے لیئے فدک کو لینا چاہتے تھے جیساکہ اہلسنت کی طرف سے اس زمانے مین زور دیا جاتا ہے۔ لیکن اس سے یہ ظاہر ہوا کہ حضرت ابو بکرؓ فدک کو ملکیت ذاتی جناب سیدہؑ کی سمجھتے تھے اسلیے اوسکے معاوضہ مین اپنا ذاتی مال و دولت دیا چاہتے تھے مگر حضرت ابو بکرؓ کو یہ چاہیئے تھا کہ فدک واسطے مصارف امور سلطنت کے ضبط کرکے قبضہ جناب سیدہؑ سے نہ نکالتے بلکہ اپنا مال و دولت جو جناب سیدہؑ کو دینا چاہتے تھے امور سلطنت مین صرف کرتے جیساکہ پیغمبرؐ نے جناب خدیجۃ الکبریٰ اور اپنا اور جناب سیدہؑ کا ذاتی مال و دولت خدا کے کامون مین صرف کیا ویسے ہی اس سلطنت کو خدائی کام سمجھکر حضرت ابو بکرؓ کو

اپنا مال و دولت صرف کرنا چاہیئے تھا۔ اور اگر بلا معاوضہ واسطے مصارف سلطنت کے فدک کا لینا حضرت ابو بکرؓ کو یا اون کے بعد اونکے جانشینونکو مقصود تھا اور اُسکی آمد نی اُمور سلطنت مین خرچ کی جیسا کہ کہا جاتا ہے کہ پیغمبرؐ بھی ایسے صرف کرتے تھے۔ (حالانکہ اُسکی نوعیت مین فرق ہے) تاہم جیسے کہ صرف مال حضرت خدیجہ سے جو یہ نتیجہ ہوا تھا کہ پیغمبرؐ کو فدک بحیثیت ملکیت ذاتی کے ہاتھ آیا اور وہ در اصل حق جناب فاطمہؑ کا تھا اور پیغمبرؐ نے بموجب آیۂ ربانی جناب سیدہؑ کو دیدیا تو حضرت ابو بکرؓ کو یا حضرت عمرؓ کو چاہیئے تھا کہ جب اُمور سلطنت کے متعلق آمدنیان زیادہ وسیع ہوگئین اور بیت المال لبالب ہوگیا تو وہ فدک اور اُسکے مصارف سے جو کچھ کہ توسیع سلطنت کی ہوئی تھی اوسکا حصہ جناب سیدہؑ یا اون کی اولاد آئمہ اہلبیتؑ کو واپس کیا جاتا یا یہ دونون بزرگوار فرما جاتے کہ آئندہ کسی بادشاہ اس سلطنت کو ایسا کرنا لازم ہوگا تو بھی البتہ کہا جا سکتا تھا کہ پیغمبرؐ نے سلطنت کو جیسا اپنے عہد مین چلایا ویسا ہی اون کے بعد خلفانے لیکن سلطنت کو اور فدک کو جسطرح پر کہ خاندان رسالت سے نکالا اور جو لوگ کہ اُسکے مستحق تھے اون کے قبضہ مین نہ جانے دیا اوس کے حالات تاریخ اسلام سے بخوبی ظاہر ہین جن کو جا بجا ہم اپنی مجلدات روشنی مین روشن کر چکے ہین۔

اصل امر وہی ہے کہ ہر ایک زمانے مین حضرت ابو بکرؓ پر امر فدک مین جو الزام عائد ہوا ہے اوسکے دفع کرنے مین طرفداران حضرت ابو بکرؓ انواع و اقسام سے پہلو بدل کر کوشش کرتے ہین لیکن ہر کوشش کے نتیجہ پر کوئی نہ کوئی بات ایسی پیدا ہو جاتی ہے کہ جس سے عذر گناہ بدتر از گناہ کی مثل صادق آتی ہی۔ ہم پہلے ہی لکھ چکے ہین کہ اصول سلطنت داری کا وسیع قانون اصلی حقداران و دعوے داران سلطنت کے کمزور کرنے کی اجازت دیتا ہے۔

اسی اصول پر حضرت ابوبکرؓ کو جبکہ اونکو بے محل سلطنت حاصل ہو گئی فدک کو سوا اسکے ضبط کرنے کے اور کوئی چارہ نہ تھا کہ بغیر اسکے دعویداران سلطنت کمزور نہیں ہو سکتے تھے اور نہ حضرت ابوبکرؓ سلطنت کو اپنے قبضہ مین رکھ سکتے تھے کہ پیغمبرؐ خدا ایسی ہی تدبیر بقا اور قیام کی اپنے اہلبیت مین قائم اور برقرار کر گئے تھے اور فدک جناب سیدہؑ کو بموجب آیۂ ربانی کے دیدیا تھا۔ درحقیقت حضرت ابوبکرؓ مجبور تھے کہ یا سلطنت کو چھوڑین یا فدک کو ضبط کرین یہی ایک پہلو اصول سلطنت داری کا ہو سکتا ہے جو حضرت ابوبکرؓ کو امر فدک مین الزام سے بچا سکتا ہے گو وہ خلاف مرضی خدا اور رسولؐ کے اور خلاف اوس بند و بست کے جو پیغمبرؐ برابر کرتے رہے الزام لے لینے خلافت اور فدک سے بری نہو سکین۔

یہ کہنا مصنف مخاطب کا کہ "اُس سلطنت کے مصارف اللہ کے کام تھے اور اللہ کو وعدہ کے بموجب رسولؐ کو یہ بھی معلوم تھا کہ آیندہ برکت کا چشمہ اسی سلطنت سے جوش کرنے والا ہے" اگرچہ صحیح ہے لیکن یہ کہنا مصنف مخاطب کا کہ "پس آپ نے یہ فرمادیا کہ انبیا کے ترکے مین میراث جاری نہین ہوتی بلکہ جو کچھ ہم چھوڑین وہ اللہ کا مال ہے" صحیح نہین ہو سکتا۔

مصنف مخاطب کی اس تقریر سے یہ امر پیدا ہوتا ہے کہ پیغمبرؐ نے خدائی کامون مین صرف کرنے کے جوش مین ایسا فرمادیا تھا کہ "انبیا کے ترکے مین میراث جاری نہین ہوتی بلکہ جو کچھ انبیا چھوڑین وہ اللہ کا مال ہے" مگر پیغمبرؐ کا ایسا جوش اور ایسا فرمانا کسی طرح قبول نہین کیا جاسکتا جس مین پیغمبرؐ پر مخالفت قرآن اور بد اخلاقی کا الزام عائد ہو۔ آیات قرآنی خاصتہ انبیا کے ذکر مین نازل ہوئی ہین جن کا حوالہ پہلے دیا جاچکا ہے[۱] اور جیسے

[۱] جلد اول کا پہلا حصہ ضمیمہ بحث فدک ۱۲

ظاہر ہے کہ حضرت سلیمانؑ حضرت داؤدؑ کے وارث ہوئے اور حضرت زکریاؑ نے خدا سے یہ دعا کی کہ مین اپنے بنی اعمام سے ڈرتا ہون جو مجھے میرے بعد ہونگے اور میری زوجہ بانجھ ہے پس تو مجھکو بخش دے ایسا ولی کہ وارث ہو میرا اور وارث ہو آل یعقوب کا" اور عام آیتہ جو مسلمانون کی میراث کے متعلق نازل ہوئی ہے اُسمین پیغمبر کو مستثنےٰ نہین کیا گیا اور نہ قرآن مین کوئی خاص آیتہ پیغمبر کے لیے ایسی نازل ہوئی کہ جس کے لحاظ سے وہ یہ فرماتے کہ جو کچھ ہم چھوڑین وہ اللہ کا مال ہے"۔

تمام انبیاؑ اور پیغمبرؐ مسلمانون کے بشر تھے اور قرآن مین جزو بدن اور قرابتدارونکے لیے انبیاؑ اور غیر انبیاؑ جیسے انبیاؑ بری نہین کیے گئے جسقدر ذکر اور حکم میراث کا ہے وہ اخلاق سے مملو ہے تا کہ کسی بشر یا پیغمبرؐ کا کہ وہ بھی بشر ہین وارث محتاج اور بھیک مانگنے کے قابل نہو جاوے۔ اگر پیغمبرؐ اپنے ورثا کو محروم کرنے والا اپنی میراث سے قبول کیا جاوے تو وہ از حد بد اخلاق سمجھا جائیگا حالانکہ بوجہ پیغمبرؐ ہونے کے کہ جس پیغمبری کیوجہ سے اور اپنی اولی العزمی کے باعث بادشاہ قرار دیا جاوے یا اپنی قدیم امارت کو وسیع سلطنت بنا دے زیادہ صاحب خلاق بمقابلہ دیگر بشرون کے ہونا چاہیے۔ پیغمبرؐ کو جیسا خدا کے کامون مین صرف کرنے کا اعلےٰ درجے کا جوش ہو ویسا ہی لازم ہے کہ وہ واسطے حفاظت حقوق اپنے قرابتدارون اور دوسرے لوگونکے اخلاق کے قائم رکھنے مین پر جوش ہو۔

خدا نے انسان کی کہ جن مین پیغمبرؐ شامل ہین فطرت مین یہ امر وضع کیا ہے کہ وہ اپنی اولاد و اقارب کو زیادہ دوست اور عزیز رکھے اور انکی بہبودی اور ترقی کا خواہشمند ہو اور اُسکے بعد دیگر انسانون اپنی قوم کا علےٰ قدر مراتب۔ اور اسی پر قانون قدرت الٰہی نافذ ہے۔ میری سمجھ مین یا کسی فلاسفر عالم کی سمجھ مین یہ امر کسیطرح

نہین آسکتا کہ خدا اور اُسکے رسُول نے خلاف وضع فطرت انسانی اور خلاف
قانون قدرت کے ایسی ہدایت کی ہو کہ جس سے پیغمبرؐ کے وارث اور قرابتدار
قطعی محروم ہوسکین ۔ کیونکہ خدا کے فعل کے خلاف اوسکا قول نہین ہوسکتا
یہ مسئلہ مسلمہ شریعت کا ہوچکا ہے کہ حق اللہ کی کمی اور نقصان کی معافی
خود اللہ کے اختیار مین ہے لیکن حق العباد کی کمی اور نقصان کی معافی نہین
ہوسکتی جبتک کہ وہ بندہ خود اوسکو معاف نکرے۔

خدا کے کامون مین پیغمبرؐ بے شک اپنے مال و دولت کو بہ نسبت دیگر
بندگان خدا کے زیادہ جوشش سے صرف کرسکتا ہے اور یہ ہی وجہ ہوتی ہے
کہ پیغمبرؐ مال و دولت دنیا سے سوا اون چیزون کے جنکا تعلق حوائج ضروری معاشیت
اور معاشرت سے ہوتا ہے کچھ متروکہ نہین چھوڑتے۔ خدا کے کامون مین
صرف کرنا مال و دولت کا اُسی وقت سمجھا جا سکتا ہے کہ جبکہ وہ مال اُنکا
اپنا ذاتی ملکیت ہو لیکن کسی دوسرے کا مال خدا کے کامونمین صرف کرنا گو
مالک کی مرضی کے موافق ہو یا اُسکی خلاف مرضی کے نہو وہ درجہ نہین رکھ سکتا
کہ جو پیغمبرؐ کی ذاتی ملکیت ہو بلکہ ایسی حالت مین جبکہ کوئی مال و دولت کسی مالک کا
موافق مرضی اوسکے ہو یا خلاف مرضی اُسکے نہو صرف کیا جائے تو اخلاق مقتضی
اسکا ہوتا ہی کہ جب کہ ایسے مال و دولت کے صرف سے کوئی سلطنت یا کوئی
جائداد بذات خاص پیغمبرؐ کو حاصل ہو تو وہ سلطنت اور جائداد اسی مالک مال و دولت
کو یا اوسکے وارث کو دیدیا جائے ۔ جسکے مال و دولت کے صرف سے وہ سلطنت
یا جائداد بہم پہونچی۔

یہی اصول اخلاق تھا کہ جس کے بموجب حضرت خدیجہ کے مال و دولت سے
قومی سلطنت کی سرداری اور فدک جو بذات خاص پیغمبرؐ کو حاصل ہوا پیغمبرؐ نے

بموجب ہدایت خدا کے اُسکو اپنے اہلبیت کے لیئے دیدیا۔ اور خمس اونکے لیے مقرر کردیا۔ اگر یہ امور اُسی حیثیت سے نمانے جائیں تو پیغمبرؐ سے زیادہ کوئی بداخلاق اور قران کا نہ ماننے والا سمجھا نہیں جا سکتا۔

یہ بیان مصنف مخاطب کا کہ وہ یہ حدیث (کہ انبیا کے ترکہ مین میراث جاری نہیں ہوتی بلکہ جو کچھ ہم چھوڑین وہ اللہ کا مال ہے) اکثر صحابہ کو معلوم تھی عباس اور علیؑ کو بھی معلوم تھی مگر بمقتضائے بشریت سہو ہو گیا تھا ابوبکرؓ کے یاد دلانے سے یاد آگئی " بالکل غلط ہے۔

ہم پہلے کتب معتبرا اہلسنت سے دکھا چکے ہین کہ جسوقت جناب سیدہؑ کا دعوی فدک کا بربنا ہبہ یا عطا کے شہادتکو ناکافی قرار دیکر نامنظور کیا گیا اور جناب سیدہ نے بربنائے ارث دعوی کیا۔ اسوقت حضرت ابوبکرؓ نے صحابہ اور حاضرین سے تلاش کی کہ انکے پاس خلاف دعوی جناب سیدہؑ کے کوئی فرمودہ رسولؐ ہے تو کسی کے پاس کچھ نہ نکلا اسوقت حضرت ابوبکرؓ تنہا نے وہ حدیث پیغمبرؐ کی سنائی کہ " ہم گروہ انبیا نہ کسی کے وارث ہوتے ہین اور نہ ہمارا کوئی وارث ہوتا ہے اور جو کچھ ہم چھوڑتے ہین وہ صدقہ ہوتا ہے " جسوقت جناب سیدہؑ نے ارث کا دعوے کیا تھا اسوقت علی مرتضےٰ نے بہت زور سے اسکی تایید کی تھی۔ اور جسوقت کہ حضرت عمرؓ کے عہد مین عباس اور علیؑ نے دعوی ارث کا کیا تھا جیسا کہ کتب معتمد اہلسنت سے ہم پہلے دکھا چکے ہین اور خود مصنف مخاطب نے بھی آئندہ قبول کیا ہے اوسوقت تک تو ثابت ہے کہ عباس اور علیؑ کو بھی معلوم تھا کہ حضرت ابوبکر کا فرمانا صحیح نہین ہے۔

مصنف مخاطب کو کسی روایت کسی کتاب سُنّی یا شیعہ سے یہ امر دکھانا چاہیے تھا کہ عباس اور علیؑ کو بمقتضاء بشریت سہو ہو گیا تھا ابوبکرؓ کے

یاد دلانے سے یاد آگئی ۔ اور جب حضرت عمرؓ کے عہد خلافت مین عباسؓ اور علیؑ نے دعوےٰ ارث کا کیا تھا تو پھر یہ کیسے سمجھ مین آسکتا ہے کہ وہ حدیث ابوبکر کے یاد دلانے سے یاد آگئی ۔ کیا مصنف مخاطب کے ہم خیال یہ کہین گے کہ ابوبکرؓ کے یاد دلانے سے اسوقت یاد آگئی تھی ۔ اور پھر وہ بھول گئے تھے ۔ کوئی ایسی روایت کتاب شیعہ یا سُنّی مین درج نہین ہے جس سے یہ ظاہر ہو کہ وہ عباس اور علیؑ کو وہ حدیث معلوم تھی مگر بمقتضاء بشریت سہو ہو گیا تھا ابوبکر کے یاد دلانے سے یاد آگئی بلکہ خود عباس اور علیؑ نے اس امر کو کسی موقع پر بیان کیا ہو نہ کسی اور راوی نے اُنکا ایسا بیان کرنا ظاہر کیا ہو۔

مصنف مخاطب یہ دعوےٰ کرتے ہین کہ اس حدیث کے مضمون کا پتہ شیعون کی روایتون مین بھی ملتا ہے اور کتاب کافی سے یہ سند لاتے ہین کہ وہ

عن ابی عبداللہ قال ان العلماء ورثۃ الانبیاء وذالک ان الانبیاء لم یورثوا درھماً ولا دیناراً وانما اورثوا احادیث من احادیثھم (کتاب العلم)	امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ انبیاء کے وارث علما ہین اور یہ اس سے کہ انبیاء نے میراث نہین دی درہم اور دینار مین اور نہین میراث دی انہون نے

مگر حدیثین

امام جعفر صادقؑ نے جو کچھ ارشاد فرمایا ہے وہ بالکل صحیح ہے اور وہ ارشاد اونکا باعتبار واقعہ کے ہے نہ باعتبار حکم کے انہون نے یہی ارشاد کیا ہے کہ انبیا کے وارث علماء ہین اور یہ اسلیئے ہے کہ انبیا نے میراث نہین دی درہم اور دینار مین (یعنے درہم اور دینار وہ کچھ چھوڑتے نہین ہین) اور انہون نے میراث دی احادیث کی اپنی احادیث سے ۔ یعنے جو کوئی کہ علم پیغمبرؐ کا عالم ہو وہی وارث

نبی کا ہوتا ہے۔

امام نے اپنے اس ارشاد مین حکماً یہ نہین فرمایا ہی کہ پیغمبرؐ کی اولاد اُس کی متروکہ مین حق رکھنے والی نہین ہی یا اُس کے متروکہ مین سے جو کچھ قدرے قلیل ہو وہ اُسکی اولاد کو نہ ملنا چاہیے۔

اس ارشاد امام کی مراد صرف یہ ہی کہ پیغمبرؐ درہم و دینار تو چھوڑتا نہین لیکن اُسکے علم کا جو عالم ہو اُسکا وہ وارث ہی۔ بلحاظ اس ارشاد امامؑ کے ہمکو یہ دیکھنا چاہیئے کہ بعد پیغمبرؐ کون شخص عالم اُنکے علم کا تھا اور جو کوئی عالم اُنکے علم کا ہو وہی وارث نبی کا قبول کرنا چاہیئے۔

اس امر سے کوئی انکار نہین کر سکتا کہ بعد پیغمبرؐ کے عالم اُنکے علوم کا کوئی علی مرتضےٰ سے زیادہ نہ تھا اور خود پیغمبرؐ متعدد موقعون پر افضلیت علم علی مرتضےٰؑ کی فرما چکے ہین بلکہ اپنے علم کا علیؑ مرتضےٰ پر حصر کر دیا ہی۔ پس وارث پیغمبرؐ کے علیؑ مرتضےٰ ہی ہو سکتے تھے اور اپنے علم کے سبب سے پیغمبرؐ نے سلطنت قومی حاصل کی تھی اُسکی سرداری کا استحقاق سوائے علیؑ مرتضیٰ کے اور اُنکے بعد دیگر ائمہ اہلبیتؑ کے اور کوئی نہین رکھتا تھا کہ یہ تمام ائمہ اہلبیتؑ علم پیغمبرؐ کے عالم تھے اور دوسرون پر علم پیغمبرؐ کے جاننے مین فضیلت رکھتے تھے اور پیغمبر خود فرما گئے تھے کہ میرے اہلبیت کو تعلیم مت کرو کہ وہ تمسے زیادہ عالم ہین جیسا کہ کتب اہل سنت سے پہلے دکھایا جا چکا ہی [1]

مصنف مخاطب حضرت ابوبکرؓ کو الزام سے بری کرنے کیلیئے یہ کہتے ہین کہ جب رسول صلعم کے بعد مسلمانون نے خلافت کی بیعت ابوبکر سے کی اور منصب عظیم اُنکے سپرد ہوا تو جناب سیدہؑ اور عباس نے اُس تمام جائداد مین میراث کا

[1] دیکھو جلد اول حصہ ضمیمہ بحث فدک صفحہ ۲۶۱

نبی کا ہوتا ہے۔

امام نے اپنے اس ارشاد میں حکمایہ تعین فرمایا ہے کہ پیغمبر کی اولاد اُس کی متروکہ میں حق رکھنے والی نہیں ہے یا اُس کے متروکہ میں سے جو کچھ قدرے قلیل ہو وہ اُسکی اولاد کو نہ ملنا چاہیئے۔

اس ارشاد امام کی مراد صرف یہ ہے کہ پیغمبرؐ درہم و دینار تو چھوڑتا نہیں لیکن اُسکے علم کا جو عالم ہو اُسکا وہ وارث ہے۔ بلحاظ اس ارشاد امامؑ کے ہمکو یہ دیکھنا چاہیئے کہ بعد پیغمبرؐ کون شخص عالم اُنکے علم کا تھا اور جو کوئی عالم اونکے علم کا ہو وہی وارث نبی کا قبول کرنا چاہیئے۔

اس امر سے کوئی انکار نہیں کر سکتا کہ بعد پیغمبرؐ کے عالم اُنکے علوم کا کوئی علی مرتضےؑ سے زیادہ نہ تھا اور خود پیغمبرؐ متعدد موقعوں پر افضلیت علم علی مرتضےؑ کی فرما چکے ہیں بلکہ اپنے علم کا علیؑ مرتضےؑ پر حصر کر دیا ہے۔ پس وارث پیغمبرؐ کے علیؑ مرتضےؑ ہی ہو سکتے تھے اور اپنے علم کے سبب سے پیغمبرؐ نے سلطنت قومی حاصل کی تھی اُسکی سرداری کا استحقاق سوائے علیؑ مرتضیٰ کے اور اُنکے بعد دیگر ائمہ اہلبیتؑ کے اور کوئی نہیں رکھتا تھا کہ یہ تمام ائمہ اہلبیتؑ علم پیغمبرؐ کے عالم تھے اور دوسروں پر علم پیغمبرؐ کے جاننے میں فضیلت رکھتے تھے اور پیغمبر خود فرما گئے تھے کہ میرے اہلبیت کو تعلیم مت کرو کہ وہ تمسے زیادہ عالم ہیں جیسا کہ کتب اہل سنت سے پہلے دکھایا جا چکا ہے [۱]

مصنف مخاطب حضرت ابوبکرؓ کو الزام سے بری کرنیکے لیئے یہ کہتے ہیں کہ جب رسول صلعم کے بعد مسلمانوں نے خلافت کی بیعت ابوبکر سے کی اور منصب عظیم اُنکے سپرد ہوا تو جناب سیدہؑ اور عباس نے اُس تمام جائداد میں میراث کا

[۱] دیکھو جلد اول حصہ ضمیمہ بحث فدک صفحہ ۲۶۱

رہی ہین اور بی بی عائشہ اور بی بی حفصہ کا اُس حدیث کو سنکر دعویٰ نہ کرنا کچھ تعجب کی بات نہین ہے اِس لیے کہ اِن دونون نے یہ سمجھ لیا تھا کہ اونکے باپون کے ہاتھ مین خلافت آگئی ہی مگر اہل سنت کی ان روایتون سے یہ بیشک ظاہر ہی کہ جناب سیدہ اور عباس اور علیؑ کو اور ازواج پیغمبرؐ کو مطلق اُس حدیث کی خبر نہین تھی۔ اور حقیقت مین یہ امر نہایت تعجب انگیز ہی کہ پیغمبر اِس امر سے اپنی اولاد اور قرابت دارون اور ازواج کو آگاہ نہ کرین کہ وہ اُنکی میراث مین کچھ نہ پاوین گے اور کار تبلیغ رسالت کو ناتمام چھوڑ جائین اِس دعویٰ کے سبب سے حضرت ابوبکر کو عجیب مشکل لاحق نہین ہوئی بلکہ عجیب مشکل مین خلافت کے قبول کرنے سے گرفتار ہوئے۔ اگر وہ خلافت قبول نہ کرتے اور خلافت اُن لوگ نکے ہاتھ مین رہتی جنکے قبضہ مین یہ جائداد تھی تو حضرت ابوبکرؓ کے سامنے یہ مشکل پیش نہ آتی۔ مجرد خلاف مراد جناب سیدہ کے حضرت ابوبکرؓ کو جواب دینا کچھ دشوار نہین تھا۔ چنانچہ ایسا جواب دے ہی دیا۔ ورنہ اِس تمام جائداد پر اُنہون کو قبضہ رہنے سے یہ دشواری پیدا ہوتی تھی کہ ضروریات سلطنت کا انجام کہان سے ہو۔ ورنہ عرب کی سلطنت کے لئے یہ جائداد خزانہ اور سرمایہ تھی بلکہ پیغمبر نے اپنے وفات کے بعد سلطنت کو ایسی حالت مین چھوڑا ہی کہ اُسکی آمدنیان اُسکے اخراجات کے لیئے کافی تہین۔ غنیمت کا مال جو معاوضہ فوجی خدمت کا تھا نہ کوۃ اور صدقات اور کفارہ جات اور جزیہ۔ کی آمدنیان مقرر ہو چکی تھین چنانچہ بعد وفات پیغمبرؐ مال بحرین اسقدر کثیر آیا کہ حضرت ابوبکرؓ نے منادی کرا دی تھی کہ جس کسی سے پیغمبر نے وعدۂ عطا کیا ہو۔ حاضر ہو۔ اور جو کوئی حاضر آیا اور جس جس قدر اُس نے پیغمبرؐ کا وعدہ دینے کا بیان کیا حضرت ابوبکر نے بغیر لینے کسی گواہ کے کچھ پس و پیش نہ کر کے مال کثیر بحرین کا لوگون کو دیدیا اور شاہدین سے بغیر کسی گواہی

کے حضرت ابوبکر کے ایسے دیدیئے کی نسبت یہ رائے لکھی ہی کہ پیغمبر کی حالت سبکو معلوم تھی کہ کوئی اُن پر جھوٹ نہین باندھیگا اور یہ لوگ خیر امت سی ہین حضرت ابوبکر نے صرف اُنکے دعوی پر اعتماد کیا مگر افسوس ہے کہ فاطمۃ الزہرا نے یہ دعوی کیا تھا کہ رسول نے فدک مجکو ہبہ کر دیا ہی وعدہ ہبہ کا بیان نہین تھا اور علی مرتضے اور حسنین[۱] اور ام ایمن نے گواہی ہبہ کی دی مگر یہ بیچاری مدعیہ اور بیچارے گواہ اس قابل بھی نہ سمجھی گئی کہ وہ رسول پر جھوٹ نہین باندھینگے اور وہ خیر امت سے ہین

جب سلطنت کی آمدنیان قائم ہو چکی تھین تو یہ کہنا کہ ضروریات سلطنت کا انجام کہان سے ہوتا یا فدک کی ضبطی انجام دہی ضروریات سلطنت کے لیئے قرار دینا ایک مغالطہ ہی۔

غور کرو کہ پیغمبر نے جب سے کہ قیام دین اسلام اور سلطنت اور وسعت امارت قریش کا ارادہ کیا اور یہ امر مسلم ہی کہ پیغمبر اوسوقت درویش تھے جیسا کہ خدا نے قرآن مین فرمایا ہی تو اُسوقت اس کار عظیم کے ضروریات کا انجام کہان سے کیا ؟

ہم بتا چکے ہین کہ مصارف ان ضروریات کے پیغمبر مال حضرت خدیجہ سے اور اپنے مال ذاتی سے جو کچھ کہ اُنکے پاس ہوتا تھا کرتے تھے اور اُسکے صرف کرنے کا وہ اختیار رکھتے تھے جیسے کہ ہر مسلمان اپنے مال سے مصارف خیر مین صرف کرنے کا اختیار رکھتا ہی۔ اور بعض اوقات آخر زمانہ مین پیغمبر مصارف ان ضروریات کے لیئے قرض بھی لیتے تھے جیسا کہ آخر اپنے وقت مین تجہیز جیش اسامہ کے لیئے قرض لیا اور وہ قرضہ بموجب وصیت پیغمبر کے علی مرتضے نے ادا کیا۔ اگر حضرت ابوبکر صحیح خلیفہ اور نائب رسول ہوتے تو وہ ان ضروریات سلطنت کے مصارف کا انجام اُسی روش پر کرتے کہ جس روش پر پیغمبر خدا نے کیا تھا اور اگر اس روش پر نہین

[۱] جلد اول تتمہ ازالہ بحث فدک صفحہ ۲۵۴ و ۲۵۶

رہ سکتے تھے تو انکو چاہئیے تھا کہ خلافت سے دست بردار اور مصارف ضروریات سلطنت کی مشکل سے سبکدوش ہو جاتے انکو یہ نہین کرنا چاہئیے تھا کہ پیغمبرؐ کی ذاتی ملکیت پر کہ جو خاص اور خالص پیغمبرؐ کا حق بموجب آیۃ قرآنی کے قرار پایا تھا یا اُس حق فاطمہ زہراؑ کو کہ جو بموجب ہبہ یا عطیہ کے از روے آیۃ قرآنی مل گیا تھا یا بذریعہ ارث کے جس مین حق فاطمہ کا تھا خلاف مرضی اُنکی بحیلہ خلافت اور بادشاہت کے قبضہ کر لیتے اور یہ قبضہ بعینہ ایسا ہی تھا کہ جیسے بلا معاوضہ کسی مسلمان کی مال و دولت پر جو اسکو بذریعہ حصہ غنیمت کی یا کسی دوسرے حق سے حاصل ہوا ہو قبضہ کر لیا جائے۔

پیغمبرؐ نے ہر پہلو پر نظر کر کے یہ انتظام کیا تھا کہ خلافت اور سرداری قومی علیؑ مرتضی کے ہاتھ مین جسکا وہ حق اور قابلیت رکھنے والے تھے اور اُنکے بعد ابنا رسول اللہ اُس پر قابض ہون اور پیغمبرؐ کو صرف مال و دولت حضرت خدیجہ سے تونگری حاصل ہوی اور جسقدر جایداد بموجب مسئلہ بے فئے کی پیغمبرؐ کو خالص ملی کہ اُس مین حق جناب فاطمہ زہراؑ کا تھا کہ بسبب صرف مال و دولت حضرت خدیجہ کی وہ جایداد پیغمبرؐ کو ملی تھی پیغمبرؐ نے اُس تمام جایداد کو بموجب آیۃ قرآنی کے فاطمہ زہرا کو ہبہ یا عطا اور وقف کر دیا جسکا مقصود یہی تھا کہ یہ جایداد جس علی مرتضیؑ کے قبضہ مین ہو گی وہی کار خلافت اور بادشاہت کو چلا سکے گا پیغمبرؐ نے اپنے عمل سے درحقیقت مسئلہ جانشینی کے استحکام کو ظاہر کر دیا تھا پیغمبرؐ نے ادائے قرضہ تجہیز جیش اُسامہ کی جو وصیت علیؑ کو کی تھی اُسکا منشا بھی صاف یہی تھا کہ یہ مصارف سلطنت کے جو میرے قرض لیکر کئے ہین اور اُنکو مین بوقت ضرورت اپنے ذاتی مال سے ادا کرتا تھا تم بھی اپنے اُس ذاتی مال سے جو تمکو دیا گیا ہے ادا کرنا اور درحقیقت یہ ایک ہدایت تھی کہ اپنے ذاتی مال سے اُمور سلطنت مین صرف کرنا اُمور

ہو سکتے تھے تو انکو چاہیئے تھا کہ خلافت سے دست بردار اور مصارف ضروریات سلطنت کی مشکل سے سبکدوش ہو جاتے انکو یہ نہین کرنا چاہیئے تھا کہ پیغمبر کی ذاتی ملکیت پر کہ جو خاص اور خالص پیغمبرؐ کا حق بموجب آیۂ قرآنی کے قرار پایا تھا یا اُس حق فاطمہ زہراؑ کو کہ جو بموجب ہبہ یا عطیہ کے از روے آیۂ قرآنی مل گیا تھا یا بذریعہ ارث کے جس مین حق فاطمہ کا تھا خلاف مرضی اُنکی بحیلہ خلافت اور بادشاہت کے قبضہ کر لیتے اور یہ قبضہ بعینہ ایسا ہی تھا کہ جیسے بلا معاوضہ کسی مسلمان کی مال و دولت پر جو اُسکو بذریعہ حصۂ غنیمت کی یا کسی دوسرے حق سے حاصل ہوا ہو قبضہ کیا جائے۔

پیغمبرؐ نے ہر پہلو پر نظر کر کے یہ انتظام کیا تھا کہ خلافت اور سرداری قومی علی مرتضیٰؑ کے ہاتھ مین جسکا وہ حق اور قابلیت رکھنے والے تھے اور اُنکے بعد اہلبیت رسول اللہؐ اُس پر قابض ہون اور پیغمبرؐ کو صرف مال و دولت حضرت خدیجہ سے تونگری حاصل ہوی اور جسقدر جایداد بموجب مسئلہ فئے کی پیغمبرؐ کو خالص ملی کہ اُس مین حق جناب فاطمہ زہراؑ کا تھا کہ بسبب صرف مال و دولت حضرت خدیجہ کی وہ جایداد پیغمبرؐ کو ملی تھی پیغمبر نے اُس تمام جایداد کو بموجب آیۂ قرآنی کے فاطمہ زہرا کو ہبہ یا عطا اور وقف کر دیا جسکا مقصود یہی تھا کہ یہ جایداد جس (علی مرتضیٰ) کے قبضہ مین ہو گی وہی کار خلافت اور بادشاہت کو چلا سکے گا پیغمبر نے اپنے عمل سے درحقیقت مسئلہ جانشینی کے استحکام کو ظاہر کر دیا تھا پیغمبرؐ نے ادائے قرضہ تجہیز جیش اُسامہ کی جو وصیت علیؑ کو کی تھی اُسکا منشا بھی صاف یہی تھا کہ یہ مصارف سلطنت کے جو مینے قرض لیکر کئے ہین اور اُنکو مین بوقت ضرورت اپنے ذاتی مال سے ادا کرتا تھا تم بھی اپنے اُس ذاتی مال سے جو تمکو دیا گیا ہے ادا کرنا اور درحقیقت یہ ایک ہدایت تھی کہ اپنے ذاتی مال سے امور سلطنت مین صرف کرنا امور

تمام تیدرست سلطنتین جنکا قدم تخت سلطنت پر ہوتا ہی اور جنکے خزانہ مین ایک حبہ بھی نہین ہوتا اور وہ ناجائز طور پر کسی کا مال لینا بھی گوارا نہین کرتے وہ انتظام سلطنت کا یونہی کیا کرتے ہین کہ اپنی کل قوم اور رعایا سے بقدر استطاعت کے مصارف سلطنت کا حاصل کرتے ہین۔ لیکن ایسا وہی سلطنتین کرتی ہین کہ جو عالم اور اصول سلطنت سے آگاہ ہوتی ہین۔ لیکن جو بادشاہ کہ مصارف سلطنت کے لیئے کسی شخص واحد کا مال و متاع خلاف مرضی مالک اور بلا معاوضہ ضبط کر لے تو اعد اصول سلطنت کے بموجب اسکے ایسے فعل کو مخلوق ظلم کے لفظ سے پکاریگی۔

پیغمبر کے عہد مین فواج اور لشکر کی کوئی تنخواہ مقرر نہین تھی ہر مسلمان فوجی کام کرتا تھا اور بعوض اس خدمت کے مال غنیمت سے حصہ پاتا تھا جس سے مقصد یہ ہے کہ فوج کا کوئی خرچ علیحدہ ذمہ سلطنت کے نہین تھا مگر مال غنیمت جو معاوضہ فوجی خدمت کا تھا واصل آمدنی سلطنت تھا علاوہ اسکے زکوۃ اور صدقات اور کفارہ جات اور جزیہ یہ تمام آمدنیان ایسی تھین جنکا تعلق عام امور سلطنت سے تھا جو ایک قسم کی آمدنی تھی اور پیغمبر کا کہ جو بادشاہ تھے خاص صورت کا مال غنیمت کہ جسپین نہ اونٹ اور گھوڑے نہ دوڑائے گئے ہون یعنی بغیر جنگ حاصل ہوا ہو جیسے فدک اور پیغمبر کیطرف سے اُنکے اہلبیت کا جو بادشاہ آیندہ تھے اور خمس پیغمبر اور اونکے ذوی القربے کا یعنے بادشاہ موجودہ اور بادشاہ آیندہ اونکے اہل بیت کا بموجب آیات قرآنی کی خالص اور خاص حق بطور نذرانہ شاہی قرار دیا گیا تھا جسمین سے اونکو اختیار تھا کہ اپنے اوپر اور اپنی ازواج اپنے خاندان یعنی بنی ہاشم

اور دیگر مصارف خیر امور سلطنت مین جس جس قدر چاہین اپنی مرضی اور اختیار سے صرف کرین - یہ دوسری قسم کی آمدنی تھی -

بعد پیغمبر ص (بادشاہ) کے لازم تھا کہ بادشاہ آیندہ وہی شخص ہو تا کہ جسکے ہاتھ مین - اور جسکا حق آمدنیون قسم دوم مین تھا اور پہلے قسم کی آمدنیان جو محض امور سلطنت سے متعلق تھین وہ بھی اُسیکے ہاتھ مین ہوتین تو یہ تمام مصارف ازواج پیغمبر ص کا نفقہ دینا - بنی ہاشم کے ساتھ سلوک کرنا سلطنت کے مہمانون کی ضیافت - غیر ملک کے سفیرون کی مدارات - اپنی طرف سے جا بجا سفیرون اور قاصدون کے بھیجنے کے ضروریات - مجاہدین کا سامان - محتاجون کی اعانت - جنکو ایک ایک کر کے مصنف مخاطب نے شمار کیا ہے بآسانی چل سکتے تھے -

لیکن جب انتظام پیغمبری کو توڑا گیا اور جن لوگون کا کہ حق دوسری قسم کی آمدنیون مین تھا اونکو امر سلطنت سے علیحدہ رکھا گیا تو یہ دشواری اپنے اختیار سے خود اون لوگون نے قبول کی کہ جنھون نے قسم دوم کی آمدنی کے حق دارون کو امر سلطنت سے علیحدہ کیا -

اگر بغیر امر خلافت اونکے متعلق رکھنے کے مصارف اُمور سلطنت کے نہین چل سکتے تھے کہ اسی امر مکروہ نے اوس امر مکروہ کا مرتکب کرایا کہ دوسری قسم کی آمدنیون سے حقدارون کو محروم کیا گیا - اُن حقدارون کی ناخوشی پیغمبر ص کی ناخوشی ہے اور اونکی اذیت پیغمبر ص کی اذیت ہے -

مصنف مخاطب اس کہنے کے بعد کہ "کسی تہیدست کو تخت سلطنت حوالہ کر دیا جائے اور خزانہ کا ایک حبہ بھی اسکو نہ دیا جائے اور وہ ناجائز طور پر ہر کسی کا مال لینا بھی گوارا نہ کرے" یہ کہتے ہین کہ "حضرت ابوبکرؓ نے اس مشکل کے ہر پہلو پر غور کر کے رسول اللہ کا جو منشاء تھا اوسی کو پورا کرنا مقدم سمجھا اور اللہ پر توکل کر کے رسولؐ کی حدیث سنادی اور یہ کہدیا کہ اس جائداد کی آمدنی جس طرح رسولؐ صرف کرتے تھے اسی طرح مین بھی صرف کرونگا سر مو تجاوز نہ کرونگا"

جو سلطنت پیغمبرؐ چھوڑ گئے تھے وہ ایسے نہین تھی جسپر یہ اطلاق ہو سکے کہ وہ اپنی آمدنیون سے اپنا مصارف پورا نہین کر سکتی تھی گو اُسکے پاس خزانہ نہ تھا مگر خزانہ بن سکتا تھا اور حضرت ابوبکرؓ کی شان بھی ایسی نہین تھی جن کے نسبت یہ کہا جا سکے کہ ایک تہیدست کو تخت سلطنت حوالہ کر دیا۔ مین حضرت ابوبکرؓ کو تہیدست نہین سمجھتا اسمین مین اُنکے ذاتی مال پر چندان نگاہ رکھنے والا نہین بلکہ مین اُس مال کثیر کو دیکھ رہا ہون جو بعد وفات پیغمبرؐ حضرت ابوبکرؓ کے ہاتھ مین آیا اور جسکو حضرت ابوبکرؓ نے بیدریغ صرف کر کے لیا اب خزانہ بنایا۔

یہ بھی مین ابھی بتا چکا ہون۔ تہیدست تاجدار کو جس کے پاس خزانہ نہو اور ناجائز طور پر کسی کا مال لینا بھی گوارا نہ کرے مصارف انتظام سلطنت کے لیے اُسکو اپنی قوم اور رعایا سے بقدر استطاعت ہر فرد بشر کے لینا چاہیے اور کسی شخص واحد کا خلاف مرضی اُس کے مال و دولت ضبط کر لینا نہین چاہیے۔

حضرت ابوبکرؓ سے خلاف اسی قاعدہ اصول سلطنت داری کے وقوعمین آیا کہ انہون نے مصارف سلطنت کے لیے ہر مسلمان اور رعایا سے امداد نہین چاہی اور حق خاص اور ملکیت ذاتی فاطمہ زہرا اور اہلبیت پیغمبرؐ کا ضبط کرنا گوارا کیا۔ اور حضرت ابوبکرؓ نے اس مشکل کے جو مصنف مخاطب قرار دیتے ہین ہر پہلو پر ہرگز غور نہین کیا اور نہ رسول اللہؐ کے منشا کا پورا کرنا مقدم سمجھا اور نہ اللہ پر توکل کر کے رسولؐ کی حدیث سنائی۔ اور نہ یہ کہدیا کہ "اس جائداد کی

آمدنی جس طرح رسولؐ صرف کرتے تھے اُسی طرح مین بھی صرف کرونگا سرمو تجاوز نہ کرونگا"
صحیح ہو سکتا تھا اور نہ یہ امر صحیح ہو کہ وہ جواب سُنکر جناب سیدہ نے بھی اس حدیث کی تکذیب
نہین کی حضرت ابوبکرؓ نے جناب سیدہ سے گو یہ کہا کہ میرا جو کچھ مال ہو وہ حاضر ہی جیسا کہ اہل سنت کے
یہان کی روایت مین ہی لیکن حضرت ابوبکرؓ نے نیک نیتی سے رسولؐ کے منشا پورا کرنیکا قصد
نہین کیا" اور نہ اس امر کو ٹھیک سمجھا کہ "اگر جناب سیدہ ناراض ہو نگی تو اللہ ناراض ہوگا"
اور نہ اس فرض کرنے کی ضرورت ہو کہ "جس طرح بخاری کی روایت سے ثابت ہو اُسی طرح
جناب سیدہ ناراض ہو گئین" نہ یہ تسلیم ہو سکتا ہو کہ "قیامت کے دن جناب سیدہ ضرور راضی
ہو جائینگی" رسول اللہ کا منشا یہی تھا کہ فدک اور خلافت میرے اہلبیت اور علی مرتضیٰ کے
قبضہ مین رہیگی جنمین وہ حق اور جسکی وہ قابلیت رکھتے ہین۔ اور وہی امور سلطنت مین اپنی
مرضی کے موافق صرف کرنیکا آمدنی فدک سے اختیار رکھین گے۔ اگر حضرت ابوبکر فدک اور
خلافت کو چھوڑ دیتے اور قبضہ فاطمہؑ زہرا اور علی مرتضیٰ کا رہنے دیتے تب البتہ یہ سمجھا جاتا کہ حضرت
ابوبکرؓ نے رسول اللہ کا جو منشا تھا اُسی کا پورا کرنا مقدم سمجھا اور اللہ پر توکل کر کے رسولؐ کی
حدیث سنا دینا کیسے تسلیم ہو سکتا ہو جبکہ وہ حدیث جو حضرت ابوبکرؓ نے سنائی خلاف آیات قرآنی
کے ہو اور حضرت صدیقؓ اپنے اول خطبہ خلافت مین اپنی معیت مین شیطان کا ہونا اور
اسکو اپنا گمراہ کر دینے والا قبول کر چکے ہین اور یہ بھی قبول کر چکے ہین کہ پیغمبرؐ کے ساتھ فرشتہ تھا پھر
وہ کس طرح اس جائداد کی آمدنی اُسی طرح صرف کر سکتے تھے جس طرح رسولؐ صرف کر سکتے تھے
اور کیونکر سرمو تجاوز نہ ہو سکے۔

اس جائداد مین پیغمبر حق ملکیت ذاتی خالص رکھتے تھے اور اپنی مرضی کے موافق مصارف
خیر مین بھی صرف کرتے تھے۔ اور حضرت ابوبکرؓ اس جائداد مین کوئی حق ملکیت ذاتی نہین
رکھتے تھے پھر کس طرح یہ امر قبول کیا جا سکتا ہو کہ اس جائداد کی آمدنی جس طرح رسولؐ صرف
کرتے تھے اُسی طرح وہ بھی صرف کر سکین گے اور سرمو تجاوز نکرین گے یا"

مثل رسولؐ کے اس جائداد کی آمدنی کے صرف کرنیکا اطلاق اسی شخص کی نسبت ہو سکتا ہی کہ جو اس جائداد مین مثل رسولؐ کے حق خالص رکھنے والا ہو۔

پیغمبرؐ نے اس جائداد کو اپنی دختر کے نام ہبہ یا عطا کر دیا تھا جسپر قبضہ اُنکی دختر کا موجود تھا اس دعوی کو جو نامنظور کیا۔ کیا یہ بھی اللہ پر توکل کرکے تھا؟

بعد نامنظوری دعوی ہبہ یا عطا کے دعوی ارث کو جو خلاف قرآن تھا حضرت ابو بکرؓ نے ایک حدیث پیش کر کے نامنظور کیا۔ اسی سے سمجھ مین آسکتا ہی کہ حدیث سُنانے کے وقت کس پر توکل کیا تھا۔!! لیکن یہ ظاہر ہی کہ حضرت ابو بکرؓ نے قرآن پر توکل نہین کیا بیان پر حضرت فاطمہؓ کے توکل نہین کیا۔ علی مرتضیٰؑ کے اظہار پر اس امر پر توکل نہین کیا کہ جن کی نسبت پیغمبرؐ فرما گئے تھے کہ "وہ قرآن کے ساتھ ہی اور قرآن اُسکے ساتھ ہی اور وہ تم سب مین افضل ہی"

اس امر پر توکل نہین کیا کہ اگر اس جائداد مین حق ملکیت ذاتی پیغمبرؐ کا یا کسی قسم کا حق حضرت فاطمہؓ کا نہین تھا تو پیغمبرؐ نے ہبہ یا عطا کر کے جائداد کو سیدہؑ کے قبضہ مین کیون دیدیا تھا۔ کیا اس امر پر توکل کر لیا تھا کہ پیغمبرؐ ایسی جائداد کو کہ جسمین نہ پیغمبرؐ حق ملکیت ذاتی رکھتا ہو نہ کسی قسم کا حق اُس مین اُسکی دختر کا ہو اور وہ جائداد محض واسطے مصارف امور خیر کے ہو اُسکو ناجائز طور پر پیغمبرؐ نے ہبہ یا عطا کر کے قبضہ مین اپنی دختر کے دیدیا تھا جس کا وہ اختیار نہین رکھتے تھے۔ اور جبکہ پیغمبرؐ بوجہ بادشاہ ہونے کے کسی اراضی متعلق سلطنت کو بھی کسی کو ہبہ یا عطا کر دینے کا اختیار رکھتے تھے تو اُنکے اس عمل کے منسوخ اور رد کرنے پر کس پر توکل کیا گیا؟

اگر حضرت ابو بکرؓ دعوی ہبہ یا عطا یا دعوی ارث کو جو طرف سے جناب سیدہؑ کے پیش ہوا تھا منظور کر کے قبضہ جناب سیدہؑ کا بحال رکھتے اور جناب سیدہؑ جو حق ملکیت اُس جائداد مین رکھتی تھین اور وہ اپنی مرضی کے موافق آمدنی اُسکی باختیار خود صرف کرتین تو یہ کہنا

صادق آسکتا تھا کہ اس جائداد کی آمدنی جس طرح رسول صرف کرتے تھے اُسی طرح جناب سیّدہ بھی صرف کرینگی اور رسم و تجاوز نہوگا۔

حضرت ابو بکرؓ اگر یہ بھی کرتے کہ جائداد کو قبضہ جناب سیّدہ مین بدستور رہنے دیتے اور مصارف اُسکے وہ اپنے اختیار سے صرف کرتین اُن سے حضرت ابو بکرؓ بقدر مصارف ضرورتوں بادشاہت کے مانگ لیا کرتے اور وہ بقدر مناسب دیدیا کرتین تو بھی اسقدر کہا جا سکتا تھا کہ اس جائداد کی آمدنی جسطرح رسولؐ صرف کرتے تھے اسی طرح حضرت ابو بکرؓ نے اُس صرف کو قائم رکھا۔

جناب سیّدہ نے صریح اس حدیث کی جو حضرت ابو بکرؓ نے بیان فرمائی ہو تکذیب کی ہو اور صرف جناب فاطمہؑ نے نہین بلکہ علی مرتضیٰؑ نے بھی۔ اور ان دونون نے واسطے تکذیب اور بطلان اُس حدیث کے آیات قرآنی پیش کی ہین جو میراث کل مسلمانون اور با تخصیص میراث انبیاء کے بارہ مین ہین۔ اور جب خلاف مقصود حضرت ابو بکرؓ کے آیات قرآنی جناب فاطمہؑ اور علی مرتضیٰؑ نے پیش کین تو اس سے سوائے اسکے کہ اُنھون نے حضرت ابو بکرؓ پر ثابت کر دیا کہ تمھارا بیان اور مقصد خلاف قرآن کے ہو اور جو مقصد کہ خلاف قرآن کے ہو وہ سوائے جھوٹ ہونے کے اور کچھ نہین سمجھا جا سکتا۔

بروایت کتب اہلسنت[1] سے یہ بھی ظاہر ہو کہ جب دعویٰ فدک کا بذریعہ ہبہ یا عطا کے ابتداءً جناب سیّدہ نے پیش کیا تو حضرت ابو بکرؓ نے فرمان واگذاشت اور بحالی قبضہ کا جناب سیّدہ کو لکھدیا لیکن حضرت عمرؓ نے صحن مسجد مین جناب سیّدہ کے پاس جب یہ فرمان دیکھا تو انھون نے وہ فرمان جناب سیّدہ کے ہاتھ سے لیکر پھاڑ ڈالا اور حضرت ابو بکرؓ کو یہ فہمائش کی کہ اگر تم فدک کو چھوڑ دو گے تو مسلمان نفقہ کہان سے پائینگے اور جو مصارف جنگ کے تمہارے سر پر موجود ہین کہان سے کرو گے"۔ اس سے ظاہر ہو کہ حضرت ابو بکرؓ کے دل مین اسوقت تک خیال ضبطی فدک کا نہین تھا مگر حضرت عمرؓ کی ہدایت نے حضرت ابو بکرؓ کے ذہن پر اس بات کا اثر ڈالا کہ ضبطی فدک کی خواہ مخواہ ایک امر ضروری ہے۔

---

[1] دیکھو تاریخ سیدا بن الجوزی و انسان العیون مصنفہ نورالدین علی بن برہان الدین۔

اور اُسی القا کے سبب سے اول حضرت ابوبکرؓ نے دعویٰ ہبہ یا عطا کے بابت گواہ طلب کیے گو اُسی القا نے شہادتوں قابل یقین کو خلاف مراد آیۂ قرآنی ناکافی قرار دلوایا اور اُسی القا نے خلاف قرآن وہ حدیث حضرت ابوبکرؓ سے کہلوائی۔ کیا خوب اللہ پر توکل ہو کہ خلاف قرآن غیر خدا کے القا پر عمل ہو اور کہا جائے کہ اللہ پر توکل کیا گیا۔ اور پھر یہ بھی کہا جائے کہ جناب سیدہ نے اُس حدیث کی تکذیب نہیں کی۔

حضرت ابوبکرؓ جو اپنا مال جناب سیدہ کو دینا چاہتے تھے وہ بطور احسان اور خیرات کے جناب سیدہ کو دینا ظاہر کرتے تھے کہ ایسے مال کو ایسے بیان سے جناب سیدہ ہرگز نہیں لے سکتی تھیں ہاں اگر حضرت ابوبکرؓ جناب سیدہ سے یہ کہتے کہ دعویٰ ہبہ یا ارث کا تمہارا سچا ہو اور بے شک تم بہ حیثیت ملکیت کے اُس پر قابض ہو لیکن مجھکو واسطے مصارف سلطنت کے اس جائداد کے لینے کی ضرورت ہو تم جو کچھ میرا مال ہو اسکے عوض میں لیلو۔ اُس وقت یہ معلوم ہوتا کہ مال حضرت ابوبکرؓ کا کسقدر ہو وہ کافی معاوضہ فدک کا ہو سکتا ہو یا نہیں اور جناب سیدہ کیا جواب دیتی ہیں۔ لیکن حضرت ابوبکرؓ نے ایسا نہیں کیا بلکہ حضرت ابوبکرؓ کے عمل سے یہ ظاہر ہوا کہ انھوں نے کسی دعوی میں جناب سیدہ کو حقدار نہیں جانا اور نہایت فحش اور خلاف تہذیب و اخلاق کلمات کے ساتھ اپنے بیان میں جناب سیدہ سے خطاب کیا اور اپنے آپکو بوجہ بادشاہ ہو جانے کے مستحق قبضہ کا سمجھا۔ ایسی حالت میں جناب سیدہ حضرت ابوبکرؓ کے مال کو ہرگز نہیں لے سکتی تھیں اور حضرت ابوبکرؓ کو اس بات کی ظاہر کرنے کی کہ میرا مال تم لیلو صرف اسی وجہ سے جرأت ہوئی کہ حضرت ابوبکرؓ جانتے تھے کہ جناب سیدہ میرا مال ہرگز نہ لیں گی۔

درحقیقت حضرت ابوبکرؓ کو اپنا مال جدا کرنا منظور نہ تھا ورنہ اس پیرایہ کی کہ فدک جناب سیدہ کے قبضہ سے ضبط کر لیں اور اپنا مال جناب سیدہ کو دیدیں ضرورت نہیں تھی بلکہ فدک پر قبضہ سیدہ کا بحال رکھکر اپنا مال مصارف سلطنت میں صرف کر سکتے تھے۔ اور ضبطی فدک

کی ضرورت ہی نہ سمجھے۔

اگر حضرت ابوبکرؓ اپنا مال ذاتی یا اپنے عزیزوں اقارب کا مال ذاتی امور سلطنت مین صرف کرتے تو سمجھا جاتا کہ حقیقی نائب رسولؐ ہین اور جس طرح کہ پیغمبرؐ نے مال صرف کیا تھا اُسی طرح سے یہ بھی اپنا اور اپنے قابو کا مال صرف کرتے ہین۔ مگر نہین حضرت ابوبکرؓ نے اپنا مال مصارف سلطنت مین صرف کرنے سے محفوظ رکھا تا کہ اُنکی دختر اُس مال مین وارث اُنکی ہو جیسا کہ بعض روایت کے بموجب جناب سیدہ نے حجت کی تھی کہ تمہاری مال مین تمہاری بیٹی وارث ہو اور مین اپنے باپ کے مال مین وارث نہون؟ اپنے مال کا محفوظ رکھنا اور دختر رسولؐ کا مال واسطے مصارف سلطنت کے ضبط کر لینا اور ایسی حدیث خلاف قرآن بیان کر دینا کہ پیغمبرون کا کوئی وارث نہین ہوتا شان پیغمبری کو اُنکی اولاد کے حق مین وبال جان قرار دینا ہے۔

ان حقیقتون کی ظاہر ہونیکے بعد ہرگز تسلیم نہین ہو سکتا کہ حضرت ابوبکرؓ نے کچھ بھی نیک نیتی سے رسولؐ کا منشا پورا کرنے کا قصد کیا۔ صاف و صریح حدیث پیغمبرؐ کی خود اہلسنت کی بیان موجود ہو کہ جس نے اذیت پہونچائی فاطمہؑ کو اذیت دی مجکو اور جو کوئی غضب مین لایا فاطمہؑ کو وہ غضب مین لایا مجکو۔ اور بیشک اللہ غضب فاطمہؑ سے غضب مین آتا ہو اور فاطمہؑ کی خوشنودی سے خوشنود ہوتا ہو۔ اور سورۂ احزاب مین خود خدا فرماتا ہو۔

"اِنَّ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ لَعَنَھُمُ اللّٰہُ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ وَاَعَدَّ لَھُمْ عَذَابًا مُّھِیْنًا ہ"

جو لوگ ایذا دیتے ہین یا دیوین گے اللہ اور اُسکے رسولؐ کو لعنت کرتا ہو اللہ اونپر دنیا اور آخرت مین اور مہیا کیا ہے واسطے اُن کے عذاب ہولناک ۔

خلاف ان ارشاد خدا اور رسولؐ کے کیسے سمجھا جا سکتا ہو کہ اگر جناب سیدہ ناراض بھی ہو جائین تو اللہ ناراض نہوگا؟ اور ایسا حضرت ابوبکرؓ نے تو نہین سمجھا تھا جیسا کہ مصنف نامہ نے اُنکا سمجھنا ظاہر کیا ہو اگر حضرت ابوبکر ایسا سمجھتے تو حضرت فاطمہؑ کے دروازہ پر

دھوپ مین بغرض حصول انکی رضامندی کے کیون کھڑے رہتے - اور حسب بخاری کی روایت سے ناراضگی اور غضب مین آنا جناب سیّدہ کا مرتے دم تک صریح ثابت ہی تو اُسکے فرض کرنیکی ضرورت نہین ہی اور جناب سیّدہ کو حضرت ابوبکرؓ نے یہان راضی نہین کیا تو قیامت کے دن وہ کیسے راضی ہو سکتی ہین قیامت روز جزا اور سزا کا ہی اور مقدمہ فدک مین قیامت کے دن کے متعلق جناب سیّدہ حضرت ابوبکرؓ کو مخاطب کرکے یہ فرما گئی ہین جسمین آیات قرآنی سے اقتباس ہی "ای گروہ مسلمین آیا سلب کیجاؤن مین اپنے ارث سے - تعجب ہے کہ ابوبکر تو اپنے باپ کا وارث ہو اور مین اپنے باپ کی وارث نہون - البتہ تم لوگون نے ایک امر قبیح ظاہر کیا ہی پس ای ابوبکر تو اس ناقۂ فدک کو اسی حال پر کہ وہ پالان سے آراستہ اور رسن و مہار سے بندھا ہوا ہی اپنے پاس رہنے دے روز حشر تک کہ اُس روز ناقۂ فدک تیری مخاصمت کیواسطے تیرے روبرو آوے یا اُس روز کہ ہم تجھ سے مخاصمت مین ملاقات کرین - اسوقت خوب تر حکم خدا ہمارے اور تیرے درمیان ہوگا اور کفیل ہمارے امر کے محمد مصطفیٰ ہون گے اور وعدہ گاہ ہماری اور تیری قیامت ہے اور بروقت قیامت وہ امر ظاہر ہوگا جس کا وعدہ کیے گئے ہین - اور ہر خبر کے لئے جائے قرار ہی اور جان جاؤگے تم لوگ اسکو جن پر عذاب خدا نازل ہوگا کہ اُسکو ذلیل و خوار کر دیگا اور اسیر عذاب سیدا لگس جائیگا"[1]

یہ سچ ہی جیسا کہ مصنف مخاطب لکھتے ہین کہ "عرب کی سلطنت تمام جہان مین اللہ کا دین پھیلانے اور کلمۂ توحید کے قائم کرنیکے لیے قائم ہوئی تھی" لیکن مصنف مخاطب کو اسی جگہ پر غور کرنا چاہیے تھا اور بتانا چاہیے تھا کہ یہ سلطنت جو قائم ہوئی تھی اسکے قائم کرنے مین صرف کہان سے ہوا اور کس نے کیا تھا؟ پیغمبر کے ہاتھ مین جسوقت کہ اُنھون نے اس سلطنت کے قائم کرنے مین صرف کیا فدک نہین تھا پس حضرت ابوبکرؓ کو بھی چاہیے تھا کہ وہ بغیر ضبط کرنے اس فدک کے

[1] یہ فقرہ بھی جناب سیدہ کے مشہور خطبہ کا ہو جسکو علمائے اہل سنت نے منقول اور مذکور کیا ہو-

سلطنت پر جو کچھ مصارف عاید ہوتے وہ صرف اپنے مال سے کرتے یا دوسرا بند و بست کرتے جیسا کہ پیغمبرؐ نے کیا تھا۔

مصنف مخاطب اسی عرب کی سلطنت کے لیے یہ کہتے ہین کہ "اُسکے کام حضرت ابوبکرؓ نے اسی مختصر خزانہ سے چلانا شروع کیے۔ ازواج مطہرات کا خرچ بنی ہاشم کا وظیفہ اور تمام ضروریات خلافت اور مہمات سلطنت کا سامان اسی مین سے تھا۔ اگر یہ جائداد جناب سیدہ کو حوالے کر دیجاتی تو اُسوقت ضروریات سلطنت پورا کرنے کی کوئی سبیل نہ تھی۔ البتہ اسوقت کے بعد رفتہ رفتہ یہ سلطنت اللہ کے فضل سے ایسی غالب ہو گئی کہ تمام جہان اس نے مسخر کر لیا اور یہین سے ثابت ہو گیا کہ حضرت ابوبکرؓ کی رائے نہایت صائب تھی اور بیشک سب سے مقدم اسی سلطنت کی ضروریات تھین جسکا نتیجہ ایسا عمدہ ظاہر ہونے والا تھا۔"

یہ امر تسلیم نہین ہو سکتا ہو کہ عرب کی سلطنت کے کام حضرت ابوبکرؓ نے اسی مختصر خزانہ سے چلانا شروع کیے اور ازواج مطہرات کا خرچ بنی ہاشم کا وظیفہ اور تمام ضروریات خلافت اور مہمات سلطنت کا سامان اسی مین سے تھا۔

کسی روایت یا واقعہ تاریخی سے یہ امر قابل اطمینان کے ظاہر نہین ہوتا ہو کہ حضرت ابوبکرؓ اسی مختصر خزانہ سے وہ مصارف جنکا مصنف مخاطب نے شمار کیا ہو صرف کرتے تھے بلکہ عہد حضرت ابوبکرؓ مین ازواج مطہرات کے خرچ اور بنی ہاشم کے وظیفے کے تقرر کا وجود ہی نہین ہوا۔ اور نہ ضروریات خلافت اور مہمات سلطنت ایسی اُنکو پیش آئین کہ جنمین ضرورت کسی مصارف کی ہوتی۔ حضرت ابوبکرؓ کو جو کچھ ضرورت قتل اور جنگ کی پیش آئی ہو وہ اندرونی سلطنت عرب کے تھی کہ جو عہد پیغمبرؐ مین قائم ہوئی تھی۔ اُنکو بیرون سلطنت توسیع سلطنت کے لیے یا مہمات سلطنت کے سامان کے لیے کوئی ضرورت ہی پیش نہین آئی۔ اور اندرون سلطنت کے انتظام کے لیے جو ضرورت پیش آئی وہ قابل کسی صرف کے نہین تھی مسلمانونکو اس ضرورت مین جنگ کرنا پڑا تھا تو انھون نے بغیر کسی معاوضہ کے جنگ

کی تھی جیسے کہ عہد پیغمبر مین ہوتا تھا - ورنہ ہمکو کوئی بتائے کہ حضرت ابوبکرؓ نے کس وقت اور کس ضرورت کے لیے سلطنت کے کام مین آمدنی فدک سے کسقدر صرف کیا۔

نہایت قابل افسوس کے یہ امر بھی ہو کہ مصنف مخاطب نے جو اخراجات بیان کیے ہین کہ حضرت ابوبکرؓ نے اسی خزانہ سے چلائے اُسمین بالتخصیص حضرت فاطمہؑ یا علی مرتضیٰؑ یا حسنینؑ کا نام نہین ہو جیساکہ ازواج اور بنی ہاشم کی تخصیص ہو۔ اگر یہ کہا جائے کہ علی مرتضیٰؑ اور فاطمہؑ اور حسنینؑ شامل بنی ہاشم کے تھے تو ایسا کہنا ٹھیک نہین ہوسکتا کیونکہ خود پیغمبر نے بنی ہاشم مین سے اُنکی تخصیص کر گئے تھے اور اونکا خورد و نوش و دیگر مصارف شامل کسی دوسرے بنی ہاشم کے نہین تھے کسی سند سے یہ دکھانا چاہیے تھا کہ حضرت فاطمہؑ اور علی مرتضیٰؑ کو بھی کچھ خرچ کے لیے کسیوقت دیا گیا۔

حضرت ابوبکرؓ نے اسی مختصر خزانہ سے سلطنت عرب کے کام چلانی شروع کیے یا نہین؟ امر بحث طلب نہین ہو۔ بحث طلب امر یہ ہو کہ حضرت ابوبکرؓ نے فدک قبضہ فاطمہؑ سے جونکالکر اپنے قبضہ مین کرلیا یہ فعل حضرت ابوبکر کا جائز تھا یا نہین؟ اور اس کا جواز و عدم جواز اس امر پر موقوف ہو کہ فدک حق ذاتی پیغمبر اور حضرت فاطمہؑ کا تھا یا نہین؟

ہم کیا بذریعہ منقول اور کیا بذریعہ معقول اچھی طرح سے اس امر کو دکھا چکے ہین کہ فدک حق ذاتی پیغمبر اور حضرت فاطمہؑ کا تھا اور بہ حیثیت حق ذاتی کے اُنکے قبضہ مین رہا۔ اور جب فدک حق ذاتی حضرت فاطمہؑ کا تھا تو حضرت ابوبکر کو کسی طرح جائز نہین ہوسکتا تھا کہ وہ اُسکو اپنے قبضہ مین کرتے گو مصارف سلطنت یا دیگر سلوک اُسکی آمدنی سے کیے ہون۔ بعینہ اسکی ایسی ہی مثال ہو کہ کوئی شخص ناحق کسی کے مال و دولت پر قبضہ کرکے اور اُسکو مصارف خیر مین صرف کرے تو بموجب شریعت اور اصول اخلاق کے ایسے شخص کا عمل قطعاً ناجائز ہوگا اور ایسے مخالف شرع اور اصول اخلاق کے عامل کو عرف عام مین جو کچھ کہنا چاہیے یا کہا جائے گا وہ میرا محتاج بیان نہین ہو۔ اگر حضرت ابوبکر کسی

جائز مال سے سلطنت عرب کے کام چلاتے تب البتہ اُنکا ایسا عمل قابل مدح کے ہوتا لیکن یہ امر بالکل غلط ہے کہ اگر یہ جائداد جناب سیدہ کو حوالہ کر دیجاتی تو اُسوقت ضروریات سلطنت پورا کرنے کی کوئی سبیل نہ تھی نہ سوائے اسکے کہ سلطنت کے مصارف کے لیے آمدنیاں اُسکی عہد پیغمبرؐ میں قائم ہو چکی تھیں۔ اور بعد وفات پیغمبرؐ کے مال کثیر آیا اور حضرت ابوبکرؓ نے اُسکو محفوظ رکھا ہم ابھی تفصیل سے دوسری سبیل جائز ضروریات سلطنت کے پورا کرنے کی بھی بتا چکے ہیں اور پیغمبرؐ کی مثال دیچکے ہیں حضرت ابوبکرؓ کو تو سلطنت قائم شدہ ملی تھی مگر جسوقت کہ پیغمبرؐ نے اجراء دین اور قیام سلطنت کا ارادہ کیا تھا اسوقت وہ درویش تھے اور اونکو زیادہ مصارف کی ضرورت تھی تو پیغمبرؐ نے کہاں سے اور کیونکر اُن مصارف کو پورا کیا۔ اگر حضرت ابوبکرؓ سچے نائب رسولؐ اور خلیفہ برحق ہوتے تو وہ حق فاطمہؑ کو ناواجب ضبط نکرکے کوئی سبیل جائز خود مصارف ضروریات خلافت کے لیے نکالتے۔ لیکن یہ امر علی مرتضٰی سے ہی ہو سکتا تھا کہ وہ فدک کو قبضہ فاطمہ زہراؑ میں بحال رکھکر دوسری سبیل جائز سے مصارف سلطنت کی ضرورتوں کو از روئے عدل کے پورا کرسکتے کہ وہ ابتدائے عمر سے پیغمبرؐ کا مونس رازدار اور اُنکے ساتھ اور اُنکی طرف سے کام کرنے میں تعلیم پیغمبریؐ کے بموجب تجربہ حاصل کر چکے تھے۔

پیغمبرؐ نے نسبت امر سلطنت کے جو کچھ کیا اور جو کچھ اُنکی مرضی تھی جب کسی امر پر کسی حیثیت سے بحث ہوتی ہے تو نتیجہ اُسکا یہی پیدا ہوتا ہے کہ بعد پیغمبر صلعم کے خلیفہ علی مرتضٰی کا رہنا چاہیے تھا اور حضرت ابوبکر بے محل خلیفہ ہوئے۔

حضرت ابوبکرؓ کے اُسی مختصر خزانہ سے کار سلطنت چلانے کے بعد مصنف مخاطب جو یہ کہتے ہیں کہ رفتہ رفتہ سلطنت اللہ کے فضل سے ایسی غالب ہو گئی کہ تمام جہان اُس نے مسخر کر لیا اور یہیں سے ثابت ہو گیا کہ حضرت ابوبکرؓ کی رائے نہایت صائب تھی بالکل بیجا ہے ایسا کہنا مصنف مخاطب کا قابل قبول کے نہیں ہو سکتا۔

سلطنت عرب نے تمام جہان کو اسوقت تک بھی مسخر نہین کیا اور نہ خلفائے ثلاثہ اور بنی امیہ و بنی عباس کے زمانہ مین نہ کسی اور مسلمان بادشاہ کے زمانے مین تمام جہان مسخر ہوا۔ تاریخی واقعات سے اسوقت تک کی جو کوئی حالت دیکھے گا وہ اس بیان کو کہ سلطنت عرب نے تمام جہان کو مسخر کر لیا" مضحکہ کی نگاہ سے دیکھے گا۔

حضرت ابوبکرؓ کے عہد مین تو سلطنت عرب نے کچھ تسخیر نہین کی البتہ حضرت عمرؓ کے عہد مین زیادہ اور حضرت عثمانؓ اور دیگر خلفاء بنی امیہ کے عہد مین کم کم فتوحات مسلمانونکو ہوئے۔ لیکن جسقدر فتوحات مسلمانون کو ہوئے وہ اسی قوت مسلمانون کی وجہ سے ہوئے جو عہد رسولؐ مین قائم ہو چکی تھی۔ اور سلطنت کے مصارف کے لیئے اسکی آمدنیان معین ہو چکی تھین اور وہ آمدنیان خلیفہ اور مسلمانون کے ہاتھ مین آتی تھین۔

محض فدک کی آمدنی اسوقت سلطنت مین صرف ہونے سے وہ فتوحات نہین ہوئے ہین اگر بموجب مرضی خدا اور رسولؐ کے بعد پیغمبر خلیفہ قبول کیا جاتا اور نصب خلیفہ کی بابتہ باہم مسلمانون مین اختلاف اور جنگ جدل واقع نہوتا کہ جس کے سبب سے تمام جہان [illegible] سلطنت مسلمانون کی تمام ہو گئی اور ایک حد پر [illegible] ہو کر محدود ہو گئی۔ اور خلاف شرع [illegible] ہوئے [illegible] اور [illegible] غیر مسلمانونکے ہاتھ سے تباہ ہو گئی۔ ایسی حالت مین کیسے کہا جا سکتا ہے کہ ضبطی فدک ثبوت حضرت ابوبکرؓ کی رائے کے صائب ہونیکا ہے بلکہ حضرت ابوبکرؓ کے خلافت قبول کرنے اور فدک کو ضبط کرنے اور بادشاہت علی مرتضیٰؑ قرابتدار رسولؐ سے اور فدک فاطمہؑ سے نکالنے نے یہ نقصان پہونچایا کہ شیوع مذہب اسلام اور اسکی فتوحات ملکی کو تمام جہان پر ہونے سے روکا۔ اور خلاف مرضی خدا اور رسولؐ اور مخالف شریعت جو امر کوئی قرار دے یا کوئی امر کسی سے ظہور مین آوے یا اسکے ذریعہ سے چند روزہ کسیقدر فائدہ ہو اسکو رائے صائب نہین کہا جاتا۔ ایسے سود کا مآل زیان ہے۔ اور نہ ایسے امور کی نسبت یہ کہا جا سکتا ہے کہ اللہ کا فضل اون

شامل ہو۔

جب لوگ موافق مرضی اور ہدایت خدا و رسول کے عمل کریں اور اُسکے ذریعہ سے بہبودی اور ترقی حاصل ہو اسمین خدا کے فضل کا شامل ہونا کہا جا سکتا ہی۔

بے شک سب سے مقدم اسی سلطنت کی ضروریات تھین لیکن اُن ضروریات کا رفع ہونا اسی پر موقوف نہین ہو سکتا ہو کہ خلاف مرضی خدا و رسول کے بے محل خلیفہ مقرر کر لیا جاے اور ناحق کسی کا مال ضبط کر کے سلطنت کے کام مین صرف کیا جا وے اور اُس سے عمدہ نتیجہ چند روزہ جو دوسری وجہ سے ظاہر ہوا ہو غلطی سے سمجھ لیا جائے جس کے باعث سے آخر کار نقصان اور خراب نتیجہ پیدا ہو۔

مصنف مخاطب الزام معاملہ فدک سے حضرت ابوبکرؓ کو بری کرنے کے لیے یہ طنز بھی کرتے ہین کہ ''ابوبکرؓ کو یہ مقابلہ ایسے نازک وقت مین پیش آیا تھا جب عرب کی سلطنت کے پاس اس جائداد کے سوا اور کوئی خزانہ اور سرمایہ نہ تھا۔ مگر علی مرتضٰی نے اسوقت بھی یہی معاملہ کیا جب یہ سلطنت عظیم الشان سلطنت ہو چکی تھی اور جناب امیرؑ کے مقرر کیے ہوئے عامل زیاد اور ابن جارود وغیرہ دونون ہاتھون سے بیت المال کو لوٹ رہے تھے''

یہ امر تسلیم نہین ہو سکتا ہے کہ حضرت ابوبکر کو یہ معاملہ ایسے نازک وقت مین پیش آیا تھا جب عرب کی سلطنت کے پاس اس جائداد کے سوا اور کوئی خزانہ اور سرمایہ نہ تھا۔ سلطنت کے مصارف کے لیے آمدنیان مقرر ہو چکی تھین اور بعد وفات پیغمبرؐ بحرین کا مال اسقدر کثیر آیا تھا کہ جس کو اگر حضرت ابوبکر محفوظ رکھتے تو خزانہ سلطنت عرب کا لبالب ہو جاتا لیکن اُنھون نے اُس مال کثیر کو لوگون کی داد دہش مین بیدریغ خرچ کر دیا کہ لوگ انکے خلیفہ ہونے سے خوش ہو جائین۔

حضرت ابوبکرؓ نے ضبطی فدک کا معاملہ اُسوقت کیا ہی کہ جب سلطنت عرب کی قائم ہو چکی تھی اور نصب خلیفہ پر باہم کوئی جنگ و جدل نہین تھا اُسکی آمدنی اگر حزم و احتیاط سے

صرف کیجاتی تو اُسکے اداے مصارف کے لیے کافی بھی تھی۔ لیکن علیؑ مرتضےٰ کے ہاتھ مین جبوقت کہ وہ سلطنت آئی بالکل درہم برہم تھی اور باغیون کے انتظام کی طرف توجہ نے انکو مہلت نہ لینے دی کہ دیگر انتظام اندرونی سلطنت کو وہ بموجب حکم خدا اور رسولؐ کے کر سکتے۔ اور جب علی مرتضیٰؑ نے دعوی ہبہ اور ارث فاطمہؑ زہرا کی تصدیق اور تائید کی ہی جس سی یہ ظاہر ہو کہ خلاف مرضی علی مرتضیٰؑ کے ضبطی فدک کی واقع ہوئی اُنکی نسبت یہ کسی طرح گمان نہین ہو سکتا کہ اُنھون نے حضرت ابوبکرؓ کے حکم ضبطی کو صحیح اور جائز جانکر اپنے زمانہ خلافت مین قائم رکھا بلکہ اُنکے ایک خطبہ سے جسمین اُنھون نے خلفاء ثلاثہ کے زمانہ مین جو کچھ بدعنوانیان ہوئی ہین اونکا شمار کیا ہے اور اُس مین واپسی فدک کی طرف بھی اشارہ ہے اور جس پر پہلے بھی بحث ہو چکی ہی۔[۱]

علی مرتضےٰ جو رد فدک کا حکم نہ دے سکے اُسکی وجہ وہی ہو سکتی ہی جو انھون نے اُس خطبہ مین فرمائی ہی اور جس کا نتیجہ یہی ہی کہ اندرون سلطنت کے انتظام کے ختم ہونیکا وقت نہین آسکا تھا۔

زیاد اور ابن جارود علی مرتضیٰ کے مقرر کیئے ہوے عامل نہین تھے بلکہ یہ پہلے سی دخیل سلطنت چلے آتے تھی۔ زیاد اور ابن جارود کے بعد جو مصنف مخاطب نے وغیرہ کا لفظ لکھا ہی اُس سے مراد اُنکی غالباً عبد اللہ ابن عباس سے ہی۔ لیکن زیاد اور ابن جارود اور عبد اللہ ابن عباس کی نسبت یہ کہنا کہ "یہ دونون ہاتھون سی بیت المال کو لوٹ رہی تھے" بالکل غلط ہی زیاد اور ابن جارود کی نسبت جس وقت کہ علی مرتضےٰ کی مرضی کی مخالفت کی یا جادۂ راستی سے انحراف کی اور عبد اللہ ابن عباس کی نسبت غلط فہمی کی اطلاع ہوئی ہو فوراً علی مرتضےٰ نے اُس کا تدارک فرمایا ہی۔ (دیکھو جلد ۵ رسالہ ردشنی صفحہ ۲۳۵ لغایت ۲۴۲)

---

[۱] جلد اول کا پہلا حصہ ضمیمہ صت ۱۷۷ و جلد ۲ صفحہ ۲۰۱ پر سلسلہ خطبہ شقشقیہ۔

مصنف مخاطب حضرت ابوبکر پرسے الزام رفع کرنے کے لیے یہ بھی کہتے ہین کہ "حضرت ابوبکرؓ نے تمام صحابہ کے سامنے یہ تصفیہ کیا اور کسی نے ناپسند نہین کیا" تمام صحابہ تو نہین مگر جن صحابہ اور جن لوگون نے کہ حضرت ابوبکرؓ کے ہاتھ پر اسوقت بیعت کی تھی اور اُن کو اپنی طرف سے خلیفہ بنایا تھا اُنکی نسبت بھی یہ کہنا تو بہت مشکل ہو کہ "انھون نے حضرت فاطمہؑ کے دعویٰ کے خلاف حضرت ابوبکرؓ کے تصفیہ کو دل سے پسند کیا" البتہ حضرت ابوبکرؓ کے فیصلہ پر وہ لوگ ساکت ہو رہے۔ اور یہ کیسے ہو سکتا تھا کہ آج تو انھون نے اُنکو خلیفہ بنایا اور کل اُنکے فیصلہ پر ناپسندیدگی اور ناخوشی کا اظہار کرکے اپنی حماقت کو ظاہر کرین۔

جسوقت کہ حضرت فاطمہؑ کو وثیقۂ فدک کا فرمان حضرت ابوبکرؓ نے لکھدیا تھا جس کو حضرت عمرؓ نے لیکر چاک کر ڈالا دیگر صحابہ نے اُسوقت بھی کچھ نہین کہا اور جسوقت کہ دعویٰ ارث پر حضرت ابوبکرؓ نے صحابہ سے کوئی حدیث پیغمبرؐ مخالف دعویٰ مئیدہ دریافت کی تو اُسوقت بھی کسی نے کچھ نہین کہا اور جب حضرت ابوبکر نے خود ہی ایک حدیث پیغمبرؐ کی بنا ڈالی تب بھی وہ انکا منہ تکتے رہ گئے۔ جب اُنھون نے حضرت ابوبکرؓ کو خلیفہ بنا لیا تھا تو سوائے اس کے پسند اور کرتا بھی نہین چاہیے تھا کہ جو کچھ خلیفہ کرتے اُسکو کرنے دین۔

یہ بھی ظاہر ہی کہ جن لوگون نے کہ حضرت ابوبکر کو خلیفہ بنایا تھا یا اُنکا خلیفہ ہونا قبول کیا تھا اُنکی اپنے فائدہ پر کہ جسکی خلیفہ سے توقع رکھتے تھے زیادہ نظر تھی۔ دختر پیغمبرؐ اور آل محمد صلعم کی خوشنودی کی اُنکو کچھ پروا نہین تھی۔

اسکے بعد مصنف مخاطب اُس قصہ کا ذکر کرتے ہین کہ جو اہل سنت کی یہان ایک روایت مین مذکور ہوا ہی جسمین علی مرتضیٰؑ اور حضرت عباس حضرت عمرؓ کے سامنے دعویٰ کرتے ہوئے آئے ہین اور حضرت عمرؓ نے حضرت ابوبکرؓ اور اپنی نسبت اُن سے یہ کہا ہی کہ "تم دونون نے ہم دونون کو کاذب۔ آثم۔ غادر اور خائن جانا" اور شیعہ اُن دونون کی

نسبت علی مرتضےٰ کا ایسا جاننا حضرت عمر کی تصدیق سے حجت کرتے ہین ۔ مصنف مخاطب اِس روایت کے مضمون کو اپنی طبع سے اس موقع پر بناتا چاہتے ہین کہ الزام کاذب ۔ اثم ۔ غادر ۔ اور خائن ہونے کا حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ سے رفع ہو جاوے ۔ لیکن اوس حجت الزامی کے مقابلہ مین وہ الزام کو رفع نہین کر سکے ۔

جناب امیرؑ اور عباس نے حضرت عمر کے زمانہ مین جو بصورت دیگر دعویٰ پیش کیا تھا جیسا مصنف مخاطب کا بیان ہی مصنف مخاطب خود تفصیل اُس دعوی کی نسبت یہ قبول کرتے ہین کہ " منقول نہین ہی ۔ قرائن سے ایسا معلوم ہوتا ہی کہ بدعوی میراث حق تولیت چاہتے تھے ۔ یعنی یہ کہتے تھے کہ جب یہ جائداد وقف رسولؐ ہی تو اسکے متولی اور متصرف بقدر اپنے اپنے حصہ ارث کے وارثان رسولؐ ہونے چاہین اسکے جواب مین عمرؓ نے اول تو قبضہ دینے مین عذر کیا جب اُنھون نے دوبارہ آکر اصرار کیا تو عمر نے رسولؐ کے سات باغ جو مدینہ مین صدقہ رسولؐ کہلاتے تھے حوالے کر دیئے چنانچہ عباس اور علی نے اُن باغون پر قبضہ کر لیا مگر نتیجہ یہ ہوا کہ باہم جھگڑا پڑا "

لیکن جس روایت سے "کاذب" "اثم" "غادر" "اور خائن " ہونا حضرات شیخین کا بموجب علم عباسؓ اور حضرت علیؑ کے حضرت عمر نے قبول کیا ہی اُس روایت مین کوئی مضمون ایسا نہین ہی جس سے وہ قرائن جو مصنف مخاطب نے ظاہر کیے ہین پیدا ہو سکین نہ کسی اور روایتون سے مصنف مخاطب نے ایسے قرائن کا نکالنا ظاہر کیا ہی ۔ اور یہ عجیب قرینہ ہی جو مصنف مخاطب ظاہر کرتے ہین کہ " بدعوی میراث حق تولیت چاہتے تھے یعنی یہ کہتے تھے کہ جب یہ جائداد وقف رسولؐ ہے تو اس کے متولی اور متصرف بقدر اپنے اپنے حصہ ارث کے وارثان رسول ہونے چاہئین "

مصنف مخاطب نے یہ خیال نہ کیا کہ جب یہ جائداد وقف فی سبیل اللہ ہو تو کچھ

دعوی حق تولیت اور وہ حق تولیت بھی بذریعہ ارث کے کیا معنی رکھتا ہے؟ اور حضرت عمر نے ساتوں باغ رسولؐ کے جو مدینہ میں صدقہ رسول کہلاتے تھے حوالہ حضرت عباسؓ اور حضرت علی کے کر دیے جیسا کہ مصنف مخاطب ظاہر کرتے ہیں تو حضرت عمر نے کس بنا پر وہ صدقات رسولؐ حضرت عباسؓ اور حضرت علیؑ کے حوالہ کر دیے تھے اور حق تولیت میں ارث کیسے جاری کر دیا تھا؟ اصل امر وہی ہے جیسے شیعوں کے بیانمیں وارد ہوا ہے جس پر پہلے بحث ہو چکی ہے کہ یہ سات قطعے باغات مدینہ بھی ملکیت خالص پیغمبرؐ کے تھے اور پیغمبرؐ نے اپنی دختر حضرت فاطمہؑ پر وقف کر دیے تھے جس سے شریعت محمدی میں وقف للاولاد کا مسئلہ نکلا ہے اور یہ قطعات مدینہ جناب سیدہ کے قبضہ میں بدستور چھوڑ دیے گئے ہیں اور ضبط نہیں کیے گئے۔ یہ بیان اور قرینہ مصنف مخاطب کا بالکل غلط ہے کہ حضرت عمر نے عباس اور علیؑ کو ان سات قطعوں کے اول دینے میں عذر کیا اور پھر دیدیا۔ اور پھر باہم اُن دونوں کے جھگڑا ہوا۔ بلکہ یہ قطعات بدستور قبضہ فاطمہ زہرا میں اور اُنکے بعد اُنکے ورثا کے قبضہ میں چلے آئے ہیں۔ اس حالت میں ایسے قرائن کے لیے مصنف مخاطب جو راوی بنتے ہیں انکا بیان کیسے تسلیم کیا جا سکتا ہے۔ اور جب قرائن مظہرہ اُنکے تسلیم نہیں ہو سکتے تو مضمون کاذب آثم غادر اور خائن کی تعبیر جو کچھ وہ کرنا چاہتے ہیں کیسے اہل نظر منظور کر سکتے ہیں۔

روایت زیر بحث سے یہ امر ضرور پایا جاتا ہے جیسا کہ مصنف مخاطب لکھتے ہیں کہ ”ایک مرتبہ دونوں لڑتے ہوئے عمر کی مجلس میں آئے۔ اور عباس نے عمر سے مخاطب ہو کر یوں کہا کہ اے امیر المومنین میرا اور اس کاذب آثم غادر اور خائن کا فیصلہ کرا دیجیے“ یہ کلمات جو حضرت عباس کے علی مرتضےٰؑ کی نسبت روایت میں درج ہیں اون کلمات کی نسبت مصنف مخاطب یہ بھی ظاہر کرتے ہیں کہ ”یہ کلمات عباس کی زبان سے نہایت جوش غضب میں علی کی نسبت

نکلے۔ کبھی ایسا ہوتا ہی کہ انسان جس پر بے حد خفا ہوتا ہی اُسکی نسبت سخت عیب لگانے والے کلمے اُسکی زبان سے نکلجاتے ہین مگر معنی حقیقی اُسکے ہرگز مراد نہین ہوتے بلکہ جوش غضب کا اظہار ہوتا ہی۔ جیسے جناب سیّدہ کے کلمات ہیچو جنین الخ۔ اِسیطرح بمقتضائے بشریت عباس کی زبان سے جو یہ کلمے حضرت علیؑ کی نسبت نکلے ہین بھی ہرگز عباسؓ کا یہ مقصود نہ تھا کہ علیؑ مین درحقیقت یہ عیب موجود ہین بلکہ جوش غضب مین یہ الفاظ زبان سے نکل گئے ہین“

یہ راے مصنف مخاطب نے جو ظاہر کی ہے اُسکے ظاہر کرنے کے وقت اُنھون نے انسانون کے اقسام پر نظر نہین کی۔ جو لوگ کہ تعلیم اور تربیت یافتہ ہوتے ہین اور اُنکے اخلاق درست اور ملکۂ صدق و صفا کا ہوتا ہے اُنکو اگر کسی شخص کے فعل یا عیب پر کوئی غیض و غضب ہوتا ہے تو اُنکے عندیہ مین وہ عیب اُس عیب دار کا ضرور محقق ہوتا ہی اور اُسی تحقق کی وجہ سے اُسکو جوش غضب کا ہوتا ہی اور بقدر تحقق عیب کے جوش غضب مین بھی ویسے ہی الفاظ زبان پر آتے ہین کہ جو اُسکے حقیقی عیب کو ظاہر کرنے والے ہون ایسے لوگون سے غیر ممکن ہی کہ جب کسی پر بے حد خفا ہون اُسکی نسبت سخت عیب لگانے والے کلمے اُسکی زبان سے نکل جائین اور معنی حقیقی ہرگز مراد اُسکے نہون۔ اُنکی خفگی اور غصہ محض حق ہوتا ہے اور اُس خفگی اور غصہ مین امر حق سے تجاوز نہین کرتے ہین اُنکا غیض و غضب ہی ناحق نہین ہوتا ہی مگر مصنف مخاطب کے نزدیک کل انسان ایک ہی قسم کے معلوم ہوتے ہین جنمین کسی قسم کا تفرقہ نہین ہوتا اور حضرت عباس کو مصنف مخاطب ایسا ہی قرار دیتے ہین کہ جن لوگونکے دلمین کچھ ہو اور زبان پر کچھ ہو۔

مصنف مخاطب جناب سیّدہ کے کلمات ”ہیچو جنین الخ“ کی مثال اُس موقع پر دیتے ہین جن پر پہلے ایک سے زیادہ موقعون پر بحث ہو چکی ہے[1] وہ مثال

[1] صفحہ ۲۲ جلد ہذا صفحہ ۲۵۵ و ۳۰۵ جلد ۲ رسالہ روشنی۔

اس موقعہ پر صادق نہیں آسکتی جناب سیدہ نے جو کلمات علی مرتضےٰ سے مخاطبانہ میں کہے ہیں وہ کلمات مستلزم کسی عیب کے نہیں ہیں اور نہ خلاف شرع اور تہذیب کے ہیں اور نہ خلاف واقعہ ہیں۔ بلکہ جن کلمات سے جناب سیدہ نے خطاب کیا ہے اُس سے اصلی مقصود جناب سیدہ کا علیؑ مرتضیٰ کو جوش دلانا تھا کہ جناب سیدہ کے طلب حق میں وہ منافقوں پر حملہ کریں۔ اور معاملہ حلالہ پر نہ کرنے کا نہایت غور طلب تھا جیسا کہ خود علیؑ مرتضیٰ کے خطبہ شقشقیہ میں مذکور ہے کہ "میں سوچتا رہا کہ دست بریدہ سے حملہ کروں یا اندھیری اندھا دھند پر صبر کروں" ؎۱

روایت زیر بحث میں جو کلمات حضرت عباسؓ کی زبانی حضرت علیؑ کی نسبت مندرج ہیں اُسکے معنی ہرگز یہ نہیں ہوسکتے کہ "عباس کا یہ مقصود تھا کہ علیؑ میں درحقیقت یہ عیب موجود ہے اور جوش غضب میں خلاف مقصود یہ الفاظ اُنکی زبان سے نکل گئے"۔

ان کلمات عباسؓ کے متعلق بمقابلہ رائے مصنف مخاطب کے جو میں نے بحث کی اُس سے یہ نہیں سمجھنا چاہیے کہ میں اس بات کا قائل ہوں کہ حضرت عباسؓ کے جو کلمے روایت زیر بحث میں منقول ہوئے ہیں وہ درحقیقت حضرت عباسؓ کی زبان سے نکلے تھے۔ نہیں۔ بلکہ یہ روایت جسمیں وہ کلمات درج ہیں محض اہل سنت کے یہاں کی ہے۔ اور شیعوں کے یہاں نہ کسی ایسی صورت کے دعوے کی جیسا کہ مصنف مخاطب بیان کرتے ہیں خبر ہے اور نہ شیعوں کے نزدیک حضرت عباسؓ علیؑ مرتضےٰ کی نسبت ایسے کلمے زبان پر لا سکتے تھے۔

؎۱ جلد ۱۵ از صفحہ ۱۸۱ و جلد ۱۰۶ از صفحہ ۳۳

شیعون کے یہان کی روایت سے صرف اسیقدر ظاہر ہوتا ہی کہ بعد انتقال رسولؐ عباسؓ نے اون رسات العصواؐ کے بابت فاطمہؑ سے جھگڑا کیا پس علیؑ وغیرہ نے گواہی دی کہ فاطمہؑ پر قصد ہین۔ لیکن رسالہ حسینیہ مین جو گفتگو سے کنیز حسینیہ اور ابراہیم عالم اہلسنت مین سر دربار ہارون رشید ہوئی تھی اور وہ قلمبند کی گئی ہے اوسمین لکھا ہو کہ ابراہیم نے حسینیہ سے سوال کیا عباس اور علیؑ جو جھگڑتے ہوئے خلیفہ کے سامنے گئے تھے اون مین کون حق پر تھا۔ حسینیہ نے یہ جواب دیا کہ اُن دونون کی مثال ایسی تھی کہ جیسے دو فرشتے حضرت داودؑ پر الزام دینے کے لیے حضرت داودؑ کے سامنے جھگڑتے ہوئے گئے تھے" شیعونکے یہان ایسے کلمات حضرت عباس کے حضرت علیؑ کی نسبت کہین منقول نہین ہین۔

ایسے کلمات اہلسنت نے زبانی حضرت عباسؓ کے علیؑ مرتضےٰ کی نسبت وضع کرلیے ہین تاکہ لوگون کی نگاہ مین حضرت علیؑ اور عباسؓ اور شیخین مساوی حالت مین ہو جائین۔ اور علیؑ اور عباسؓ شیخین کو جیسا جانتے تھے جس کی تصدیق حضرت عمرؓ نے اس روایت مین کی ہے، ویسا ہی لوگ یہ جانین کہ علیؑ کو عباسؓ بھی ویسا ہی جانتے تھے۔

اسکے بعد مصنف مخاطب یہ ظاہر کرتے ہین کہ عمرؓ نے اوسکے جواب مین اول تو حدیث یاد دلائی کہ پیغمبرؐ نے فرمایا ہے کہ ہمارے مال مین میراث نہ ہوگی اور جو کچھ ہم چھوڑین وہ صدقہ ہے۔ اس حدیث کی اُن دونون نے اور تمام اہل مجلس نے تصدیق کی۔ پھر اس جائداد کو جسطرح رسول صلعم خرچ کیا کرتے تھے اوسکا ذکر کیا۔ سب نے اسکی بھی تصدیق کی۔"

یہ امور اگرچہ روایت زیر بحث مین درج ہین لیکن قبول کرنا یا تصدیق کرنا صحت بیان حضرت عمرؓ کو حاضرین مجلس اور علیؑ و عباسؓ کا اگر اس روایت

سے سمجھا جائے تو اس روایت کے وضعی ہونے مین کچھ شبہ نہین رہتا کہ اس مضمون کے خلاف خود معتمد روایات اہلسنت سے عہد ابوبکرؓ مین ظاہر ہے - تاریخ الخلفا از علامہ سیوطی اور صواعق محرقہ علامہ ابن حجر عسقلانی مین موجود ہے کہ ”اختلاف کیا لوگون نے بیچ میراث پیغمبرؐ کے - پس نپایا کسیکے پاس اوس سے کچھ علم - پس کہا ابوبکرؓ نے مین نے سُنا ہی رسُول اللہ کو وہ فرماتے تھے کہ ہم گروہ انبیا کا کوئی وارث نہین ہوتا ہی اور جو کچھ ہم چھوڑتے ہین وہ صدقہ ہی“ [۱]

جب حضرت ابوبکرؓ نے تلاش منع ارث پیغمبرؐ کی فرمائی جبکہ حضرت ابوبکرؓ کے سامنے دعویٰ حضرت فاطمہؑ کا پیش ہوا تھا اور اُسیوقت کسیکے پاس منع ارث پیغمبرؐ کا علم نہین نکلا تو عہد حضرت عمرؓ مین اوسکے جاننے والے اور تصدیق کرنے والے کہان سے پیدا ہو گئے - اور علیؑ اور فاطمہؑ خلاف اوس حدیث کے جو حضرت ابوبکرؓ نے ظاہر کی بنا بر کلمہ واحد کھتے چلے آئے ہین -

ایسی حالتمین کیسے سمجھا جا سکتا ہی کہ علیؑ اور عباسؓ نے صحت بیان حضرت ابوبکر کو قبول کیا ہو خصوصًا جب کہ اُسوقت بھی یہ دونون حضرت عمرؓ کے سامنے دعویٰ ارث پیغمبرؐ کا کرنے گئے تھے جیسا کہ روایت زیر بحث سے ظاہر ہوتا ہی جس کا یہ نتیجہ ہوتا ہے کہ عباسؓ اور علیؑ جانتے تھے کہ پیغمبرؐ اپنی میراث سے منع کر گئے ہین اور با وصف علم کے ناحق دعویٰ کرتے ہوئے حضرت عمرؓ کے سامنے گئے کہ ایسا وصف عباسؓ اور علیؑ کی نسبت قبول کرنا قابل شرم ہی - اور اسی قسم کے وجوہ سے شارحین صحیح مسلم اور علماء اہلسنت قائل ہو گئے ہین - کہ یہ روایت وضعی ہی جسکی تفصیل تشئید المطاعن مین درج ہی - تاہم گو یہ روایت

[۱] دیکھو صفحہ ۲۸۸ پہلا حصہ ضمیمہ جلد اول

وضعی ہو جو حجت الزامی کہ شیعہ لگاتے ہین اُس سے حضرت ابو بکرؓ اور عمرؓ بری نہین ہو سکتے کہ وہ روایت صحیح مسلم مین درج ہی اور اہلسنت پر قابل حجت ہی مگر شیعون پر حجت نہین ہو سکتی ہے اُن اُمور کے بابت کہ جو مخالف اعتقاد اور مقصد شیعون کے ہی۔

ہان اگر یہ کہا جائے کہ حضرت عمرؓ نے صرف یہ واقعہ عہد حضرت ابو بکرؓ کا بیان کیا تھا کہ جب فاطمہؓ نے دعوے ارث کا پیش کیا تھا تو حضرت ابو بکرؓ نے حدیث پیغمبر ظاہر کی کہ "ہم گروہ انبیا کا کوئی وارث نہین ہوتا ہی اور جو کچھ ہم چھوڑتے ہین وہ صدقہ ہوتا ہی" اُس واقعے کی نسبت حاضرین اور عباس اور علیؓ کا قبول کر لینا سمجھا جا سکتا ہی جیسا کہ اسوقت بھی ہم اس بات کو قبول کر سکتے ہین کہ ایسا واقعہ حضرت ابو بکرؓ کے سامنے پیش آیا تھا لیکن اس واقعے کے قبول کرنے سے یہ لازم نہین آسکتا کہ حضرت ابو بکرؓ نے جو حدیث پیغمبرؐ کی سنائی تھی وہ بھی صحیح تھی یا جو کچھ کہ حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ نے اپنے اپنے عہد مین فرمایا تھا وہ بھی ٹھیک تھا۔

پھر مصنف مخاطب اُس تقریر حضرت عمرؓ کو روایت زیر بحث سے لیتے ہین کہ جسمین اُنکا بیان ہی کہ "جب ابو بکر نے میراث نہ دی تو تمنے اُسے کاذب۔ آثم۔ غادر۔ اور خائن سمجھا اور پھر مجکو بھی ایسا ہی سمجھا۔ پھر مین نے تمکو یہ باغ دیدیے اور تمسے یہ عہد لے لیا کہ تم اُسکو اسیطرح خرچ کرو جیسے رسول خرچ کرتے تھے اگر تم اس عہد پر قائم نہین تو واپس کر دو اسکے سوا مین کوئی اور فیصلہ نہین کر سکتا"

لیکن جب حضرت عمرؓ نے یہ باغ عباسؓ اور علیؓ کو دیدیے تھے تو یہ کہنا حضرت عمرؓ کا کیسے ٹھیک سمجھا جا سکتا ہی کہ تمنے مجکو بھی کاذب۔ آثم۔ غادر۔ اور

خائن کے سمجھا۔

اسپر بھی مصنف مخاطب حضرت عمرؓ کی اس تقریر کو حکیمانہ ظاہر کرکے یہ کہتے ہیں کہ "وہ تقریر اونکی باہمی اصلاح کے لیئے تھی اگرچہ کلمات درشت فقط عباس نے کہے تھے مگر خطاب میں علیؑ کو بھی شامل کرلیا کہ عباسؓ کو یہ ناگوار نہو کہ ملامت فقط ہمکو ہی کیگئی اور علیؑ کو یہ سمجھا دینا بھی مقصود تھا کہ جیسے عباس کے مزاج میں سختی ہی تمہارے مزاج میں بھی ہے جو کلمات عباس نے علیؑ کو کہے تھے وہ عمرؓ نے ابوبکر اور اپنے اوپر بھی الزاماً عائد کیئے تاکہ علیؑ کو کسیقدر تسکین ہو جائے۔ عباسؓ نے جو کلمات علیؑ کو کہدیئے حالانکہ علیؑ اون عیوب سے بالکل پاک تھے۔ اس سے عمرؓ نے یہ نتیجہ نکالا کہ جو شخص تمہاری مرضی کے خلاف کارروائی کرے خواہ وہ کارروائی حق ہو مگر تم اسکو کاذب آثم غادر خائن کہدیتے ہو۔ چنانچہ علیؑ نے کوئی ظلم اور خیانت نہیں کی مگر اونکی کارروائی جو عباس کی مرضی کے خلاف تھی اونکو کاذب آثم خائن وغیرہ کہدیا"

تقریر حضرت عمرؓ کو حکیمانہ ایسے ہی حکیم کہہ سکتے ہیں کہ جو ایسی روش اختیار کریں جو مصنف مخاطب نے اوس تقریر کے معنی بیان کرنیمیں اختیار کی ہے۔ حضرت عباسؓ کے جو درشت کلمات روایت میں علی مرتضےٰ کی نسبت درج ہیں اگر وہ کلمات حضرت عمرؓ کے نزدیک علی مرتضےٰ کی نسبت صحیح نہیں تھے جیسا کہ مصنف مخاطب خود قبول کرتے ہیں کہ "علیؑ اون عیوب سے بالکل پاک تھے" تو کیا تقریر کا حکیمانہ پہلو یہی ہو سکتا ہی کہ عباسؓ کی نسبت کچھ نہ کہا جائے کہ تم کوئی عیب رکھتے ہو یا وصف رکھتے ہو اور علیؑ کو عباسؓ کے ساتھ ملامت کرنے میں شامل کرلیا جاے۔ اور مصنف مخاطب کے نزدیک عباسؓ ضرور ملامت کیے

قابل حضرت عمرؓ کے نزدیک قرار پائے ہین اور اُس ملامت مین علی کو بھی حضرت عمرؓ نے شامل کر لیا ہی لیکن مصنف مخاطب کے نزدیک مقصود حضرت عمرؓ کا حضرت عباسؓ کی نسبت تھا اسوجہ سے کہ اُنھون نے علی کی نسبت کلمات سخت ظاہر کئے تھے لیکن روایت کے مضمون سے صاف ظاہر ہوتا ہی کہ حضرت عمرؓ کا حضرت عباسؓ اور علیؑ کو برابر ملامت کرنا صرف اُنکے دعوی اور باہم جھگڑے کیوجہ سے تھا سو کوئی شخص محض دعوی کرنے سے قابل ملامت کے ہوتا ہی اور نہ مدعا علیہ ہونے سے۔

حضرت عباسؓ اور علیؑ کو مصنف مخاطب نے اپنی تعبیر تقریر حضرت عمرؓ مین قابل ملامت کے سمجھا ہے لیکن حضرت عمرؓ نے علی مرتضےٰؑ کو قابل ملامت یا حضرت عباس کے ساتھ ملامت مین شریک کرنے کی جرات کیسے کسی کی سمجھ مین آسکتی ہی کہ جب حضرت عمرؓ کا یہ قول پایا جاتا ہے۔ لولا علیؑ لهلک عمرؓ جسکو بارہا فرمایا ہے اور جسکا مقصود یہ ہی کہ بمقابلہ راے علیؑ کے حضرت عمرؓ نے اپنی راے اور سمجھ پر ہمیشہ ملامت کی ہے تو پھر کیسے یہ امر سمجھ مین آسکتا ہی کہ وہی حضرت عمرؓ علیؑ کو ملامت کرنے کے قابل ہو جاوین یا اُنکو علیؑ کی ملامت کرنے کی جرات ہو۔

پھر یہ عجیب تقریر اور عجیب تعبیر حکیمانہ ہے کہ حضرت عباسؓ نے جو کلمات درشت علیؑ کی نسبت کہے وہی کلمات حضرت عمرؓ نے حضرت ابوبکرؓ اور اپنی طرف عائد کر دیئے اور یہ سمجھ لیا کہ عباس نے جو علیؑ کی نسبت وہ کلمے کہے اور عباس اور علیؑ نے جو حضرت ابوبکرؓ اور عمرؓ کی نسبت کہے وہ خلاف مراد ہین۔ یعنی کسی مین وہ عیوب نہین ہین حالانکہ حضرت عمرؓ نے یہ بیان کیا ہے عباس اور علیؑ سے خطاب کر کے کہ "تمنے ابوبکرؓ کو اور مجھکو کاذب" "آثم" "غادر" "خائن جانا" ایسی تقریر نہ باہم علیؑ اور عباسؓ کی اصلاح کے لیئے ہوسکتی ہے اور نہ اوسکا یہ مقصود ہوسکتا ہی

کہ " علی کو یہ سمجھا دیا کہ جیسے عباس کے مزاج مین سختی ہے تمہارے مزاج مین بھی ہے تم دونون کا ایک سا حال ہے " اور نہ علیؑ مرتضیٰ کو ایسی تقریر سے تسکین ہوسکتی تھی ۔

حضرت عمرؓ کی تقریر سے جو نتیجہ کہ مصنف مخاطب نے نکالا ہی وہ باعتبار مضمون روایت کے کسی طرح صحیح نہین ہوسکتا البتہ اوس کا صاف نتیجہ یہ ہوتا ہی کہ جو شخص تمہارے حق کے خلاف کارروائی کرے تم اوسکو کاذب آثم غادر خائن جانتے ہو ۔ اور عباسؓ نے جو یہی کلمے علیؑ کی نسبت کہے اوس نزاع کا فیصلہ حضرت عمرؓ نے کچھ نہین کیا ۔ اگر حضرت عمرؓ نزاع باہمی عباسؓ اور علیؑ کا فیصلہ کرتے تو معلوم ہو جاتا کہ عباسؓ نے وہ کلمے علیؑ کی نسبت ٹھیک کہے ہین یا نہین ۔ اور چونکہ حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ نے خلاف حق علیؑ اور عباسؓ کے جیسا کہ روایت سے واضح ہے فیصلہ کر دیا تھا اس لیئے اون دونون کا حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کو کاذب آثم غادر خائن جاننا ٹھیک تھا جسکی تصدیق حضرت عمرؓ نے کی ہی ۔

جب روایت مین حضرت عمرؓ کے بیان مین عباسؓ اور علیؑ کی نسبت یہ الفاظ ہین کہ " تم نے ایسا ہم دونون کو جانا " اور یہ الفاظ نہین ہین کہ " جیسا تم دونون نے ہم دونون کو کہا " تو تعبیر مین مصنف مخاطب کی یہ نتیجہ نہین نکل سکتا کہ " وہ کلمات برائے گفتن تھے " نہ اون کلمات سے اظہار یقین اون عیوب کا تھا ۔ جس وقت حضرت عمرؓ نے عباسؓ اور علیؑ کا یقین حضرت ابو بکرؓ اور اپنی نسبت ظاہر کیا ہی اور جواب مین حضرت عمرؓ نے یہ فرمایا ہی کہ " ابو بکرؓ اور مین دونون صادق اور نیک اور راشد اور حق بات کی پیروی کرنے والے ہین "

حضرت عمرؓ نے حضرت ابو بکرؓ اور اپنی نسبت جو یقین صدق۔ نکوئی۔
اور رشد اور پیرو کار حق ہونے کا ظاہر کیا ہی وہ صریح ہی کہ بمقابلہ یقین
عباس اور علیؑ کے ہی جیسا کہ وہ دونوں ان دونوں کو جانتے تھے۔ اگر
عباس اور علیؑ کے یقین کے وہ معنی لیے جائیں جیسا کہ مصنف مخاطب
تعبیر کرتے ہین کہ "وہ برائے گفتن تھا" تو حضرت عمرؓ نے جو اپنا یقین صدق و نکوئی
و رشد و اور پیرو کار حق ہونیکا نسبت حضرت ابو بکرؓ اور اپنے ظاہر کیا
ہے وہ بھی "برائے گفتن ہے" اور مراد اون کی یہ تھی کہ "یہ اوصاف
ہم دونون مین نہین ہین"
مصنف مخاطب اپنے بیان کے نتیجہ مین حضرت عمرؓ کی طرف سے عباسؓ
اور علیؑ کو خطاب کرکے یہ بھی بیان کرتے ہین کہ "تمکو کوئی شکایت نہین چاہیے
کہ تم دونون کی یہ عادت ہے کہ جو شخص تمہاری مرضی کے خلاف کوئی کارروائی
کرے اوسکو تم ایسا کہدیا کرتے ہو" ایسا نتیجہ جس حیثیت سے کہ مصنف
مخاطب کہتے ہین روایت سے تو نکلتا نہین۔ ہان مصنف مخاطب طرف سے
حضرت عمرؓ کی ایسی عادت عباسؓ اور علیؑ کی ظاہر کرتے ہین۔ لیکن ایسی
عادت شیعہ عباسؓ اور علی مرتضےٰؑ کی اس حیثیت سے قبول کرسکتے ہین کہ
جو شخص اونکی مرضی کے خلاف کارروائی کرے اوسکو وہ ایسا سمجھتے تھے
کیونکہ شیعہ علیؑ کی نسبت یہ اعتقاد رکھتے ہین یعنی چاہین اون کی نسبت
ایسا اعتقاد رکھین یا نہ رکھین کہ علیؑ کی مرضی وہی ہوتی تھی کہ جو حق ہوتا تھا
اور جو کوئی کہ خلاف اونکی مرضی کے کرے خلاف حق کا کرنے والا ہے۔
اور شیعون کے نزدیک عباسؓ اور علیؑ کے باہم اختلاف نہین تھا۔ اور وہ
خلاف حق کرنے والے کو ایسا ہی جانتے تھے جیسا کہ حضرت عمرؓ نے اونکی نسبت

بیان کیا ہو۔ البتہ شیعہ حضرت عمرؓ کی ایسی عادت قبول کر سکتے ہین کہ انکی مرضی ناحق اور ناواجب کے خلاف اگر کوئی کارروائی کرنا چاہے اسکی نسبت خلاف اُسکی شان کے کہدیا کرتے تھے۔

مصنف مخاطب نے جو کچھ فدک کی نسبت بحث کی اُسمین جب یہ دیکھا کہ اعلان دعوی فاطمہؑ پر جو بذریعۂ ہبہ اونہون نے کیا تھا کچھ اثر نہین پڑتا ہو۔ اور نہ دعوی فدک بذریعہ ہبہ کے کوئی تردید بوجہ معقول ہوسکتی ہے اِس لیئے وہ اِس غلط کہنے پر مجبور ہوئے ہین کہ وہ حضرات شیعہ نے اِس طعن کو زیادہ مستحکم کرنے کیلیے بڑے زور شور سے یہ بھی تصنیف کرلیا کہ رسُول نے فدک فاطمہؑ کو ہبہ کردیا تھا اسپر بھی ترقی کرکے یہ کہتے ہین کہ خدا کی طرف سے قرآن کی آیۃ مین یہ حکم نازل ہوا تھا" اصُول کافی مین امام موسٰی کاظم سے روایت ہے جسکا ترجمہ یہ کیا ہو کہ "امام نے فرمایا کہ جب اللہ نے اپنے نبی پر فدک فتح کرادی تو انپر نبی پر یہ آیت نازل کی (اور دے قرابت والے کو اوسکا حق) تو نہ سمجھے رسُول صلعم کہ وہ کون ہین۔ تو رجوع کیا اُس مین جبرئیل سے اور رجوع کیا جبرئیل نے اپنے رب سے تو اللہ نے وحی بھیجی کہ فدک کو فاطمہؑ کیطرف دفع کردو" اِسکے بعد رسُول صلعم نے فاطمہؑ کو بلا کر فدک بڑی اہتمام سے ہبہ کیا اور انہون نے اِس ہبہ کو قبول کیا"

ہبہ کی روایت صرف شیعون کے یہان نہین ہے بلکہ معتمد کتب اہلسنت مین بھی موجود ہے اور یہ کہ ہبہ کے بموجب حضرت فاطمہؑ نے حضرت ابوبکرؓ کے سامنے دعوے پیش کیا اور حضرت ابوبکرؓ نے گواہ طلب کیئے اور علیؑ مُرتضےٰ اور اُم ایمن اور حسنین اولاد رسُول اللہ نے گواہی دی ہے۔ اور نصاب کے پورا نہونیکی حُجت پر یا شہادت ناکافی متصور کرکے حضرت ابوبکرؓ

سنے وہ شہادتین نامنظور کی ہین اور علماء اہل سُنت نے جو کچھ بحث کی ہے اِس امر پر کی ہے کہ وہ شہادتین کافی تھین یا نہین کسی عالم سنی نے یہ نہین کہا کہ مضمون ہبہ یا عطا مصنوعی ہے[۱]۔ اور نیز علماء اہلسنت نے معتمد روایتوں سے یہ بھی لکھا ہو کہ جسوقت نازل ہوئی یہ آیت کہ دے لئے پیغمبرؐ قرابتدار وںکو حق اون کا[۲] پیغمبرؐ نے فاطمہؑ کو بلا کر فدک اونکو دیدیا[۳] جب فریقین کے کتب معتمد سے یہ امر ظاہر ہے کہ وَآتِ ذَاالْقُرْبٰی حَقَّہٗ کے نازل ہونے پر آنحضرت صلعم نے فدک فاطمہؑ کو ہبہ یا عطا کر دیا تو فدک کے فاطمہؑ کو ہبہ یا عطیہ ہونے مین منجانب پیغمبرؐ کوئی شبہ نہین ہو سکتا اور خلاف مسلمہ سُنی اور شیعہ کے مصنف مخاطب کا یہ کہنا کہ شیعون نے روایت ہبہ یا عطا تصنیف کرلی کسیطرح مقبول نہین کیا جا سکتا ہی۔ یہ البتہ وہ کہہ سکتے ہین کہ شیعہ اور سُنی دونون نے ایسی روایتین تصنیف کرلین لیکن اسکی وجہ بتانی چاہیئے کہ سُنیون نے ایسی روایتین کیون تصنیف کین۔ پہلا شیعون کی نسبت تو وہ یہ کہہ سکتے ہین کہ حضرت ابوبکرؓ اور عمرؓ پر الزام لگانے کے لیے ایسی روایت تصنیف کی۔ لیکن انکی نسبت بھی یہ بتانا چاہیئے کہ سُنیون نے خواہ مخواہ بلا وجہ خلاف واقعہ ایسی روایت کیون تصنیف کی۔ آئمہ اہلبیت کے ہاتھ مین خلافت نہین رہی جس سے یہ گمان ہو کہ خلافت سے شیعہ متمتع ہوتے تھے اور اس لالچ مین ایسی تصنیف کی۔ ہان مصنف مخاطب اور اُنکے ہم خیال یہ کہہ سکتے ہین کہ امام

---

[۱] کتاب وفاء الوفی شیخ عبدالحق وفصل الخطاب کتاب الموافقات از خواجہ محمد پارسا و حاشیہ شرح عقائد نسفی از صلاح الدین دمی و صواعق محرقہ ابن حجر و شرح مواقف و نہایۃ العقول از فخر رازی و معارج النبوت و فخر رازی در تحت تفسیر آیۃ وَمَا اَفَاءَ اللہ در تفسیر کبیر ۱۲ [۲] دیکھو تفسیر در منثور سیوطی تفسیر تحت آیۃ و معارج النبوۃ در وقائع سنہ ۳ و بیاض ابراہیمی وکنز العمال شیخ علی متقی [۳] و تاریخ حاکم و کتاب مقصد اقصے و حبیب السیر و روضۃ الصفا ۱۲

اہلبیتؑ نے جھوٹ بولا لیکن ایسا اگر کوئی امام اہلبیتؑ کی نسبت اہلسنت سے کہے تو اسکے ہم بہت مشتاق ہیں ورنہ صحابہ کسی امام اہلبیتؑ کو کوئی وجہ نہیں تھی کہ وہ کسی امام اہلبیت پر تہمت کرے۔

مصنف مخاطب روایت کتاب کافی شیعہ پر بطلان کے لیے حجت کرتے ہیں کہ وہ یہ امر عجیب ہے کہ پیغمبرؐ اپنے اقربا کو بھی نہیں جانتے تھے اللہ ایسے کلام سے خطاب کرے کہ پیغمبرؐ اوسکا مطلب بھی نہ سمجھیں الخ یہ اعتراض اس امر پر ہے کہ روایت کتاب شیعہ میں یہ مضمون ہے کہ وہ پیغمبرؐ نے نہ سمجھا کہ وہ قرابتدار کون ہیں۔ اور رجوع کیا اوسمیں جبرئیلؑ سے اور رجوع کیا جبرئیلؑ نے اپنے رب سے تو اللہ نے وحی بھیجی کہ فدک کو فاطمہؑ کے حوالے کردو الخ لیکن یہی مضمون بعینہ کتب معتمد اہلسنت میں بھی منقول ہوا ہے۔ جو اعتراض مصنف مخاطب نسبت روایت کتاب شیعہ کے وارد کرتے ہیں وہی اعتراض نسبت معتمد روایات کتب اہلسنت کے وارد ہو گا۔ لیکن جب اونکو غلط اعتراض کرنیکا روایات کتاب شیعہ پر کچھ باک نہیں ہوا تو اونکو روایات کتب اہلسنت پر بھی اُسکے مصنوعی ہونے کے اعتراض کرنے میں کچھ شرم نہیں آسکتی۔ مگر ہم حقیقت اس امر کی دکھاتے ہیں کہ پیغمبرؐ نے اون قرابتدار ونکو حضرت جبرئیلؑ کے ذریعہ سے کیوں پوچھا کہ جنکو فدک دینیکا خدا نے حکم دیا تھا۔؟

پیغمبرؐ کے قرابت دار بعید بھی تھے اور قریب بھی تھے اور قریب تر بھی تھے۔ قریب تر تو حضرت فاطمہؑ اور حسنینؑ پیغمبرؐ کی اولاد تھے۔ اور قریب علیؑ مرتضےٰ اور عقیل تھے۔ اور بعید حضرت عباس اور ابولہب یا اُنکی اولاد تھی۔

پیغمبرؐ نے اور ہر کسی نے اس بات کو سمجھ لیا اور ہر کوئی سمجھ سکتا ہے کہ

پیغمبرؐ کے قرابت دار کون کون ہین لیکن جائداد جنکو دیجائے آیا وہ جملہ قرابتداران کو دیجائے یا کسی خاص طبقہ والے کو یا کسی خاص شخص کو کسی خاص طبقہ مین سے۔ اور پیغمبرؐ کے ذہن مین یہ امر ضرور ہوگا کہ جائداد نتیجہ ہے صرف مال و دولت حضرت خدیجہ کا۔ کہ اُس وجہ سے جائداد۔ فدک مین حق فاطمۂ زہرا کا ہے۔ اور آیتہ مین یہ لفظ تھا کہ اوسکا حق دیدو۔ ذوالقربیٰ۔ کا لفظ اس بات کو حاوی ہوسکتا تھا کہ کل قرابت داروں کو دیا جاسکے۔ اور نیز اسیوجہ سے کہ پیغمبرؐ بغیر تخصیص کسی ایک قرابت دار کو فدک دیدیتے تو دوسرے قرابتداروں کے قلب کو مُراد آیت کے متعلق تسکین نہوتی۔ ایسی حالت مین پیغمبرؐ کو ضرور تھا کہ وہ از روئے وحی کے اوس تردد کو طے فرمادین۔

یہ بیان مصنف مخاطب کا بالکل غلط ہی کہ وہ حضرات شیعہ نے جتنے احکام تصنیف کیئے ہین وہ سب ایسے ہین کہ پیغمبرؐ کو اون کا ایک دو مرتبہ رد کرنا پڑا ہے۔

جہان کہین آیات قرآنی مین اجمال ہوا ہے یا کسی صحابی کی سمجھ مین نہین آیا ہی سُنی شیعہ دونون کے یہان اکثر احادیث پیغمبرؐ ایسی موجود ہین کہ جنسے تفسیر آیات قرآنی کی ہوئی ہے اور وہ تفسیر از روئے وحی کے سمجھی گئی ہی اور اسیوجہ سے حدیث پیغمبرؐ کو نص مانتے ہین کہ پیغمبرؐ بغیر وحی کے کچھ نہین کہتا تھا اور اسی وجہ سے حضرت ابو بکرؓ نے اپنے خطبہ مین فرمایا ہے کہ وہ پیغمبرؐ کے ساتھ فرشتہ تھا یعنے وہ اوس کے ذریعہ سے خدا سے پوچھکر ہر امر کرتے تھے۔

اہلبیت کے حق مین جسقدر آیات نازل ہوئی ہین اور اوسکے متعلق جو احادیث ہین اون کل مین کوئی امر ایسا نہین ہی کہ جسکی نسبت یہ کہا جاسکے

کہ ایک دو مرتبہ رد کرنا پڑا۔

خود مصنف مخاطب نے صرف دو حدیثیں اور شمار کرائی ہیں ایک بشارت حسینؑ اور دوسری ولایت علیؑ کی تبلیغ میں۔ جن کی نسبت ہم پہلے دکھا چکے ہیں کہ بے شک اُن موقعوں پر ضرورت اِس امر کی تھی کہ پیغمبرؐ خدا سی خواہش کسی نہ کسی امر کی کریں۔

ایسے ہی اِس آیت۔ ذ "القربیٰ حقہ۔ کے متعلق ضرورت بلاشک اسبات کی تھی کہ اوسکی مراد بذریعہ وحی کے حل کیجائے۔

عرب کا ہر بچہ اِس آیتہ کا مطلب ہرگز نہیں سمجھ سکتا تھا بلکہ جوان اور بوڑھے بھی حل نہیں کر سکتے تھے۔ مصنف مخاطب آیت کا یہ مطلب بیان کرتے ہیں کہ "ہر قرابت والے کا حق صلۂ رحم ادا کر یعنے ہر قریب کے ساتھ احسان کر" علماء اہلسنت نے (جنکا حوالہ ہم ابھی اوپر دکھا چکے ہیں) لفظ "حق" جو آیتہ میں ہے اوسکے معنے صلۂ رحم کے نہیں سمجھے۔ بلکہ حق سے مراد فدک سے سمجھی ہے۔ اور عرب کی زبان میں صلۂ رحم کے ساتھ لفظ حق بولا بھی نہیں جاتا۔ صلۂ رحم کی جگہ یوں بولا جاتا ہے کہ صلۂ رحم کو برقرار رکھنا چاہیئے یعنے ذوالارحام سے بکشادہ پیشانی پیش آنا لازم ہے۔ اور رعایت رحم کرنی چاہیئے۔ اور رعایت رحم کرنے کے محاورہ میں لفظ "آت" نہیں آتا ہے۔ قطع رحم کے متعلق قرآن میں جہاں مذمت کی گئی ہے وہاں یہ بولا گیا ہے "

فَهَلْ عَسَيْتُمْ إِنْ تَوَلَّيْتُمْ أَنْ تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ وَتُقَطِّعُوا أَرْحَامَكُمْ ط	آیا نزدیک ہو گئے ہو تم اگر والی ہو جاؤ تم یہ کہ فساد کرو تم زمین پر اور

لہ جلد اول چوتھا حصہ ینابیع المودۃ ۱۲۹۱ھ نمبر ۱۹ حرف الف جلد ۱ صفحہ ۱۰۱۔ ازیر

اور قطع رحم کروگے تم" اگر آت ذوالقربی حقہ سے مُراد صلۂ رحم دینے کی ہوتی جیساکہ مصنف مخاطب کہتے ہین تو یہ آیتہ یون ہوتی۔ لاتقطع ارحامک اور اگر یہ مُراد ہوئی کہ "ہر قریب کے ساتھ احسان کر" جیساکہ مصنف مخاطب لکھتے ہین تو جیسے کہ یہ آیتہ نازل ہوئی ہی کہ "

بالوالدین احساناً و ذی القربیٰ والیتامیٰ والمساکین وقولوا للناس حسناً۔	باپ اور ماں کے ساتھ نیکی کرنا اور قرابت دارون اور یتیمون اور مسکینون کے اور کہو لوگونکو بات اچھی "۔ بجائے

"و آت ذالقربیٰ حقہ" کے یون نازل ہوتا " وبذی القربیٰ احساناً " آیت زیر بحث پوری یون نازل ہوئی ہے "

آت ذالقربیٰ حقہ والمسکین وابن السبیل" دے قرابتدار کو حق اوسکا اور مسکینون کو اور ابن السبیل کو جو حکم اس آیتہ کا نفس پیغمبر سے متعلق ہے جس مین صاف حکم ہی کہ اے پیغمبر! اپنے قرابتدار کو دے مسکینون کو دے ابن السبیل کو دے اگر قرابت دار کو دینے سے مُراد صلۂ رحم ہو تو مسکین اور ابن السبیل کے مقابلہ مین صلۂ رحم کیون کر سمجھا جاسکتا ہی۔ مگر ہان جب وہ مسکین اور ابن السبیل قرابت دار پیغمبر کے سمجھ لیے جائین۔

اور اس آیت کے مسکین اور ابن السبیل جب قرابت دار پیغمبر کے سمجھے جائین تو کوئی وجہ نہین ہی کہ آیتہ خمس کے یتیم اور مسکین اور ابن السبیل قرابت دار پیغمبر کے نہ سمجھے جاوین جنکا ذکر بعد رسول اور ذوی القربیٰ رسول کے آیتہ خمس مین ہی اور جنکے لیئے خمس مین حق قرار دیا گیا ہی اگر آیتہ " ذی القربیٰ حقہ" مین حق سے مُراد صلۂ رحم سمجھی جاوے جیساکہ مصنف مخاطب کہتے ہین تو بھی ہمارے مقصود کے خلاف نہین ہوسکتا کہ اس

حالت مین معنے اوس آیۃ کے یہ ہون گے کہ اے پیغمبرؐ قرابت دار کا حق بہ وجہ صلۂ رحم یعنے قرابت کے دیدے اور وہ حق قرابت کا تمام چیزون مین سمجھنا چاہیئے اس لیئے فدک مین بہ وجہ قرابت کے جو حق فاطمہؑ کا تھا اوسکے دینے کا حکم خواہ مخواہ ماننا لازم آتا ہی۔

مصنف مخاطب مومنین کے قلوب مین وسوسہ ڈالنے کے لیئے یہ تقریر بھی کرتے ہین کہ "اللہ کی طرف سے اگر ایسے اہتمام کے ساتھ عطیہ ہوتا تو اللہ کی سخاوت مین کیا کمی تھی سلطنت سلیمان کی بھی کوئی حقیقت نہ تھی مگر تعجب تو یہ ہے کہ جبرئیل جس عطیہ کی سند لیکر آئے وہ تھوڑی سی بے حقیقت زمین تھی اوسپر طرّہ یہ ہی کہ وہ بھی جناب سیّدہؑ کو نصیب نہوئی اور اُسکے مانعین کی فہرست مین جناب آمہرؐ کا نام بھی درج ہوا"

خدا نے اس موقع پر اپنے ایک خاص بندہ کو یہ حکم دیا ہی کہ وہ تو یسری دوسرے خاص بندہ کا حق دیدے جیسے کہ تمام بندگان خدا کو حکم ہے کہ جس کسی کے پاس کوئی حق دوسرے بندے کا ہو وہ اوسکو دیدے اور خدا کا حکم تو اسی قدر ہے کہ کوئی بندہ کسی دوسرے بندیکا حق اپنے پاس نرکھے اور اس حکم کے دینے مین کوئی اہتمام نہین۔ لیکن جب کوئی بندہ کسی دوسری بندیکا حق دیتا ہی تو اوسکے لیئے یہ سب اہتمام کیا جاتا ہی کہ دستاویز بھی لکھی جاتی ہی گواہیان بھی کرائی جاتی ہین اور قبضہ بھی دلایا جاتا ہی۔

اسکے ہم معنے نہین سمجھتے کہ "اللہ کی سخاوت مین کیا کمی تھی سلطنت سلیمان کی بھی کوئی حقیقت نہین تھی" کیا اسکے معنے یہ ہین کہ جو کوئی بادشاہ کسی حصۂ ملک کا ہوجاتا ہی اُس حصۂ ملک کا اُسکی بادشاہت مین آجانے سے سمجھا جاوے کہ خدا کی سخاوت ہی اگر یہی مذہب اسلام مین معنی لیے جائین تو مذہب

اسلام سے پہلے تمام عرب اور رُوم و شام مین اور مصر و ایران مین سلطنت کسکی تھی اور نہ اب اسلام مین جو حضرت یزید کو سلطنت ملگئی ان سب سلطنتونکو سمجھنا چاہیئے کہ خدا نے اپنی سخاوت سے دیدی تھین۔ جس کسی کا ایسا ایمان ہو۔ ہو۔ مگر میرا ایمان یہ ہی کہ خدا نے اپنی قدرت سے آدمؑ کو (ابو البشر) نہین بلکہ جنس آدم کو ایسا پیدا کیا کہ وہ قوت بادشاہت کی رکھتا ہی۔ اور دیگر مخلوقات خدا کو جو کچھ رُوئے زمین پر ہے زیر کرنے والا اپنی حکمت و تدبیر سے ہی۔ اوس یہی معنے ہین کہ انسان خلیفۃ الارض ہی۔ لیکن اوس نبی نوع انسان مین ہر فرد بشر بادشاہ نہین ہو سکتا ہی۔ وہی ہونا چاہیئے کہ جسمین بادشاہت کرنے کے اوصاف ہون اور ان اوصاف کو خدا نے قرآن مین بتایا ہے[۱] اب یہ امر انسانون کے اختیار مین ہے کہ جس کسیکو چاہین بادشاہ قبول کرلین خواہ اسمین اوصاف بادشاہت کے ہون یا نہون یا جس کسی مین اوصاف ہون اور وہ اُن اوصاف کی وجہ سے حق بادشاہت کا رکھتا ہے اُس حق کو غیر حقدار چھین لین تاریخ دنیا مین سیکڑون مثالین اسبات کی موجود ہین کہ جو لوگ اوصاف بادشاہت کا رکھتے تھے اونکو بادشاہت نہین ملی یا اونکے ہاتھ مین نہین رہی اور دیگر مقامات جو رمین منتقل ہوگئی۔

جہان کہین کہ بادشاہت مقام جو رمین منتقل ہوئی ہے مصنف مخاطب کے ہم خیال اوس کو اللہ کی سخاوت سمجھین گے مگر ہم نہین سمجھ سکتے۔ سلطنت عرب جو پیغمبرؐ کو ملی تھی پیغمبرؐ نے اُسکے قائم رکھنے کی اپنے اہلبیت مین جسمین علیؑ مرتضےٰ بھی شامل ہین بہت کوشش اور تدبیرین اور بندوبست کیئے۔ منجملہ اونکے ایک یہ بندوبست بھی تھا کہ فدک فاطمہؑ کو دیدیا تاکہ خلافت

[۱] دیکھو رسالہ روشنی جلد دوم مسئلہ امامت جلد ۱۵ از صفحہ ۳۰۳ و ۴۱۳-۱۳

اہلبیت سے باہر قائم نہو سکے اور وہی بادشاہت تمام جہان مین قائم ہو جاتی۔

حضرت امام جعفر صادقؑ پر خلیفہ عہد نے فدک کا واپس کرنا چاہا تو آپ نے فرمایا کہ فدک تمسے واپس دیا نہین جائیگا اور اوسکے حدود وہی بتائے کہ جو اوس عہد کی سلطنت کے حدود تھے پس خدا نے تو اپنی سخاوت مین کچھ کمی نہین کی جسکے مقابلہ مین سلطنت سلیمانؑ کی بھی کوئی حقیقت نہین تھی اور حق سلطنت کی جسمین سند فدک بھی داخل ہے اور بہت سی سندین جبرئیل لائے ہین جو قرآن مین موجود ہین۔ حقیقت مین ایسی تاجداری پر یہ طرہ ہے کہ جناب سیدہؑ کو جو اہلبیت مین داخل ہین وہ تاجداری اونکو ان نصیب ہونے نہ دی۔ مگر مانعین کی فہرست مین جناب امیرؑ کا نام کیا آ ج نہین ہوسکتا۔ انہون نے جہانتک ممکن ہوا کوشش کی کہ بادشاہت اور فدک اہلبیتؑ پیغمبرؐ مین قائم رہے اور جب وہ خلیفہ ہوئے اور باغیونکا ہجوم تھا اوسوقت بھی انہون نے اپنا ارادہ رد فدک کا کہ سلطنت اہلبیت مین آگئی تھی ظاہر فرمایا ہی اونکا نام فہرست مین اوّل اون موئدین کے ہے کہ جنھون نے تائید حق جناب سیدہؑ اور اہلبیتؑ کی کیا فدک اور کیا خلافت مین کی ہے۔

مصنف مخاطب نے اوس پرانے ڈھکوسلے کے ظاہر کرنے مین بھی کمی نہین کی کہ یہ آیت مکی ہے اور فدک مدینہ مین ملا تھا پھر یہ جوڑ کیونکر صحیح ہوگا۔ اس بات پر درمیان علمائے شیعہ و سنی کے پہلے بھی بحثین ہو چکی ہین یہ امر محقق ہے کہ قرآن موجودہ کیا از روے آیتون کے اور کیا از روے سورتون کے بترتیب نزول نہین ہے اور نہ ہر آیت کی نسبت یہ لکھا ہے

۱؎ روشنی جلد ۶ صفحہ ۲۰۲۔

کہ کس وقت اور کہاں نازل ہوئی - یہ بات تو علی مرتضے کو ہی معلوم تھی اور انکا جمع کیا ہوا قرآن لیا نہین گیا - ایسی حالت مین کسطرح اطمینان ہوسکتا ہے کہ کون آیتہ مکی ہو اور کون مدنی -

علمار شیعہ نے خود اقوال علمار اہلسنت سے ثابت کردیا ہو کہ سورتونکو بہ مکی یا مدنی قرار دیا گیا ہے وہ بوجہ غلبہ آیات کے ہو اور ایسا ہوا ہے کہ سورہ مکی مین کوئی آیت مدنی ہے اور سورہ مدنی مین کوئی آیت مکی ہے - دیکھو تفسیر اتقان علامہ سیوطی جسمین وہ کہتے ہین کہ سورہ مکہ وہی ہے جو کہ مکہ مین نازل ہو اگرچہ بعد ہجرت ہوئے اور امام فخرالدین رازی نے تفسیر کبیر مین تحت تفسیر آیت - وَمَا جَعَلْنَا الرُّؤْيَا الخ - لکھا ہو کہ مکہ مین نازل ہوئی تھی مگر مکہ مین ممبر رسول خدا کا نہین تھا - اور تفسیر کبیر مین سورہ فاتحہ کی نسبت یہ بھی لکھا ہے کہ یہ سورۃ ایک بار مکہ مین نازل ہوئی - اور دوسری بار مدینہ مین - اور نہج البلاغہ مین ابن ابی الحدید نے بسلسلہ شرح آیت اَلْم اَحَسِبَ النَّاسُ کہ جو شروع سورۃ عنکبوت ہے لکھا ہے کہ مدینہ مین نازل ہوئی - اور یہ سورۃ عنکبوت بالاتفاق مکی ہے - اور اس سورۃ کو بسبب غلبہ آیات مکی کے مکی کہا گیا ہے اور مثل اسکے قرآن مین بہت ہے چنانچہ سورہ نحل مکی ہے بالاجماع - مگر تین آیتین آخر کی مدینہ مین بعد یوم اُحد نازل ہوئی ہین -

ابن ابی الحدید نے جو یہ کہا ہو کہ مثل اسکے قرآن مین بہت ہین مین ایک اور مشہور آیتہ کا حوالہ دیتا ہون یعنے آیتہ غار قطعی مکی ہو اور سورہ برات جسمین آیتہ غار ہو قطعی مدنی ہے -

مصنف مخاطب اس آیت زیر بحث کو جو مکی قرار دیتے ہین یہ بیان اونکا غیر محقق اور غیر قابل اطمینان ہے - البتہ یہ آیت سورہ مکی مین ہی

اور یہ ثابت ہوچکا کہ سورۂ مکی مین مدنی آیتین بھی ہین۔

اب مین اپنی تازہ تحقیق لکھتا ہون کہ آیت زیر بحث قطعی مکی ہے۔ فدک پیغمبرؐ کو زمانہ فتح خیبر مین خالصتہً ملا اور اوسیوقت سے اثر ملکیت ذاتی پیغمبرؐ کا پیدا ہوا یہ واقعہ ۷ سنہ ہجری کا ہے بعد اوسکے ۸ سنہ ہجری مین فتح مکہ کی ہوئی اور فتح مکہ کے وقت پیغمبرؐ مکہ مین موجود تھے اور کچھ مدت تک پیغمبرؐ مکہ مین رہے اور مکہ سے حُنین اور طائف کو فتح کرتے ہوئے مدینہ مین تشریف لائے۔

جب مکہ جو اصل دارالامارۃ پیغمبرؐ کا تھا فتح ہوگیا اور خیبر مین فدک پیغمبرؐ کو جو خاصتہ ملا تھا اوسپر حق ملکیت پیغمبرؐ کا مستحکم اور مضبوط ہوگیا تب بعد فتح مکہ کے مکہ مین یہ آیت ”وآت ذالقربی حقہ“ نازل ہوئی اور یہی موقع اس آیتہ کی نزول کا تھا۔ لیکن پیغمبرؐ نے بسبب اسکے کہ اونکو حنین اور طائف کے فتح سے اطمینان نہین ہوا تھا اور فاطمہؑ بھی مکہ مین ساتھ نہین تھین اسلیئے پیغمبرؐ نے عقل چاہتی ہے کہ تعمیل اس آیت کی مدینہ مین پہونچنے تک ملتوی رکھی تھی اور جب مدینہ مین پہونچے تب دوبارہ یہی آیت پھر نازل ہوئی اور پیغمبرؐ نے مدینہ مین فدک فاطمہؑ کو دیدیا اور چونکہ پہلی مرتبہ یہ آیت مکہ مین نازل ہوئی تھی۔ اس لیئے دوبارہ نزول کو بھی اس آیت کے سورہ مکی مین داخل کردیا گیا ہی۔

سنّی اور شیعہ دونون کے یہان کی روایتون مین جو یہ ذکر ہے کہ پیغمبرؐ نے اون قرابتدارون کی تخصیص چاہی کہ جنکا حق فدک مین سمجھا جائے اور جسکے سبب سے جبرئیل کا نزول وحی لیکر دو مرتبہ سمجھا جاتا ہے وہ قابل یقین کے ہی کہ یہ آیت دوبارہ نازل ہوئی ہے اور جبرئیل نے پیغمبرؐ کو تخصیص اُن

قرابتدار کی بتادی جو فدک مین حق رکھتا تھا۔ اور دوبارہ آیتہ کے نزول کی وقت جو نام فاطمہؑ کا آیت مین ظاہر نہین کیا گیا اس کی ضرورت نہین تھی اسلیئے کہ دوبارہ جو تخصیص نام جناب فاطمہؑ کی ہوئی وہ تفسیر آیتہ کی تھی اور کبھی ایسا نہین ہوا کہ تفسیر آیتہ کی داخل آیتہ کردیگئی ہو۔

مصنف مخاطب نے جب یہ دیکھا کہ یہ روایت سنیون کی کتابونمین بھی موجود ہے تو اونکو کوئی چارہ نہین معلوم ہوا بجز اس کہنے کے کہ یہ سُنیونکی کسی ایسی کتاب مین اوسکا پتہ نہ ملے گا جس مین روایتین معہ سند کے منقول ہوتی ہین بالفرض اگر کسی غیر معتمد کتاب مین ہو تو اوسکے روی شیعہ غالی اور کذاب ہون گے ۔

جن معتمد کتابون اور معتمد علمار اہلسنت نے اس حدیث کو منقول کیا ہے علمار شیعہ اون کتابون اور ان علمار کا حوالہ اس بحث مین دے چکے ہین مصنف مخاطب کو چاہیئے تھا کہ وہ اصل ہر روایت کے راوی کو اور اسکی سند کو دیکھتے اگر کسی مین سند نہ ملتی تو اوسکو ظاہر کرتے اور اُسکے راوی کی نسبت کتب رجال سے دکھاتے کہ اوسکے راوی شیعہ غالی اور کذاب ہین اور علمائے معتمد نے اپنی کتب معتمد مین اپنی نادانی سے اون روایتون اور ان راویون پر اعتماد غلط کیا ہے اور جب تک کہ وہ ایسی تحقیق سے نہ دکھائین مجرد قیاس سے کہ جسکا محمول صحیح نہو اپنے یہان کے راویون کو شیعہ غالی اور کذاب کہدینے سے اونکی گلو خلاصی نہین ہو سکتی ۔

مصنف مخاطب اسپر بھی تعجب کرتے ہین کہ ہبہ کے وقت رسُولؐ نے دو مردون کو گواہ بھی نہ کرلیا کہ دعوی ہبہ کے وقت گواہی دیتے ۔ ہمنے جلد اوّل کے پہلے حصۂ ضمیمہ مین جہان فدک پر بحث کی ہے وہان بموجب آیتوں کے

جو ہر معاملہ کے لیئے شہادت کا جُدا گانہ حکم ہی بتا دیا ہے کہ دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتون کا حکم معاملات دین مین ہوا اور معاملہ بیع مین کچھ نصاب گواہ ہونیکا بتایا نہین گیا صرف یہ کہا گیا ہی کہ گواہ کر لو اور یہ بھی کہا گیا ہی نہ تکلیف دو کاتب کو اور گواہ کو۔ یعنی گواہ اور کاتب کی چندان ضرورت نہین ہے۔ اور یہ ظاہر ہے کہ جب جائداد غیر منقولہ کا انتقال عمل مین آتا ہے تو قبضہ دلا دیا جاتا ہے اور وہی قبضہ دلیل مالک ہوتا ہے۔ اور جناب فاطمہؑ کا قبضہ موجود تھا۔

پس دو مردون کی یا ایک مرد اور دو عورتون کی گواہی کا قاعدہ معاملہ انتقال جائداد سے متعلق نہین تھا۔ اور نیز قاعدہ نصاب گواہ ہونیکا یا گواہی کے لینے کا متعلق اہل معاملہ کی ہے قاضی کے لیئے یہ ضرور نہین ہے کہ اہل معاملہ کیلیئے جو قاعدہ مقرر کیا گیا ہے اوسکے بموجب گواہ طلب کرے شہادت کی منظوری کے لیئے صرف مباشرت قلبی قاضی کی کافی ہے جو ایک گواہ یا ایک بیان مدعی یا مدعا علیہ پر ہو سکتی ہے۔

مصنف مخاطب اس طعن شیعون کا اُٹھانا بھی چاہتے ہین کہ حضرت عمرؓ نے جناب سیدہؑ کے گھر جلانے کا قصد کیا تھا۔ اور یہ لکھتے ہین کہ مدار اس طعن شیعون کا ایک روایت پر ہے جو صاحب ازالۃ الخفا نے مصنف ابن ابی شیبہ سے نقل کی ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ کچھ لوگ جناب سیدہؑ کے گھر مین جمع ہو کر یہ مشورہ کیا کرتے تھے کہ ابو بکر سے خلافت چھین کر علیؑ کو خلیفہ بنا دین عمر کو جو یہ خبر ہوئی تو وہ جناب سیدہؑ کے پاس آئے اور یہ کہا کہ تمام مخلوق مین سب سے زیادہ محبوب ہمکو تمہارے باپ تھے اور اونکے بعد سب سے زیادہ محبت ہمکو تجھسے ہے لیکن یہ امر اس بات کا مانع نہین کہ اگر یہ لوگ

تمہارے پاس جمع ہون تو مین یہ حکم کرونگا کہ اونپر گھر جلا دیا جائے چنانچہ اسکے بعد جب وہ آئے جناب سیدہؑ نے اونسے کہا۔ یا کہ عمر قسم کہا گئے ہین کہ تمپر گھر جلا دین گے بیشک جو انہون نے قسم کہائی ہے اوسکو وہ پورا کرینگے تم یہان سے چلے جاؤ اور اب مت آیئو۔

شیعون کا طعن جناب سیدہؑ کے گھر جلانے کے قصد۔ حضرت عمرؓ کا یا انکی نسبت جناب سیدہؑ کے دروازے پر آگ اور لکڑی کے جمع کرنے کا یا جناب سیدہؑ کے دروازے پر آگ لگا دینے کا مدار صرف اوس روایت پر نہین ہے جو صاحب ازالۃ الخفا نے نقل کی ہے بلکہ اون معتمد روایتون کتب معتمد علمار جید اور ثقات اہلسنت پر بھی ہے جسکو ہم جلد اوّل (حصہ ۱۱- ماہ اگست سنہ ۹۴ صفحہ سبب وفات جناب سیدہؑ و جلد ۴ صفحہ ۵۶ و جلد ۵ صفحہ ۱۳۹ و ۱۵۳ و ۱۵۵) مین مفصل لکھ چکے ہین۔ گو کتب صحاح مین اون کا پتہ نہو مگر جن کتابون مین اور جن علمار نے اپنی کتابون مین روایات کو لیا ہے وہ محدث ضرور تھے۔ اگر وہ روایات مجہول ہوتین تو وہ محدث اُن روایتون کو ہرگز نہ لیتے۔ مصنف مخاطب کا یہ بیان غلط ہے کہ وہ کسی محدث نے اونکی تصحیح نہین کی یا وہ روایتین مجہول ہین یا کسی دوسری روایت سے اس مضمون کی تصدیق نہین ہوتی ہمنے بحوالہ کتب اور اونکے علمار کے جو اُن روایات کو یکجا کر دیا ہے اوسکے دیکھنے سے تمام بیان مصنف مخاطب کا غلط ہونا ظاہر ہو جائیگا۔ جن علمار اہلسنت نے موقع اس طعن کا روایتون کو اپنی کتب مین درج کرکے دیا ہے اور یہ آگ لگائی ہے وہ مثل طبری اور واقدی اور عثمان ابن ابی شیبہ اور ابن عبدربہ المغربی اور ابن خزابہ و مصنف کتاب المحاسن والنفاس الجوہرہ عبداللہ ابن ابی شیبہ و بلاذری و ابن عبدالبر صاحب۔ استیعاب و ابوبکر جوہری

صاحب کتاب سقیفہ و قاضی جمال الدین و اصل و ابوالفدا اسمٰعیل بن علی بن محمود صاحب کتاب المختصر و ابن قتیبہ و ابراہیم بن عبد اللہ مینی الشافعی صاحب کتاب الاکتفا وسیوطی صاحب جمع الجوامع و ملا علی متقی صاحب کنز العمال و شاہ ولی اللہ صاحب ازالۃ الخفا وغیرہم ہین -

جس روایت کو مصنف مخاطب نے نقل کیا ہی وہ جس کتاب مین ہی اسکو مصنف مخاطب یہ کہتے ہین کہ "اسمین ہر قسم کی روایتین یہانتک کہ جھوٹی روایتین بھی موجود ہین اور نادرالوجود ہونے کی وجہ سے اس کتاب مین تحریف ہونے کا احتمال ہی اسلئے یہ قصہ ہمکو مسلم نہین"۔

مصنف مخاطب کی مراد اس کتاب سے یا تو ازالۃ الخفا ہی یا تصنیف ابن ابی شیبہ ہی جس سے کہ صاحب ازالۃ الخفا نے لیا ہی۔ اسمین اگر ہر قسم کی روایتین یہان تک کہ جھوٹی روایتین بھی موجود ہین تو مصنف مخاطب کا ایسا اقبال اپنے یہان کے علماء کی نسبت شیعونکا دل خوش کرنے والا ہی لیکن مصنف مخاطب اپنا جی اس بیان سے خوش نہین کر سکتے کہ "اس روایت کا پتا صحاح مین نہین ہی" صحاح مین بھی بہت کچھ جھوٹی روایات کے علمای اہل سنت قایل ہو چکے ہین اگر اسمین بھی اسکا پتا ہوتا تو مصنف مخاطب وہی کلمہ انکی نسبت بھی لکھ سکتے تھے جو غیر صحاح کی نسبت لکھا ہی۔ دراصل اس زمانے کے علماے اہل سنت کی یہ عادت ہو گئی ہے کہ جس روایت کو ایسا پاتے ہین کہ جس سے طعن انکے مذہب پر آوے خواہ وہ روایت صحاح کی ہو خواہ غیر صحاح معتمد علماء کی جھوٹ کا آلہ ہاتھ مین لیکر گریز کر جاتے ہین۔ ورنہ قابل غور ہی کہ جب بڑے بڑے علماء سابقین اپنی تصانیف مین احراق خانۂ فاطمہؑ کے متعلق روایات درج کر چکے اور وہ مطابق روایات کتب اہل شیعہ و معتزلہ کے بھی ہین تو کیسے سمجھا جا سکتا ہی

کہ وہ روایات جھوٹ ہیں یا نادر الوجود ہیں یا تحریف کا احتمال ہی۔
شیعون کو یہ قدرت کس روز نصیب ہوئی ہے کہ وہ اِن تمام کتابونکو جمع کرکے اُس مین تحریف کرسکین۔ اور اِس قصّہ سے کیونکر انکار ہوسکتا ہی جیساکہ مصنف مخاطب نے انکار کیا ہے اور یہ کہنا مصنف مخاطب کا کہ "جس طعن کا مدار ایسی غیر معتمد روایت پر ہو وہ قابل جواب نہین ہے" کسیکی نگاہ مین وقعت نہین رکھ سکتا۔ جبکہ مدار اِس طعن کا ایسی روایتون پر ہے کہ جنکو کثیر علماء اہلسنت نے لیا ہو تو ایسا طعن درحقیقت لاعلاج اور لاجواب ہے۔

یہ ابن ابی شیبہ وہ شخص ہی کہ فضل وجلالت واعتماد واعتبا راوسکا ایسی اشہر ہے کہ بخاری اور مسلم نے اُسی سے روایات کو اخذ کیا ہے اور اپنی صحیحین مین اُسکی احادیث پر اعتماد کرکے لائے ہین اور ایسے ہی ابوداود۔ نسائی۔ اور ابن ماجہ نے بھی اپنی اپنی صحاح مین اُس سے اخراج روایات کا کیا ہے۔ اور علامہ ذہبی کاشف مین لکھتے ہین کہ "اوسکی نسبت کہا ہے کہ ہمنے اوس سے زیادہ یاد رکھنے والا نہین دیکھا اور وہ ان ہمین احفظ تھا جن لوگون کو کہ ہمنے پایا وہ ثقہ اور حافظ صاحب تصانیف تھا" یافعی مرآۃ الجنان مین اوسکی نسبت یہ تحقیق کرتے ہین کہ "وہ امام ایک ہی علاموں مین سے صاحب تصانیف کبار ہے ابوزرعہ نے کہا کہ اوس سے زیادہ کوئی یاد رکھنے والا نہین دیکھا۔ اور ہمارے زمانے مین علم حدیث چار شخصون پر منتھی ہوا ہے ابوبکر بن شیبہ سیر حدیث مین یکتا تھا اور ابن معین جمع کرنے مین۔ اور ابن المدینی اعلم۔ اور احمد بن حنبل فقیہ" اور صاحب فیض القدیر نے بھی شد و مد سے اسی ابن شیبہ کی توثیق کی ہے اور شاہ عبدالعزیز صاحب نے بستان المحدثین مین جو کچھ اونکی نسبت لکھا ہے وہ اُس سے بھی زیادہ ہے اور ابن ابی شیبہ

کی نسبت لکھا گیا ہے ایسے شخص کی روایت کو غیر معتمد سمجھنا اور اس قصہ کو مسلم نہ ماننا مصنف مخاطب کی ہی جرات ہے۔

مصنف مخاطب حضرت عمرؓ کے مقولہ کی یہ تعبیر بھی کرتے ہین کہ وہ کہ انھون نے یہ کہا کہ گھر جلا دون گا یہ نہین کہا کہ جناب سیدہؑ کا گھرا و نپر جلا دونگا۔ تہدید فقط اونکو تھی نہ جناب سیدہؑ اور جناب امیرؑ کو۔ جناب سیدہؑ کے گھر جلانے سے کیا تعلق۔ اور اُنپر بھی گھر جلانا مقصود نہ تھا۔ اس محاورہ کا استعمال فقط ڈرانے اور دھمکانے کے لیے تھا۔

یہ تعبیر طعن اور الزام سے بچا نہین سکتی جو لوگ کہ جناب سیدہؑ کے گھر مین جمع تھے یا جمع ہوتے تھے اون پر گھر جلا دینے کو حضرت عمرؓ نے کہا تو مقصود حضرت عمرؓ کا اُس گھر کے جلا دینےکا ہوا کہ جو گھر جناب سیدہؑ کا تھا۔

ابن قتیبہ نے یہ روایت کی ہے کہ "جب عمرؓ نے یہ کہا باہر آؤ تم اور نہین گھر کو اور جو کوئی ہے اُسمین اُسکو مین جلائے دیتا ہون۔ لوگون نے کہا کہ فاطمہؑ اس گھر مین ہے حضرت عمرؓ نے کہا اگرچہ ہوئے" اور ابن خزابہ نے لکھا ہے کہ "وہ جب عمرؓ نے یہ کہا کہ جلاؤنگا مین اوسکو اور جو کوئی کہ اُس مین ہے۔ راوی نے کہا کہ اُس گھر مین تو فاطمہؑ اور علیؑ اور حسنؑ و حسینؑ اور گروہ اصحاب النبیؐ سے تھے مین پس کہا فاطمہؑ نے آیا جلا دیگا تو مجھپر اور میرے بچون پر۔ کہا قسم خدا کی ہاں" کتاب عقد فرید مین ابن عبد ربہ نے یہ لکھا ہے کہ "وہ بھیجے عمرؓ ایک چنگاری آگ کی ارادے سے کہ جلا دین اُنپر گھر کو۔ پس ملین فاطمہؑ عمر کو اور کہا اے پسر خطاب تو اسلیے آیا ہو کہ جلا دے تو گھر ہمارا۔ کہا ہان" اور اسی طرح علامہ ابو الفدا اور علامہ بلاذری نے لکھا ہی۔

ایسی حالت مین یہ کیسے تسلیم کیا جا سکتا ہو کہ "گھر جلانے کا مقولہ حضرت

عمر کا صرف اُن لوگون پر تھا کہ جو اُس گھر مین جمع تھے نہ جناب سیدہ اور جناب امیر پر" جبکہ روایات مین صاف وصریح ہے کہ علی مرتضےٰ اور جناب سیدہ اور حسنین پر بھی گھر جلانے کا اقرار حضرت عمر کا موجود ہے"

یہ امر کہ حضرت عمر کا ایسا کہنا صرف دھمکی اور تہدید اور ڈرانے کے لیے تھا اور گھر جلانا مقصود نہ تھا" ایسی تہدید اور دھمکی اور ڈرانا بدتر گھر جلانے سے ہے کہ جس تہدید اور دھمکی اور ڈرانے پر جناب فاطمہ کو یقین ہو جائے کہ جسمین حضرت عمر نے قسم کھا کے ایسا اظہار کیا ہے۔ اور ایسی تہدید اور دھمکی اور ڈرانا فاطمہ کو برابر اسکے ہے کہ جیسے کوئی پیغمبر کو تہدید کرے یا دھمکی دے اور ڈرا دے۔ اسی جگہ سے سمجھ لینا چاہیے کہ ایسی تہدید اور دھمکی اور ڈرانا کس بات کو لازم آتا ہے۔

مصنف مخاطب اخیر مین یہ بھی ظاہر کرتے ہین کہ "سابق ثابت ہو چکا ہے کہ جناب امیر کو خلافت ابوبکر سے تعرض کرنا ہرگز منظور نہ تھا اور عباس اور ابوسفیان نے جب یہ راے دی تھی تو جناب امیر نے اس خیال کو فتنہ بتایا تھا۔ بلکہ جناب امیر اُس شخص سے لڑنا جائز سمجھتے تھے جو اُنکی خلافت سے انحراف کرے۔ پس ظاہر ہے کہ جو لوگ کہ خلاف ابوبکر کے راے دیتے ہونگے وہ درحقیقت جناب امیر کی راے کے مخالف ہونگے۔ پس عمر نے اُن لوگونکو دھمکایا کہ جو جناب امیر کے راے کے مخالف تھے۔ کیا عجب ہے کہ جناب امیر نے خود ہی عمر سے یہ تحریک کی ہو کہ اُن لوگون کو دھمکا دو تاکہ ہمارے گھر مین فساد کے مشورے کے لیے جمع نہوا کرین واللہ اعلم بالصواب"

جلد ششم کے شروع مین جو باہمی بحث کی ہے اُس سے واضح ہو جاتا ہے کہ جناب امیر کو خلافت حضرت ابوبکر سے اس حیثیت سے تعرض کرنا کہ تلوار لیکر

یا اپنے ساتھ ایک گروہ قائم کر کے خلافت ابو بکرؓ پر حملہ کریں منظور نہ تھا اور خصوص اُسوقت مین کہ عباس اور ابو سفیان نے جب ایسی راے دی تھی کہ اُسوقت علی مرتضےٰؑ کے ایسا کرنے سے قومی سلطنت مسلمانون کی جو قائم ہوئی تھی وہ تباہ ہو جاتی [۵۱]۔ اور جناب امیرؑ نے خود خلافت حضرت ابو بکرؓ کو فتنہ بتلایا ہے [۵۲] اور اُسوقت شور و شغب اُن لوگون کا زیادہ تھا جنکو مانعین زکوۃ کہا جاتا تھا اور اُن لوگون کا جو مرتد ہو گئے تھے۔ ایسے وقت مین علیؑ مرتضےٰ کی بیشک یہ راے تھی کہ سکوت اور صبر کیا جائے اور قومی سلطنت مسلمانون کو تباہ نہ کیا جائے۔

ہم پہلے [۵۳] یہ بھی دکھلا چکے ہین کہ جسوقت مدینہ پر عہد حضرت ابو بکرؓ مین اہل ارتداد نے اور مصنوعی پیغمبر کے لشکر نے حملہ کیا ہی اُسوقت علیؑ مرتضےٰ تائید مذہب اسلام اور قومی سلطنت کے لیے مستعد جنگ ہوئے ہین۔ اس سے صاف ظاہر ہو جاتا ہی کہ جناب امیرؑ نے حضرت ابو بکرؓ کی کوئی ذاتی حمایت اور مددنہین کی نہ اُس شخص سے لڑنا جائز سمجھتے تھے جو اُنکی خلافت سے انحراف کریں اس حیثیت سے کہ وہ اُنکی خلافت کو جائز اور صحیح نہ سمجھتا ہو۔ اسلیے کہ خود علی مرتضےٰؑ اونکی خلافت کو جائز اور صحیح نہین سمجھتے تھے جیسا کہ اُنکے اکثر ارشادات سے ثابت ہو چکا ہے [۵۴]۔ البتہ قومی سلطنت کو جو کوئی تباہ کرنا چاہے اور دین اسلام سے مرتد ہو جاوے اُس سے لڑنا علی مرتضےٰؑ پسند کرتے تھے۔

اِس حقیقت کے ظاہر ہونے کے بعد یہ نتیجہ نہین نکل سکتا کہ جو لوگ خلافت ابو بکرؓ کی مخالفت کی راے رکھتے ہونگے وہ درحقیقت جناب امیرؑ کی راے کے

---

۵۱ جلد ۵ صفحہ ۰۷ اخط علیؑ مرتضےٰ بنام معاویہ ۱۲ ۵۲ جلد ۴ صفحہ ۴۳۵ - ۲۱ - ۵۰
۵۳ جلد ۵ صفحہ ۱۶۶ - ۵۴ جلد ۴ صفحہ ۴۳۶ -

مخالف ہون گے اور حضرت عمرؓ نے اُن لوگون کو دھمکایا جو جناب امیرؑ کی رائے کے مخالف تھے " یہ معاملہ اُسوقت کا ہی کہ جب حضرت ابو بکرؓ کے خلیفہ مقرر ہونے کے لیئے یہ کوشش ہوتی تھی کہ سب لوگ اور بنی ہاشم اور علیؑ مرتضےٰ حضرت ابو بکرؓ کے ہاتھ پر بیعت کرلین - اور حضرت ابو بکرؓ کے ہاتھ پر بیعت تمام نہین ہو چکی تھی - اوسوقت علیؑ مرتضےٰ کی ایسی رائے ہوتی تو خود علیؑ مرتضےٰ اور بنی ہاشم اور بعض دیگر اصحاب پیغمبرؐ کہ جو تابع مرضی علیؑ مرتضےٰ کے تھے حضرت ابو بکرؓ کے ہاتھ پر بیعت کرلیتے اور جو لوگ کہ علیؑ مرتضےٰ کے گھر مین مشورۂ خلافت کے لیے آتے تھے اونکو خود علیؑ مرتضےٰ منع کردیتے - اور علیؑ مرتضےٰ نے جو مرتدین اور مخالفین دین اسلام سے عہد ابو بکر مین جنگ کی ہے وہ اُسوقت کا معاملہ ہی کہ جب حضرت ابو بکرؓ عام طور پر خلیفہ قبول کرلیے گئے تھے اور بعد وفات جناب سیدہؑ علیؑ مرتضےٰ سے بھی مصالحت ہو گئی تھی کہ حضرت ابو بکرؓ علیؑ مرتضےٰ سے طلب بعیت نہ کرینگے اور علیؑ مرتضےٰ اونکی خلافت مین خلل نہ ڈالین گے - پس یہ خیال مُصنف مخاطب کا بغیر کسی سند کے محض ایک واہمہ ہے کہ " کیا عجب جناب امیرؑ نے خود ہی عمرؓ سے یہ تحریک کی ہو کہ اون لوگونکو دھمکادو تاکہ ہمارے گھر مین فساد کے مشورے کے لیئے جمع نہ ہوا کرین " ایسا واہمہ قبول کرنے سے یہ لازم آتا ہے کہ علیؑ مرتضےٰ خود بانی اسکے ہوئے کہ فاطمہؑ اور حسنینؑ کا گھر اون پر جلادو یا اُنکو ایسی دھمکی دو - حالانکہ ایسا واہمہ علیؑ مرتضیٰ کی نسبت کسیطرح قبول نہین جاسکتا جب تک کہ یہ قبول نہ کرلیا جائے کہ کسی وقت مین علیؑ مرتضےٰ پیغمبرؐ کی نسبت اونکا گھر اونپر جلادینے یا پیغمبرؐ کو ایسی دھمکی دینے کا مشورہ اور صلاح حضرت عمرؓ کو دے سکتے تھے -

خود علی مرتضےٰؑ اور حسنینؑ اور فاطمہؑ کا اُن لوگون کو منع کر دینا کافی تھا۔ حضرت عمرؓ سے اُسمین مدد لینے کی کوئی ضرورت نہین تھی اور نہ اسکی حاجت تھی کہ فاطمہؑ اور حسنینؑ کو علیؑ مرتضےٰ ایسی دھمکی دیتے ہین شریک ہون۔

کچھ شبہہ نہین ہے کہ مصنف مخاطب اپنے ان قیاسات کو جو کچھ اُنھون نے اپنے اِس رسالہ جلد دوم نصیحۃ الشیعہ مین مخالفت شیعون کے لکھے ہین اُسکی صحت پر وہ خود مطمئن نہین ہین اور اُنکو خلاف محل قیاس جانتے ہین اسیوجہ سے اُنھون نے اخیر مین یہ لکھدیا ہے "واللہ اعلم بالصواب" اور ایسا لکھنا اُنکا ٹھیک بھی ہے اِسلیے کہ وہ ائمہ اہلبیت اور ابناء پیغمبرؐ سے کچھ نہین لیتے ہین جیسے کہ شیعہ لیتے ہین اور ہر امر پر شیعون کو ویسا ہی یقین ہو جاتا ہے کہ جیسے پیغمبرؐ کے فرمودے پر۔

لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ عَلِیٌّ وَلِیُّ اللّٰہِ وَالْاَئِمَّۃُ الْمَعْصُوْمِیْنَ حُجَجُ اللّٰہِ

راقم مین ہون وہی خاص شیعہ

یادداشت واضح ہو کہ یہانتک جلد دوم نصیحۃ الشیعہ کے مضامین کے متعلق بحث ختم ہوگئی اگرچہ اِس بحث نے ابھی جلد ہفتم مین صرف ایک چوماہی کے ہی نمبر دو نکو ختم کیا ہی لیکن اِن نمبرانکو نصف اوّل جلد ہفتم سمجھنا چاہیے تاکہ اِس امر کے سمجھنے مین آسانی ہو کہ جلد دوم نصیحۃ الشیعہ کے مضامین کے متعلق اِس حصہ نصف اوّل جلد ہفتم مین بحث ختم ہوئی ہی۔ جلد ثالث نصیحۃ الشیعہ کی بحث کا سلسلہ آئندہ نمبران ہی جلد ہشتم مین شروع کیا جائیگا اور وہ حصہ نصف ثانی جلد ہفتم کا ہوگی لہذا یہ حصہ اسی جگہ پر ختم کرکے مومنین کی مسرت کیلیے ایک قصیدہ منقبت جناب امیرؑ مین لکھا جاتا ہی جو امسال مجلس صدر انجمن امامیہ کی سالانہ جلسہ عید غدیر کے موقعہ پر ہمارے دوست میرزا کاظم حسین محشر نے اپنی تازہ تصنیف سے پڑھا تھا۔ میرزا قزلباش۔ اڈیٹر۔

قصیدہ مشتمل بر مناظرۂ عاشق و معشوق و منقبت وصی مصطفیٰ نفس حضرت خیر الوریٰ یعنی علی مرتضیٰ روحی لہ الفدا

بے طلب جاتا ہون سوئے بزم یار زہرہ جبین
شوق رسوائی ہے دامنگیر جذب دل نہین

دل بڑھاتی جاتی ہین بڑھ بڑھکے ہر دم حسرتین
ہر قدم پر دیتے ہین ارمان صدائے آفرین

اضطراب شوق نے دی قوت رفتار برق
غیر ممکن ہے کہ اب دم بھر ٹھہر جاؤن کہین

عُجلت امید و حسرت ہے کہ یہ اعجاز ہے
ہر قدم مین ہوتی ہے طے ایک منزل بھر زمین

بڑھ کے قسمت نے صدا دی کعبہ مقصود ہے
سجدہ رکھ فرط ادب سے آستانے پر جبین

بوسہ کیسا اور ادب کیسا کہان کیسی عقل
کھل گیا مارے خوشی کے غنچہ قلب حزین

بزم جانا نین گیا یہ بسمل شوق اس طرح
جیسے بیکس کی دعا جاے سوئے عرش برین

بزم وہ جسکی فضا پر روضۂ رضوان نثار
پھر شراب و جام بتان گر حور آ نکلے کہین

بیٹھنے ہی کو تھا چھپکر اُس ستم ایجاد سے
اتفاقاً پڑ گئی مجھپر نگاہ خشمگین

اب کہان تاب تحمل بس قیامت ہوگئی
غیر سے کہنے لگا دیکھو یہ محشر تو نہین

بے بُلائے بزم مین آیا اور اُسپر یون نڈر
جس طرح ممکن ہو لی آؤ اسے میکر قرین

خود چلا مین پھر تو بن کر قیدی اُمید و بیم
ڈرتے ڈرتے آخر آیا پیش یار مہ جبین

آنکھ چار اُس ظالم بیگانہ خُو سے جب ہوئی
مجرمون کیطرح نیچی کی نگاہ شرمگین

خنجر ابرو کو ناز حسن نے کھینچا ادھر
یہان نیاز عشق نے دلکی سپر لی وقت کین

ہوکے برہم یہ کہا سُن تو سہی او بے ادب
کیون چلا آیا یہان محفل عشرت قرین

مجھسے اور دعوائے اُلفت کیا خدا کی شان ہے
ذرے کو خورشید سے ہرگز کوئی نسبت نہین

تو بظاہر ایک باطن دلمین بزنیت کچھ اور
اسطرح کی عاشقی کا ہم کو خاک آئے یقین

تم وہ ہو بدنام کر دو ساری دنیا مین اُسے
روز کا مرنا تمہارے سامنے ایک کھیل ہے
کیون ہمین تو کرتے ہین وعدۂ وفاداری کا بھی
کونسے تارے ہین وجہ جنبش دیوار و در
کیا تمہارا ہی وہ دل ہے باعث آزار خلق
خوب ہی سمجھے حقیقی اور مجازی کے رموز
پختہ کاری جنون اور یہ خیال خام واہ
سچ کہو چشم حقیقت بین اگر رکھتے ہو تم
حیرت افزای جہان کیونکر نہو صورت مری
میرے ہی دم سے ہوا ہے بزم عالم کو فروغ
حالت نرگس ملنے بھر پہ روشن ہو گئی
کون ہے وہ جو نہین میری جوانی پر نثار
نقش خوب ہے بہر عاشق میرا ہر نقش قدم
مژدہ وصلت میرے منہ سے ہے کار عیسوی
میری کوچہ کو زمانہ کہتا ہے باغ بہشت
سُنکے یہ مین نے کہا او مست صہبائے غرور
ہو کسیکو خاک یکتائی کا دعویٰ خلق مین
فتنہ پردازی تمہاری مدتونسے ہے عیان
حُسن پر خوش قامتی کے اس قیامت کا غرور
صاف تو یہ ہے کہ ہمسے شاعرون کو دو دُعا
خود ہی اپنے دلمین سمجھو تو گیسوئے دراز

رحم کھا کر جو بجھائے ایک دم اپنے قرین
روز رکھتے ہو کہ نکلی جاتی ہے جان حزین
کیون شکایت بھی شب فرقت کی کرتے ہین ہمین
کونسی آہین ہین رخنہ ساز چرخ ہفتمین
شعلہ نار سقر ہے جس کی آہ آتشین
خوب اس سودے مین کی بربادی دنیا و دین
میرے عاشق سنکے آئے شکر رب العالمین
دوسرا دیکھا ہے مجھسا کوئی عالم مین حسین
آئنہ ہے مجھسے گویا صنعت حُسن آفرین
میری ہی رخ پر فدا ہین ماہ و خورشید مبین
باغ مین مجھسے لڑائی تھی نگاہ سُرمگین
کون ہے وہ جو نہین کھو بیٹھتا دنیا و دین
میرا درد عشق دارو ہے دل اندوہگین
بار ہا زندہ ہوئی ہے میت قلب حزین
میرے گھر کے اُوج پر صدقے ہے قصر حور عین
حُسن عارض پر رعونت اسقدر زیبا نہین
عیب ہر صورت مین ہے جز ذات صوت آفرین
حضرت آدم سے چھوٹا گلشن خلد برین
پاؤن رکھتے ہی نہین نخوت سے بالائی زمین
کہدیا رُخ کو جنھون نے رو کش ماہ مبین
ہمسے گر پوچھو تو کہدین ہین یہ مار آستین

یہ جو اسکا زمانہ چلتی پھرتی چھاؤن ہے
آنکھ سے جسکو ابھی دیکھا ابھی کچھ بھی نہین

پھر زلیخا کی طرح تم خود کرو ظاہر شوق
سامنے سے بھاگ گئے جو آئے یوسف دل قرین

اپنے گھر بیٹھے رہا تمکو مسیحائی پر ناز
سیکڑون بیمار فرقت چھپ گئے زیر زمین

دلفریبی کے لیے چلتے ہوئے جادو یہ ہین
نام رکھا ہی بدلکر جنکا چشم سرمگین

شاد ہوتے ہو جو شاعر تمکو کہتے ہین صنم
اب ذرا ایمان سے کہنا یہی ہی طرز دین

بیوفائی سے ہزارون کو ہوڑلوا دیا ہے
کج ادائی سے کیا خون دل اندوہ گین

کیا سمجھا اپنے کوچے کو کہا رشک بہشت
خواب مین بھی تمنے دیکھا ہے کبھی خلد برین

مجھکو دعوی ہی کہ مین ہون رونق بازار عشق
سچ ہے یہ سودا خریدا بیچ کر جان حزین

تجکو زیبا ہے زبان سے لون اگر نام وفا
جان جائے پر نہ چھوڑون دامن صدق و یقین

محفل عالم مین کیا ہوتا فروغ شمع حسن
بنتا پروانہ نہ گر میرا دل اندوہ گین

جان دیکر عاشقی کو مین نے زندہ کر دیا
میرے منت کش ہون گر انصاف رکھتے ہو حسین

لو ادہر آؤ دکھا دون مین تمھین داغ جگر
تو سہی شرما کے مغرب مین چھپے مہر مبین

اپنے سینے مین شہ رکھتا ہون دل پُر داغ مین
خود کہے رضوان جیسے گلدستہ خلد برین

بے اثر کہتے ہو نالون کو میرے یہ تو کہو
تھا ستاتا کون بیتابی سے قلب نازنین

مین وہ دیوانہ جہان بیٹھا ہون راہ عشق مین
ننگ ہے گر قیس و وامق کو بناؤن ہمنشین

تمکو حسن صورت اور مجکو ملا سیرت کا حسن
اب اگر اٹھے تو مین دیکھون نگاہ شرمگین

شرط یہ ہی لاف بیجا سے اگر توبہ کرو
اپنے اس دعوی کا دلوا دون ابھی تمکو یقین

بادۂ پندار کا نشہ تمہارے سر مین ہی
مین ہون مست ساغر حب امیر المومنینؑ

میری آنکھونکی مقدر مین ہی دیدار نجف
میرے نظارے کی وادی وادی ایمن نہین

کون امیر المومنینؑ فرمانروائے ملک شرع
ہادی اوّل علی یعنے امام المتقین

وہ علیؑ روشن ہین عالم بھر پہ جسکے معجزے
جنکا ایک بندہ ہی ہر حالتمین خورشید جبین

آپکو فاقون مین خالق نے وہ قوت کی عطا — توڑ ڈالا باب خیبر صورت نان جوین
آپکی شمشیر و ضربت کا ہی یہ بھی معجزہ — کم ہوا کنگرہ نہ زور بازوئی روح الامین
زال دنیا پر نہ کی اسلئے توجہ آپنے — اسقدر تھا شوق وصل شاہ ایمان و دین
آپکے رخ کی ثنا شبکو پڑھی جائے اگر — اشتیاق سمع مین ہو زہرت مہر مبین
طاعت اُنکی فہم انسانی مین کیونکر آسکے — جسکے پوتے کو خدا فرمائے زین العابدین
کیا عجب ذہن رسا سی ہو جو کار جبرئیل — مطلع نو کا تصور ہو گیا دل مین مکین
اب نہین دشوار مضمون حقیقی کا شکار — وہ کمند فکر جا پہونچی سر عرش برین

آپ کو شاہی مبارک ای خدیو مسلمین
ہو مبارک مومنونکو نعمت تکمیل دین

آگئے جبرئیل مشعل رحمت پروردگار — اپنے دل ہی دلمین ہین بشاش ختم المرسلین
عارض پر نور سے طالع ہی عشرت کی سحر — صاف ظاہر ہو گیا آج آئی عید مومنین
عید وہ مشہور عالم جو کہ ہی عید غدیر — عید وہ جسکی تجلی سے ہوئی روشن زمین
ہو گئی تبلیغ احکام خداوند کریم — ہو گئے مالک خدائی کے امیر المومنین
جانشین حضرت خیر الوری ایسا تو ہو — وان ہو اشق القمر یان رجعت مہر مبین
ہو جسکے جسم و دم وحی مصطفے ممبر یہ آپ — شش جہت مین گونج اُٹھا آوازہ شرع مبین
ای حسد سی آپکے دنیا مین دوزخ کا مزا — کیون نہ انکار و نیر لوٹین پس شکست اعدائی دین
ہو ازل کی صبح یا معراج یا شام ابد — آپسے ہی زینت درگاہ رب العالمین
اسلیئے در پردہ تھی معراج مین احمد کیسا تھ — نفس کی فرقت کسی صورت نہین سکتی نہین
بائے بسم اللہ کی تفسیر سے روشن ہوا — ہین نہان دلمین علوم اولین آخرین
آپ وجہ اللہ ہین فضل خدا سے ای حضور — حل مشکل مین نہون کیونکر رگ جانکے قرین
ہو گئی اک پل مین تکمیل رموز معرفت — آپنے جسوقت کی تعلیم جبرئیل امین

داسن نیسان ادب کے ماری کیونکر کھو سکا؟ | وقت بخشش دامن رحمت ہے انکی آستین
بتکدے کو آپنے کعبہ بنایا ہاتھون ہاتھ | اس یداللہی کے صدقے کیون نہون اعدا فدین
بی تکلف مہد مین اژدر کو دو ٹکڑے کیا | بچپنے مین یون دکھایا زور رب العالمین
کیا اٹھاتے آپ کی برق نگہہ کے روبرو | ہوتے گر لاکھون حجاب پردۂ صدق و یقین
آپ کیا پیدا ہوئے گویا نصیبا جاگ اوٹھا | عرش پر کیون فوق لیجائے نہ کعبہ کی زمین
عالم انوار مین کی ایسی تسبیح خدا | ہوگیا جس سے حقیقت دان دل عرش برین
دیکے سائل کو انگوٹھی آپنے وقت نماز | مول لیلی کل متاع قرب رب العالمین
آپ مفلس کو دکھائین معجزے کی شان اگر | سنگریزے اوسکے دامن مین بنین دُرِّ ثمین
نور سواد نکی ازل مین گر نہ کرتا اقتباس | عالم افروزی نکرتی ماہ تابانکی جبین
آپکے سایہ سے کھینچی حسن یوسف کی شبیہ | ای تعالی اللہ زور خامۂ حسن آفرین
چارہ سازیکا اثر بخشین جو عالم کو حضور | سوزن بخیہ ستمگر کا ہو تیر دلنشین
سامنے جسکے سلیمانی ہی شکل مور ہے | آپکی وہ سلطنت ہے ای شہ دنیا و دین
حکم سے جو آپکے عالم مین سرتابی کرے | صورت گردون ہو اسکی جانکی دشمن زمین
اے معاذ اللہ جس دلمین نہو اونکی ولا | بخشش اسکی پھر کسی صورت سے ممکن ہی نہین
متحد یا اللہ تھے یون احمد مرسل سے آپ | نفس آئینہ مین جس صورت سے ہو جوہر مکین
شعلۂ قہر آپکا ہو مائل رفعت اگر | ڈر کے مارے برق خرمن مین ہو آکر جاگزین
شمع بزم حسن مولا کا اگر اٹھے دھوان | خانہ مین کاجل بنائین اوسکو لیکر حور عین
گر کسیکے معجزے سے گنگ بول اٹھا تو کیا | آپکے فضل تکلم سے ہوئی گویا زمین
ہون مریض جان بلب کے آپ گر تیماردار | دی خبر صحت کی پھر کر ہر نگاہ واپسین
انبیا نے جس جگہ ظاہر کیا عجز و ادب | ٹلے کیا ہی آپنے وہ بار عالم و [illegible]
شاہد رعب آپکا پھینکے اگر تیر امان | اپنے دلسے ہاتھ اٹھالیں ضیغم صحرا نشین

فخر اسکندر ہو وہ جو ہو جاوے آپ کا
کاٹ کر جبریل کے پر چھپا مخزون لاتھا
حضرت موسیٰ کی کچھ حسرت بر آئی طور پر
ارتقا قوم عیسیٰ کا لیے دیتا ہی صفات
آپکے دم سے ملا آدم کو ہستی کا لباس
حشر مین پھر دیکھون کھینچے کس طرح نار سقر
بس بس اک محشر کلام مختصر ہے کام سے
یا الٰہی آنکھین ہین جبتک کہ محو دید دوست
عاشقون کو اپنے معشوقون کی جبتک تلاش

عشق کے بال [illegible]
دو [illegible]
[illegible]
آپ [illegible]
آپکے قدمون [illegible]
آپکا دامن اگر [illegible]
[illegible]
عشق کی [illegible]
کام لین جبتک عالم مین آخاقی [illegible]

جتنے مومن ہین طواف روضۂ شہ دین مین
لکھتی ہو قسمت مبارک فادخلوہا خالدین

التماس

مین نے متواتر کیا رسالہ ہذا مین اور کیا پرائیویٹ تحریر کے ذریعہ سے جلد ششم ۹۹ سنہ کے چندہ کی بابت بادب گذارش کی مگر افسوس ہے کہ میری گذارش پر توجہ نہوئی اب پھر التماس ہے کہ براہ کرم چندہ واجب الادا جلد عطا فرما کر رہین منت فرمائیے۔ الراقم مرزا اقبال باش

عماد الاسلام – علم کلام کی مشہور و معروف کتاب تصنیف جناب مرحوم غفران مآب
مولوی سید دلدار علی صاحب طاب ثراہ ہے جسمین دہریین و طبیعین وغیرہ کی شبہات کو
حکیمانہ حیثیت سے دفع کیا گیا ہے۔ یہ کتاب ہنوز طبع نہین ہوئی تھی اب خاندان اجتہاد کے بعض
چند نامور معبرون نے ایک جزو ماہوار چھاپنے کا بحکم محسم سے انتظام کیا ہے جسکی قیمت سالانہ علاوہ
محصول ڈاک ؏ مقرر ہے۔ اگر یہ کتاب ترجمہ ہو کر چھپتی جیسی کہ زمانے کو ضرورت ہے۔ تو مین
خیال کرتا ہون کہ نفع عام ہوتا لیکن زبان عربی کے جاننے والون کی تعداد اس زمانے
مین بمقابلہ [illegible] ایسی ہے کہ اگر بنظر [illegible] دیکھا جائے تو مین کہہ سکتا ہون کہ
[illegible]
[illegible]
[illegible]

[illegible]